اسلام کی مظلوم شخصیات

جلد چہارم

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجر پور، اعظم گڑھ، یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری

ناشر

مکتبہ حبیب الامت

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

اسلام کی مظلوم شخصیات

جلد چہارم

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور، اعظم گڑھ، یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری

ناشر

مکتبہ حبیب الامت

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

نام کتاب: اسلام کی مظلوم شخصیات (جلد چہارم)

تالیف: حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

صفحات: 564

تعداد اشاعت: 1100

قیمت: 560

سن شاعت: 1447ھ، مطابق 2026ء

ناشر: مکتبہ حبیب الامت، جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور
پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

ملنے کا پتہ

مکتبہ حبیب الامت

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی

رابطہ نمبر: +91 9450546400, 7054136788

بسم الله الرحمن الرحيم

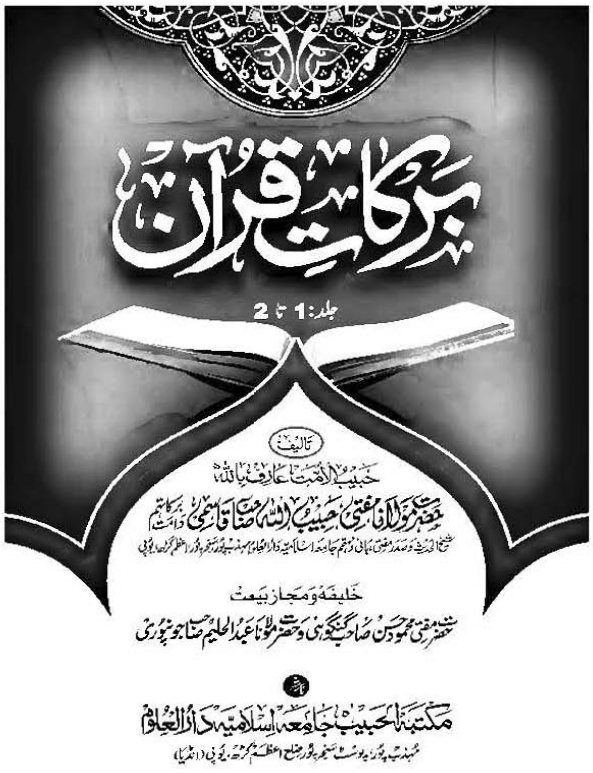
برکاتِ قرآن
جلد: 1 تا 2
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری
مکتبہ حبیب جامعہ اسلامیہ دارالعلوم

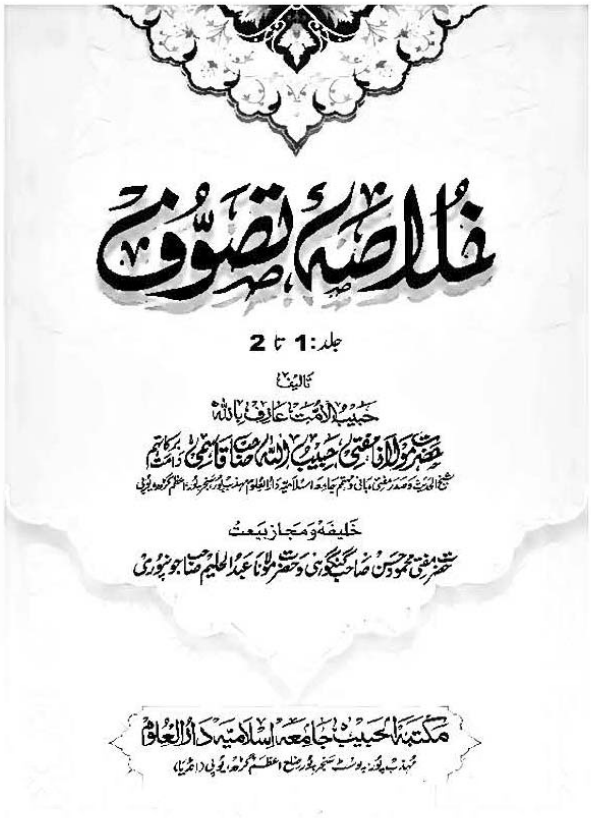
خلاصہ تصوف
جلد: 1 تا 2
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری
مکتبہ حبیب جامعہ اسلامیہ دارالعلوم

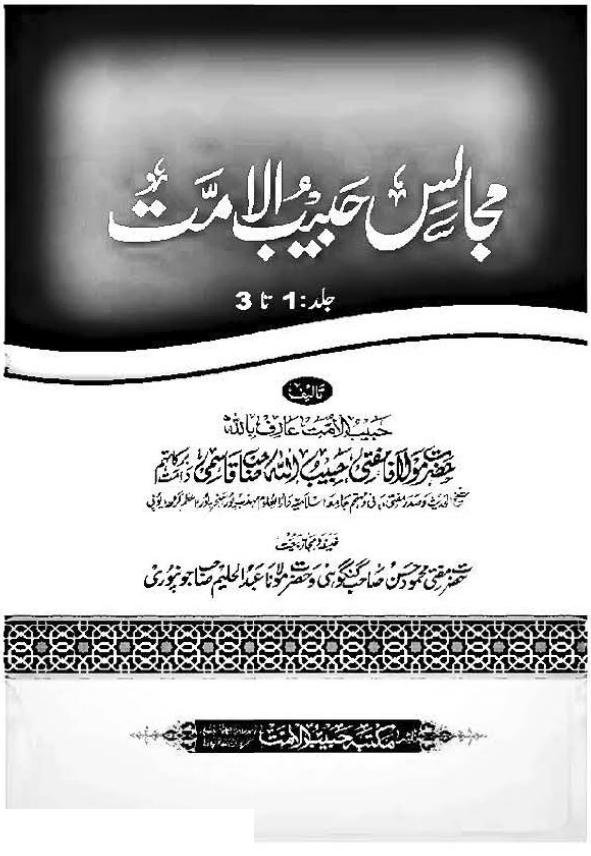
مجالس حبیب الامت
جلد: 1 تا 3
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری
مکتبہ حبیب الامت

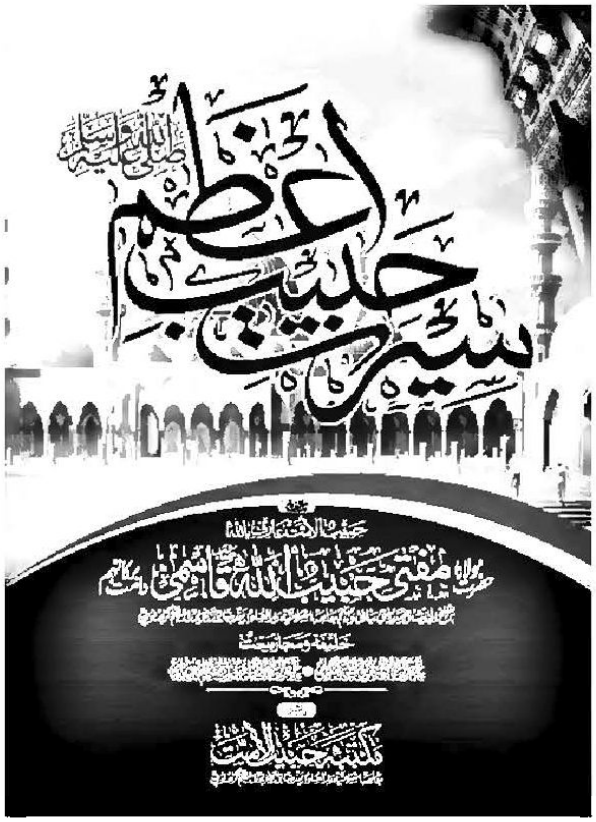
سیرت حبیب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مفتی حبیب اللہ قاسمی دامت برکاتہم
مکتبہ حبیب الامت

فہرست

پیش لفظ		21
1-	سنہ 66 ہجری کے اہم واقعات (اقتدار، انتقام اور ایمان کی کشمکش کا سال)	25
2-	محرم 66ھ عراق میں ابنِ زیاد کے قاتلوں سے انتقام (بنواُمیہ کا سیاسی انتقام اور اہلِ کوفہ کی مظلومیت)	29
3-	ربیع الاول 66ھ بصرہ میں مصعب بن زبیرؓ کا اقتدار مستحکم (سیاسی استقرار یا داخلی اضطراب؟)	33
4-	ربیع الثانی 66ھ کوفہ میں بنواُمیہ کی خفیہ سازشیں	36
5-	جمادی الاولیٰ 66ھ عبدالملک بن مروان کی شام میں خلافت کا استحکام	39
6-	رجب 66ھ مختار ثقفی کے باقی ساتھیوں کا قتلِ عام	42
7-	شعبان تا رمضان 66ھ مدینہ وحجاز میں سکون اور عبودیت کی فضا	44
8-	ذوالقعدہ 66ھ حجاز میں زبیری اقتدار کا زوال بحران	47
9-	ذوالحجہ 66ھ شام میں اموی طاقت کا عروج	49

10-	خلاصہ ونتائج سنہ 66ھ	51
11-	اسلامی سنہ 67ھ کے اہم واقعات	52
12-	محرم 67ھ مختار ثقفی کی حکومت کا زوال	56
13-	صفر تا ربیع الاول 67ھ کوفہ ومدینہ میں اہلِ بیتؓ کے محبین پر ظلم و خوف کا دور	60
14-	جمادی الاولیٰ 67ھ عبد الملک بن مروان کی شام میں فوجی اصلاحات اور ظلم کے نئے عہد کی بنیاد	63
15-	رجب 67ھ بصرہ وکوفہ میں فتنۂ قبیلہ وانتقام اور مظلوم مسلمانوں کی قربانیاں	67
16-	شعبان تا شوال 67ھ حجاز میں زبیری خلافت کا استحکام اور مظلوم دینی قیادت	71
17-	ذوالقعدہ 67ھ عبد الملک بن مروان اور عبد اللہ بن زبیرؓ کا پہلا خطی محاذ	74
18-	ذوالحجہ 67ھ مصر میں زبیری گورنر کا قتل اور سیاسی مظالم	76
19-	خلاصہ ونتائج سنہ 67ھ (سیاسی ظلم، قبائلی انتقام اور مظلوم شخصیات کی صبر وشجاعت)	79

20-	اسلامی سنہ 68 ہجری کے اہم واقعات (فتنوں، مظلوموں اور اقتدار کی کشمکش کا سال)	81
21-	محرم 68ھ عبدُ الملک بن مروان کا شام میں اقتدار کا استحکام	86
22-	صفر 68ھ مصعب بن زبیرؓ کی حکومت کا بصرہ میں استحکام	89
23-	ربیع الاول 68ھ عراق میں ''اہلِ توابین'' کی تحریک کا خاتمہ	93
24-	ربیع الثانی 68ھ مکہ مکرمہ میں حرم شریف کی تعمیرِ نو	98
25-	جمادی الاولیٰ 68ھ کوفہ میں ابن زیاد کے خلاف خفیہ بغاوت	101
26-	رجب 68ھ مدینہ منورہ میں اہلِ بیتؓ پر نظر بندی	104
27-	ذوالحجہ 68ھ عبدالملک بن مروان کی فوجی فتوحات وسیاسی	108
28-	اسلامی سنہ 69ھ کے اہم واقعات	112
29-	محرم 69ھ عبدالملک بن مروان کی خلافت کا استحکام اور ظلم کی پالیسی	115
30-	صفر 69ھ حجاز میں عبداللہ بن زبیرؓ کا عدل واصلاح کا نظام	119
31-	ربیع الاول 69ھ مصعب بن زبیرؓ اور عبدالملک بن مروان کے درمیان محاذ آرائی کی ابتدا	122
32-	ربیع الثانی 69ھ شام میں زبیری مؤیدین کی گرفتاری	125
33-	جمادی الاولیٰ 69ھ کوفہ میں مختار ثقفی کے باقی کارندوں کا قتل	128

34-	رجب 69ھ اہلِ بیتِ اطہارؓ کی مدینہ سے نگرانی اور قید	131
35-	شعبان 69ھ بصرہ میں خوارج کا قتلِ عام	133
36-	شوال 69ھ: عبدالملک بن مروان کی جبری بیعت اور عسکری اصلاحات	136
37-	ذوالحجہ 69ھ: عبداللہ بن زبیرؓ کی حج کی امامت اور دعوتِ عدل	139
38-	خلاصہ واقعاتِ سنہ 69ھ (عبدالملک بن مروان کا ظلم اور عبداللہ بن زبیرؓ کی مظلوم قیادت (69ھ)	143
39-	اسلامی سنہ 70 ہجری کے اہم واقعات	146
40-	محرم 70ھ عبدالملک بن مروان کی طرف سے زبیری علاقوں پر فوجی دباؤ	149
41-	صفر 70ھ اہلِ مدینہ پر دوبارہ سیاسی دباؤ	152
42-	ربیع الاول 70ھ کوفہ میں مختار ثقفی کے بعد اہلِ بیتؓ کے حامیوں پر مظالم	155
43-	جمادی الاولیٰ 70ھ عبدالملک بن مروان کا مدینہ پر مالی دباؤ	158
44-	جمادی الاخری 70ھ بیت اللہ کی حفاظت کے لئے قلعہ بندی	162
45-	رجب 70ھ عبدالملک بن مروان کی خفیہ ایجنسیوں کا نظام	164

46-	شوال 70ھ کوفہ میں اہلِ بیتؓ کے ماننے والوں پر تعذیب	167
47-	ذوالحجہ 70ھ حج اور عبداللہ بن زبیرؓ کا خطبہ	170
48-	محرم 71ھ خلافتِ امویہ کی پالیسی، عبدالملک بن مروان کے اقدامات اور مظلوم عوام	173
49-	صفر 71ھ: بنواُمیہ کی مالی پالیسی اور مظلوم عوام	176
50-	ربیع الاول 71ھ عبدالملک بن مروان کی سیاسی سخت گیری اور اہلِ حق پر مظالم	180
51-	ربیع الآخر 71ھ کے سیاسی وسماجی حالات عراق وخراسان کی شورشیں	183
52-	جمادی الاولی و جمادی الآخری 71ھ اموی جبر، عراق کی شورشیں اور مظلوم اہلِ ایمان	187
53-	رجب و شعبان 71ھ عراق و کوفہ کی سیاسی کشمکش اور مظلوم شخصیات کی ابتلائی فضا	191
54-	رمضان وشوال 71ھ اموی طاقت کے استحکام اور عراق کے مظلومین کا المیہ	196
55-	ذوالقعدہ وذوالحجہ 71ھ معرکۂ ماسکن سے مظلومینِ عراق تک: ظلم، استبداد اور امت کی آزمائش	200

56-	اموی دور کے آخری عشاریہ (70ھ تا 75ھ): (عراق و خراسان میں عوامی بےچینی اور مظلوم شخصیات)	205
57-	رجب، شعبان و رمضان 72ھ حج کی تیاری، سیاسی اثرات و مظلوم عوام	208
58-	شوال، ذوالقعدہ و ذوالحجہ 72ھ اختتامِ سال، امت کی حالت و مظلومین کا تجزیہ	212
59-	محرم و صفر 73ھ حجاج بن یوسف کی پیش قدمی، مکہ و کوفہ کا المیہ اور اہلِ علم کی مظلومیت	215
60-	ربیع الاول و جمادی الاخری 73ھ کوفہ میں حجاج کا خطابِ جبر اور اہلِ بیت کے حامیوں پر ظلم	219
61-	رمضان تا ذوالحجہ 73ھ مالی جبر، عوامی فاقہ اور مظلومینِ عراق کی المناک داستان	223
62-	محرم و صفر 74ھ اموی اقتدار کی توسیع، حجاج کا جبر، اور مظلومینِ عراق کے ابتدائی آثار	226
63-	ربیع الاول و ربیع الآخر 74ھ مالی جبر، قبائلی سرکوبی اور اہلِ علم کی مظلومیت	229
64-	جمادی الاولیٰ و جمادی الاخری 74ھ: سیاسی جبر اور علمی قدغنیں	233

65-	رجب وشعبان 74ھ: فوجی دباؤ اور علمی مظالم	235
66-	رمضان وشوال 74ھ: قحط، مالی ظلم اور سیاسی دباؤ	237
67-	ذوالقعدہ وذوالحجہ 74ھ: سیاسی تقرریاں، حج وامت کی حالت	240
68-	سنہ 74ھ: محرم تا ذوالحجہ مظالم کا خلاصہ	242
69-	عبدالملک بن مروان کی سیاسی مرکزیت اور جبر کا آغاز (محرم تا ربیع الاول 75ھ)	246
70-	حجاج بن یوسف کا عراق پر ظالمانہ اقتدار (ربیع الثانی تا جمادی الاولیٰ 75ھ)	250
71-	تابعینِ محدثین پر نگرانی اور تعذیب (جمادی الاخری تا شعبان 75ھ)	255
72-	مکہ ومدینہ میں اموی جاسوسی نظام اور اہلِ بیتؓ وتابعین پر کڑی نگرانی (رمضان تا شوال 75ھ)	259
73-	خراسان وماوراء النہر میں اموی فتوحات ومظلوم اقوام (ذی القعدہ تا ذی الحجہ 75ھ)	262
74-	قتیبہ بن مسلم الباہلی: فتوحات، سیاست اور ظلم کا پہلو	266
75-	خراسان وماوراء النہر میں مظلومیت کے مظاہر (ذی القعدہ تا ذی الحجہ 75ھ کے بعد کی سیاسی ودینی فضا)	270

76-	عراق میں اموی اقتدار کا استحکام اور اہلِ کوفہ وتابعین پر ظلم وجبر (75ھ)	274
77-	حجاج بن یوسف کے مظالم: بصرہ وحرمین کی الم ناک داستان (شعبان ورمضان 75ھ)	277
78-	ذی القعدہ 75ھ کوفہ و بصرہ میں قیدیوں اور مخالفین کا قتل (اسلامی ریاست میں ظلم وجبر کے منظّم دور کا آغاز)	281
79-	ذی الحجہ 75ھ تابعین پر نگرانی اور فکری جبر کا آغاز (اسلامی ریاست میں علم وحق گوئی کے خلاف خوف کی فضا)	284
80-	محرم 76ھ حجاج بن یوسف کی مالی اصلاحات اور جبری خراج	288
81-	جمادی الاولیٰ 76ھ اہلِ علم پر نگرانی اور پابندیاں	291
82-	اسلامی سنہ 76ھ: خراسان کی فتوحات اور اہلِ بیتؓ پر نگرانی ظلم وسیاست کے دورُخ	295
83-	اسلامی سنہ 76ھ: قرّاء وتابعین پر ظلم، حجاج کی جبریت اور امت کی صبر آزما آزمائش	298
84-	سنہ 77ھ کے مظلومانِ عراق حجاج بن یوسف کی سیاسی ومالی جبر کی پالیسیوں کا تحقیقی مطالعہ	302
85-	سنہ 77ھ کے علمی وعسکری مظلومان اہلِ قرآن کی گرفتاری اور ماوراء النہر کی خونچکاں	305

86-	سنہ 77ھ مدنی وعراقی مظلومین کی نگرانی، گرفتاری اور قید خانوں کے الم ناک مناظر	308
87-	محرم تا ربیع الاول 78ھ خلافتِ اموی کی سخت گرفت اور عراق میں شدید دباؤ	312
88-	ربیع الآخر تا جمادی الاخری 78ھ علمی بیداری اور فکری مزاحمت	315
89-	رجب تا رمضان 78ھ: عوامی اضطراب اور مظلومیت کی گونج	319
90-	شوال تا ذی الحجہ 78ھ: اہلِ علم کی آزمائش اور سیاسی گرفت	321
91-	اسلامی سنہ 79ھ: سیاسی مرکزیت کا جبر اور مظلوم طبقات کی فریاد	325
92-	ربیع الاول تا جمادی الاولی 79ھ حجاج بن یوسف کے مظالم کا تسلسل	327
93-	جمادی الاخرہ 79ھ مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کے وفاداروں پر انتقامی کارروائیاں	330
94-	رجب تا ذی القعدہ 79ھ خراسان وماورائالنہر میں قتیبہ بن مسلم کی فتوحات اور مقامی آبادیوں کی مظلومیت	333
95-	مدینہ منورہ میں تابعین پر سخت نگرانی ذی الحجہ 79ھ	337
96-	عبدالرحمٰن بن الأشعث اور تحریکِ مزاحمت (79ھ) (اموی جبر کے مقابل سب سے بڑی اہلِ علم وقبائل کی مشترکہ جدوجہد)	341

97-	خالد بن عبداللہ القسری تعارف وتاریخی پس منظر (اموی ظلم و استبداد کا ایک نمایاں کردار مدینہ وعراق کا سخت گیر گورنر)	345
98-	اسلامی سنہ 80 ہجری فتوحات، ظلم اور مظلوم قومیں	348
99-	عدل کے نام پر ظلم عراق میں حجاج بن یوسف کی سخت گیر پالیسی (ربیع الاول تا رجب 80ھ)	352
100-	مدینہ منورہ میں علمی مجالس پر پابندی (سیاسی جبر کے زیرِ سایہ ایک مقدس شہر کی علمی زندگی شعبان 80ھ)	355
101-	سال 80ھ کے سیاسی، عسکری اور مالیاتی مظالم کا تحقیقی ومستند جائزہ	358
102-	سنہ 81 ہجری کے سیاسی، انتظامی اور دینی مظالم کا تحقیقی ومستند جائزہ	362
103-	شہادتِ سعید بن جبیرؒ: جبر کے مقابلے میں حق کی آخری صدا (جمادی الاولیٰ 81ھ)	364
104-	حضرت سعید بن جبیرؒ کی شہادت مکمل مستند تاریخی تحقیق	367
105-	بصرہ میں اہلِ علم پر محاصرہ وقید حجاج بن یوسف کی فکری آمریت کا تاریخی تجزیہ (رجب تا رمضان 81ھ)	371
106-	حجاج بن یوسف کی موت ظلم کے عہد کا خاتمہ اور مظلوموں کا اطمینان (شوال 81ھ)	374

107-	اہلِ بیتؓ کے ماننے والوں پر دباؤ اور اموی نگرانی کا تسلسل (ذی القعدہ تا ذی الحجہ 81ھ)	378
108-	اسلامی سنہ 82 ہجری کے اہم واقعات (از محرم تا ذی الحجہ)	381
109-	سنہ 83ھ سیاسی مرکزیت، فوجی فتوحات اور مظلوم طبقات	385
110-	اسلامی سنہ 84ھ مشرقی فتوحات، سیاسی دباؤ اور رعایا کی مشکلات	389
111-	اسلامی سنہ 85ھ فتوحات کا پھیلاؤ، داخلی انتشار اور رعایا کی آزمائشیں	393
112-	عبدالملک بن مروان: حیات، کارنامے اور وفات کا تاریخی جائزہ	397
113-	سنہ 86 ہجری کا آغاز: سیاسی استحکام، حکومتی سختیاں	400
114-	سن 86ھ کے سیاسی و عسکری حالات کا تحقیقی جائزہ	403
115-	سن 86ھ کے سیاسی و عسکری حالات (رجب تا ذوالحجہ کا تحقیقی و دستاویزی مطالعہ)	406
116-	اسلامی سنہ 87ھ کے سیاسی حالات اور مظلوم طبقات کا تحقیقی جائزہ	409
117-	سنہ 88ھ کے حالات کا تحقیقی مطالعہ (محرم تا ذی الحجہ ایک مسلسل تاریخی جائزہ)	413
118-	سنہ 89ھ کے حالات کا تحقیقی مطالعہ (محرم تا ذی الحجہ ایک مسلسل تاریخی جائزہ)	416

119-	سنہ 90ھ کے حالات کا تحقیقی سالنامہ (محرم تا ذی الحجہ ایک مسلسل تاریخی جائزہ)	419
120-	سنہ 91ھ کے حالات کا تحقیقی سالنامہ (محرم تا ذی الحجہ ایک مسلسل تاریخی جائزہ)	423
121-	سنہ 92ہجری ظلم وسیاست اوراہلِ حق کی آزمائش کا سال	426
122-	سنہ 93 ہجری ظلم و سیاست، شہادت وصبر اور خلافتِ اموی کا سنگین موڑ	430
123-	سنہ 93ھ کے مظلوم علماء وقیدیانِ سیاسی شخصی وتحقیقی سوانح	434
124-	سنہ 94 ہجری ظلم کا خاتمہ یا آغازِ عدل؟ (امت کے سیاسی و فکری زخموں کا سال)	437
125-	سنہ 94ھ کے بعد سیاسی وفکری تبدیلیاں	440
126-	اسلامی سنہ 95ہجری کے اہم واقعات	443
127-	اسلامی سنہ 96ھ انتقالِ خلافت اور سیاسی تغیرات	446
128-	قیدیوں کی رہائی اور عدل کی ابتدائی بنیاد	449
129-	اسلامی سنہ 96ھ کی مذہبی وفقہی سرگرمیاں	452
130-	سنہ 96ھ میں صفر تا ربیع الاول: قیدیوں کی رہائی اور اہلِ علم کی اعزازِ نو	455

131-	ربیع الثانی تا جمادی الآخرہ 96ھ: عراق کی سیاسی وسماجی تبدیلیاں (یزید بن مہلب کی گورنری اور اہلِ بیت پر پابندیوں کا خاتمہ)	459
132-	یزید بن مہلب: ایک مکمل تحقیقی تعارف (ولایتِ عراق 96ھ کے پس منظر میں)	463
133-	رجب تا رمضان 96ھ: جہاد، فتوحات اور مظلوم جماعتوں کا تاریخی پس منظر	466
134-	ولایتِ عہدیِ عمر بن عبدالعزیز اور سنہ 96ھ کا سیاسی و اصلاحی پس منظر (شوال تا ذوالحجہ 96ھ)	470
135-	محرم 97ھ مشرقی صوبوں میں حکومتی سختی، قبائلی بے چینی اور ریاستی کمزوری کے آثار	476
136-	ربیع الأول 97ھ قبائلی نزاعات اور غیر منصفانہ تعیناتیاں	479
137-	جمادی الاولیٰ و جمادی الآخرہ 97ھ افریقہ و ماوراء النہر میں ظلم و بغاوت کے ابتدائی مظاہر (جمادی الاولیٰ 97ھ: افریقہ میں ظلم و جبر اور بغاوت کے ابتدائی آثار)	483
138-	رجب و شعبان 97ھ مالی بحران، سیاسی اضطراب اور مقدس شہروں میں گورنری تنازعات	486
139-	رمضان و شوال 97ھ حجام میں سیاسی گرفتاریاں اور بربری بغاوت	490

140-	ذوالقعدہ وذوالحجہ 97ھ: خراسانی اضطراب، حج کا پیغامِ عدل، اور مظلوم شخصیات کی حالت	493
141-	محرم وصفر 98ھ (اموی حکومت کے اندر سیاسی اضطراب، صوبائی بغاوتیں اور مظلوم طبقات کی آزمائشیں)	496
142-	ربیع الاول وربیع الآخر 98ھ: خراسان وشام کے سیاسی و مالی اضطراب کے دوران مظلوم طبقات کی آزمائشیں	501
143-	جمادی الاولی وجمادی الآخرہ 98ھ کے واقعات (عراق وافریقہ میں سیاسی اضطراب، قبائلی کشمکش اور مظلوم طبقات کی آزمائش)	505
144-	رجب وشعبان 98ھ: اہلِ بیت کے محبین اور اہلِ علم پر دباؤ	510
145-	رمضان وشوال 98ھ حجاز وعراق میں نظم ونسق، مذہبی خوف اور عوامی فریادیں	514
146-	ذوالقعدہ 98ھ خراسان میں نئے والی کی آمد اور قتل وغارت	518
147-	ذوالحجہ 98ھ حج اور اصلاحات کی ناکامی	522
148-	ماوراء النہر، عراق اور خراسان کی سیاسی و مالی کشمکش 99ھ کے اہم واقعات	525
149-	99ھ: سیاسی کشمکش، مالی بحران اور عرب موالی تنازع رجب تا رمضان	530

150-	شوال تا ذوالحجہ 99ھ انتظامی اضطراب، مالی اصلاحات اور مظلوم طبقات کی صدائے احتجاج	534
151-	اسلامی سنہ 99ھ کے سیاسی وانتظامی ظلم واضطراب ایک خطہ وار تحقیقی جائزہ	539
152-	محرم وصفر 100ھ عراق وخراسان کی سیاسی کشمکش اور اموی حکمرانی کے اثرات	542
153-	ربیع الاول وربیع الآخر 100ھ مشرقی اسلامی صوبوں میں ظلم، قبائلی تناؤ اور مظلوم شخصیات کے حالات	247
154-	جمادی الاولی وجمادی الآخرہ 100ھ کے اہم واقعات	552
155-	ماہِ رجب، شعبان اور رمضان سنہ 100ھ کے اہم واقعات	556
156-	شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ سنہ 100ھ کے اہم واقعات	560

☆☆☆

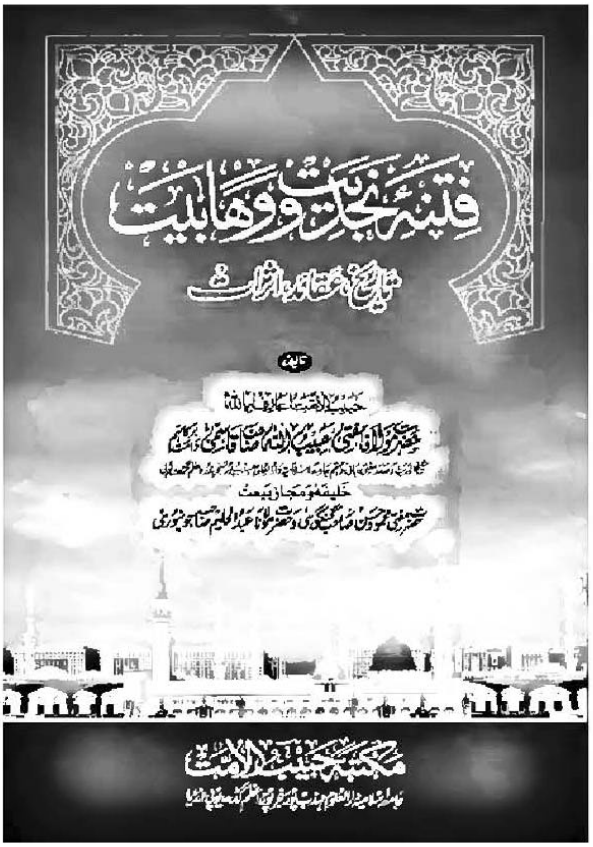
فتنۂ نجدیت و وہابیت
تاریخ و عقائد و اثرات
مکتبہ حبیب الامت

فتنۂ مودودیت

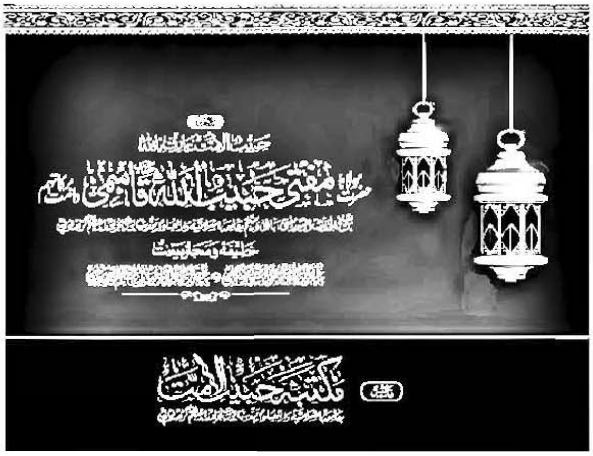
مکتبہ حبیب الامت

فتنۂ رضاخانیت
قرآن و سنت کی روشنی میں
مکتبہ حبیب الامت

فتنۂ رافضیت و شیعیت
تاریخ اسلام کی روشنی میں
مکتبہ حبیب الامت

پیش لفظ

اقتدار کے سایوں میں حق کی صدا

(سنہ 66ھ تا 100ھ اسلامی تاریخ کا عہدِ ابتلاء)

الحمد للّٰہ ربّ العالمین، والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین، وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ أجمعین.

اسلامی تاریخ کے اوراق محض فتوحات وسلطنتوں کی داستان نہیں، بلکہ یہ صبر، قربانی، مظلومیت اور حق گوئی کی ایک طویل، دل خراش اور درخشاں روداد بھی ہے۔ اسلام کی مظلوم شخصیات کی یہ جلدِ چہارم اسی تاریخِ ابتلاء کا وہ باب ہے جو سنہ 66ھ سے 100ھ تک پھیلے ہوئے ایک ایسے عہد کا احاطہ کرتا ہے جس میں اقتدار کی کشمکش، سیاسی مرکزیت، قبائلی تعصّبات اور حکومتی جبر نے امتِ مسلمہ کے ضمیر کو سخت آزمائش میں ڈال دیا۔

یہ وہ زمانہ ہے جب خلافت، جو کبھی عدل وشوریٰ کی علامت تھی، آہستہ آہستہ سیاسی اقتدار کے ایک مضبوط، مگر سنگ دل ڈھانچے میں ڈھلنے لگی؛ اور اسی تبدیلی کے بطن سے وہ مظلوم شخصیات جنم لیتی رہیں جن کی آہیں تاریخ کے سینے میں

آج بھی محفوظ ہیں۔

زمانہ دیکھتا ہے اپنے آئینے میں کیا تھے ہم
مگر ہم نے لکھا ہے خون سے اپنا بھی افسانہ

سنہ 66ھ سے آغاز ہونے والی یہ داستان ہمیں عراق، حجاز، شام، خراسان اور ماورائالنہر کی گلیوں میں لیے پھرتی ہے کبھی اہلِ کوفہ کی مظلومیت سامنے آتی ہے، کبھی اہلِ بیتؓ کے جان نثاروں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں، کبھی تابعین وقرّاء کو جرمِ حق گوئی کی پاداش میں قید وتعذیب کا نشانہ بنایا جاتا ہے، اور کبھی مقدس شہروں تک کو سیاسی جاسوسی اور جبر کی آماجگاہ بنادیا جاتا ہے۔

یہ عہد، عبدالملک بن مروان کی سیاسی مرکزیت، حجاج بن یوسف کی جبریت، اور اقتدار کے استحکام کے نام پر انسانی حرمتوں کی پامالی کا دور ہے۔ لیکن اسی تاریکی میں ایسے چراغ بھی روشن ہوتے ہیں جو رہتی دنیا تک حق کے مسافروں کو راستہ دکھاتے رہیں گے سعید بن جبیرؒ کی شہادت، اہلِ علم کی ثابت قدمی، اور مظلوم عوام کا صبر وتوکل۔

یہ خونِ خاک نشیناں تھا، رزقِ سلطاں نہ تھا
جو حق پہ کٹ گئے، وہی اصل میں زندہ رہے

یہ افتتاحیہ اس بات کا اعلان ہے کہ زیرِ نظر جلد میں پیش کیے جانے والے

واقعات محض سیاسی تاریخ نہیں، بلکہ اخلاقی و ایمانی محاسبہ ہیں۔ یہاں ہر سال، ہر مہینہ، اور ہر واقعہ اس سوال کے گرد گھومتا ہے کہ یہ امت جب اقتدار اور ایمان کے چوراہے پر کھڑی تھی تو کس نے حق کا ساتھ دیا، اور کس نے طاقت کو معبود بنالیا۔

سنہ 70ھ تا 75ھ کا دور اموی جبر کے استحکام کا زمانہ ہے، جبکہ 75ھ تا 81ھ وہ مرحلہ ہے جہاں ظلم اپنے عروج پر اور حق اپنے امتحان کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے۔ اس کے بعد کے سالوں میں اگرچہ ظاہری سختی میں کمی کے آثار دکھائی دیتے ہیں، مگر مظلوم طبقات، موالی، اہلِ علم اور حق پرست جماعتیں مسلسل سیاسی دباؤ میں رہتی ہیں یہاں تک کہ سنہ 100ھ امت کے اجتماعی ضمیر کے لیے ایک سنگ میل بن کر سامنے آتا ہے۔

نہ تخت باقی رہا، نہ تاج باقی رہا
مگر جو حق پہ جمے، ان کا نام باقی رہا

اسلام کی مظلوم شخصیات جلد چہارم کا یہ مقدمہ دراصل قاری کو دعوت دیتا ہے کہ وہ تاریخ کو محض روایت کے طور پر نہیں، عبرت، بصیرت اور ذمہ داری کے آئینے میں دیکھے۔ یہ کتاب اُن بے آوازوں کی آواز ہے جنہیں طاقت نے دبانا چاہا، مگر تاریخ نے ہمیشہ کے لیے بلند کر دیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو قبول فرمائے، ہمیں تاریخ کے زخموں

سے سبق لینے، اور حق وعدل کی راہ پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سچائی کے قافلے رکتے نہیں زمانے سے
یہ وہ سفر ہے جو زندہ رکھتا ہے تاریخ کو

حررہ

مفتی حبیب اللہ قاسمی

خادم الحدیث والافتاء

مؤسس ورئیس جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور اعظم گڑھ یوپی انڈیا

تاریخ: 16/شعبان المعظم 1447ھ، مطابق: 15/فروری 2026ء، یوم الخمیس (پنج شنبہ)

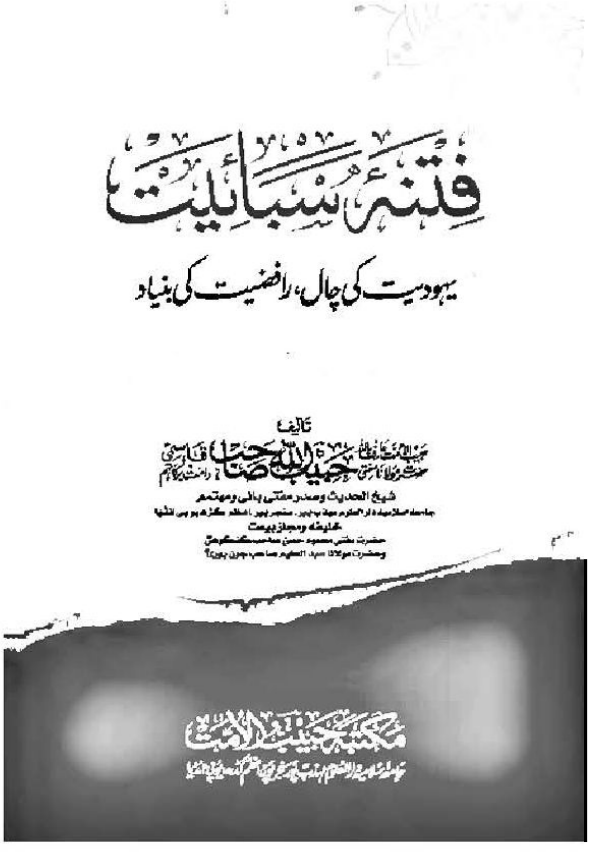

سنہ 66 ہجری کے اہم واقعات

(اقتدار، انتقام اور ایمان کی کشمکش کا سال)

اسلامی تاریخ کا سال 66 ہجری وہ نازک موڑ ہے جب اُمتِ مسلمہ مسلسل فتنوں، خانہ جنگیوں اور سیاسی اضطراب سے دوچار تھی۔ واقعاتِ حرّہ (63ھ) اور واقعہ کربلا (61ھ) کے زخم ابھی تازہ تھے، اور کوفہ و مدینہ کے میدانوں میں ابھی تک ظلم و انتقام کی صدائیں گونج رہی تھیں۔ اس پس منظر میں تین نمایاں قوتیں سامنے آئیں: (1) بنو اُمیہ کی سیاسی چالیں، (2) مختار ثقفی کی تحریکِ انتقام، (3) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کا استحکام۔ یہ تینوں قوتیں اپنے اپنے انداز میں تاریخِ اسلام کے اُس باب کو رقم کر رہی تھیں جو ''ایمان، عدل، مظلومیت اور اقتدار'' کے درمیان تصادم کی علامت بن گیا۔

1-سیاسی و دینی پس منظر سنہ 66 ہجری (مطابق 685ء تا 686ء) میں اسلامی دنیا دو بڑے سیاسی مراکز میں منقسم تھی: دمشق میں بنو اُمیہ کی حکومت، اور مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت۔ اموی خلافت یزید بن معاویہ کی وفات (64ھ) کے بعد انتشار کا شکار ہو چکی تھی۔ شام میں مروان بن حکم نے اقتدار سنبھالا، جبکہ حجاز و عراق میں اہلِ بیتؑ اور صحابہؓ کے حامی گروہ ظالم حکومت کے خلاف اٹھ

کھڑے ہوئے۔امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: وَفِي سَنَةِ سِتٍّ وَسِتِّينَ بَايَعَ أَهْلُ الشَّامِ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ بَعْدَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، وَقَامَ الْمُخْتَارُ الْكِنْدِيُّ بِالْكُوفَةِ يَدْعُو لِآلِ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص 283، دارالفکر، بیروت، 1407ھ)۔ترجمہ: سنہ 66ھ میں اہلِ شام نے مروان بن حکم کے بعد عبدالملک بن مروان کی بیعت کی، اور اسی سال مختار ثقفی نے کوفہ میں اہلِ بیتِ نبوی ﷺ کی حمایت کے نام پر قیام کیا، یہ اقتباس اس سال کی بنیادی فکری تقسیم اور سیاسی کشمکش کا واضح نقشہ پیش کرتا ہے۔

2-مختار ثقفی کا قیامِ کوفہ (ربیع الاول 66ھ): ربیع الاول 14، سنہ 66ھ (مطابق 19 اکتوبر 685ء) کو مختار بن ابی عبید ثقفی نے کوفہ میں قیام کیا۔اُس کا نعرہ تھا: يَا لِثَارَاتِ الْحُسَيْنِ ''اے حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے والو!'' مختار ثقفی نے اپنے آپ کو حضرت محمد بن الحنفیہؒ (فرزندِ حضرت علیؓ) کا نمائندہ ظاہر کیا، اور کوفہ کے ان لوگوں کو جمع کیا جو واقعۂ کربلا کے بعد نادم اور شرمندہ تھے۔امام طبریؒ بیان کرتے ہیں: خَطَبَ الْمُخْتَارُ فَقَالَ: أَنَا دَاعِي الْحَقِّ، أَدْعُوكُمْ إِلَى طَاعَةِ اللَّهِ وَنُصْرَةِ أَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّهِ ﷺ، وَالثَّأْرِ لِدَمِ الْحُسَيْنِ (تاریخ لطبری، ج5، ص582، دارالتراث، بیروت، 1387ھ)۔ترجمہ: ''مختار نے خطاب کرتے ہوئے کہا: میں حق کی طرف دعوت دینے والا ہوں، تمہیں اللہ کی اطاعت، نبی ﷺ کے اہلِ بیت کی نصرت، اور حسینؑ کے خون کے انتقام کی طرف بلاتا ہوں''۔مختار کی تحریک نے کوفہ کے حالات بدل دیے۔

بہت سے ظالم گورنروں اور قاتلانِ حسینؑ کو قتل کیا گیا، مگر ساتھ ہی سیاسی انتقام اور دینی دعووں کا امتزاج پیدا ہو گیا، جس سے عراق میں فتنہ اور افتراق مزید بڑھا۔

3-حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافتِ مکہ: حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید کی موت کے بعد اہلِ حجاز کی بیعت سے خلافتِ مکہ قائم کی۔ ان کے زیرِ اثر مکہ، مدینہ، یمن، اور مصر تک خلافت پھیل گئی۔ سنہ 66ھ میں ان کی خلافت کو خاص استحکام حاصل ہوا، مگر شام میں مروان بن حکم اور بعد ازاں عبدالملک بن مروان کی حکومت نے اس استحکام کو چیلنج کیا۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ أَشْجَعِ النَّاسِ، وَمِنْ أَعْبَدِهِمْ، وَقَدِ اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ إِلَّا أَهْلَ الشَّامِ (سیر أعلام النبلاء، الذہبی، ج4، ص 368، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1413ھ)۔ ترجمہ: ''حضرت ابن زبیرؓ نہایت بہادر اور عبادت گزار انسان تھے، اور امت نے ان پر اتفاق کیا سوائے اہلِ شام کے''۔ اس سال وہ اسلامی وحدت کے لیے عملی کوششیں کر رہے تھے، مگر شام سے آنے والی سیاسی سازشوں نے اس وحدت کو بکھیر دیا۔

4-اموی خلافت کی بازیافت ربیع الثانی 66ھ میں عبدالملک بن مروان نے دمشق میں خلافت کا دعویٰ کیا۔ اس نے داخلی بغاوتوں کو ختم کرنے کے لیے سخت اقدامات شروع کیے۔ کوفہ و بصرہ میں مختار کی تحریک اور مکہ میں ابن زبیرؓ کی خلافت، دونوں اس کے لیے چیلنج تھیں۔ ابن خلدونِ فرماتے ہیں: فِي هَذِهِ السَّنَةِ بَايَعَ أَهْلُ الشَّامِ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ، وَتَقَوَّى أَمْرُهُ بَعْدَ قَتْلِ الْمُخْتَارِ

(تاریخ ابن خلدون، ج3، ص196، دارالفکر، بیروت، 1408ھ)۔ترجمہ: ''اسی سال اہلِ شام نے عبدالملک بن مروان کی بیعت کی، اور مختار کے قتل کے بعد اس کی حکومت مضبوط ہوگئی''۔ یوں سنہ 66ھ کے اختتام تک بنواُمیہ نے شام میں اپنی حکومت بحال کر لی، جب کہ عراق وحجاز ابھی بھی زبیرؓ اور مختار کی تحریکوں میں منقسم تھے۔

5-علمی وفکری تجزیہ: سنہ 66ہجری کی تاریخ محض اقتدار کی کشمکش نہیں بلکہ ایمان، عدل اور مظلومیت کے تصادم کی داستان ہے۔مختار ثقفی کا قیام مظلومیت کے احساس کی علامت تھا۔حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت ایمان، صبر اور شجاعت کی مثال تھی۔اور بنواُمیہ کی سیاسی تدابیر ریاستی نظم واقتدار کی بقا کے لیے تھیں۔یہ تینوں پہلو اسلامی تاریخ کے اُس پیچیدہ دور کو واضح کرتے ہیں جس میں صحابہؓ اور تابعین نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا اور ہمیں ان سب کے بارے میں حسنِ ظن اور توقیر کا حکم ہے۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 66ہجری سیاسی ودینی لحاظ سے اسلامی تاریخ کا اہم موڑ تھا۔2-مختار ثقفی کی تحریک نے اہلِ بیتؑ کے حق میں ایک عوامی بیداری پیدا کی۔ 3-حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت نے خلافتِ راشدہ کے اصولوں کو زندہ کیا۔ 4-اموی سیاست نے ریاستی نظم واستحکام کو ترجیح دی، مگر اس کے طریقے امت میں افتراق کا باعث بنے۔5-اس سال کی تاریخ ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ عدل وایمان کی بنیاد پر ہی اقتدار پائیدار رہ سکتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر، ج 8، ص 283، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 582، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3-سیر أعلام النبلاء شمس الدین الذہبی، ج 4، ص 368، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1413ھ۔ 4-تاریخ ابن خلدون عبد الرحمٰن بن خلدون، ج 3، ص 196، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔ 5-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر، ج 4، ص 259، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1405ھ۔

محرم 66ھ عراق میں ابنِ زیاد کے قاتلوں سے انتقام

(بنو اُمیہ کا سیاسی انتقام اور اہلِ کوفہ کی مظلومیت)

اسلامی تاریخ کا سال 66 ہجری (مطابق 685ء) بنو اُمیہ کے سیاسی استحکام اور عراق کی عوامی مظلومیت کا سنگم ہے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب واقعہ کربلا (61ھ) کے بعد عراق خصوصاً کوفہ ایک خونچکاں فضا میں ڈوبا ہوا تھا۔ مختار ثقفی کی تحریکِ انتقام (65ھ) نے ابن زیاد اور اس کے حامیوں کو قتل کیا، مگر اس کے بعد عبد الملک بن مروان اور اہلِ شام نے اس واقعے کو بہانہ بنا کر اہلِ کوفہ پر ظلم و انتقام کی لہر چلا دی۔ یہ مقالہ اسی تاریخی مرحلے کا تحقیقی جائزہ ہے جس میں بنو اُمیہ کے کارندوں نے ''محبِ اہلِ بیت'' کہلانے والوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، اور عراق کو سیاسی انتقام کا میدان بنا دیا۔

تاریخی پس منظر: سنہ 65ھ میں عبید اللہ بن زیاد، جو واقعۂ کربلا کا مرکزی کردار تھا، مختار ثقفی کے سپہ سالار ابراہیم بن مالک اشتر کے ہاتھوں عین الوردۃ کے مقام پر قتل ہوا۔ یہ واقعہ اہلِ عراق کے لیے سکون اور اہلِ شام کے لیے اشتعال کا باعث بنا۔ چنانچہ جب محرم 66ھ آیا، تو بنو اُمیہ کے سیاسی حلقوں میں ''انتقامِ ابن زیاد'' کا نعرہ بلند ہوا۔ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: **وَكَانَ أَهْلُ الشَّامِ قَدْ أَضْمَرُوا الْحِقْدَ عَلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ لِقَتْلِ ابْنِ زِيَادٍ، وَعَزَمُوا عَلَى الثَّأْرِ** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج 8، ص 267، دار الفکر، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: ''اہلِ شام نے اہلِ کوفہ کے خلاف ابن زیاد کے قتل کی وجہ سے شدید کینہ دل میں پال لیا اور ان سے انتقام لینے کا پختہ عزم کر لیا''۔ یہ اقتباس اُس نفسیاتی اور سیاسی کیفیت کو واضح کرتا ہے جس میں اہلِ شام نے پورے عراق کو اپنے انتقامی عزائم کا مرکز بنایا۔

ظلم و انتقام کی نوعیت: محرم 66ھ کے آغاز میں عبد الملک بن مروان نے شام کے سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ کوفہ میں مختار کے پیروکاروں اور ابن زیاد کے قاتلوں کو تلاش کر کے عبرت کا نشان بنایا جائے۔

1- اجتماعی پکڑ دھکڑ: اہلِ کوفہ میں عام شہریوں کو ''محبِ اہلِ بیت'' یا ''مختار کے ساتھی'' ہونے کے شبہ میں گرفتار کیا گیا۔ ابن اثیرؒ لکھتے ہیں: **فَجَعَلُوا يُعَذِّبُونَ النَّاسَ عَلَى التُّهْمَةِ، وَيَأْخُذُونَهُمْ بِالظَّنِّ، وَيَقْتُلُونَ الْمُحِبِّينَ لِأَهْلِ الْبَيْتِ** (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج 4، ص 261، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1405ھ)۔ ترجمہ: ''انہوں

نے محض الزام کی بنیاد پر لوگوں کو عذاب دینا شروع کر دیا، شبہ کی بنا پر گرفتار کرتے، اور جو کوئی اہلِ بیت سے محبت کا اظہار کرتا، اسے قتل کر دیتے تھے"۔

2-عام شہریوں کی سزائیں: اہلِ کوفہ کے وہ لوگ جو کبھی مختار کی تحریک سے ہمدردی رکھتے تھے، ان پر سرکاری سطح پر مقدمات قائم کیے گئے۔ کئی افراد کو سولی پر چڑھایا گیا، بعض کو قید خانوں میں بھوکا رکھا گیا، اور بعض کو "بغاوتِ کوفہ" کے الزام میں جلاوطن کر دیا گیا۔ طبریؒ کی روایت ہے: وَسَمَّى عَبْدُ الْمَلِكِ بَعْضَ الْقَادَةِ فِي الْكُوفَةِ لِيُقِيمُوا الْحُدُودَ عَلَى مَنْ تَشَيَّعَ أَوْ تَعَاطَفَ مَعَ الْمُخْتَار (تاریخ الطبری، ج 5، ص 592، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک بن مروان نے کوفہ میں بعض فوجی سردار مقرر کیے تاکہ وہ ان لوگوں پر حدود نافذ کریں جو تشیع یا مختار سے ہمدردی رکھتے ہوں۔ اہلِ کوفہ کی مظلومیت کوفہ، جو کبھی خلافتِ راشدہ کے دور میں علم و زہد کا مرکز تھا، اب ظلم و خوف کا گہوارہ بن چکا تھا۔ ہزاروں بے گناہ قید کیے گئے۔ کئی بزرگ تابعین کو "سیاسی خطرہ" قرار دے کر قتل کر دیا گیا۔ اور "محبِ اہلِ بیت" کا لقب، جرم بن گیا۔ علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں، فِي أَيَّامِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ، كَانَ الْقَوْلُ بِفَضْلِ أَهْلِ الْبَيْتِ يُعَدُّ جَرِيمَةً يُعَاقَبُ عَلَيْهَا (مروج الذہب، المسعودی، ج 3، ص 44، دار الہجرہ، بیروت، 1409ھ)۔ ترجمہ: "عبدالملک بن مروان کے زمانے میں اہلِ بیت کی فضیلت کا ذکر کرنا جرم سمجھا جاتا تھا، اور اس پر سزا دی جاتی تھی"۔ یہ فضا اس حقیقت کی غماز ہے کہ سیاسی انتقام نے مذہبی وابستگی کو جرم بنا دیا تھا۔

ایمان وصبر کی مثالیں: اہلِ کوفہ میں ایسے نیک تابعین بھی تھے جو ظلم کے باوجود اپنے ایمان پر قائم رہے۔ روایت ہے کہ جب ایک تابعی کو ''محبِّ علیؓ'' ہونے کے الزام میں پکڑا گیا تو اس نے کہا: ''محبت جرم نہیں، یہ ایمان کی نشانی ہے۔ اگر اس پر قتل ہوتا ہے تو ہم راضی ہیں، کیونکہ ہم نے جس سے محبت کی ہے وہ نبی ﷺ کے گھرانے سے ہے''۔ یہ وہ روحانی عظمت تھی جس نے عراق کے مقتل کو بھی ایمان کے چراغ سے منور رکھا۔

خلاصہ و نتائج: 1-محرم 66ھ اہلِ کوفہ کے لیے سیاسی انتقام اور مذہبی مظلومیت کا آغاز تھا۔ 2-بنو اُمیہ کی حکومت نے ''انتقامِ ابن زیاد'' کے نام پر ''محبتِ اہلِ بیت'' کو جرم بنا دیا۔ 3-کوفہ کے ہزاروں عوام بلا جرم وخطا ظلم کا شکار ہوئے۔ 4-اس دور نے اُمت کو یہ سبق دیا کہ جب سیاست مذہب پر غالب آ جائے تو عدل مفقود اور ایمان مظلوم ہو جاتا ہے۔ 5-اہلِ کوفہ کی یہ مظلومیت بعد کی تاریخ میں ''وفاداریِ اہلِ بیت'' کی علامت بن گئی۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر، ج 8، ص 267، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2-الکامل فی التاریخ ابن الأثیر، ج 4، ص 261، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1405ھ۔ 3-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 592، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 4-مروج الذہب علی بن الحسن المسعودی، ج 3، ص 44، دار الہجرہ، بیروت، 1409ھ۔ 5-سیر أعلام النبلاء الذہبی، ج 4، ص 377، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1413ھ۔

ربیع الاول 66ھ بصرہ میں مصعب بن زبیرؓ کا اقتدار مستحکم

(سیاسی استقرار یا داخلی اضطراب؟)

سنہ 66 ہجری کے آغاز میں عراق، خاص طور پر بصرہ، ایک نئے سیاسی تغیر سے گزر رہا تھا۔ کوفہ میں مختار ثقفی کی تحریکِ انتقام کے خاتمے کے بعد، اہلِ بصرہ نے عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا، اور ان کے بھائی مصعب بن زبیرؓ وہاں کے والی مقرر ہوئے۔ یہ دور ایک طرف عدل و شریعت کے قیام کی امیدوں کا زمانہ تھا، تو دوسری طرف سیاسی انتقام اور داخلی شورش کا۔ مصعب بن زبیرؓ کی قیادت میں بصرہ کی انتظامی صورتِ حال بہتر ضرور ہوئی، لیکن مخالف گروہوں کے خلاف سخت کارروائیاں بھی ہوئیں جنہوں نے اہلِ بصرہ کے دلوں میں خوف و اضطراب پیدا کر دیا۔

تاریخی پس منظر واقعۂ کربلا (61ھ) اور پھر مختار ثقفی کی تحریک (65ھ) کے نتیجے میں عراق میں سیاسی طور پر دو طاقتیں سامنے آئیں، ایک طرف عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے حامی اور دوسری طرف مختار کے باقی ماندہ شیعی عناصر۔ ربیع الاول 66ھ میں جب مصعب بن زبیرؓ بصرہ پہنچے تو شہر میں مختار کے پیروکاروں کا اثر باقی تھا، جسے ختم کرنا ان کے لیے اولین ضرورت تھی۔ امام طبریؒ لکھتے ہیں: وَأَطَاعَهُ أَهْلُ الْبَصْرَةِ كُلُّهُمْ، وَبَايَعُوهُ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِابْنِ الزُّبَيْرِ (تاریخ الطبری، ج6، ص7، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: ”بصرہ کے تمام لوگوں نے مصعب بن زبیرؓ کی

اطاعت قبول کر لی، اور عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت پر متحد ہو گئے''۔ یہ اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ بصرہ نے سیاسی طور پر خلافتِ زبیریہ کو تسلیم کر لیا، مگر اس کے بعد داخلی استحکام برقرار رکھنا آسان نہ تھا۔

بصرہ میں سیاسی و انتظامی تبدیلیاں: مصعب بن زبیرؓ نے بصرہ پہنچ کر سب سے پہلے انتظامی ڈھانچے کی تنظیمِ نو کی۔ انہوں نے بیت المال کی نگرانی کے لیے عبدالرحمٰن بن سلیمان کو مقرر کیا۔ فوجی نظم و نسق کے لیے مہلب بن ابی صفرہ جیسے تجربہ کار سپہ سالار کو ذمہ دار بنایا۔ خطباء و قضاۃ کو زبیری خلافت کی حمایت میں وعظ و نصیحت کا حکم دیا گیا۔ یہ اقدامات بصرہ کو مرکزِ استقرار بنانے کی سمت تھے، مگر اس دوران مخالف قبائل، خصوصاً بنو اُمیہ کے حمایتی گروہ، نے شورش برپا کی، جسے بزورِ قوت دبایا گیا۔ ظلم و انتقام کی نوعیت اگرچہ مصعب بن زبیرؓ بنیادی طور پر ایک عادل اور صاحبِ سیرت امیر تھے، لیکن ان کے بعض عاملین اور سرداروں نے انتقامی کارروائیاں اختیار کیں، جن کا نشانہ اکثر بے گناہ شہری بنے۔

1-فوجی کارروائیاں: الطبریؒ کے مطابق، بصرہ میں بنو اُمیہ کے حمایتی قبائل اور ''مختار کے باقی عناصر'' کو ختم کرنے کے لیے سخت اقدامات کیے گئے: **وَقَتَلَ مُصْعَبٌ مَنْ أَظْهَرَ الشَّيْعَةَ، وَغَلَبَ عَلَى الْبَصْرَةِ كُلِّهَا** (تاریخ الطبری، ج6، ص9، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: ''مصعب نے اُن لوگوں کو قتل کیا جنہوں نے تشیع کا اظہار کیا، اور بصرہ پر مکمل تسلط حاصل کر لیا''۔ یہ اقدام اگرچہ بغاوت کے سدِّ باب کے لیے کیا

گیا، مگر اس کی شدت نے اہلِ بصرہ میں خوف کی فضا پیدا کر دی۔

2۔علماء و تابعین کی گرفتاری: بعض روایات میں ہے کہ بصرہ کے چند تابعین کو ''سیاسی وابستگی'' کے شبہ میں قید کیا گیا۔ابن اثیرؒ بیان کرتے ہیں: **وَتَتَبَّعَ أَعْوَانُ مُصْعَبٍ كُلَّ مَنْ تُهِمَ بِمُوَالَاةِ الْمُخْتَارِ، فَحَبَسُوهُ أَوْ نَفَوْهُ** (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج 4، ص 274، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1405ھ)۔ترجمہ: ''مصعب کے کارندوں نے ہر اُس شخص کی تلاش کی جس پر مختار کی حمایت کا شبہ تھا، پھر انہیں یا تو قید کیا گیا یا جلاوطن کر دیا گیا''۔

ایمان و بصیرت کے آثار: ان حالات میں بصرہ کے کئی علماء اور تابعین نے عدل و دیانت کی دعوت جاری رکھی۔مشہور تابعی حسن بصریؒ نے فرمایا: **الملکُ یبقی مع العدلِ وإن کان کافراً، ولا یبقی مع الظلمِ وإن کان مؤمناً** (ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ج 3، ص 180، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1406ھ)۔ترجمہ: ''حکومت عدل کے ساتھ باقی رہ سکتی ہے اگرچہ بادشاہ کافر ہو، لیکن ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی چاہے بادشاہ مومن ہو''۔یہ کلمہ اس دور کے اہلِ ایمان کا فکری استغنا ظاہر کرتا ہے جو ظلم کے مقابلے میں عدل کی دعوت کو زندہ رکھے ہوئے تھے۔

نتائج و اثرات: مصعب بن زبیرؓ کے اقتدار نے اگرچہ بصرہ میں وقتی استقرار پیدا کیا، لیکن ان کی سخت حکمتِ عملی نے کئی طبقات میں خوف پیدا کر دیا۔تاہم یہ بات بھی تاریخی حقیقت ہے کہ مصعبؓ کا مقصد ''ظلم نہیں بلکہ نظام کی بحالی'' تھا، اور ان کی

نیت خلافتِ زبیریہ کے استحکام پر مرکوز تھی۔

خلاصہ ونتائج: 1-ربیع الاول 66ھ میں بصرہ نے خلافتِ زبیریہ کو مکمل طور پر تسلیم کرلیا۔2-مصعب بن زبیرؓ نے سیاسی نظم وعدل قائم کیا، مگر اس کے ساتھ مخالفین پر سختی بھی ہوئی۔3-بنواُمیہ کے حمایتی عناصر اور مختار کے باقی پیروکاروں کو قید وقتل کا سامنا کرنا پڑا۔4-علماء وتابعین نے ان فتنوں کے باوجود عدل، صبر اور دیانت کی راہ اختیار کی۔5-بصرہ کی یہ آزمائش اسلامی تاریخ کے ان ابواب میں سے ہے جہاں سیاسی اقتدار اور دینی اصولوں کے درمیان نزاکت کا امتحان نمایاں ہوتا ہے۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج6، ص7، 9، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔2-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر، ج4، ص274، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1405ھ۔3-صفۃ الصفوۃ ابن الجوزی، ج3، ص180، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1406ھ۔4-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر، ج8، ص272، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔5-مروج الذہب المسعودی، ج3، ص46، دار الہجرہ، بیروت، 1409ھ۔

ربیع الثانی 66ھ کوفہ میں بنواُمیہ کی خفیہ سازشیں

تاریخی پس منظر: سنہ 66ھ ہجری کا ربیع الثانی وہ دور ہے جب عراق خصوصاً کوفہ، مسلسل سیاسی ہلچل اور فتنہ انگیزی کا مرکز بنا ہوا تھا۔مختار ثقفی کی شہادت (65ھ)

کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ کے وفادار عناصر کو بظاہر غلبہ حاصل ہو چکا تھا، مگر در پردہ بنواُمیہ کے خفیہ کارندے شام سے آ کر وہاں کے حالات کو بگاڑنے میں مصروف ہو گئے۔ کوفہ، جو ہمیشہ سے سیاسی تحریکوں اور انقلابی جذبات کا گہوارہ رہا، دوبارہ ایک خفیہ جنگ کا میدان بن گیا۔ اس زمانے میں عبدالملک بن مروان دمشق میں اپنے اقتدار کو مضبوط کر رہا تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر عراق عبداللہ بن زبیرؓ کے کنٹرول میں مستحکم ہو گیا تو شام کی حکومت دیرپا نہیں رہ سکتی۔ اس لیے اس نے بصرہ اور کوفہ دونوں میں خفیہ ایجنٹ بھیج کر زبیری نظمِ حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ اور بغاوت کی راہیں ہموار کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: وَبَعَثَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ رِجَالًا إِلَى الْكُوفَةِ يُفْسِدُونَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ، وَيُغْرُونَ بِالنَّاسِ (الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 80، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)۔ ترجمہ: عبد الملک بن مروان نے اپنے چند آدمی کوفہ بھیجے تا کہ وہ ابن زبیرؓ کے خلاف لوگوں میں فساد برپا کریں اور انہیں بغاوت پر آمادہ کریں۔ یہ ایک منظّم اور سیاسی نوعیت کی سازش تھی، جس کے ذریعے بنواُمیہ نے اپنے اقتدار کی بحالی کی راہیں تلاش کیں۔ انہوں نے عوام میں یہ پروپیگنڈہ کیا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے اقتدار میں اہلِ بیتؓ کے حامیوں پر ظلم ہو رہا ہے، تا کہ شیعانِ علیؓ کے دلوں میں دوبارہ اضطراب پیدا ہو اور وہ زبیری حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

ظلم و فتنہ کی نوعیت: بنواُمیہ کے خفیہ کارندوں نے زبیری حکومت کے مخالفین

کو ہتھیار اور مالی امداد فراہم کی، تاکہ شہر میں انتشار پھیلایا جا سکے۔ اہلِ کوفہ میں جو لوگ بنو اُمیہ کی بیعت سے انکار کرتے، انہیں خفیہ طور پر قتل یا قید کر لیا جاتا۔ کوفہ کے بازاروں اور مساجد میں خوف و دہشت کی فضا قائم ہو گئی عام شہری صرف ''محبتِ اہلِ بیتؓ'' کے الزام میں نشانہ بننے لگے۔ علماء اور تابعین کے حلقوں میں اختلافات پھیلائے گئے تاکہ علمی وحدت بھی پارہ پارہ ہو۔ یہ حالات دراصل ایک بڑے سیاسی المیے کا پیش خیمہ بنے جس میں نہ صرف عوام بلکہ وہ طبقہ بھی متاثر ہوا جو حق و انصاف کے لیے کوشاں تھا۔

تجزیہ و علمی توضیح: ربیع الثانی 66ھ کے یہ واقعات ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ کوفہ جیسے علمی و انقلابی مرکز میں فتنہ انگیزی ہمیشہ خارجی قوتوں کے ہاتھوں ہوئی۔ عبدالملک بن مروان کی سیاسی بصیرت اگرچہ قابلِ انکار نہیں، مگر اس کی سیاست میں عدل و دیانت کے بجائے چالاکی اور مصلحت غالب رہی۔ ابن زبیرؓ کی خلافت کا مرکز مکہ معظّمہ تھا، مگر عراق میں اس کے نمائندے بنو اُمیہ کے مقابلے میں زیادہ دیر تک عوامی اعتماد قائم نہ رکھ سکے۔ اس کا ایک بڑا سبب یہی خفیہ سازشیں تھیں، جنہوں نے کوفہ کے امن و نظام کو تباہ کر دیا۔

خلاصہ و نتائج: 1- ربیع الثانی 66ھ میں کوفہ دوبارہ سیاسی انتشار اور فتنہ انگیزی کا مرکز بنا۔ 2- بنو اُمیہ نے خفیہ ایجنٹوں کے ذریعے عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو کمزور کرنے کی منظّم کوشش کی۔ 3- عوام میں خوف، بدگمانی اور فرقہ وارانہ نفرتیں پیدا کر کے سیاسی فوائد حاصل کیے گئے۔ 4- مظلوم طبقہ خصوصاً اہلِ بیتؓ کے محبین اس

خفیہ جنگ کے سب سے بڑے نشانہ بنے۔ 5- یہ واقعات اسلامی تاریخ میں سیاسی سازشوں اور داخلی کمزوریوں کے عبرت انگیز ابواب میں شمار ہوتے ہیں۔

مصادر و مراجع: 1- ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 80، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 2- ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 271، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 3- الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج 6، ص 13، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 4- عبد الشافی محمد عبد اللطیف، تاریخ الدولۃ الأموية، ص 124، مکتبۃ دار السلام، قاہرہ، 2003ء۔

جمادی الاولیٰ 66ھ عبد الملک بن مروان کی شام میں خلافت کا استحکام

تاریخی پس منظر: جمادی الاولیٰ 66ھ ہجری کا زمانہ اسلامی سلطنت کے لیے ایک نئے سیاسی موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کوفہ و بصرہ میں زبیری خلافت کے اثرات کے باوجود شام میں بنو اُمیہ نے دوبارہ اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔ عبد الملک بن مروان، جو اپنے والد مروان بن حکم کی وفات (65ھ) کے بعد خلافت پر فائز ہوا، نے اپنی سیاست کا آغاز انتقام، خوف اور مطلق العنان قوت کے اظہار سے کیا۔ شام اس وقت مختلف قبائل اور گروہوں میں منقسم تھا۔ بعض قبائل زبیری خلافت کے حامی تھے، جبکہ بعض نے مروانی اقتدار کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ عبد الملک نے ان اختلافات کو بزورِ شمشیر ختم کیا، تاکہ شام کے تمام علاقوں پر اپنی مکمل عملداری قائم

کر سکے۔امام ذہبی لکھتے ہیں:أَظْهَرَ عَبْدُ الْمَلِكِ الْقُوَّةَ فِي الشَّامِ، وَقَتَلَ مَنْ خَالَفَهُ مِنْ زُعَمَاءِ الْقَبَائِلِ (العبر فی خبر من غبر، ج1،ص79،دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1405ھ)۔ترجمہ:عبدالملک نے شام میں اپنی قوت و طاقت کا مظاہرہ کیا اور ان قبائلی سرداروں کو قتل کر دیا جو اس کی مخالفت کرتے تھے۔یہ اقتباس عبدالملک کے طرزِ حکمرانی کی اصل تصویر پیش کرتا ہے جہاں سیاسی استحکام کا دوسرا نام جبر، اور اطاعت کا معیار خوف وسزا بن چکا تھا۔عبدالملک نے اپنے اقتدار کو ''وحدتِ شام'' کے نام پر مضبوط تو کیا، مگر اس وحدت کی بنیاد انصاف کے بجائے تلوار پر رکھی گئی تھی۔

سیاسی اور سماجی پس منظر: جمادی الاولیٰ 66ھ میں شام کے تین بڑے علاقے دمشق، حمص، اور حلب میں عبدالملک نے اپنے گورنروں کو مطلق اختیارات دے دیے۔جن سرداروں نے زبیری خلافت کی حمایت کی تھی، انہیں ''خارجی'' اور ''باغی'' قرار دے کر قتل کر دیا گیا۔شام کے قبائل بنوکلب، بنوقیس، اور بنوفزارہ کے درمیان خانہ جنگی بھڑک اٹھی، جس سے پورے علاقے میں ظلم وخونریزی پھیل گئی۔بہت سے قبائل کی زمینیں اور املاک ضبط کر کے خزانۂ شام میں داخل کی گئیں۔عبدالملک نے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لیے مذہبی جواز کا سہارا بھی لیا، اور یہ دعویٰ کیا کہ ''فتنہ کو ختم کرنا خلافت کی ذمہ داری ہے''، حالانکہ اس فتنہ کو خود اس کے ظلم وتشدد نے جنم دیا تھا۔

ظلم وجبر کی نوعیت: سیاسی اختلاف کو ''بغاوت'' قرار دے کر قتل وقید عام کی گئی۔بے گناہ قبیلوی سرداروں کو محض شک کی بنیاد پر سولی چڑھایا گیا۔ان کے اہلِ

خانہ کو جلاوطن اور زمینوں کو ضبط کر کے بیت المال میں شامل کیا گیا۔ علماء اور صالحین کے طبقے میں خوف و دہشت کی فضا پھیلائی گئی تا کہ کوئی شخص عبد الملک کے سیاسی رویے پر تنقید نہ کرے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: كَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ حَازِمًا، سَيِّدًا مِنْ سَادَةِ بَنِي أُمَيَّةَ، إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فِي بَدَايَةِ أَمْرِهِ شَدِيدًا عَلَى مَنْ خَالَفَهُ (البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 274، دار الفکر، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: عبد الملک بن مروان بنو اُمیہ کے بڑے سرداروں میں سے تھا، مگر اپنے اقتدار کے ابتدائی دور میں اپنے مخالفین پر نہایت سختی اختیار کی۔ یہ اقتدار کا وہ دور تھا جب بنو اُمیہ نے دوبارہ شام کو اپنی قوت کا مرکز بنایا، مگر اس کی بنیاد میں عدل و شرافت کے بجائے سیاسی انتقام کی چنگاریاں دہک رہی تھیں۔

تحقیقی توضیح: عبد الملک بن مروان بلاشبہ انتظامی اعتبار سے ایک مضبوط حکمران تھا، مگر اس کے اقتدار کا آغاز ظلم و جبر کی ایسی فضا میں ہوا جس نے امت کے دلوں میں بنو اُمیہ کے خلاف نفرت کو اور گہرا کر دیا۔ جمادی الاولیٰ 66ھ کا یہ دور ''سیاسی مرکزیت'' کی تشکیل تو کہلایا، مگر اسلامی عدل و مساوات کی روح سے خالی تھا۔ اس دور کے اثرات بعد میں حجاج بن یوسف جیسے ظالم گورنروں کے ذریعے مزید نمایاں ہوئے۔

خلاصہ و نتائج: 1- جمادی الاولیٰ 66ھ میں عبد الملک بن مروان نے شام میں اپنے اقتدار کو بزورِ طاقت مستحکم کیا۔ 2- سیاسی مخالفت کو بغاوت سمجھ کر درجنوں سرداروں کو قتل کیا گیا۔ 3- شام میں بنو اُمیہ کا مطلق العنان نظامِ ظلم و اقتدار دوبارہ قائم ہوا۔ 4- عبد الملک نے خلافت کے ظاہری اتحاد کے نام پر عدل و رحمت کی

اسلامی روح کو پسِ پشت ڈال دیا۔ 5-اس دور کی سخت گیری نے آئندہ اسلامی سیاسی تاریخ میں ''حکومتِ قہر و جبر'' کی بنیاد رکھی۔

مصادر و مراجع: 1-الذہبی، العبر فی خبر من غبر، ج 1، ص 79، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1405ھ۔ 2-ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 274، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 3-الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج 6، ص 19، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 4-محمد احمد بشیر، التاریخ السیاسی للدولۃ الاموبۃ، ص 142، دار السلام، قاہرہ، 2004ء۔

رجب 66ھ مختار ثقفی کے باقی ساتھیوں کا قتلِ عام

سنہ 66 ہجری کا رجب، عراق خصوصاً کوفہ کے لیے ایک المناک دور کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ مختار ثقفی کی شہادت (65ھ) کے بعد، اس کے باقی ماندہ پیروکار کوفہ میں پناہ گزین تھے اور سیاسی طور پر سرگرم عمل رہنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ عبداللہ بن زبیرؓ کے نمائندے مصعب بن زبیرؓ نے اس خطے میں اپنی مکمل عملداری قائم کرنے کے لیے ان باقی عناصر کا محاصرہ اور قتل عام کیا۔ یہ کارروائی محض سیاسی استحکام کے لیے نہیں بلکہ انتقامی اور خوف پیدا کرنے کی ایک مہم تھی، تاکہ اہلِ کوفہ میں کسی قسم کی مخالفت یا شورش کے آثار باقی نہ رہیں۔ ابن کثیر رقمطراز ہیں: **قَتَلَ مُصْعَبٌ أَصْحَابَ الْمُخْتَارِ فِي الْكُوفَةِ، وَبَلَغَ عَدَدُهُمْ سَبْعَةَ آلَافٍ** (البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 270، دار

الفکر، بیروت، 1407ھ)۔ترجمہ: ''مصعب بن زبیرؓ نے کوفہ میں مختار کے سات ہزار ساتھیوں کو قتل کر دیا''۔ یہ تعداد صرف ایک اشارہ نہیں بلکہ اس ظلم کی شدت اور کوفہ میں خونریز سیاسی انتقام کی ایک واضح تصویر پیش کرتی ہے۔

ظلم و جبر کی نوعیت: 1-اکثریت مقتولین وہ لوگ تھے جو محبِّ اہلِ بیتؓ کے لقب سے جانے جاتے تھے، یعنی وہ دین اور اہلِ بیتؓ کے حق میں سرگرم تھے۔ 2-انہیں محض سیاسی بغاوت کے الزام میں تلوار کے گھاٹ اتارا گیا، اور کسی قسم کی عدالتی سماعت کا اہتمام نہ ہوا۔ 3-کوفہ کی گلیوں اور بازاروں میں لاشوں کے ڈھیر لگ گئے، جس سے شہر میں خوف و دہشت کی فضا قائم ہوگئی۔ 4-یہ قتل عام ایک انتقامی سیاست کا حصہ تھا، جس نے سیاسی مخالفین کے لیے ایک عبرت کا پیغام چھوڑا۔ابن الاثیر بھی اس قتل عام کو درج کرتے ہیں: وَفِي رَجَبَ قَتَلَ مُصْعَبٌ أَصْحَابَ الْمُخْتَارِ وَأَظْهَرَ الرُّعْبَ فِي الْكُوفَةِ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص82، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)۔ترجمہ: رجب میں مصعب نے مختار کے باقی ساتھیوں کو قتل کیا اور کوفہ میں دہشت و خوف کی فضا قائم کر دی۔

تجزیہ و تحقیقی وضاحت: یہ واقعہ اسلامی تاریخ میں سیاسی انتقام کی سب سے واضح مثال کے طور پر شمار ہوتا ہے۔اگرچہ مصعب بن زبیرؓ کی نیت بصرہ اور کوفہ میں اپنے اقتدار کو مستحکم کرنا تھی، لیکن اس کے عمل نے اہلِ کوفہ کے دلوں میں خوف اور محرومی پیدا کی، اور ایک ایسا تاریخی سبق چھوڑا کہ سیاسی اقتدار کی حفاظت بعض اوقات

ظلم اور انتقام کے ذریعے کی جاتی رہی۔ یہ قتل عام اس بات کا بھی عکاس ہے کہ محبِّ اہلِ بیتؓ اور مظلوم صحابہ کے حامی اکثر سیاسی کشمکش میں سب سے زیادہ متاثر ہوتے تھے، حالانکہ ان کا مقصد ہمیشہ عدل، ایمان اور حق کی تبلیغ رہا۔

خلاصہ ونتائج: 1- رجب 66ھ میں کوفہ میں مختار کے باقی ساتھیوں کا قتلِ عام ہوا، جس میں سات ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ 2- اکثریت مقتولین وہ لوگ تھے جو اہلِ بیتؓ کے حقیقی محبین تھے۔ 3- یہ قتل عام سیاسی انتقام اور خوف پیدا کرنے کا ایک منظّم اقدام تھا۔ 4- واقعہ اسلامی تاریخ میں ظلم و سیاسی انتقام کی عبرت انگیز مثال کے طور پر یاد رکھا جاتا ہے۔ 5- یہ واقعہ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ سیاسی استحکام کی خاطر ظلم و جبر کا راستہ اختیار کرنا انسانیت اور شریعت دونوں کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1- ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 270، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2- ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 82، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 3- الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج 6، ص 15، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 4- المسعودی، مروج الذہب و معادن الجوہر، ج 3، ص 48، دار الہجرہ، بیروت، 1409ھ۔

شعبان تا رمضان 66ھ مدینہ و حجاز میں سکون اور عبودیت کی فضا

سنہ 66 ہجری کے شعبان تا رمضان میں مدینہ منورہ اور حجاز کے علاقے ایک

نسبتاً پُرسکون دور سے گزرے۔ یزید کے دورِ حکومت میں مدینہ اور مکہ میں ظلم و بربریت نے عوام اور علماء پر گہرے اثرات چھوڑے تھے، لیکن اب سیاسی اضطراب میں کمی آئی اور اہلِ علم و عباد کی قیادت دوبارہ ظاہر ہونے لگی۔ مدینہ کی فضا دوبارہ علم و عبادت کا مرکز بن گئی، جہاں علماء، فقیہ، اور صلح پسند شہری دین و شریعت کے مطابق زندگی گزارنے لگے۔ البتہ یہ سکون مکمل نہیں تھا، کیونکہ بنو اُمیہ کے عاملین ابھی بھی شہر میں موجود تھے اور عوام میں خوف کی فضا قائم رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ البلاذری لکھتے ہیں:

وَعَادَ الْعُلَمَاءُ إِلَى الْمَدِينَةِ بَعْدَ فِتْنَةِ الْحَرَّةِ، فَأَصْبَحَتْ دَارَ عِلْمٍ وَعِبَادَةٍ

(أنساب الأشراف، ج5، ص72، دار المعارف، بیروت، 1408ھ)۔ ترجمہ: واقعۂ حرّہ کے بعد علماء مدینہ واپس آئے، اور مدینہ پھر سے علم و عبادت کا مرکز بن گیا۔ یہ بیان اس بات کا عکاس ہے کہ مدینہ کے اہلِ علم نے فتنہ انگیزی کے اثرات کے بعد بھی اپنی علمی اور روحانی خدمات جاری رکھی۔

سکون اور ظلم کی نوعیت: 1- سیاسی طور پر نسبتاً سکون پیدا ہوا، لیکن اہلِ مدینہ میں یزید کے مظالم کی یاد ابھی تازہ تھی۔ 2- بنو اُمیہ کے عاملین نے علماء اور اہلِ علم پر نظر رکھی، تاکہ کوئی سیاسی یا مذہبی احتجاج نہ ہو۔ 3- اہلِ بیتؑ کی محبت اور ان کی یاد کے اظہار پر زبانی دھمکیاں دی جاتی رہیں، جس سے عوام میں خوف و احتیاط کی فضا قائم رہی۔ 4- عبادت اور علمی سرگرمیاں جاری رہیں، مگر عوام اور علماء کو ہمیشہ احتیاط اور محتاط رہنے کی ہدایت دی جاتی۔ اس دور نے ظاہر کیا کہ مدینہ اور حجاز میں حقیقی روحانی سکون

صرف اس وقت ممکن ہوا جب سیاسی اضطراب کم ہوا اور علماء وعباد کی قیادت فعال ہوئی۔

تحقیقی وضاحت: یہ عرصہ ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں سکون اور عبادت کی فضا ہمیشہ سیاسی استحکام اور عدل کی بنیاد پر قائم رہتی ہے۔ اگرچہ اس وقت بنو اُمیہ کے عاملین موجود تھے، مگر اہلِ مدینہ نے اپنی علمی اور دینی خدمات جاری رکھی اور اہلِ بیتؓ کی محبت کو زبانی اور عملی طور پر زندہ رکھا۔ یہ دور اس امر کا گواہ بھی ہے کہ مظلوم شخصیات اور اہلِ علم کا عزم واستقلال، سیاسی مشکلات کے باوجود دین کی حفاظت کرتا ہے۔

خلاصہ ونتائج: 1-شعبان تا رمضان 66ھ میں مدینہ وحجاز میں نسبتاً سیاسی سکون قائم ہوا۔ 2-علماء اور عباد کی قیادت واپس مدینہ میں ظاہر ہوئی اور شہر علم و عبادت کا مرکز بن گیا۔ 3-بنواُمیہ کے عاملین نے زبانی دھمکیاں دے کر عوام اور علماء پر خوف قائم رکھا۔ 4-یہ دور ظاہر کرتا ہے کہ عبودیت اور علمی خدمت سیاسی فتنوں کے باوجود قائم رہ سکتی ہے۔ 5-اہلِ بیتؓ کے محبین اور علماء نے اس عرصے میں اپنا کردار ثابت کیا اور مظلوم شخصیات کی حفاظت کی روح کو زندہ رکھا۔

مصادر و مراجع: 1-البلاذری، أنساب الأشراف، ج 5، ص 72، دار المعارف، بیروت، 1408ھ۔ 2-ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 278، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 3-الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج 6، ص 22، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 4-محمد احمد بشیر، تاریخ مدینہ فی العصر الاموی، ص 156، دار السلام، قاہرہ، 2005ء۔

ذوالقعدہ 66ھ حجاز میں زبیری اقتدار کا زوالی بحران

سنہ 66 ھجری کے ذوالقعدہ میں حجاز کے علاقے، خصوصاً مکہ معظّمہ، عبداللہ بن زبیرؓ کے اقتدار کے لیے ایک نازک مرحلے میں داخل ہو گئے۔ خراسان، شام، اور بصرہ میں زبیری نمائندوں کے خلاف بغاوتیں اور سازشیں جاری تھیں، جس کی وجہ سے زبیری حکومت کے داخلی استحکام پر شدید خطرہ پیدا ہوا۔ عبدالملک بن مروان، جو شام میں اقتدار قائم کرنے کے بعد عراق اور حجاز پر بھی نظر رکھنا چاہتا تھا، نے اپنے جاسوس مکہ بھیجے تا کہ ابن زبیرؓ کے حالات اور اہلِ مکہ کی سیاسی صورتحال معلوم کی جاسکے۔ اس کا مقصد نہ صرف سیاسی تجزیہ کرنا بلکہ زبیری اقتدار کو کمزور کرنے کی خفیہ منصوبہ بندی کرنا تھا۔ الطبری لکھتے ہیں: وَأَرْسَلَ عَبْدُ الْمَلِكِ عُيُونَهُ إِلَى مَكَّةَ لِيَعْرِفُوا أَخْبَارَ ابْنِ الزُّبَيْرِ (تاریخ الطبری، ج6، ص11، دارالتراث، بیروت، 1387ھ)۔

ترجمہ: عبدالملک نے اپنے جاسوس مکہ بھیجے تا کہ ابن زبیرؓ کے حالات معلوم کریں۔ یہ اقدام ظاہر کرتا ہے کہ زبیری خلافت، باوجود اس کے قیام کے مرکز مکہ میں ہونے کے، داخلی خطرات اور سیاسی کمزوریوں سے مکمل محفوظ نہیں تھی۔

ظلم و جبر اور سیاسی فتنہ: 1- زبیری لشکر میں شک و فریب پھیلانے کے لیے خفیہ اقدامات کیے گئے، تا کہ وفاداری کمزور ہو اور اختلافات بڑھیں۔ 2- اہلِ مکہ میں خوف، اضطراب اور عدمِ اطمینان کی فضا قائم ہو گئی، جس سے عوام کا دل بھی سیاسی

انتشار کی طرف مائل ہوا۔ 3-عباسی و اموی عناصر نے اہلِ بیتؓ کے چاہنے والوں اور زبیری وفاداروں کو ''سیاسی خطرہ'' قرار دیا، تاکہ انہیں گرفتار یا نشانہ بنایا جاسکے۔ 4-مکہ میں یہ خفیہ سازشیں سیاسی استحکام کو نقصان پہنچانے اور عوام میں دہشت پھیلانے کا ایک منصوبہ بند عمل تھا۔

تحقیقی وضاحت: ذوالقعدہ 66ھ کے یہ واقعات ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ اسلامی سیاسی نظام میں خارجی اور داخلی عناصر کی سازشیں ہمیشہ خلافت کے استحکام کے لیے خطرہ رہتی ہیں۔ زبیری اقتدار، جس کا مرکز مکہ تھا، داخلی دباؤ اور خفیہ مداخلت کے سبب متزلزل ہوگیا۔ بنو اُمیہ کی خفیہ مداخلت اور جاسوسی نے نہ صرف سیاسی بے اعتمادی پیدا کی بلکہ مظلوم صحابہ اور اہلِ بیتؓ کے محبین کے لیے خطرات بڑھا دیے۔ عوام کی سیاسی تربیت اور وفاداری، اس دور کے تناظر میں ہمیشہ امتحان میں رہی۔ یہ دور اس بات کی بھی عکاسی کرتا ہے کہ مظلوم شخصیات اور اہلِ بیتؓ کے چاہنے والے، اگرچہ امن پسند اور عدل پسند تھے، سیاسی دھونس اور سازشوں کے نشانے پر آجاتے تھے۔

خلاصہ و نتائج: 1-ذوالقعدہ 66ھ میں مکہ اور حجاز میں زبیری اقتدار داخلی بحران کا شکار رہا۔ 2-عبدالملک بن مروان نے جاسوس بھیج کر زبیری حکومت کے حالات معلوم کرنے کے ساتھ ساتھ سیاسی سازشیں کیں۔ 3-زبیری لشکر اور اہلِ مکہ میں خوف و عدمِ اطمینان کی فضا قائم ہوئی۔ 4-اہلِ بیتؓ کے چاہنے والے اور مظلوم صحابہ سیاسی دباؤ اور خفیہ مداخلت کا شکار بنے۔ 5-یہ واقعہ اسلامی تاریخ میں سیاسی سازشوں اور داخلی

کمزوریوں کے اثرات کی عبرت انگیز مثال کے طور پر یاد رکھا جاتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج 6، ص 11، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 275، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 3-ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 85، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 4-عبد الشافی محمد عبد اللطیف، التاریخ السیاسی للدولۃ الزبیریۃ، ص 132 مکتبۃ دار السلام، قاہرہ، 2003ء۔

ذوالحجہ 66ھ شام میں اموی طاقت کا عروج

سنہ 66 ہجری کے اختتام پر، شام اور فلسطین کے علاقے عبد الملک بن مروان کے اقتدار میں مکمل شامل ہو گئے۔ اس دوران، بنو امیہ نے اپنے مخالفین پر سخت دباؤ اور عسکری قوت کے ذریعے اقتدار کا تسلط قائم کیا۔ الذہبی لکھتے ہیں: **اسْتَتَبَّ الْأَمْرُ لِعَبْدِ الْمَلِكِ فِي الشَّامِ وَالْجَزِيرَةِ، وَأَظْهَرَ سِيَاسَةً شَدِيدَةً عَلَى مَنْ خَالَفَهُ** (العبر فی خبر من غبر، ج 1، ص 81، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ)۔ ترجمہ: عبد الملک بن مروان کا اقتدار شام و جزیرہ میں مستحکم ہو گیا، اور اس نے مخالفین پر سخت سیاست (یعنی ظلم و جبر) مسلط کی۔ یہ بیان ظاہر کرتا ہے کہ بنو امیہ کی شام میں حکمرانی صرف سیاسی طور پر مستحکم نہیں تھی، بلکہ مخالف قبائل و عناصر پر عسکری اور سماجی دباؤ کے ذریعے برقرار رکھی گئی۔

ظلم و جبر کی نوعیت: 1-مخالف قبائل اور قبائلی سرداروں کو جبراً بیعتِ اُمیہ پر

مجبور کیا گیا۔ 2-انکار کرنے والے افراد کو قید، تشدد اور دار پر لٹکانے کے اقدامات کیے گئے۔ 3-شام میں عدل وانصاف کی بجائے عسکری دہشت اور خوف غالب ہو گئی، جس سے عوام میں خوف واضطراب کی فضا قائم رہی۔ 4-عوام اور علماء پر نظر رکھی گئی تا کہ کوئی سیاسی یا مذہبی مخالفت نہ اٹھ سکے۔ یہ ظلم اور دباؤ ظاہر کرتا ہے کہ مظلوم اور اہلِ بیتؓ کے چاہنے والے افراد سیاسی دباؤ اور عسکری قوت کے نشانے پر آئے۔

تحقیقی وضاحت: ذوالحجہ 66ھ میں شام کی صورتحال ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ سیاسی اقتدار کو مضبوط کرنے کے لیے بعض اوقات ظلم و جبر کا استعمال کیا جاتا ہے۔عبدالملک بن مروان نے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے مخالف قبائل اور عناصر کو بیعت پر مجبور کیا، جو اسلامی اصول عدل و انصاف کے خلاف تھا۔شام میں عوام اور علماء کے لیے زندگی خوف اور دباؤ کی علامت بن گئی، اور مظلوم شخصیات کے لیے مظالم کے اثرات دیرپا رہے۔ یہ دور اسلامی تاریخ میں ظلم و عسکری دباؤ کے ذریعے اقتدار قائم رکھنے کی ایک عبرت انگیز مثال کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

خلاصہ ونتائج: 1-ذوالحجہ 66ھ میں شام وفلسطین میں عبدالملک بن مروان کا اقتدار مستحکم ہوا۔ 2-مخالف قبائل اور عناصر پر جبراً بیعت کرائی گئی اور انکار کرنے والوں کو شدید سزا دی گئی۔ 3-شام میں عدل وانصاف کی بجائے عسکری اور سیاسی دباؤ غالب رہا۔ 4-عوام اور علماء کو سیاسی دباؤ اور خوف کے ماحول میں زندگی گزارنی پڑی۔ 5-یہ واقعہ اسلامی تاریخ میں مظلوم شخصیات اور اہلِ بیتؓ کے چاہنے والوں

کے لیے سیاسی دباؤ کے اثرات کی عبرت انگیز مثال کے طور پر یاد رکھا جاتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1- الذہبی، العبر فی خبر من غبر، ج 1، ص 81، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ۔ 2- ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 272، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 3- الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج 6، ص 25، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 4- ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 90، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ

خلاصہ و نتائج سنہ 66ھ

1- سنہ 66 ہجری کا سال اسلامی تاریخ میں سیاسی انتقام، خونریزی اور اقتدار کی کشمکش سے بھرا ہوا تھا۔ 2- اہلِ بیتؑ کے حمایتیوں اور مختاری تحریک کے باقی ماندہ افراد پر ظلم و ستم کی انتہا کی گئی، جن میں ہزاروں افراد شہید اور گرفتار ہوئے۔ 3- عبدالملک بن مروان نے شام اور جزیرہ کے علاقوں میں ظلم و جبر کے ذریعے اپنے اقتدار کو دوبارہ مضبوط کیا، اور مخالف قبائل و سرداروں پر عسکری دباؤ مسلط کیا۔ 4- عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ، بصرہ اور دیگر علاقوں میں عدل، شجاعت، اور دین کی سربلندی کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھی، باوجود اس کے کہ داخلی اور خارجی سازشیں جاری تھیں۔ 5- امتِ مسلمہ میں ظلم اور جبر کے خلاف آوازِ حق اب بھی زندہ رہی خواہ وہ کوفہ کے گلی کوچوں میں مظلوم شہریوں کی پکار ہو، یا مکہ و مدینہ کے منبروں پر اہلِ علم و

عباد کی نصیحت و رہنمائی۔ 6- یہ سال ظاہر کرتا ہے کہ مظلوم شخصیات، اہلِ بیتؓ کے چاہنے والے، اور علماء کرام سیاسی دباؤ اور ظلم کے باوجود دین اور عدل کے لیے مستقل جدوجہد کرتے رہے۔ 7- اسلامی تاریخ میں سنہ 66ھ ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ اقتدار کی کشمکش میں عدل و انصاف کو قائم رکھنا اور مظلوموں کی حفاظت کرنا لازمی ہے۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج 6، ص 25 7، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2- ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 278 267، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 3- ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 90 80، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 4- البلاذری، أنساب الأشراف، ج 5، ص 72، دار المعارف، بیروت، 1408ھ۔ 5- الذہبی، العبر فی خبر من غبر، ج 1، ص 81 79، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ۔

اسلامی سنہ 67ھ کے اہم واقعات

سنہ 67 ہجری اسلامی تاریخ کا ایک نہایت پُر اشوب اور خونچکاں سال ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب امتِ مسلمہ کی باگ دوڑ تین مختلف قوتوں کے درمیان تقسیم ہو چکی تھی:

1- شام میں اموی حکومت عبد الملک بن مروان کے ہاتھوں از سرِ نو منظّم ہو رہی تھی۔

2- کوفہ میں مختار ثقفی اہلِ بیتؓ کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے کے لیے سرگرم تھا۔ 3- مکہ میں عبد اللہ بن زبیرؓ خلافتِ اسلامیہ کے شرعی تصور پر قائم رہ کر ظلم و جبر کے خلاف علمِ حق بلند

کیے ہوئے تھے۔ یہ سال ''ظلم کے خلاف مزاحمت اور عدل کے قیام کی جدوجہد'' کے عنوان سے تاریخِ اسلام کے صفحات پر رقم ہے۔ خون، فتنہ، اور اقتدار کی کشمکش کے باوجود، یہ سال ان مظلوم شخصیات کی جرأت و استقامت کی روشن مثال بن کر سامنے آتا ہے جنہوں نے اسلام کے اصل اصول عدل، حریت اور حق گوئی کی حفاظت کی۔

(1) پس منظر و سیاسی منظر نامہ یزید کی ہلاکت (64ھ) کے بعد امتِ مسلمہ ایک نئے انتشار میں مبتلا ہوئی۔ شام میں مروان بن حکم نے اقتدار پر قبضہ کیا، اور اس کے بعد عبد الملک بن مروان نے خلافتِ امویہ کو منظّم کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ دوسری طرف، عراق میں مختار بن ابی عبید ثقفی نے ''الانتقام للحسینؓ'' کے نعرے سے تحریکِ عدل کا آغاز کیا، جبکہ مکہ مکرمہ میں عبد اللہ بن زبیرؓ نے خلافتِ راشدہ کے اصول پر اسلامی نظام کو زندہ کرنے کی جدوجہد شروع کی۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: وَكَانَ فِي تِلْكَ السَّنَةِ خُرُوجُ الْمُخْتَارِ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ الثَّقَفِيِّ يَدْعُو لِآلِ الْبَيْتِ، وَيَزْعُمُ أَنَّهُ يَطْلُبُ بِدَمِ الْحُسَيْنِ (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص308، دار الفکر، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: ''اسی سال مختار بن ابی عبید ثقفی نے خروج کیا، جو اہلِ بیت کی طرف دعوت دیتا اور دعویٰ کرتا تھا کہ وہ حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے نکلا ہے''۔

(2) مختار بن ابی عبید ثقفی (شہید 14 رمضان 67ھ) سوانحی تعارف مختار ثقفی، کوفہ کے ایک ذہین اور فصیح انسان تھے۔ واقعۂ کربلا کے بعد وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ اہلِ بیتؓ کے انتقام کا عزم کر لیا۔ انھوں نے ''یا لثاراتِ الحسین'' کا نعرہ بلند

کیا، جس نے عراق کے غمزدہ عوام کے دلوں میں آگ لگادی۔ تحریک واقدامات، کوفہ پران کا قبضہ ہوا، اورانہوں نے عبیداللہ بن زیاد سمیت کئی ظالموں کوسزادلائی۔ وہ دعویٰ کرتے تھے کہ ان کی تحریک محمد بن حنفیہؒ کی اجازت سے ہے، اگرچہ اس نسبت پر تاریخی اختلاف بھی موجود ہے۔ ابن الاثیرؒ نے لکھا: قَتَلَ الْمُخْتَارُ فِي تِلْكَ الْأَيَّامِ كَثِيرًا مِمَّنْ قَتَلَ الْحُسَيْنَ، وَقَدْ شَاعَ أَمْرُهُ فِي الْكُوفَةِ وَتَسَلَّطَ عَلَيْهَا (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص191، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ)۔ ترجمہ: ''ان دنوں مختار نے ان بہت سے لوگوں کوقتل کیا جنہوں نے حسینؓ کوشہید کیا تھا، اور اس کا اثر ورسوخ کوفہ میں پھیل گیا، یہاں تک کہ وہ حاکم بن گیا''۔ انجام وشہادت عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی مصعب بن زبیر نے کوفہ پرلشکرکشی کی، اورطویل جنگ کے بعد 14 رمضان 67ھ کومختار ثقفی شہید ہوئے۔ ان کی تحریک ختم ہوئی لیکن ظلم کے خلاف مزاحمت کی ایک تاریخ چھوڑ گئی۔

(3) عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافتِ مکہ: پس منظر: عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اور مکہ کومرکزِ خلافت بنایا۔ وہ نواسۂ صدیقؓ، مجاہدِ مکہ، اورزہد وعلم میں ممتاز شخصیت تھے۔ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ أَعْبَدِ النَّاسِ، وَأَشْجَعِهِمْ، وَأَكْثَرِهِمْ تَقْوَى، وَقَدْ بَايَعَهُ النَّاسُ بِالْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ (سیر أعلام النبلاء، ذہبی، ج3، ص353، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1405ھ)۔ ترجمہ: ''عبداللہ بن زبیرؓ سب سے زیادہ عبادت گزار، شجاع اور متقی تھے، اور اہلِ حجاز وعراق نے ان کے

ہاتھ پر بیعت کی تھی''۔ واقعاتِ 67ھ اس سال مکہ میں بنوامیہ کی سازشوں کا دباؤ بڑھتا گیا۔عبدالملک بن مروان نے مصعب بن زبیر سے جنگ کے لیے لشکر تیار کیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے پورے عزم وصبر کے ساتھ مقابلہ کیا،مگر سیاسی حالات ان کے لیے مزید دشوار ہوتے گئے۔ان کی مظلومیت اس وقت اپنے عروج پر پہنچی جب بعد میں حجاج بن یوسف نے مکہ کا محاصرہ کیا، اور طویل جبر کے بعد وہ 73ھ میں شہید ہوئے۔لیکن 67ھ میں ہی ان کی خلافتِ مکہ کو عالمِ اسلام میں دینی اور روحانی مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔

(4) دیگر قابلِ ذکر واقعات: 1۔شام میں اموی خلافت کا استحکام: عبدالملک بن مروان نے دمشق میں خلافت سنبھالی، نظمِ حکومت کو ازسرِ نو ترتیب دیا۔ **2-کوفہ میں اہلِ بیتؓ کے حامیوں کا زوال:** مختار کے قتل کے بعد ان کے ساتھیوں کو بھی گرفتار یا شہید کر دیا گیا۔ **3-امت میں فکری تقسیم:** اہلِ عراق، اہلِ شام اور اہلِ حجاز تین الگ سیاسی و مذہبی دھاروں میں بٹ گئے۔

(5) فکری واخلاقی تجزیہ یہ سال ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کے لحاظ سے اس لیے نمایاں ہے کہ،ظلم کے مقابلہ میں عدل کا پرچم بلند کرنے والے کم تھے مگر ان کے عزم نے تاریخ بدل دی۔اقتدار کے مقابلے میں ایمان وتقویٰ کی قوت نے خود کو منوایا۔مختار ثقفی اور عبداللہ بن زبیرؓ دونوں نے اس آیتِ قرآنی کا عملی مظاہرہ کیا: وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ھود:113) ''اور ظالموں کی طرف

ہرگز نہ جھکو، ورنہ تمہیں آگ پکڑ لے گی''۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 67ھ اسلامی تاریخ میں سیاسی انتقام، دینی غیرت، اور عدل کی جدوجہد کا سال ہے۔ 2-مختار ثقفی کی تحریک نے ظلم کے خلاف عوامی بیداری پیدا کی۔ 3-عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت نے امت کو خلافتِ شورائی کے حقیقی تصور کی یاد دلائی۔ 4-یہ سال اس بات کی علامت ہے کہ مظلوم شخصیات تاریخ کے دھارے بدل سکتی ہیں، اگرچہ وقتی طور پر مغلوب نظر آئیں۔ 5-اسلام کی بقا کا راز ہمیشہ حق گوئی، عدل پسندی، اور ظلم کے مقابلے میں صبر واستقامت میں پوشیدہ ہے۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر، ج 8، ص 308، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر، ج 4، ص 191، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ۔ 3-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 161 166، دار المعارف، قاہرہ، 1960ء۔ 4-سیر أعلام النبلاء امام ذہبی، ج 3، ص 353، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1405ھ۔ 5-الفتوح ابن اعثم کوفی، ج 6، ص 75 80، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ۔ 6-العبر فی خبر من غبر ذہبی، ج 1، ص 102، دار الفکر، دمشق، 1417ھ۔

محرم 67ھ مختار ثقفی کی حکومت کا زوال

اسلامی تاریخ کا سنہ 67ھ فتنہ وفساد، انتقام اور اقتدار کی کشمکش سے معمور

سال ہے۔ یہ وہ دور ہے جب امتِ مسلمہ خلافتِ راشدہ کے عدل وانصاف سے دور جا چکی تھی، اور سیاسی رقابتوں نے دین وملت کو شدید زخم پہنچائے۔ کوفہ میں مختار بن ابی عبید ثقفی کی حکومت جو ابتدائی طور پر انتقامِ حسینؓ اور نصرتِ اہلِ بیتؓ کے نعروں پر قائم ہوئی تھی اب زوال پذیر ہو رہی تھی۔ دوسری طرف عبداللہ بن زبیرؓ مکہ مکرمہ میں خلافت کے دعوے کے ساتھ عدل وشریعت کا پرچم بلند کیے ہوئے تھے۔ محرم 67ھ میں تاریخ نے ایک اور خونچکاں باب رقم کیا، جب کوفہ کے اندر مختار کی تحریک اپنے انجام کو پہنچی۔

مختار ثقفی کی تحریک کا پس منظر: مختار ثقفی نے 65ھ میں یزید کے مظالم اور واقعۂ کربلا کے بعد اہلِ بیتؓ کے انتقام کے نعرے سے کوفہ میں اقتدار حاصل کیا۔ ابتدائی دنوں میں اس نے ظالموں کے خلاف سخت اقدامات کیے، حتیٰ کہ قاتلانِ حسینؓ میں سے بہتوں کو قتل کروایا۔ لیکن جلد ہی اس کے نظریات میں غلو اور سیاسی خودساختگی پیدا ہوئی؛ بعض مؤرخین کے مطابق اس نے ''محمد بن حنفیہؒ'' کی نمائندگی کا جھوٹا دعویٰ کیا اور نبوت والہام جیسے کلمات زبان پر لانے لگا، جس سے اہلِ سنت اور اہلِ کوفہ کے اکابر اس سے دور ہو گئے۔

محرم 67ھ کا واقعہ مصعب بن زبیرؓ کا حملہ: جب کوفہ میں مختار کے خلاف نفرت پھیلنے لگی تو بصرہ کے والی مصعب بن زبیرؓ (عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی) نے اس فتنے کے خاتمے کا عزم کیا۔ امام طبری اس موقعے پر تحریر کرتے ہیں: وَسَارَ مُصْعَبٌ مِنَ الْبَصْرَةِ فِي جَيْشٍ كَثِيرٍ إِلَى الْكُوفَةِ لِقِتَالِ الْمُخْتَارِ، فَحَاصَرَهُ فِي

الْقَصْرِ، وَقُتِلَ الْمُخْتَارُ بَعْدَ قِتَالٍ شَدِيد (تاریخ الطبری، ج6، ص16، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: مصعب بن زبیرؓ بصرہ سے ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوفہ آئے تاکہ مختار سے قتال کریں، انہوں نے قصر کا محاصرہ کیا، اور سخت جنگ کے بعد مختار قتل کر دیا گیا۔ یہ محاصرہ چالیس دن جاری رہا۔ مختار نے اپنے چند مخلص ساتھیوں کے ساتھ بہادری سے مقابلہ کیا، مگر جب اکثر فوجی ساتھ چھوڑ گئے تو آخر کار وہ قصرِ حکومت میں محصور ہو گیا۔ محرم کے آخر میں وہ مارا گیا، اور اس کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

ظلم و انتقام کی لہر: مصعب بن زبیرؓ کی فتح کے بعد کوفہ میں انتقامی قتلِ عام شروع ہوا۔ مختار کے ہزاروں حامیوں کو ''باغی'' قرار دے کر سولی پر لٹکایا گیا۔ کوفہ کی گلیوں میں لاشیں کئی دنوں تک پڑی رہیں۔ اہلِ بیتؓ کے محبّین کو بھی ''مختاری تحریک کے حامی'' کے الزام میں قتل کیا گیا۔ امام ابن کثیرؒ اس ظلم کی شدت کو یوں بیان کرتے ہیں: قَتَلَ مُصْعَبٌ مِنْ أَصْحَابِ الْمُخْتَارِ سَبْعَةَ آلَافٍ، وَقِيلَ أَكْثَرُ (البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 275، دار الفکر، بیروت، 1408ھ)۔ ترجمہ: مصعب بن زبیرؓ نے مختار کے سات ہزار سے زائد ساتھیوں کو قتل کر دیا، اور بعض روایات میں اس سے بھی زیادہ تعداد بیان کی گئی ہے۔

تجزیاتی و تاریخی تبصرہ مورخین کے نزدیک مختار ثقفی کی تحریک دو پہلو رکھتی ہے: ایک طرف اس نے اہلِ بیتؓ کے مظلوموں کے دلوں کو تسکین دی اور قاتلانِ حسینؓ سے انتقام لیا؛ دوسری جانب اس کی غلو پر مبنی فکر، دعویِ الہام، اور سیاسی خودنمائی

نے اس کے مشن کو بگاڑ دیا۔اسی لیے ائمۂ اہلِ سنت نے اس کے بعض اعمال کو سیاسی فتنہ قرار دیا، نہ کہ شرعی جہاد۔دوسری طرف مصعب بن زبیرؓ کی کارروائی اگرچہ نظم وامن کے قیام کے لیے تھی، مگر اس میں انتقامی شدت بھی نمایاں رہی۔یہی وہ دور ہے جب امت کے باہمی اختلافات نے ملتِ اسلامیہ کے جسم پر گہرے زخم لگائے۔

خلاصہ ونتائج: 1-67ھ کا آغاز مختار ثقفی کی تحریک کے زوال سے ہوا، جو ایک سیاسی اور مذہبی فتنہ بن چکی تھی۔2-مصعب بن زبیرؓ نے بصرہ سے لشکر لے کر کوفہ فتح کیا اور مختار کو قتل کر کے خلافتِ مکہ (عبداللہ بن زبیرؓ) کے اقتدار کو مضبوط کیا۔3-مختار کے ساتھیوں کی اجتماعی ہلاکت نے کوفہ کے سیاسی نقشے کو بدل دیا، لیکن اہلِ بیتؓ کے محبّین کے لیے ایک اور آزمائش کا سبب بنی۔4-اس سال کا خلاصہ یہ ہے کہ ''فتنہ کا خاتمہ'' بھی خون سے ہوا، اور ''عدل کی تلاش'' میں امت مزید تقسیم ہوگئی۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص16، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔2-البدایۃ والنہایۃ، اسماعیل بن عمر ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص275، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔3-الکامل فی التاریخ، علی بن محمد ابن الاثیر الجزری، ج4، ص157، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ۔4-تجارب الامم، ابوعلی المسکویہ، ج1، ص296، دار الفکر، 1959ء۔5-الفتنۃ الکبریٰ (بین علی و معاویہ)، طہ حسین، ص242 238، دار المعارف، قاہرہ، 1972ء۔

صفر تا ربیع الاول 67ھ کوفہ و مدینہ میں اہلِ بیتؓ کے محبین پر ظلم و خوف کا دور

اسلامی تاریخ کے اس دور میں جب فتنہ و فساد نے امت کے شیرازے کو بکھیر دیا تھا، سنہ 67 ہجری نے اہلِ بیتِ نبویؐ اور ان کے محبین کے لیے ایک اور آزمائش کا باب کھولا۔ خلافتِ عبداللہ بن زبیرؓ کے زیرِ سایہ مصعب بن زبیرؓ کی حکومت کوفہ و بصرہ تک پھیل چکی تھی، لیکن کوفہ میں مختار ثقفی کی تحریک اور اس کے بعد کے سیاسی انتشار نے فضا کو مشکوک و پرآشوب بنا دیا۔ اس زمانے میں ''اہلِ بیتؓ کی محبت ''محض جذباتی وابستگی نہ رہی، بلکہ ایک ''سیاسی شناخت'' قرار دی گئی، جس پر سخت حکومتی اقدام کیے گئے۔ دوسری طرف مدینہ منورہ، جو مرکزِ نبوت اور منبعِ علم و ہدایت تھا، وہاں خوف و نگرانی کا ماحول دوبارہ قائم ہو چکا تھا۔ بنو اُمیہ کے کارندے اور ایجنٹ وہاں کے علماء و صالحین کی حرکات پر نظر رکھنے لگے۔ یہ مضمون انہی دو ماہ (صفر و ربیع الاول 67ھ) کے تاریخی واقعات پر تحقیقی روشنی ڈالتا ہے۔

(1) صفر 67ھ کوفہ میں اہلِ بیتؓ کے محبین کی گرفتاری پس منظر: مختار ثقفی کی تحریک (65 66ھ) اگرچہ ابتدائی طور پر ''انتصارِ اہلِ بیتؓ'' کے نعرے پر اٹھی تھی، لیکن بعد ازاں اس کے دعوے اور شدت پسندی نے کوفہ کے دینی حلقوں میں بے اطمینانی پیدا کر دی۔ 67ھ میں جب مصعب بن زبیرؓ نے بصرہ سے لشکر کشی کر کے مختار کا خاتمہ

کیا، تو اس کے بعد کوفہ پر ان کی حکومت قائم ہوئی۔ تاہم مختار کے بعض پیروکاروں کی باقیات اور اہلِ بیتؓ سے قلبی محبت رکھنے والوں کو یکساں مشتبہ سمجھا گیا۔ ابن الاثیر (م630ھ) اس کیفیت کو یوں بیان کرتے ہیں: وَأَظْهَرَ مُصْعَبٌ الشِّدَّةَ عَلَى أَتْبَاعِ عَلِيٍّ، وَسَجَنَ كَثِيرًا مِنْهُمْ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص95، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء)۔ ترجمہ: مصعب بن زبیرؓ نے حضرت علیؓ کے پیروکاروں پر سختی کی اور ان میں سے بہت سے کو قید کر دیا۔

تجزیہ و توضیح: مصعب بن زبیرؓ خود ایک جلیل القدر صحابی کے فرزند اور اہلِ عدل و شجاعت کے پیکر تھے، لیکن ان کے زیرِ حکومت بعض عملداروں نے سیاسی مصالح کی خاطر کوفہ میں سخت رویہ اختیار کیا۔ اس دور میں ''شیعۃ علیؓ'' کا مفہوم محض سیاسی نہیں تھا؛ بہت سے اہلِ علم و زہد بھی اس محبت میں شامل تھے۔ انہی میں سعید بن جبیرؒ، کمیت بن زید اسدیؒ اور بعض تابعین کو ''مختار کے ہم خیال'' کہہ کر قید یا نظر بند کر دیا گیا۔

ظلم کی نوعیت: محبتِ اہلِ بیتؓ کو ''سیاسی جرم'' بنا دیا گیا۔ قید و بند، جلاوطنی اور عوامی تذلیل عام ہوئی۔ مذہبی وابستگی اور سیاسی وفاداری کے درمیان حدِ فاصل مٹا دی گئی۔ یہ وہ وقت تھا جب محبتِ اہلِ بیتؓ ایک ایسی قربانی میں بدل گئی جس کا خمیازہ اہلِ تقویٰ و علم کو بھی بھگتنا پڑا۔

(2) ربیع الاول 67ھ مدینہ منورہ میں خوف و احتیاط کا دور پس منظر: واقعۂ حرّہ (63ھ) کے بعد مدینہ طیبہ کے دینی حلقے خوف و خاموشی کی فضا میں ڈوب چکے

تھے۔ یزید کی وفات کے بعد اگرچہ اہلِ مدینہ نے کچھ سکون کا سانس لیا، لیکن جب عبدالملک بن مروان نے خلافت کو مضبوط کرنے کے لیے اہلِ حجاز پر اپنی گرفت بڑھائی، تو مدینہ ایک مرتبہ پھر حکومتی جاسوسی اور خفیہ نگرانی کی زد میں آ گیا۔ بلاذری (م 279ھ) روایت کرتے ہیں: كَانَ عُمَّالُ بَنِي أُمَيَّةَ يَتَجَسَّسُونَ أَخْبَارَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَيَكْتُبُونَ بِهَا إِلَى الشَّامِ (أنساب الأشراف، ج5، ص81، دار المعارف، قاہرہ، 1996ء)۔

ترجمہ: بنو اُمیہ کے عامل مدینہ والوں کی خبریں جمع کرتے اور شام کو بھیجتے تھے۔

تجزیہ و توضیح: یہ عبارت اس زمانے کے مدنی حالات کی مکمل عکاسی کرتی ہے۔ مرکزِ نبوت ہونے کے باوجود، مدینہ میں اہلِ بیتؓ کے ذکر، علمی نشستوں، اور دینی اجتماعات پر نظر رکھی جانے لگی۔ بنو اُمیہ کے کارندے یہاں کے علماء، تابعین اور زہاد کی سرگرمیوں کے بارے میں باقاعدہ رپورٹیں دمشق بھیجتے تھے۔ یہی وہ فضا تھی جس نے اہلِ علم کو گوشہ نشینی پر مجبور کر دیا۔ امام سعید بن مسیبؒ، امام نافعؒ، اور امام عروہ بن زبیرؒ جیسے اجلّہ تابعین اسی دور میں احتیاط و سکوت کا نمونہ بنے۔

ظلم کی نوعیت: اہلِ مدینہ کے لیے آزادیِ رائے اور بیان پر سخت پابندی عائد ہوئی۔ علمی و مذہبی اجتماعات پر حکومتی نگرانی مسلط کی گئی۔ ذکرِ اہلِ بیتؓ کو ''سیاسی خطرہ'' تصور کیا جانے لگا۔ یہ صورتِ حال اہلِ علم و فضل کے لیے نہایت اذیت ناک تھی؛ ان کے لیے بولنا بھی جرم اور خاموش رہنا بھی خطرہ بن چکا تھا۔

خلاصہ و نتائج: 1- سنہ 67ھ اسلامی تاریخ میں وہ مرحلہ ہے جب محبتِ اہلِ

بیتؓ اور سیاسی وابستگی کو باہم خلط کر دیا گیا۔ 2-کوفہ میں مصعب بن زبیرؓ کی حکومت کے دور میں اہلِ بیتؓ کے محبین کو ''مختاری تحریک'' سے جوڑ کر قید وسزاؤں کا نشانہ بنایا گیا۔ 3-مدینہ طیبہ میں عبدالملک بن مروان کے ایجنٹوں نے خوف ونگرانی کا جال بچھا کر دینی فضا کو متاثر کیا۔ 4-ان حالات میں تابعینِ کرامؒ نے صبر، سکوت اور علم کی حفاظت کو شعار بنایا۔ 5-یہ دور یاد دلاتا ہے کہ اہلِ بیتؓ کی محبت اگرچہ ایمان کا حصہ ہے، مگر تاریخ میں اسے کئی بار سیاسی مفادات کے لیے نشانہ بنایا گیا۔

مصادر ومراجع: 1-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری، ج4، ص95، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔ 2-أنساب الأشراف احمد بن یحییٰ البلاذری، ج 5، ص81، دار المعارف، قاہرہ، 1996ء۔ 3-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 543 541، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 4-مروج الذہب علی بن حسین المسعودی، ج3، ص135، دار الہجر، بیروت، 1991ء۔ 5-البدایہ والنہایہ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص289، دار الفکر، بیروت، 1985ء۔

جمادی الاولیٰ 67ھ عبدالملک بن مروان کی شام میں فوجی اصلاحات اور ظلم کے نئے عہد کی بنیاد

اسلامی تاریخ کا سنہ 67ھ، خلافتِ اُمویہ کے سیاسی استحکام اور عسکری تنظیم نو کا سال ہے۔ اس زمانے میں عبدالملک بن مروان نے داخلی بغاوتوں، زبیری

حکومت کے اثرات، اور اہلِ عراق کی شورشوں کے مقابلے کے لیے اپنی طاقت کو ازسرِ نو منظّم کیا۔شام، جو خلافتِ اُمویہ کا مضبوط ترین مرکز تھا، وہاں عبدالملک نے فوجی نظام کی ازسرِ نو تعمیر و ترتیب کا آغاز کیا۔انہی اصلاحات کے نتیجے میں ایک ایسا شخص منظرِ عام پر آیا جس نے بعد میں اسلامی تاریخ کے صفحات کو ظلم و جبر کی سیاہی سے رنگ دیا الحجاج بن یوسف الثقفی ۔یہ وہی سال تھا جب عبدالملک بن مروان نے اپنے اقتدار کے دوام کے لیے ایسی فوجی پالیسیوں کی بنیاد رکھی جو ظاہراً نظم وضبط پر مبنی تھیں، مگر باطن میں خوف، جبر اور سیاسی غلامی کے اصولوں پر قائم تھیں۔

(1) عبدالملک بن مروان کی فوجی تنظیم: نو خلافتِ اُمویہ کو یزید بن معاویہ کی وفات (64ھ) کے بعد مسلسل فتنوں اور خانہ جنگیوں کا سامنا تھا۔عبدالملک بن مروان جب 65ھ میں مسندِ خلافت پر بیٹھے تو شام کے علاوہ پورا عالمِ اسلام بغاوتوں میں گھرا ہوا تھا۔67ھ میں ان کا پہلا ہدف اپنے دارالخلافہ دمشق اور اس کے اطراف میں فوجی استحکام پیدا کرنا تھا۔چنانچہ انہوں نے قبائلی تقسیم کو کم کرنے کے لیے فوجی اکائیوں کو مرکزیت دی، اہلِ شام کو ''اہل الثغر'' اور ''اصحاب الجند'' کے لقب سے نوازا، اور ایسے افسروں کو منتخب کیا جو اندھی اطاعت اور سخت نظم وضبط کے پابند ہوں۔ یہی وہ سال ہے جس میں حجاج بن یوسف پہلی بار عبدالملک کی نظر میں آیا۔

(2) حجاج بن یوسف کا ظہور: امام الذہبی (م 748ھ) اس تاریخی لمحے کو مختصر مگر معنی خیز انداز میں یوں بیان کرتے ہیں: وَظَهَرَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ اسْمُ

الْحَجَّاجِ بْنِ يُوسُفَ، وَقَرَّبَهُ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَيْهِ (العبر فی خبر من غبر، ج1، ص85، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1985ء)۔ ترجمہ: اسی سال حجاج بن یوسف کا نام ظاہر ہوا، اور عبدالملک نے اسے اپنے قریب کرلیا۔ **تجزیہ وتوضیح:** یہ جملہ دراصل ایک نئے سیاسی عہد کا آغاز ہے۔ حجاج بن یوسف اُس وقت طائف میں ایک معمولی معلمِ قرآن تھا۔ عبدالملک نے اس کی فصاحت، نظم وضبط، اور عسکری ذہانت کو دیکھ کر اسے فوجی شعبے میں شامل کیا۔ ابن سعد کے مطابق، عبدالملک نے سب سے پہلے حجاج کو ''شرطۃ الکبار'' (اعلیٰ پولیس افسر) کے طور پر مقرر کیا، جہاں سے اس نے اپنی سخت مزاجی اور غیر معمولی وفاداری سے خلیفہ کا اعتماد حاصل کیا۔ **كَانَ الْحَجَّاجُ شُرَطِيًّا لِعَبْدِ الْمَلِكِ، فَظَهَرَ مِنْهُ الْحَزْمُ وَالطَّاعَةُ، فَقَرَّبَهُ** (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج7، ص68، دار صادر، بیروت، 1968ء)۔ ترجمہ: حجاج عبدالملک کا پولیس افسر تھا، اس میں سختی اور اطاعت نمایاں ہوئی، تو عبدالملک نے اسے قریب کرلیا۔ یوں حجاج کی شخصیت شام کے فوجی اور انتظامی افق پر ابھری ایک ایسا شخص جو ظاہری اطاعت اور داخلی سفاکی کا پیکر بن کر بعد میں تاریخِ اسلام کے خونچکاں بابوں کا حصہ بنا۔

(3) اصلاحات یا استبداد؟ عبدالملک بن مروان کی اصلاحات بظاہر نظم و نسق اور ریاستی استحکام کے لیے تھیں، لیکن حقیقت میں ان کا مقصد ''سیاسی اطاعت'' اور ''مرکزی اقتدار کی تقدیس'' کو عام کرنا تھا۔ انہوں نے: فوجی تنخواہوں کا نظام تبدیل کر کے خلیفہ پر براہِ راست انحصار بڑھایا، وفاداری کے عہد کو عسکری شرط قرار

دیا،اور بغاوت کے خلاف غیر معمولی اختیارات فوجی افسروں کو سونپے۔یہ تمام اقدامات بعد کے زمانوں میں حجاج جیسے افسروں کے ہاتھ میں ظلم کے آلات بن گئے۔ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:وَكَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ مِنْ أَذْكَى النَّاسِ وَأَشَدِّهِمْ سِيَاسَةً، إِلَّا أَنَّهُ غَلَبَ عَلَيْهِ حُبُّ الْمُلْكِ(البدایہ والنہایہ،ج8،ص288،دارالفکر، بیروت،1985ء)۔ترجمہ:عبدالملک نہایت ذہین اور سیاست میں سخت گیر شخص تھا،مگر اس پر اقتدار کی محبت غالب آ گئی تھی۔یہ اقتدار کی محبت ہی تھی جس نے عسکری نظم کے ساتھ ظلم کی بنیاد بھی رکھ دی۔

(4)ظلم کی نوعیت: 67ھ کی فوجی اصلاحات بظاہر استحکام کا ذریعہ تھیں،مگر درحقیقت یہ آئندہ کے ظلم و جبر کی تمہید بنیں۔حجاج جیسے افسروں کی تربیت ''سیاسی اطاعت'' پر ہوئی،دینی تقویٰ یا عدل پر نہیں۔عوام میں خوف اور خاموشی کو''نظم'' قرار دیا گیا۔اختلافِ رائے کو''بغاوت'' اور سوال کو''گناہ'' سمجھا گیا۔یہی وہ ماحول تھا جس نے بعد میں عراق وحجاز کے بے شمار علماء،تابعین اور اہلِ بیتؓ کے محبین کو ظلم کا شکار بنایا۔

خلاصہ ونتائج: 1-جمادی الاولیٰ 67ھ میں عبدالملک بن مروان نے شام میں فوجی تنظیمِ نو کے ذریعے اپنے اقتدار کی بنیاد مضبوط کی۔2-اسی سال حجاج بن یوسف پہلی بار منظرِ عام پر آیا، جو آگے چل کر ظلم و سفاکی کی علامت بن گیا۔ 3-عبدالملک کی اصلاحات نے بظاہر نظم وضبط پیدا کیا،مگر درحقیقت اس سے سیاسی

استبداد کی راہیں کھل گئیں۔4-ریاستی وفاداری کو دینی وفاداری پر فوقیت دی گئی، جس سے عدل وشرافت کی روح مجروح ہوئی۔5-یہ دور اسلامی تاریخ کے اُن نازک موڑوں میں سے ہے جہاں ''اصلاح'' اور ''استبداد'' کی لکیر دھندلا گئی۔

مصادر ومراجع: 1-العبر فی خبر من غبر امام شمس الدین الذہبی، ج 1، ص 85، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1985ء۔2-البدایہ والنہایہ ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 289 288، دار الفکر، بیروت، 1985ء۔3-الطبقات الکبریٰ محمد بن سعد، ج 7، ص 68، دار صادر، بیروت، 1968ء۔4-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 543 540، دار التراث، بیروت، 1967ء۔5-مروج الذہب علی بن حسین المسعودی، ج 3، ص 138، دار الہجر، بیروت، 1991ء۔

رجب 67ھ بصرہ وکوفہ میں فتنۂ قبیلہ وانتقام اور مظلوم مسلمانوں کی قربانیاں

اسلامی تاریخ کا سنہ 67ھ ایک مسلسل اضطراب، سیاسی بے چینی، اور قبائلی انتقام کے بھنور میں گھرا ہوا سال تھا۔کوفہ وبصرہ، جو کبھی علم، عبادت اور جہاد کے مراکز تھے، اس سال خون وآگ کے میدان بن گئے۔خلافتِ عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک بن مروان کی سیاسی کشمکش نے جہاں امت کے اتحاد کو چکنا چور کیا، وہیں قبائلی عصبیتوں نے اس آگ کو مزید بھڑکا دیا۔رجب 67ھ میں بنو تمیم اور بنو ہوازن کے درمیان ایسا

فتنہ برپا ہوا جس نے دسیوں بے گناہ مسلمانوں کو لقمۂ اجل بنا دیا۔ یہ واقعہ اس بات کی المناک یاددہانی ہے کہ جب دین کے بجائے قوم وقبیلہ محورِ طاقت بن جائے، تو ایمان وانصاف کی اقدار ماند پڑ جاتی ہیں، اور عام مسلمان ظلم کا شکار بن جاتے ہیں۔

(1) پس منظر: فتنۂ مختار کے خاتمے کے بعد عراق کا ماحول شدید انتشار کا شکار تھا۔ کوفہ میں مصعب بن زبیرؓ کی حکومت قائم ہو چکی تھی، جبکہ بصرہ میں بھی زبیری اثر باقی تھا۔ لیکن ان دونوں شہروں کے درمیان ایک پرانی قبائلی رقابت بنو تمیم اور بنو ہوازن پھر سے جاگ اٹھی۔ یہ جھگڑا دراصل سیاسی نہیں بلکہ عصبیت وانتقام کے زیرِ اثر تھا۔ مختار کی تحریک میں بعض قبائل نے اہلِ بیتؓ کے نام پر مختلف فریقوں کی حمایت کی تھی، جس کا انتقام بعد میں قبیلوی بنیادوں پر لیا گیا۔

(2) ابن سعد کی روایت: امام محمد بن سعد (م 230ھ) اس فتنے کا مختصر مگر جامع ذکر کرتے ہیں: وَتَقَاتَلَتِ الْقَبَائِلُ بِالْكُوفَةِ وَالْبَصْرَةِ فِي هَذِهِ السَّنَةِ، وَقُتِلَ مِنَ النَّاسِ خَلْقٌ كَثِيرٌ (الطبقات الکبریٰ، ج5، ص110، دار صادر، بیروت، 1968ء)۔

ترجمہ: اس سال کوفہ و بصرہ میں قبائل آپس میں لڑ پڑے اور بہت سے لوگ قتل ہو گئے۔

تجزیہ وتوضیح: یہ مختصر مگر گہری عبارت اس وقت کے معاشرتی زوال کی عکاسی کرتی ہے۔ ''قُتِلَ مِنَ النَّاسِ خَلْقٌ كَثِيرٌ'' کے الفاظ اس المیے کی وسعت اور بے رحمی کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ قتال دراصل اس ذہنی انحراف کی علامت تھا جو دینِ اسلام کے اخوت ومساوات کے اصولوں سے دوری کے نتیجے میں پیدا ہوا۔ عراق کے دینی مراکز، جن سے

ایمان وعلم کے سوتے پھوٹتے تھے، عصبیت اور انتقام کی آگ میں جلنے لگے۔

(3) قبیلوی عصبیت کا زہر: اسلام نے جہاں قوم ونسل کی بنیاد پر تفاخر کو باطل قرار دیا، وہیں اس دور کے سیاسی اضطراب نے اسی جاہلی جذبے کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ** (سنن أبی داود، رقم: 5121، دار السلام، ریاض، 1999ء)۔ ترجمہ: وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت (قوم وقبیلہ پرستی) کی دعوت دے۔ لیکن رجب 67ھ کے عراق میں یہی عصبیت ریاستی نظم وامن پر غالب آ گئی۔ جنگ میں نہ صرف جوان بلکہ عورتیں، بچے اور غیر جنگی عوام بھی متاثر ہوئے۔ بلاذری نے اس دور کی عمومی کیفیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: **وَكَانَ أَهْلُ الْبَصْرَةِ وَالْكُوفَةِ قَدْ غَلَبَتْ عَلَيْهِمُ الْعَصَبِيَّةُ، فَتَفَانَوْا فِي الْقَتْلِ وَالِانْتِقَامِ** (أنساب الأشراف، ج 5، ص 102، دار المعارف، قاہرہ، 1996ء)۔ ترجمہ: بصرہ وکوفہ کے لوگوں پر عصبیت غالب آ گئی تھی، چنانچہ وہ قتل وانتقام میں ایک دوسرے کو فنا کرنے لگے۔

(4) ظلم کی نوعیت: عام مسلمانوں کو قبیلوی جھگڑوں کا ایندھن بنایا گیا۔ عورتوں، بچوں اور غیر جنگی شہریوں تک کو نقصان پہنچا۔ مساجد و بازار قتل وخون کے منظر بن گئے۔ سیاسی قیادتیں خاموش تماشائی بن گئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب ''امتِ واحدہ'' کے بجائے ''قبیلہ ومفاد'' کی سیاست نے دین کے اجتماعی شعور کو مسخ کر دیا۔

(5) فتنۂ عصبیت کا فکری تجزیہ: علماء ومحدثین نے ان ادوار کو امت کے لیے عبرت کا سامان قرار دیا۔ امام ابن خلدونؒ نے کہا: **إِذَا فَسَدَتِ الْعَصَبِيَّةُ صَارَتْ**

أَدَاةً لِلتَّغَلُّبِ وَالظُّلْمِ (المقدمۃ، ص207، دارالقلم، بیروت، 1984ء)۔ ترجمہ: جب عصبیت بگڑ جاتی ہے تو وہ ظلم و تسلط کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ یہی حقیقت رجب 67ھ کے عراق میں عملی صورت میں دیکھی گئی، جہاں ہر فریق اپنے قبیلہ کو برتر اور دوسرے کو مغلوب کرنے میں مصروف تھا۔

خلاصہ و نتائج: 1- رجب 67ھ کا واقعہ کوفہ و بصرہ کی تاریخ کا ایک المناک باب ہے، جس میں قبائلی عصبیت نے اسلامی اخوت کو نگل لیا۔ 2- بنو تمیم اور بنو ہوازن کی جنگ نے درجنوں بے گناہ مسلمانوں، عورتوں اور بچوں کو لقمۂ اجل بنایا۔ 3- سیاسی کمزوری اور قیادت کی غفلت نے قبیلوی فتنے کو روکنے کے بجائے بڑھا دیا۔ 4- یہ فتنہ امت کے لیے عبرت ہے کہ جب ایمان کی جگہ قوم و قبیلہ لے لیتا ہے، تو امت اپنی وحدت کھو دیتی ہے۔ 5- اس سانحے میں سب سے زیادہ مظلوم وہ عام مسلمان تھے جن کا نہ سیاست سے تعلق تھا، نہ جنگ سے، مگر وہ انتقام کی آگ میں جل گئے۔

مصادر و مراجع: 1- الطبقات الکبریٰ محمد بن سعد، ج5، ص110، دار صادر، بیروت، 1968ء۔ 2- أنساب الأشراف احمد بن یحییٰ البلاذری، ج5، ص102، دار المعارف، قاہرہ، 1996ء۔ 3- تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج5، ص 544 546، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 4- البدایہ والنہایہ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص291، دار الفکر، بیروت، 1985ء۔ 5- المقدمۃ عبد الرحمٰن بن خلدون، ص207، دار القلم، بیروت، 1984ء۔ 6- سنن أبي داود امام ابو داود السجستانی، حدیث: 5121، دار السلام، ریاض، 1999ء۔

شعبان تا شوال 67ھ حجاز میں زبیری خلافت کا استحکام اور مظلوم دینی قیادت

اسلامی تاریخ کے اس نازک دور میں، سنہ 67ھ میں حجاز ایک اہم سیاسی اور دینی مرکز کے طور پر ابھرا۔ عبداللہ بن زبیرؓ، جو یزید و بنو اُمیہ کے ظلم و جبر سے آزاد، ایک مضبوط دینی اور سیاسی قیادت کے حامل تھے، نے مکہ مکرمہ میں اپنے اقتدار کو مستحکم کیا۔ یہ دور مکہ مکرمہ کے لیے عبادت، عدل، اور انتظامی اصلاحات کا عہد تھا، لیکن ساتھ ہی یہ دور بنو اُمیہ کی جانب سے خفیہ سازشوں اور دشمنانہ اقدامات کے سبب مظلومیت کا بھی تھا۔ ابن زبیرؓ کی قیادت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ حقیقی دینی رہنما وہی ہے جو عبادت، عدل اور معاشرتی اصلاحات کو ترجیح دے، چاہے اس کے راستے میں ظالم طاقتیں ہوں۔

(1) انتظامی اور دینی اصلاحات عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ میں نظام قضا، خطبہ اور بیت المال کو مضبوط کیا تاکہ معاشرت میں عدل قائم ہو اور اہلِ اسلام محفوظ رہیں۔ ابن کثیرؒ (م774ھ) لکھتے ہیں: **وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ عَلَى نُسُكٍ وَعِبَادَةٍ، وَيُقِيمُ الْحُدُودَ وَيَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ** (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص278، دار الفکر، بیروت، 1985ء)۔ ترجمہ: ابن زبیرؓ عبادت و تقویٰ کے حامل تھے، حدود قائم کرتے اور معروف کا حکم دیتے۔ یہ عبارت ان کے دینی و اخلاقی کردار اور سیاسی شجاعت دونوں کا

مکمل مظہر ہے۔ قضا کی عدل وانصاف کی بحالی، خطبہ میں دین کی صحیح تعلیم، اور بیت المال کے نظام کی شفافیت نے مکہ مکرمہ کو ایک مثالی انتظامی مرکز بنایا۔

(2) بنواُمیہ کی سازشیں اور خفیہ حملے ابن زبیرؓ کی حکومت کو خطرہ صرف بیرونی بغاوتوں سے نہیں تھا، بلکہ بنواُمیہ کی جانب سے مکہ پر قبضے کی خفیہ سازشیں بھی جاری تھیں۔ حجاج بن یوسف الثقفی اور دیگر عاملین کے ذریعے زبیری کارکنان پر چھاپے اور حملے کیے گئے۔ ابن الاثیرؒ بیان کرتے ہیں: وَكَانَ أَهْلُ الشَّامِ يُحَاوِلُونَ إِخْضَاعَ مَكَّةَ وَإِزَالَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ مِنَ السُّلْطَةِ بِالْخُفْيَةِ وَالْغِشِّ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص122، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء)۔ ترجمہ: شام کے لوگ مکہ کو اپنے قبضے میں لینے اور ابن زبیرؓ کو حکمرانی سے ہٹانے کے لیے خفیہ اور دھوکے بازانہ کوششیں کررہے تھے۔ یہ سازشیں اور خفیہ حملے ظاہر کرتے ہیں کہ زبیری خلافت دینی قیادت اور عوامی اعتماد کے لحاظ سے مضبوط تھی، لیکن سیاسی طاقتیں اسے نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کررہی تھیں۔

(3) ظلم کی نوعیت: دینی قیادت کے خلاف سیاسی اور خفیہ حملے۔ زبیری کارکنان اور اہلِ مکہ پر خوف و اضطراب قائم کرنا۔ عبادت اور قانونی اصلاحات کو روکنے کی کوششیں۔ اسلامی امت کے لیے حقیقی عدل وتقویٰ کے علمبردار کو نشانہ بنانا۔ یہ تمام عوامل ظاہر کرتے ہیں کہ مظلومیت صرف کوفہ وبصرہ کے اہلِ بیتؓ کے محبین تک محدود نہیں تھی، بلکہ مکہ کے مظلوم علماء اور دینی قیادت کو بھی اسی سال سخت آزمائش

کا سامنا کرنا پڑا۔

(4) دینی قیادت اور تاریخی اہمیت عبداللہ بن زبیرؓ کی قیادت اسلامی تاریخ میں اس لیے اہم ہے کہ انہوں نے دین وشریعت کو معاشرتی نظم وسیاسی معاملات پر فوقیت دی۔عوام میں عدل وتقویٰ کی مثال قائم کی۔بنو اُمیہ کے جبر واستبداد کے باوجود دینی اور اخلاقی اصولوں کو فروغ دیا۔یہ وہ سبق ہے کہ مظلوم دینی قیادت کے لیے ایمان، عدل اور شجاعت سب سے بڑی طاقت ہے، حتیٰ کہ اگر دشمن دنیا کی سب طاقتیں ساتھ ہوں۔

خلاصہ ونتائج: 1-شعبان تا شوال 67ھ میں عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ میں دینی، عدالتی، اور مالی اصلاحات کیں۔2-ان کی قیادت عبادت وتقویٰ، عدل، اور معروف کے قیام کی کامل مثال تھی۔3-بنو اُمیہ کی جانب سے خفیہ حملے اور سیاسی سازشیں زبیری خلافت کی مضبوطی کے باوجود جاری رہیں۔4-یہ دور اسلامی تاریخ کے مظلوم دینی قائدین کے عہد کا مظہر ہے، جو ظلم وجبر کے باوجود حق کی سربلندی کے لیے کھڑے رہے۔5-اس سال کے واقعات یہ سبق دیتے ہیں کہ حقیقی دینی قیادت کے لیے ایمان، عدل، اور صبر سب سے بڑی قوت ہیں۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 278، دار الفکر، بیروت، 1985ء۔2-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری، ج 4، ص 122، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔3-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 5،

ص 549 547، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 4-مروج الذہب علی بن حسین المسعودی، ج 3، ص 142 140، دار البحر، بیروت، 1991ء۔ 5-الطبقات الکبریٰ محمد بن سعد، ج 5، ص 113 112، دار صادر، بیروت، 1968ء۔

ذوالقعدہ 67ھ عبدالملک بن مروان اور عبداللہ بن زبیرؓ کا پہلا خطی محاذ

سنہ 67ھ میں خلافتِ اُمویہ اور زبیری خلافت کے درمیان پہلا براہِ راست سیاسی و خطی محاذ قائم ہوا۔ عبدالملک بن مروان، جو شام میں اپنے اقتدار کو مستحکم کر چکے تھے، نے حجاز میں ابن زبیرؓ کی قیادت کے سامنے اپنے مطالبات پیش کیے۔ یہ دور اسلامی امت کے لیے ایک حساس موقع تھا کیونکہ دو بڑے مراکزِ خلافت شام اور مکہ میں ایک ہی امت کے بٹنے کا آغاز ہوا۔ عبداللہ بن زبیرؓ، جو دینی و اخلاقی اعتبار سے عوام کے لیے ایک معتبر رہنما تھے، نے ظلم و جبر کے باوجود حق و عدل کا موقف اختیار کیا۔

(1) خطوط کے ذریعے بیعت کی دعوت: عبد الملک بن مروان نے ذوالقعدہ 67ھ میں عبداللہ بن زبیرؓ کو خطوط لکھے اور انہیں شام کی خلافت کے لیے بیعت کرنے کی دعوت دی۔ تاریخ الطبریؒ (م310ھ) لکھتے ہیں: **وَكَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ يَدْعُوهُ إِلَى الْبَيْعَةِ، فَأَبَى** (تاریخ الطبری، ج6، ص21، دار التراث، بیروت، 1967ء)۔ ترجمہ: عبدالملک نے ابن زبیرؓ کو بیعت کی دعوت دی مگر انہوں

نے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابن زبیرؓ نے نہ صرف سیاسی بلکہ اخلاقی و دینی موقف پر قائم رہنے کو ترجیح دی، چاہے اس کے نتیجے میں سیاسی کشیدگی پیدا ہو جائے۔

(2) سیاسی و دینی تناظر: ابن زبیرؓ کے انکار کی پاداش میں عبدالملک نے ان کو ''خارجی'' اور ''مفسد'' قرار دیا، اور شام و حجاز میں دو علیحدہ حکومتوں کے قیام کی فضا پیدا کی۔ یہ فیصلہ امت کی وحدت کے لیے خطرہ تھا، لیکن ابن زبیرؓ نے: دینی اصولوں کو مقدم رکھا، عبادت، عدل اور معروف کا معیار قائم کیا، اور عوامی حقوق کی حفاظت کے لیے اپنی زمین پر مستحکم موقف اختیار کیا۔ ابن الاثیرؒ بیان کرتے ہیں: **فَقَسَمَتِ الْأُمَّةُ بَيْنَ شَامٍ وَحِجَازٍ، وَابْنُ الزُّبَيْرِ صَمَدَ عَلَى حَقِّهِ وَالْإِقَامَةِ فِي مَكَّةَ** (الکامل فی التاریخ، ج4، ص130، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء)۔ ترجمہ: امت شام اور حجاز میں بٹ گئی، لیکن ابن زبیرؓ اپنے حق پر قائم رہے اور مکہ میں قیام کیا۔

(3) ظلم کی نوعیت: شام و حجاز میں امت کی تقسیم اور سیاسی کشیدگی۔ انکار کرنے والوں کو خلیفہ کی جانب سے ''مفسد'' اور ''غیر مطیع'' قرار دینا۔ عوامی ذہنوں میں خوف و اضطراب پیدا کرنا۔ حق و عدل کی سربلندی کو سیاسی دباؤ سے کمزور کرنے کی کوشش۔ یہ تمام عوامل اس حقیقت کی عکاسی کرتے ہیں کہ ظلم صرف جبر و قتال میں نہیں، بلکہ سیاسی و نفسیاتی دباؤ میں بھی سامنے آتا ہے۔

(4) تاریخی و اخلاقی اہمیت عبداللہ بن زبیرؓ کی قیادت ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ حقیقی دینی و سیاسی رہنما وہ ہے جو حق و عدل پر ثابت قدم رہے، عوامی بھلائی اور دینی اصولوں کو مقدم رکھے، اور سیاسی دباؤ کے باوجود دینی اخلاقیات کی پاسداری

کرے۔ یہ دور مظلوم دینی قیادت کے تاریخی باب کا حصہ ہے، جو ظلم کے سامنے حق کی سربلندی کی علامت ہے۔

خلاصہ ونتائج: 1-ذوالقعدہ 67ھ میں عبدالملک بن مروان نے خطوط کے ذریعے ابن زبیرؓ کو بیعت کے لیے مجبور کیا، لیکن ابن زبیرؓ نے انکار کیا۔ 2-شام وحجاز میں امت دو علیحدہ حکومتوں میں بٹ گئی۔ 3-انکار کرنے والوں کو ''مفسد'' اور ''غیر مطیع'' قرار دینا سیاسی ظلم کی پہلی علامت تھی۔ 4-ابن زبیرؓ نے دینی واخلاقی اصولوں کو مقدم رکھا اور مکہ میں قیام کیا۔ 5-یہ واقعہ امت کے لیے عبرت ہے کہ حق و عدل پر قائم رہنے کے لیے سیاسی دباؤ کے باوجود ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 21، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری، ج 4، ص 130، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔ 3-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 280 279، دار الفکر، بیروت، 1985ء۔ 4-الطبقات الکبریٰ محمد بن سعد، ج 5، ص 115 114، دار صادر، بیروت، 1968ء۔ 5-مروج الذہب علی بن حسین المسعودی، ج 3، ص 144 143، دار الہجر، بیروت، 1991ء۔

ذوالحجہ 67ھ مصر میں زبیری گورنر کا قتل اور سیاسی مظالم

سنہ 67ھ اسلامی تاریخ کے اس دور کا حصہ ہے جب خلافتِ اُمویہ اور

زبیری خلافت کے درمیان سیاسی کشمکش شدت اختیار کر گئی۔ مصر، جو اس وقت عبداللہ بن زبیرؓ کے زیرِ حکومت تھا، اس کشمکش کے مرکز میں آیا۔ عبدالملک بن مروان کے کارندوں نے مصر میں زبیری وفادار گورنر کو قتل کر کے سیاسی اور عسکری دباؤ کا عملی مظاہرہ کیا۔ یہ واقعہ نہ صرف سیاسی کشیدگی کا ثبوت ہے بلکہ امت کے مظلوم اہلِ علم و قیادت کے لیے عبرت کا پیغام بھی رکھتا ہے۔

(1) قتل کی تاریخی تفصیل: ابن الاثیر (م 606ھ) اس واقعے کو مختصر مگر جامع انداز میں بیان کرتے ہیں: وَقُتِلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَهْدَمٍ الْوَالِي لِابْنِ الزُّبَيْرِ عَلَى مِصْرَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص100، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء)۔ ترجمہ: اسی سال عبداللہ بن زبیرؓ کے گورنر عبدالرحمٰن بن جَہْدَم کو مصر میں قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ مصر کے عوام اور زبیری وفاداروں کے لیے صدمہ اور خوف کا باعث بنا۔ گورنر عبدالرحمٰن بن جَہْدَم، جو عدل و دیانت کے لیے مشہور تھا، کو محض سیاسی موقف کے سبب ہلاک کیا گیا۔

(2) سیاسی و دینی تناظر: عبدالملک بن مروان نے زبیری حکومت کے کسی بھی وفادار کو اپنی طاقت کے لیے خطرہ سمجھا تو اسے قتل کروا دیا۔ مصر کے گورنر کا قتل سیاسی حکمت عملی کا حصہ تھا، تاکہ زبیری اقتدار کو کمزور کیا جا سکے۔ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں: وَقَدْ جَرَى فِي هَذِهِ السَّنَةِ أَنَّهُ قُتِلَ أَهْلُ الزُّبَيْرِ فِي الْمَصْرِ لِيُثْبِتَ عَبْدُ الْمَلِكِ سُلْطَتَهُ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص281، دارالفکر، بیروت، 1985ء)۔ ترجمہ: اس

سال مصر میں زبیری وفاداروں کو قتل کیا گیا تا کہ عبدالملک اپنی سلطنت کو مستحکم کر سکے۔ یہ واقعہ امت کے لیے اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ظلم صرف جنگ کے میدان میں نہیں بلکہ سیاسی منصوبہ بندی اور خفیہ سازشوں کے ذریعے بھی انجام پاتا ہے۔

(3) ظلم کی نوعیت: مصر میں زبیری گورنر کو سیاسی اختلاف کی بنیاد پر قتل کیا گیا۔ زبیری وفاداروں کو خطرہ سمجھ کر ختم کرنے کی منصوبہ بندی کی گئی۔ عوام میں خوف و دہشت اور سیاسی اضطراب پیدا کیا گیا۔ دینی و سیاسی قیادت کے مظلوم افراد کو نشانہ بنا کر طاقت کے ثبوت فراہم کیے گئے۔ یہ تمام عوامل اس بات کی علامت ہیں کہ ظلم کا دائرہ صرف فرد تک محدود نہیں بلکہ امت کے امن و اتحاد کو بھی متاثر کرتا ہے۔

(4) تاریخی اور اخلاقی اہمیت: قتل عبدالرحمٰن بن جَہْدَم ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ حقیقی دینی و سیاسی قیادت کو مظالم کے باوجود عدل و تقویٰ پر قائم رہنا چاہیے۔ یہ واقعہ یہ بھی واضح کرتا ہے کہ مظلوم شخصیات، چاہے وہ گورنر ہوں یا عوامی رہنما، ہمیشہ سیاسی طاقت کے سامنے خطرہ بنی رہتی ہیں، اور ان کی قربانی امت کے لیے عبرت اور درس کی حیثیت رکھتی ہے۔

خلاصہ و نتائج: 1- ذوالحجہ 67ھ میں مصر میں زبیری گورنر عبدالرحمٰن بن جَہْدَم کو قتل کیا گیا۔ 2- قتل محض سیاسی اختلاف اور اقتدار کے لیے انجام پایا۔ 3- بنو اُمیہ نے زبیری وفاداروں کو اپنے اقتدار کے لیے خطرہ سمجھا اور ختم کرنے کی منصوبہ بندی کی۔ 4- عوام میں خوف، اضطراب اور سیاسی تقسیم پیدا ہوئی۔ 5- یہ واقعہ مظلوم دینی و

سیاسی قیادت کی قربانی اور ظلم کے سامنے حق وعدل کے لیے ثابت قدم رہنے کی اہمیت کی علامت ہے۔

مصادر ومراجع: 1-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری، ج 4، ص 100، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔2-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 281، دار الفکر، بیروت، 1985ء۔3-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 36 35، دار التراث، بیروت، 1967ء۔4-الطبقات الکبریٰ محمد بن سعد، ج 5، ص 117 116، دار صادر، بیروت، 1968ء۔5-مروج الذہب علی بن حسین المسعودی، ج 3، ص 146 145، دار البحر، بیروت، 1991ء۔

خلاصہ ونتائج سنہ 67ھ

(سیاسی ظلم، قبائلی انتقام اور مظلوم شخصیات کی صبر وشجاعت)

سنہ 67ھ اسلامی تاریخ کے حوالے سے ایک نازک اور عبرت آموز سال ہے۔ یہ سال امت مسلمہ کے لیے سیاسی اضطراب، قبائلی فتنے، اور دینی قیادت کے مظالم کا عکاس ہے۔ کوفہ و بصرہ میں قبیلوی جنگیں، اہلِ بیتؓ کے چاہنے والوں کی گرفتاری اور تعذیب، مصر میں زبیری گورنر کا قتل، اور حجاز میں زبیری خلافت کے استحکام کی جدوجہد یہ تمام واقعات امت کے سیاسی واخلاقی بحران کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہ دور ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ظلم وجبر اور مظلوموں کا صبر واستقامت ہمیشہ ساتھ

ساتھ چلتے ہیں، اور تاریخی مطالعہ امت کے لیے نصیحت اور عبرت کا ذریعہ بنتا ہے۔

خلاصہ و نتائج: 1- سیاسی ظلم اور قبائلی انتقام کا غلبہ: سنہ 67ھ میں امت مسلمہ کے بیشتر علاقوں میں سیاسی ظلم اور قبیلوی انتقام غالب رہا۔ کوفہ و بصرہ میں قبائل آپس میں لڑتے اور عام مسلمان اس خونریز کشمکش میں مظلوم بن گئے۔ 2- اہلِ بیتؓ کے چاہنے والوں کی مظلومیت: اہلِ بیتؓ کے محبین اور مختار ثقفی کے پیروکار مسلسل تعذیب، قید اور تذلیل کا شکار رہے۔ مصعب بن زبیرؓ کی حکومت کے دوران ان پر سخت نگرانی رہی، اور ان کی محبت دین کے بجائے جرم قرار دی گئی۔ 3- عبداللہ بن زبیرؓ کی عدل و شجاعت حجاز میں عبداللہ بن زبیرؓ نے عدل، تقویٰ اور شجاعت کے ذریعے ظلم کے مقابلے میں دین کی آواز بلند کی۔ ان کی قیادت نے عوام میں امید و حوصلہ پیدا کیا اور دینی اصولوں کی پاسداری کو یقینی بنایا۔ 4- عبدالملک بن مروان کی سیاسی طاقت اور عدل کی کمی: شام میں عبدالملک بن مروان کی اقتدار و طاقت بڑھتی گئی، لیکن اس کے ساتھ عدل و انصاف کی کمی اور سیاسی دباؤ کے ذریعے ظلم کی فضا قائم ہوئی۔ اس کی حکومت نے زبیری وفاداروں کو سیاسی خطرہ سمجھ کر نشانہ بنایا۔ 5- ظلم کے نظام اور مظلوموں کے صبر کا تاریخی مظہر: سنہ 67ھ ایک ایسا تاریخی سال ہے جو ''ظلم کے نظام'' اور ''مظلوموں کے صبر و استقامت'' دونوں کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ واقعہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ظلم وقتی طور پر غالب ہو سکتا ہے، لیکن صبر، عدل اور دینی اصولوں پر ثابت قدمی ہمیشہ قیامت تک انسانی تاریخ میں مثال قائم رکھتی ہے۔

مصادر و مراجع: 1-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری، ج 4، ص 130 95، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔ 2-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج8،ص 281 278، دارالفکر، بیروت، 1985ء۔3-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 6 5،ص 549 544، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 4-أنساب الأشراف احمد بن یحییٰ البلاذری، ج 5،ص 81، دار المعارف، قاہرہ، 1996ء۔ 5-الطبقات الکبریٰ محمد بن سعد، ج 5،ص 117 110، دار صادر، بیروت، 1968ء۔ 6-مروج الذہب علی بن حسین المسعودی، ج 3، ص 146 140، دار البحر ، بیروت، 1991ء۔ 7-سنن أبي داود امام ابو داود السجستانی، حدیث:5121،دارالسلام،ریاض،1999ء۔

اسلامی سنہ 68 ہجری کے اہم واقعات

(فتنوں،مظلوموں اور اقتدار کی کشمکش کا سال)

اسلامی تاریخ کا سنہ 68 ہجری وہ سال ہے جس میں امتِ مسلمہ نے ایک طرف زوالِ عدل اور دوسری طرف صبر و استقامت کی چمک دیکھی۔خلافتِ زبیری اپنی روحانی اور دینی بنیاد پر مکہ مکرمہ میں قائم تھی، جبکہ شام میں عبد الملک بن مروان نے اموی اقتدار کو مضبوط بنانے کے لیے سیاسی و عسکری حربوں کا آغاز کیا۔یہی وہ زمانہ ہے جب حجاج بن یوسف جیسی شخصیتیں منظرِ عام پر آئیں، اور اہلِ بیتِ نبوتؐ،

تابعینِ کرامؒ اور اہلِ علم وتقویٰ کے لیے ظلم وجبر کے نئے ادوار شروع ہوئے۔ یہ سال اس معنی میں عبرت کا آئینہ ہے کہ اس میں دین کے خادمین مظلوم قرار پائے، اور اقتدار کے متلاشی خود کو دین کے محافظ ظاہر کرتے رہے۔

(1) محرم 68ھ عبداللہ بن زبیرؓ کی اصلاحی پالیسیوں کا تسلسل: محرم 68ھ میں مکہ مکرمہ کے خطبات اور بیت المال کے نظم میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دینی بنیادوں کو مزید مستحکم کیا۔ انہوں نے بیت المال کے مصارف کو عدل وتقویٰ کے اصول پر منظّم کیا، اور اہلِ مدینہ واہلِ مکہ کو مساوی حقوق دیے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ عَلَى نُسُكٍ وَعِبَادَةٍ، وَيُقِيمُ الْحُدُودَ وَيَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص278، دارالفکر، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: ابن زبیرؓ عبادت وتقویٰ کے حامل تھے، حدود قائم کرتے اور نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرتے تھے۔ **تشریح:** عبداللہ بن زبیرؓ کا طرزِ حکومت دراصل خلافتِ راشدہ کے اصولوں کا تسلسل تھا۔ ان کی عدل پر مبنی پالیسیوں نے اہلِ حجاز میں اعتماد کی فضا قائم رکھی، حالانکہ شام سے بنوامیہ کی سیاسی سازشیں مسلسل جاری تھیں۔

(2) ربیع الاول 68ھ عراق میں مختار ثقفی کے باقی ماندہ اثرات: اگرچہ مختار ثقفی 67ھ میں قتل ہو چکا تھا، مگر اس کے حامیوں کی باقیات اب بھی کوفہ میں سرگرم تھیں۔ عبدالملک بن مروان کے عاملین نے "محبینِ اہلِ بیتؓ" پر سختیاں بڑھا دیں۔ ابن الاثیر بیان کرتے ہیں: وَبَقِيَتْ بَقَايَا أَصْحَابِ الْمُخْتَارِ بِالْكُوفَةِ،

فَتَتَبَّعَهُمُ الْوُلَاةُ وَقَتَلُوا مِنْهُمْ جَمَاعَةً كَثِيرَةً (الکامل فی التاریخ، ج4، ص102، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)۔ ترجمہ: کوفہ میں مختار کے اصحاب کے باقی ماندہ لوگ موجود تھے، جنہیں حکومتی کارندوں نے تلاش کر کے بڑی تعداد میں قتل کیا۔ **تجزیہ:** یہی وہ وقت تھا جب اہلِ بیتؑ کی محبت ''سیاسی جرم'' بن چکی تھی۔ تابعین و اہلِ تقویٰ جیسے سعید بن جبیرؒ، کمیت بن زید اور دیگر پر ''بغاوت'' کے شبہے لگائے گئے، حالانکہ ان کا مقصد صرف مظلوموں کی دادرسی تھا۔

(3) جمادی الاولیٰ 68ھ عبد الملک بن مروان کی فوجی توسیع: اسی سال عبد الملک بن مروان نے شام میں اپنی فوجی طاقت کو منظّم کرنے کے لیے نئے جرنیلوں کی تقرری کی، جن میں حجاج بن یوسف نمایاں تھا۔ الذہبی لکھتے ہیں: وَفِي هَذِهِ السَّنَةِ زَادَ عَبْدُ الْمَلِكِ فِي جُنُودِهِ، وَاسْتَعْمَلَ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ عَلَى الطَّاعَةِ (العبر فی خبر من غبر، ج1، ص87، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1409ھ)۔ ترجمہ: اسی سال عبد الملک بن مروان نے اپنی افواج میں اضافہ کیا، اور حجاج بن یوسف کو اطاعت و نظم کے کاموں پر مامور کیا۔ **تجزیہ:** یہی تقرری بعد میں امت کے لیے ظلم و جبر کا آغاز ثابت ہوئی۔ حجاج نے ''سیاسی استحکام'' کے نام پر خوف، قتل اور قید کی بنیاد پر حکومت کو چلایا، جس نے اسلامی معاشرت پر گہرے زخم چھوڑے۔

(4) رجب 68ھ مصر میں زبیری گورنر کا قتل اور اموی پیش قدمی: مصر جو حضرت ابن زبیرؓ کے زیرِ اقتدار تھا، وہاں عبد الرحمٰن بن جہدم گورنر کے منصب پر فائز

تھے۔اسی سال عبد الملک کے کارندوں نے انہیں سیاسی سازش کے تحت قتل کر دیا۔ ابن الاثیر رقم طراز ہیں: وَقُتِلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَهْدَمٍ الْوَالِي لِابْنِ الزُّبَيْرِ عَلَى مِصْرَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ (الکامل فی التاریخ، ج4،ص100، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)۔ترجمہ: اسی سال عبد اللہ بن زبیرؓ کے گورنر عبد الرحمٰن بن جہدم مصر میں قتل کر دیے گئے۔**تشریح:** یہ واقعہ بنو اُمیہ کی جانب سے زبیری خلافت کو کمزور کرنے کی باقاعدہ مہم کا آغاز تھا۔مصر جیسے کلیدی خطے میں یہ قتل اس بات کی علامت تھا کہ سیاسی اقتدار کے لیے مذہبی وفاداریوں کی پرواہ نہیں کی جا رہی تھی۔

(5) ذوالقعدہ 68ھ عبد الملک اور ابن زبیرؓ کے درمیان خطی کشمکش: اسی سال عبد الملک بن مروان نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو خطوط کے ذریعے بیعت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی، مگر حضرت ابن زبیرؓ نے اسے غاصبانہ دعوت کہہ کر مسترد کر دیا۔الطبری روایت کرتے ہیں: وَكَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ يَدْعُوهُ إِلَى الْبَيْعَةِ، فَأَبَى وَاشْتَدَّ فِي أَمْرِهِ (تاریخ الطبری، ج6،ص28، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ترجمہ: عبد الملک نے ابن زبیرؓ کو بیعت کی دعوت دی، مگر انہوں نے انکار کیا اور اپنے موقف پر مضبوطی سے قائم رہے۔**تشریح:** یہ مکاتبت دراصل دو نظریات کی جنگ تھی ایک طرف دینی و اخلاقی خلافت، اور دوسری طرف سیاسی و عسکری ملوکیت۔ ابن زبیرؓ نے وہ کردار ادا کیا جو صداقتِ ایمانی اور استقامتِ دینی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

(6) ذوالحجہ 68ھ حجاز و شام میں خوف و فتنہ کا غلبہ: حج کے موسم میں اہلِ حجاز

کو اس بات کا خدشہ تھا کہ شام کی فوجیں مکہ پر حملہ کریں گی۔لہٰذا حج کا ماحول خوف و احتیاط سے بھرپور تھا، اور عام لوگ سیاسی گفتگو سے گریز کرتے تھے۔بلاذری نقل کرتے ہیں:وَكَانَ النَّاسُ يَتَحَفَّظُونَ فِي الْمَوْسِمِ، وَيَتَخَوَّفُونَ بَطْشَ أَهْلِ الشَّامِ (أنساب الأشراف، ج 5،ص 90، دار المعارف، قاہرہ، 1996ء)۔ترجمہ: لوگ حج کے موسم میں بہت محتاط رہتے اور اہلِ شام کے ظلم سے خوف زدہ رہتے تھے۔**تجزیہ:** یہ کیفیت اس بات کی علامت تھی کہ حرمین جیسے مقدس خطے بھی سیاسی فتنوں سے محفوظ نہ رہے۔مگر اس ظلمت میں اہلِ ایمان کے صبر وتوکل نے دین کی شمع روشن رکھی۔

خلاصہ ونتائج: 1-68ھ کا سال امت کے سیاسی انتشار، ظلم وانتقام اور خوف وجبر کا آئینہ دار ہے۔2-اہلِ بیتؓ اور محبینِ زبیرین پر ظلم کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ 3-عبداللہ بن زبیرؓ کا کردار عدل، شجاعت اور صبر کا مظہر بن کر ابھرا۔4-عبدالملک بن مروان نے اپنی سیاسی چالوں کے ذریعے اموی اقتدار کو مضبوط کیا مگر دینی اخلاقیات کمزور ہوئیں۔5-یہ سال تاریخِ اسلام میں ظلم کے نظام اور مظلوموں کے صبر دونوں کا ایک نادر امتزاج ہے۔

مصادر ومراجع: 1-ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج 8،ص 278، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔2-ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4،ص 102 100، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔3-الذہبی، العبر فی خبر من غبر، ج 1،ص 87، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1409ھ۔4-الطبری، تاریخ الطبری، ج 6،ص 28، دار

التراث، بیروت، 1387ھ۔ 5-البلاذری، أنساب الأشراف، ج 5، ص 90، دار المعارف، قاہرہ، 1996ء۔

محرم 68ھ عبدُ الملک بن مروان کا شام میں اقتدار کا استحکام

اسلامی سنہ 68 ہجری خلافتِ اسلامیہ کے سیاسی ارتعاش اور اقتداری انتشار کا ایک نہایت فیصلہ کن مرحلہ تھا۔ یہ وہ دور ہے جب بنواُمیہ کی حکومت یزید اور مروان بن حکم کے بعد شدید بحران سے دوچار تھی، اور عبدُ الملک بن مروان نے اس متزلزل سلطنت کو ازسرِ نو منظّم کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ مدینہ و مکہ میں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی خلافت کا پرچم بلند تھا، عراق میں مختار ثقفی کی باقیات موجود تھیں، اور اہلِ شام میں سیاسی بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ چنانچہ عبدُ الملک نے اپنی حکمتِ عملی کے تحت سب سے پہلے شام کے عسکری و انتظامی ڈھانچے کو مضبوط کرنے کی مہم شروع کی۔ یہی وہ سال ہے جس میں عبدُ الملک نے اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے نہ صرف فوجی طاقت کو ازسرِ نو منظّم کیا بلکہ سیاسی و دینی مخالفین کے خلاف سخت کارروائیوں کا آغاز بھی کیا۔

عبدُ الملک کا فوجی و سیاسی استحکام امام محمد بن جریر طبریؒ (م 310ھ): اس زمانے کے حالات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فَجَمَعَ عَبْدُ الْمَلِكِ الْجُنُودَ، وَرَتَّبَ الْقَادَةَ، وَبَدَأَ فِي تَثْبِيتِ الْمُلْكِ، وَقَتْلِ مَنْ خَالَفَهُ (تاریخ الطبری، ج 6، ص 30، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: ''عبدُ الملک نے لشکروں کو جمع

کیا، فوجی سردار مقرر کیے، اپنی بادشاہت کو مضبوط کرنے اور مخالفین کو قتل کرنے کا سلسلہ شروع کیا''۔ یہ اقتباس اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ عبدُ الملک کی ابتدائی پالیسی کا محور اقتدار کی مضبوطی اور سیاسی مخالفین کا قلع قمع تھا۔ وہ اپنی سلطنت کو ''مُلک'' یعنی موروثی بادشاہت کی شکل میں مستحکم کرنے کے درپے تھا، اور اس کے لیے طاقت و جبر کا سہارا لینے میں کوئی تردد نہ کیا۔

ظلم و جبر کی نوعیت: محرم 68ھ میں عبدُ الملک نے سیاسی استحکام کے نام پر مخالفین کے خلاف ایسی پالیسی اپنائی جس میں ''اختلافِ رائے'' کو ''بغاوت'' شمار کیا گیا۔ اہلِ علم، اہلِ زہد، اور ان اصحابِ فضل وتقویٰ کو جنہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کی تائید کی، ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ امام ابن کثیرؒ (م774ھ) اس دور کی سختیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: كَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ شَدِيدًا فِي أَمْرِهِ، يَقْتُلُ مَنْ خَالَفَهُ، وَيُعَاقِبُ مَنْ ظَهَرَ عَلَيْهِ مَيْلٌ لِابْنِ الزُّبَيْرِ (البدایۃ والنہایۃ، ج9، ص60، دارالفکر، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: ''عبدُ الملک اپنے معاملے میں سخت گیر تھا، جو اس کی مخالفت کرتا اسے قتل کرتا، اور جس میں ابنِ زبیرؓ کی طرف میلان ظاہر ہوتا، اسے سخت سزا دیتا''۔ یہ روایت ظاہر کرتی ہے کہ 68ھ کا سال شام اور اس کے اطراف میں ظلم وقہر کے بڑھتے ہوئے دائرے کا آغاز تھا۔ عبدُ الملک کی پالیسی میں رعایت اور نصیحت کی جگہ عسکری قوت اور عبرتناک سزاؤں نے لے لی تھی۔ اہلِ دین واہلِ علم پر مظالم اموی اقتدار کے استحکام کی اس مہم میں خاص طور پر وہ اہلِ علم نشانہ بنے جو

خلافتِ عبد اللہ بن زبیرؓ کے مؤید تھے۔ علامہ ابنِ اثیرؒ (م 630ھ) رقم طراز ہیں: ''وَكَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ يُتَّبِعُ أَهْلَ الْعِلْمِ وَالدِّينِ الَّذِينَ نَصَرُوا ابْنَ الزُّبَيْرِ، فَيُعَاقِبُهُمْ وَيَسْتَصْفِي أَمْوَالَهُمْ'' (الکامل فی التاریخ، ج4، ص212، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)۔ ترجمہ: ''عبدُ الملک ان اہلِ علم و دین کے پیچھے پڑ گیا جو ابنِ زبیرؓ کے مددگار تھے؛ وہ ان کو سزا دیتا اور ان کے اموال ضبط کر لیتا تھا''۔ یہ مظالم دراصل سیاسی استحکام کے نام پر دینی قیادت کے خلاف ظلم کی ایک شکل تھے، جنہوں نے بعد کے ادوار میں خلافتِ بنو اُمیہ پر اخلاقی اعتماد کو کمزور کیا۔

تاریخی و فکری تجزیہ: عبدُ الملک بن مروان کے اس دور کو مؤرخین نے ''نظامِ سلطنت کی تنظیمِ نو'' کا عنوان دیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس تنظیمِ نو میں دینی و اخلاقی اقدار کو نظر انداز کر کے عسکری قوت اور سیاسی چالاکی کو بنیاد بنایا گیا۔ عبدُ الملک فقہ و علم میں اپنی جوانی کے زمانے میں بلند مقام رکھتا تھا، مگر اقتدار کے حصول کے بعد اس کا مزاج سخت گیر اور سیاسی ہو گیا۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: كَانَ فِي أَوَّلِ أَمْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ، ثُمَّ شُغِلَ بِالْمُلْكِ، فَغَلَبَ عَلَيْهِ السِّيَاسَةُ وَالشِّدَّةُ (سیر أعلام النبلاء، ج4، ص293، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1405ھ)۔ ترجمہ: ''عبدُ الملک ابتدا میں اہلِ علم و فقہ میں سے تھا، پھر جب بادشاہی میں مشغول ہوا تو اس پر سیاست اور سختی غالب آ گئی''۔ یہ تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ عبدُ الملک کے دور میں علم و عدل کے بجائے سیاست و جبر کی فضا غالب ہوئی، اور اسی کی بنیاد پر بعد کے بنو اُمیہ خلفاء نے اپنا اقتداری نظام استوار کیا۔

خلاصہ ونتائج: 1-اسلامی سال 68ھ میں عبدُ الملک بن مروان نے شام میں اپنے اقتدار کو عسکری وانتظامی لحاظ سے مضبوط کیا۔2-اقتدار کے تحفظ کے نام پر اس نے مخالفین خصوصاً اہلِ علم واہلِ دین پر ظلم وستم کی پالیسی اپنائی۔3-اختلافِ رائے کو ''بغاوت'' قرار دے کر دینی طبقات کو سزا دی گئی۔4-عبدُ الملک کے دور کا آغاز دراصل بنواُمیہ کے ''سیاسی غلبے'' اور ''روحانی زوال'' کا نقطۂ آغاز بنا۔5-مؤرخین نے اسے ''تنظیمِ سلطنت'' کہا، مگر حقیقت میں یہ ''تشدیدِ اقتدار'' کا باب تھا۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج6، ص30، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔2-البدایۃ والنہایۃ اسماعیل بن عمر ابنِ کثیر الدمشقی، ج9، ص60، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔3-الکامل فی التاریخ علی بن محمد ابنِ اثیر الجزری، ج4، ص212، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔4-سیر أعلام النبلاء محمد بن احمد الذہبی، ج4، ص293، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1405ھ۔

صفر 68ھ مصعب بن زبیرؓ کی حکومت کا بصرہ میں استحکام

اسلامی سنہ 68ھ کا مہینہ صفر المظفر بنو زبیر کی خلافت اور بصرہ کی سیاسی و عسکری تاریخ کا نہایت اہم باب ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مکہ مکرمہ سے خلافتِ اسلامیہ کا نظام چلا رہے تھے، اور ان کے بھائی حضرت مصعب بن زبیرؓ کو بصرہ، کوفہ اور عراق کے اطراف کا والی وسپہ سالار مقرر کیا گیا تھا۔ مصعب بن

زبیرؓ نے مختار ثقفی کے خاتمے کے بعد بصرہ میں امن و عدل کی فضا قائم کی، انتظامی بدعنوانیوں کا سد باب کیا، اور علمی و دینی فضا کو ازسرِ نو بحال کیا۔ مگر افسوس کہ ان کے عدل و تدبّر کے باوجود اموی جاسوسوں اور درباری سازشوں نے ان کی حکومت کے خلاف منفی پروپیگنڈہ شروع کیا۔ یہ پروپیگنڈہ رفتہ رفتہ سیاسی کشمکش میں بدل گیا، اور بنو اُمیہ نے مصعب بن زبیرؓ کے حامی قبائل و رفقاء پر ظلم و جبر کے پہاڑ توڑ دیے۔

مصعب بن زبیرؓ کی عدل و حکمت پر مبنی حکومت حضرت مصعب بن زبیرؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ کے صاحبزادے اور ام المؤمنین حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے فرزند تھے۔ شجاعت، وقار، حلم اور تدیّن میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے کردار کی گواہی صرف اہلِ حجاز ہی نہیں بلکہ عراق کے اہلِ علم و فضل بھی دیتے تھے۔ ان کی حکومت کا آغاز بصرہ میں 67ھ کے آخر میں ہوا، اور صفر 68ھ میں انہوں نے انتظامی طور پر شہر و اطراف میں عدل، امان، اور بیت المال کی تطہیر کو عملی صورت دی۔ امام ابن الاثیرؒ (م630ھ) ان کے اوصاف و کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَكَانَ مُصْعَبٌ مِنْ خِيَارِ قُرَيْشٍ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَسْلَمْ مِنْ كَيْدِ بَنِي أُمَيَّةَ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص 110، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)۔ ترجمہ: ''مصعب بن زبیرؓ قریش کے بہترین افراد میں سے تھے، مگر بنو اُمیہ کی سازشوں سے محفوظ نہ رہ سکے''۔ یہ روایت نہ صرف مصعبؓ کی ذاتی عظمت کا ثبوت ہے بلکہ یہ اس حقیقت کی بھی غماز ہے کہ ان کی مخالفت کسی دینی یا اخلاقی بنیاد پر نہیں بلکہ خالص سیاسی رقابت کے تحت کی گئی۔ بصرہ میں عدل و

امن کی فضا امام طبریؒ نے بصرہ کے حالاتِ صفر 68ھ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب مصعب بن زبیرؓ نے مختار ثقفی کے اثرات ختم کیے تو شہر میں عدل وامن بحال ہوگیا۔ فَلَمَّا دَخَلَ مُصْعَبٌ الْبَصْرَةَ، أَمِنَ النَّاسُ، وَرَجَعَتِ الْأُمُورُ إِلَى نِظَامِهَا، وَأَمَرَ بِإِقَامَةِ الْحُدُودِ، وَرَدِّ الْمَظَالِمِ (تاریخ الطبری، ج6،ص72،دارالتراث، بیروت،1387ھ)۔ترجمہ:''جب مصعب بن زبیرؓ بصرہ میں داخل ہوئے تو لوگوں کو امان نصیب ہوئی، معاملات دوبارہ منظّم ہوگئے، انہوں نے حدودِ شرعیہ کے قیام اور مظالم کی واپسی کا حکم دیا''۔ یہ عبارت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ مصعبؓ کی حکومت عدل واصلاح پر مبنی تھی۔ وہ کسی قبیلہ یا طبقے کی بنیاد پر امتیاز کے قائل نہ تھے بلکہ ان کا مقصد انتظامی و اخلاقی اصلاح تھا۔اموی سازشیں اور پروپیگنڈہ جب بصرہ میں مصعب بن زبیرؓ کی حکومت مستحکم ہونے لگی تو شام میں عبدالملک بن مروان کے دربار کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ عراق وحجاز کی زبیری خلافت طاقت پکڑ رہی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے عاملین اور خفیہ اہلکاروں کے ذریعے بصرہ میں بدگمانی پھیلانے کی مہم شروع کی۔علامہ ابن کثیرؒ اس فتنہ انگیزی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَبَدَأَ عُمَّالُ عَبْدِ الْمَلِكِ يُرْسِلُونَ الرُّسُلَ إِلَى الْبَصْرَةِ، يُثِيرُونَ الشُّبُهَاتِ فِي أَهْلِهَا، وَيُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْقَبَائِلِ (البدایۃ والنہایۃ، ج9،ص70،دارالفکر، بیروت،1407ھ)۔ترجمہ: ''عبدالملک کے کارندے بصرہ میں پیغامبر بھیجنے لگے جو اس کے باشندوں میں شبہات پیدا کرتے اور قبائل کے درمیان تفرقہ ڈالتے تھے''۔ یہ سازشیں رفتہ رفتہ بصرہ کے

امن کو متزلزل کرنے لگیں۔ عبد الملک کی حکومت نے اپنے مخالفین کے خلاف پروپیگنڈے کو ''سیاسی مصلحت'' کا نام دیا، مگر حقیقت میں یہ دینی قیادت کے خلاف ایک منظّم مہم تھی۔

ظلم و جبر کی نوعیت: مصعب بن زبیرؓ اور ان کے حامی قبائل پر ظلم کی شدت بڑھ گئی۔ بصرہ میں زبیری حکومت کے وفاداروں کو قید و بند کی صعوبتیں دی گئیں، ان پر مالی جرمانے لگائے گئے، اور بعض قبائل کے سرداروں کو سرِ عام تذلیل کا نشانہ بنایا گیا۔ امام ابن سعدؒ کے مطابق: فَضَرَبَ عُمَّالُ الشَّامِ عَلَى أَنْصَارِ مُصْعَبٍ الْغَرَامَاتِ، وَأَدْخَلُوا كَثِيرًا مِنْهُمْ فِي السُّجُونِ (الطبقات الکبری، ج5، ص185، دار صادر، بیروت، 1968ء)۔ ترجمہ: ''شام کے عاملوں نے مصعب کے مددگاروں پر جرمانے عائد کیے، اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو قید خانوں میں ڈال دیا''۔ یہ ظلم دراصل اس بات کی علامت تھا کہ بنو اُمیہ زبیری تحریک کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے کسی اخلاقی حد کے پابند نہیں رہے تھے۔

تاریخی و فکری تجزیہ: مصعب بن زبیرؓ کی شخصیت تاریخِ اسلام میں عدل، حلم اور وفاداری کی مثال ہے۔ انہوں نے اپنی تمام تر وفاداری اپنے بھائی اور خلیفۂ وقت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے لیے وقف کر دی، مگر اقتدار کی اس جنگ میں انہیں ان کے اخلاقی کردار کے باوجود دشمنی و افترا کا نشانہ بنایا گیا۔ مصعبؓ نے کبھی اقتدار کے لیے دین کو استعمال نہ کیا، بلکہ ان کی سیاست شریعت کے تابع تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے

بعد بھی اہلِ عراق ان کا ذکر ''الوالی العادل'' کے لقب سے کرتے تھے۔

خلاصہ ونتائج: 1-صفر 68ھ میں بصرہ میں مصعب بن زبیرؓ کی حکومت نے امن، عدل اور دینی اصلاحات کو فروغ دیا۔ 2-اموی حکومت کو ان کی مضبوطی سے خطرہ لاحق ہوا، چنانچہ سیاسی وخفیہ سازشوں کے ذریعے انہیں کمزور کرنے کی کوشش کی گئی۔ 3-ان کے حامی قبائل پر مالی جرمانے اور تعذیب کا سلسلہ جاری رہا۔ 4-مصعبؓ کی حکومت دینی عدل وتدبّر کی نمائندہ تھی، مگر بنواُمیہ کے پروپیگنڈے اور ظلم نے اسے غیر مؤثر بنانے کی کوشش کی۔ 5-تاریخِ اسلام میں مصعب بن زبیرؓ ان رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے اقتدار کے مقابلے میں دین وعزت کو ترجیح دی۔

مصادر ومراجع: 1-الکامل فی التاریخ علی بن محمد ابن الاثیر الجزری، ج4، ص 110، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 2-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج6، ص72، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3-البدایۃ والنہایۃ اسماعیل بن عمر ابنِ کثیر الدمشقی، ج9، ص70، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 4-الطبقات الکبری محمد بن سعد البغدادی، ج5، ص185، دار صادر، بیروت، 1968ء۔

ربیع الاول 68ھ عراق میں ''اہلِ توابین'' کی تحریک کا خاتمہ

اسلامی سنہ 68ھ کا مہینہ ربیع الاول عراق کی تاریخ میں رنج والم، ندامت و انتقام کا حامل ہے۔ یہ وہ دور تھا جب ''اہلِ توابین'' کی تحریک اپنے آخری سانس لے

رہی تھی۔ ''اہلِ توابین'' ان مخلص شیعانِ علیؓ کا وہ گروہ تھا جو واقعۂ کربلا (61ھ) میں حضرت امام حسینؓ کی نصرت سے محروم رہنے پر سخت نادم ہوا، اور اس ندامت کے کفارے کے طور پر اپنی جانوں کو راہِ حق میں قربان کرنے کا عزم کیا۔ اس جماعت کی قیادت سلیمان بن صُرد خزاعی کے ہاتھ میں تھی، جو حضرت علیؓ کے جلیل القدر صحابی اور اہلِ زہد و ورع میں شمار ہوتے تھے۔ مگر جب سلیمان بن صرد خزاعی اور ان کے ساتھی ''عین الوردۃ'' (شمالی عراق) کے مقام پر عبید اللہ بن زیاد کے لشکر سے برسرِ پیکار ہوئے تو سخت معرکہ کے بعد بیشتر توابین شہید ہو گئے، اور جو بچ گئے وہ پناہ گزیں اور منتشر ہو گئے۔ ربیع الاول 68ھ میں ابنِ زیاد کے کارندوں نے ان منتشر و زخمی توابین کا پیچھا کر کے انہیں قتل کر دیا، اور یوں ایک خالص توبہ و اخلاص کی تحریک کو ''بغاوت'' کا نام دے کر ختم کر دیا گیا۔

اہلِ توابین کی تحریک پس منظر و مقصد: ''اہلِ توابین'' کا ظہور دراصل کربلا کے بعد عراق کے دینی و اخلاقی ضمیر کی بیداری تھی۔ کوفہ کے ہزاروں افراد نے امام حسینؓ کو خطوط لکھ کر بلایا تھا، مگر بعد میں ظلم و جبر کے باعث ان کی مدد نہ کر سکے۔ جب حضرت حسینؓ کی شہادت ہوئی تو ان کے مخلصین پر ندامت و شرمندگی چھا گئی۔ انہوں نے جمع ہو کر اعلان کیا: تُبْنَا إِلَى اللَّهِ مِمَّا فَرَّطْنَا فِي نُصْرَةِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، وَاللَّهِ لَا نَرْضَى حَتَّى نُقْتَلَ فِي طَلَبِ دَمِهِ (تاریخ الطبری، ج6، ص52، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: ''ہم اللہ سے توبہ کرتے ہیں کہ ہم نے حسین بن علیؓ کی مدد میں

کوتاہی کی، اللہ کی قسم! ہم اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک ان کے خون کے بدلے میں اپنی جانیں قربان نہ کر دیں''۔ یہ اعلان دراصل ایک اجتماعی ندامت کا مظہر تھا، جو سیاسی نہیں بلکہ روحانی و اخلاقی جذبے سے لبریز تھی۔ مگر یہی خلوص بعد میں ظلم و تشدد کا نشانہ بنا۔

ربیع الاول 68ھ تحریک کا خاتمہ: جب سلیمان بن صرد خزاعی معرکہ ''عین الوردۃ'' میں شہید ہوئے (ربیع الآخر 67ھ)، تو اہلِ توابین کا نظم ٹوٹ گیا۔ ان کے بعد بعض مخلص ساتھیوں نے تحریک کو زندہ رکھنے کی کوشش کی، مگر 68ھ میں جب عبیداللہ بن زیاد نے دوبارہ عراق پر اپنی گرفت مضبوط کی، تو اس نے اہلِ توابین کے تمام باقی ماندہ افراد کو تلاش کرنے اور ختم کرنے کا حکم دیا۔ امام ابنِ کثیرؒ (م 774ھ) رقم طراز ہیں: **وَتَتَبَّعَ ابْنُ زِيَادٍ بَقَايَا التَّوَّابِينَ فَقَتَلَ كَثِيرًا مِنْهُمْ** (البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 282، دار الفکر، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: ''ابنِ زیاد نے اہلِ توابین کے باقی لوگوں کا پیچھا کیا اور ان میں سے بہتوں کو قتل کر دیا''۔ یہ جملہ اس دردناک حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ ایک گروہ جو ندامت اور توبہ کے خلوص سے اُٹھا تھا، اسے ''بغاوت'' کے الزام میں مٹا دیا گیا۔

ظلم کی نوعیت اور حکومتی ردِعمل: عبیداللہ بن زیاد، جو پہلے کربلا کے سانحہ میں ملوث رہ چکا تھا، دوبارہ عراق کا گورنر بننے کے بعد اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے کسی دینی احساس یا اخلاقی توبہ کو برداشت نہ کر سکا۔ چنانچہ اس نے اہلِ توابین کے خلاف

سختی کی انتہا کر دی: توبہ وندامت کے جذبے کو ''سیاسی بغاوت'' قرار دیا گیا۔ اہلِ بیتؓ کے چاہنے والوں کو دشمنِ حکومت کہا گیا۔ کوفہ میں اہلِ دین وزہد کو تعذیب وقید میں رکھا گیا۔ امام ابنِ اثیرؒ اس جبر کی شدت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَقَتَلَ عُمَّالُ ابْنِ زِيَادٍ كُلَّ مَنْ وُجِدَ لَهُ مَيْلٌ إِلَى الْحُسَيْنِ وَالتَّوَّابِينَ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص120، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)۔ ترجمہ: ''ابنِ زیاد کے عاملوں نے ہر اُس شخص کو قتل کیا جس میں حسینؓ اور توابین کی طرف میلان پایا گیا''۔ یہ ظلم دراصل اس بات کا ثبوت ہے کہ بنو اُمیہ کے دور میں ''محبتِ اہلِ بیتؓ'' کو سیاسی جرم قرار دے دیا گیا تھا، اور اس محبت کے اظہار پر سزائیں عام تھیں۔ تحریکِ توابین کا فکری واخلاقی پہلو ''اہلِ توابین'' کی تحریک تاریخِ اسلام میں روحانی بیداری اور اجتماعی توبہ کی ایک نادر مثال ہے۔ یہ گروہ اقتدار کے لیے نہیں اُٹھا تھا بلکہ ندامت واخلاص کے ساتھ اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنے نکلا تھا۔ ان کی قیادت سلیمان بن صرد جیسے صاحبِ فضل صحابی کے ہاتھ میں تھی، جو دنیاوی اغراض سے پاک اور آخرت کے امیدوار تھے۔ امام ذہبیؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ مِنْ أَكَابِرِ الصَّحَابَةِ، وَقَدْ كَانَ يَحْمِلُ الْهَمَّ لِتَقْصِيرِ أَهْلِ الْكُوفَةِ فِي نُصْرَةِ الْحُسَيْنِ (سیر أعلام النبلاء، ج4، ص331، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1405ھ)۔ ترجمہ: ''سلیمان بن صرد اکابر صحابہ میں سے تھے، اور وہ اہلِ کوفہ کی جانب سے حسینؓ کی مدد میں کوتاہی پر دل میں شدید غم رکھتے تھے''۔ اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تحریک کسی فتنہ انگیزانہ یا انتقامی سیاست کا مظہر نہیں

بلکہ ایمانی غیرت اور ضمیر کی جاگرتی کی علامت تھی۔

تاریخی وفکری تجزیہ: ربیع الاول 68ھ کا واقعہ اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ ظلم واقتدار کے مقابلے میں ''ندامت وتوبہ'' بھی حکومتِ وقت کے لیے خطرہ سمجھی گئی۔ اہلِ توابین کا خاتمہ دراصل اس دور کی سیاسی سخت گیری اور دینی بے حسی کا آئینہ دار ہے۔ یہ واقعہ اس بات کی بھی یاددہانی ہے کہ جب ریاستی نظام عدل وتقویٰ سے خالی ہوجائے تو حتیٰ کہ توبہ کرنے والے بھی ''باغی'' قرار پاتے ہیں۔

خلاصہ ونتائج: 1-ربیع الاول 68ھ میں اہلِ توابین کی باقی ماندہ جماعت کو عبید اللہ بن زیاد نے قتل کردیا۔ 2-ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ حسینؓ کی نصرت نہ کرنے پر نادم تھے اور توبہ کرچکے تھے۔ 3-بنواُمیہ کے عاملین نے ''محبتِ اہلِ بیتؓ'' کو سیاسی جرم بنادیا۔ 4-اہلِ توابین کی تحریک اسلامی ضمیر کی بیداری اور توبہ واصلاح کی اعلیٰ مثال ہے۔ 5-ان کا خاتمہ دراصل ظلم وسیاست کی جیت اور اخلاص وندامت کی قربانی تھی۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ اسماعیل بن عمر ابنِ کثیر الدمشقی، ج 8، ص 282، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 52، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3-الکامل فی التاریخ علی بن محمد ابنِ اثیر الجزری، ج 4، ص 120، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 4-سیر أعلام النبلاء محمد بن احمد الذہبی، ج 4، ص 331، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1405ھ۔

ربیع الثانی 68ھ مکہ مکرمہ میں حرم شریف کی تعمیرِ نو

اسلامی سنہ 68 ہجری کا ربیع الثانی دراصل تاریخِ مکہ مکرمہ کا ایک عظیم اور مبارک باب ہے۔اس مہینے میں سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے حرمِ مکہ کی ازسرِ نو تعمیر کی وہ کعبۂ معظّمہ جو سنہ 64ھ میں واقعۂ حرّہ اور منجنیقوں کے حملے میں منہدم ہو گیا تھا۔یہ تعمیر محض ایک عمارت کی مرمت نہیں بلکہ ''احیائے حرمتِ بیت اللہ'' کی عظیم ترین دینی خدمت تھی۔مگر افسوس کہ شام کے سیاسی دربار نے اس روحانی عمل کو ''بغاوت'' اور ''سیاسی مظاہرہ'' قرار دے کر اس مقدس کارنامے کی توہین کی۔

تاریخی پس منظر: سنہ 64ھ میں جب یزید بن معاویہ کی فوجوں نے مدینہ و مکہ پر حملہ کیا تو بیت اللہ شریف کو بھی منجنیقوں سے نشانہ بنایا گیا۔اس واقعے سے کعبہ کے کچھ حصے گر گئے، اور اس کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں۔یزید کی وفات کے بعد مکہ پر عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت قائم ہوئی، اور انہوں نے ربیع الثانی 68ھ میں اس مقدس گھر کی تعمیرِ نو کا آغاز کیا۔امام محمد بن جریر طبری (م 310ھ) رقم طراز ہیں: **فَبَنَى ابْنُ الزُّبَيْرِ الْكَعْبَةَ عَلَى مَا أَحَبَّ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُبْنَى عَلَيْهِ** (تاریخ الطبری، ج 6، ص 35، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ترجمہ: ابن زبیرؓ نے کعبہ کو اس بنیاد پر دوبارہ تعمیر کیا، جس بنیاد پر رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعمیر کو پسند فرمایا تھا۔یہی بات امام ابن کثیر (م 774ھ) نے بھی تصریح کے ساتھ ذکر کی ہے: **فَأَعَادَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِنَاءَ الْكَعْبَةِ**

عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ، وَجَعَلَ لَهَا بَابَيْنِ يُدْخَلُ مِنْ أَحَدِهِمَا وَيُخْرَجُ مِنَ الْآخَرِ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص293، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ)۔ ترجمہ: ابن زبیرؓ نے کعبہ کو ابراہیمؑ کی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کیا، اور اس کے لیے دو دروازے رکھے: ایک سے داخل ہوا جائے اور دوسرے سے نکلا جائے۔ یہ وہی نقشہ تھا جو رسول اللہ ﷺ نے ازراہِ وحی پسند فرمایا تھا لیکن قریش کے حالات کی بنا پر اپنے زمانے میں اسے مکمل نہ کر سکے تھے۔

تعمیرِ کعبہ: عبادت یا سیاست؟ عبداللہ بن زبیرؓ کا یہ عمل محض تعمیر نہیں بلکہ ایک روحانی احیاء تھا۔ انہوں نے امت کو بتایا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں سنتِ نبوی ﷺ کی تکمیل مقصود ہے، نہ کہ کوئی سیاسی نمائشی اقدام۔ مگر شام کے سیاسی حلقے، خصوصاً عبدالملک بن مروان، نے اس مقدس عمل کو اپنی حکومت کے لیے خطرہ سمجھا چنانچہ درباری مؤرخین نے اس تعمیر کو ''سیاسی خودنمائی'' سے تعبیر کیا، اور عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ امام ذہبی (م748ھ) فرماتے ہیں: وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَقْصِدُ بِذَلِكَ تَعْظِيمَ الْحَرَمِ وَإِظْهَارَ السُّنَّةِ، لَكِنَّ بَنِي أُمَيَّةَ رَمَوْهُ بِالسِّيَاسَةِ (سیر أعلام النبلاء، ج3، ص365، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1413ھ)۔ ترجمہ: ابن زبیرؓ اس تعمیر سے حرمتِ حرم کی تعظیم اور سنتِ نبوی کے اظہار کا قصد رکھتے تھے، لیکن بنو اُمیہ نے ان پر سیاست کا الزام لگا دیا۔ ظلم والزامات کی نوعیت یہ المیہ ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب عبداللہ بن زبیرؓ بیت اللہ کی خدمت میں مصروف تھے، شام کے دربار میں انہیں باغی، متشدد اور اقتدار کے خواہاں کے طور پر پیش کیا گیا۔ یہ الزامات دراصل

اس روحانی شخصیت کے خلاف سیاسی تشہیر کا ایک حصہ تھے۔ چنانچہ: 1-ان کے مخالفین نے حرم کی تعمیر کو ''اقتدار کی علامت'' قرار دیا۔ 2-ان کے کارندوں اور معماروں پر جاسوسی کے الزامات لگائے گئے۔ 3-عبدالملک بن مروان نے بعد میں جب مکہ پر قبضہ کیا تو کعبہ کی نئی تعمیر گرا کر دوبارہ پرانی شکل میں بنوائی۔ امام ابن حجر عسقلانی (م852ھ) نے لکھا: ''فَلَمَّا قُتِلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ بِإِعَادَتِهَا عَلَى بِنَاءِ قُرَيْشٍ'' (فتح الباری، ج3، ص468، دارالمعرفۃ، بیروت، 1379ھ)۔ ترجمہ: جب ابن زبیرؓ شہید کر دیے گئے تو عبدالملک بن مروان نے حکم دیا کہ کعبہ کو قریش کی سابقہ بنیادوں پر واپس تعمیر کیا جائے۔ یہ اقدام دراصل ابن زبیرؓ کی روحانی خدمت کے مٹانے کی علامت تھا تاکہ تاریخ میں یہ واقعہ ''سیاسی بغاوت'' کے طور پر محفوظ رہے، نہ کہ ''احیائے سنت'' کے طور پر۔

خلاصہ و نتائج: 1-ربیع الثانی 68ھ میں سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے کعبۂ معظّمہ کی تعمیرِ نو کی جو سنتِ نبوی ﷺ کے عین مطابق تھی۔ 2-یہ خدمت سنتِ ابراہیمی اور نبوی کی تکمیل تھی، نہ کہ کوئی سیاسی اقدام۔ 3-اموی دربار نے اس روحانی عمل کو ''سیاسی مظاہرہ'' قرار دے کر ابن زبیرؓ کے خلاف الزام تراشی کی۔ 4-بعدازاں عبدالملک بن مروان نے ابن زبیرؓ کی اس نئی تعمیر کو منہدم کر کے دوبارہ قریشی طرز پر تعمیر کرایا جو ایک تاریخی ناانصافی تھی۔ 5-عبداللہ بن زبیرؓ اسلام کی اُن مظلوم شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے حق و حرمت کے تحفظ میں اپنی جان تک قربان کر دی۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 35، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 293، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ۔ 3-سیر أعلام النبلاء شمس الدین الذہبی، ج 3، ص 365، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1413ھ۔ 4-فتح الباری بشرح صحیح البخاری ابن حجر عسقلانی، ج 3، ص 468، دار المعرفۃ، بیروت، 1379ھ۔ 5-الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج 4، ص 115، دار صادر، بیروت، 1385ھ۔

جمادی الاولیٰ 68ھ کوفہ میں ابن زیاد کے خلاف خفیہ بغاوت

اسلامی سنہ 68 ہجری کے جمادی الاولیٰ کا مہینہ عراق کی تاریخ میں ایک خاموش مگر دردناک جدوجہد کا گواہ ہے۔ کربلا کے سانحے کو چند برس گزر چکے تھے، مگر کوفہ کے مخلص اور دین دار لوگ خصوصاً تابعین اور اہلِ علم اب بھی ابن زیاد کے ظلم و استبداد سے نالاں تھے۔ عبداللہ بن زیاد (جو کربلا کے سانحے میں یزید کا گورنر تھا) اب عبدالملک بن مروان کے ماتحت عراق کا حاکم بن چکا تھا۔ وہ کوفہ میں اہلِ بیتِ نبویؐ کے محبین، تابعین، اور دین کے علماء پر کڑی نگرانی رکھتا تھا۔ چنانچہ اسی سال جمادی الاولیٰ 68ھ میں اہلِ کوفہ کے چند صالحین نے اس کے خلاف خفیہ طور پر اصلاحی مشورے کیے، مگر عبدالملک کے جاسوسوں نے سب کچھ معلوم کر کے انہیں گرفتار کر لیا۔ پس منظر کوفہ کی فضا 68ھ میں شدید خوف و جبر سے بھری ہوئی تھی۔ اہلِ توابین کی

شکست (ربیع الاول 68ھ) کے بعد ابن زیاد کوفہ میں اپنی گرفت مضبوط کر چکا تھا۔ اب وہ ہر اُس شخص کو ''اہلِ زبیری'' یا ''اہلِ علوی'' کہہ کر سزا دیتا جو ظلم کے خلاف آواز اٹھاتا۔ مشہور مورخ احمد بن یحییٰ البلاذری (م 279ھ) نے اس واقعے کو نہایت وضاحت سے نقل کیا ہے: وَقُبِضَ عَلَى نَفَرٍ مِنَ الْكُوفَةِ يَتَشَاوَرُونَ فِي قِتَالِ ابْنِ زِيَادٍ، فَسُجِنُوا وَضُرِبُوا (أنساب الأشراف، ج5، ص90، دار الفکر، بیروت، 1996ء)۔ ترجمہ: کوفہ کے چند لوگ جو ابن زیاد کے خلاف جنگ کے بارے میں مشورہ کر رہے تھے، گرفتار کر کے قید کر دیے گئے اور انہیں سخت مارا پیٹا گیا۔ یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ کوفہ میں ظلم کے خلاف گفتگو تک جرم سمجھا جاتا تھا۔ ابن زیاد نے نہ صرف انہیں گرفتار کیا بلکہ ان پر تشدد کر کے باقی اہلِ کوفہ کے لیے ''عبرت'' بنانا چاہا۔ اہلِ کوفہ کی مظلومیت کوفہ ہمیشہ اہلِ بیتؓ، تابعین، اور اہلِ علم کا مرکز رہا۔ یہ وہی شہر تھا جہاں حضرت علیؓ نے خلافت کے ایام گزارے اور جہاں سے علومِ قرآن و حدیث کے ہزاروں چراغ روشن ہوئے۔ مگر 68ھ میں یہی کوفہ سیاسی جاسوسی، خوف اور ظلم کا شکار ہو گیا۔ ابن کثیر فرماتے ہیں: وَأَخَذَ ابْنُ زِيَادٍ يَتَتَبَّعُ كُلَّ مَنْ يُتَّهَمُ بِحُبِّ أَهْلِ الْبَيْتِ أَوْ بِالنَّقْدِ عَلَى بَنِي أُمَيَّةَ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص286، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ)۔ ترجمہ: ابن زیاد نے ان سب کو تلاش کرنا شروع کیا جن پر اہلِ بیتؓ کی محبت یا بنو اُمیہ پر تنقید کا شبہ ہوتا۔ یہی وہ فضا تھی جس میں دین دار لوگوں کا مشورہ بھی جرم بن گیا۔ کوفہ میں دین و سیاست کا ذکر گویا ''بغاوت'' کے مترادف سمجھا جاتا تھا، اور اس

خوفناک طرزِ حکومت نے اہلِ علم کے دلوں پر زخم چھوڑے۔

ظلم کی نوعیت: 1-اختلافِ رائے کو جرم قرار دینا: جنہوں نے ظلم و جبر کے خلاف سوچا، انہیں بغاوت کا مجرم سمجھا گیا۔2-اہلِ علم پر تشدد: تابعین اور فقہاء جنہوں نے اصلاح کی بات کی، ان پر کوڑے برسائے گئے۔3-سیاسی الزامات: عبدالملک بن مروان کے ایجنٹوں نے ''زبیری حمایت'' کے بہانے اہلِ دین کو قید کر کے عبرت کا نشان بنایا۔امام ذہبی نے اپنے جامع اسلوب میں فرمایا: **وَفِي تِلْكَ الْأَيَّامِ ضَعُفَ الْعِلْمُ بِالْكُوفَةِ، وَخَافَ أَهْلُهُ مِنْ ذِكْرِ الْحَقِّ** (تاریخ الإسلام، ج5،ص412، دارالغرب الإسلامی، بیروت، 1407ھ)۔ترجمہ: ان دنوں کوفہ میں علم کمزور ہو گیا، اور اہلِ کوفہ حق بات کہنے سے ڈرنے لگے۔

اہلِ علم کی استقامت: اگرچہ جبر و تشدد عام تھا، لیکن کوفہ کے علما نے باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا۔تابعین میں سے سعید بن جبیرؒ، عامر شعبیؒ، اور طاؤس بن کیسانؒ جیسے اہلِ حق نے ان حالات میں بھی علم و دیانت کی شمع جلائے رکھی۔یہی وہ باطنی قوت تھی جس نے آنے والے ادوار میں فقہِ کوفہ اور مدرس امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کی بنیاد رکھی۔

خلاصہ و نتائج: 1-جمادی الاولیٰ 68ھ میں کوفہ کے چند اہلِ علم و تابعین نے ظلم کے خلاف خفیہ طور پر اصلاحی مشورے کیے۔2-ابن زیاد نے انہیں بغاوت کا مرتکب قرار دے کر گرفتار، قید، اور تشدد کا نشانہ بنایا۔3-یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ اس دور میں اختلافِ رائے کو جرم اور حق گوئی کو بغاوت سمجھا جاتا تھا۔4-اہلِ علم نے صبر و ثبات کا

مظاہرہ کیا اور دین کی عزت کو زندہ رکھا۔ 5-ان مظلوم اہلِ کوفہ نے تاریخ میں ظلم کے خلاف علمی مزاحمت کی بنیاد رکھی جو اہلِ حق کے لیے قیامت تک مشعلِ راہ ہے۔

مصادر و مراجع: 1-أنساب الأشراف احمد بن یحییٰ البلاذری، ج5، ص90، دار الفکر، بیروت، 1996ء۔ 2-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص286، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ۔ 3-تاریخ الإسلام شمس الدین الذہبی، ج5، ص412، دار الغرب الإسلامی، بیروت، 1407ھ۔ 4-الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج4، ص120، دار صادر، بیروت، 1385ھ۔ 5-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج6، ص40، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔

رجب 68ھ مدینہ منورہ میں اہلِ بیتؓ پر نظر بندی

اسلامی تاریخ کے سنہ 68ھ کا رجب المکرّم مدینہ طیبہ کی خاموش فضا میں ایک گہری اداسی اور خوف کا موسم بن کر آیا۔ یہ وہ وقت تھا جب عبدالملک بن مروان نے شام میں اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے بعد مدینہ منورہ پر بھی سیاسی گرفت سخت کر دی۔ اس کے حکم سے اہلِ بیتِ نبویؐ بالخصوص حضرت علیؓ کی اولاد کو نہ صرف نگرانی میں رکھا گیا بلکہ سفر سے بھی روکا گیا۔ یہ اقدام محض سیاسی نہیں، بلکہ تاریخِ اسلام میں اہلِ بیتؓ کی مظلومیت اور صبر کا ایک نیا باب تھا۔

پس منظر یزید بن معاویہ کی وفات: (64ھ) اور اس کے بعد مروان بن حکم

کے مختصر اقتدار کے دوران مدینہ منورہ ایک آزاد فضا میں سانس لے رہا تھا۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے زیرِ سایہ اہلِ بیتؓ کو وقتی طور پر سکون حاصل تھا، مگر جب عبدالملک بن مروان نے 65ھ میں اقتدار سنبھالا اور 68ھ میں اپنی حکومت کو مستحکم کیا تو سب سے پہلے اُس نے اہلِ بیتؓ کے اثر ونفوذ کو محدود کرنے کی کوشش کی۔ امام ابن الأثیر الجزری (م630ھ) اس ضمن میں لکھتے ہیں: وَأَمَرَ عَبْدُ الْمَلِكِ عَامِلَهُ عَلَى الْمَدِينَةِ بِمُرَاقَبَةِ أَوْلَادِ عَلِيٍّ، وَمَنْعِهِمْ مِنَ السَّفَرِ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص115، دار صادر، بیروت، 1385ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک نے اپنے گورنر کو حکم دیا کہ علیؓ کی اولاد پر نظر رکھے اور انہیں سفر کرنے سے روکے۔ یہ عبارت اس بات پر واضح دلالت کرتی ہے کہ اہلِ بیتؓ کو محض نسبتِ علیؓ کی بنا پر حکومتی نگرانی کا نشانہ بنایا گیا۔ گویا مدینہ منورہ جو علم و محبتِ رسول ﷺ کا مرکز تھا اب ایک سیاسی نگرانی کی بستی بن چکا تھا۔

اہلِ بیتؓ کی مظلومیت: اور صبر حضرت علیؓ کی اولاد میں اس وقت مدینہ میں حضرت حسن بن حسنؓ، حضرت زید بن علیؓ، اور دیگر ساداتِ علویہ موجود تھے۔ یہ سب اپنے علم، زہد، اور تقویٰ میں مشہور تھے، مگر ان پر صرف اس نسبت کی بنیاد پر پابندیاں لگائی گئیں کہ کہیں وہ عبداللہ بن زبیرؓ یا دیگر مخالفین کے ساتھ رابطہ نہ کر لیں۔ امام طبری نے اس واقعے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا: وَخَافَ عَبْدُ الْمَلِكِ مِنْ أَنْ تَجْتَمِعَ عَلَيْهِ أَوْلَادُ عَلِيٍّ وَمَنْ يُحِبُّهُمْ، فَضَيَّقَ عَلَيْهِمْ فِي الْمَدِينَةِ (تاریخ الطبری، ج6، ص48، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک کو اندیشہ تھا کہ علیؓ کی

اولاد اور ان کے محبّ اس کے خلاف جمع نہ ہو جائیں، اس لیے اس نے ان پر مدینہ میں سختی کی۔ یہ اقدام نہ کسی شورش کے جواب میں تھا، نہ کسی سیاسی بغاوت کے ردِّعمل میں بلکہ محض خوفِ نفوذِ اہلِ بیتؓ کی بنا پر تھا۔ مدینہ کی خاموش فضا مدینہ طیبہ، جو کبھی علم و عبادت کا مرکز تھا، اب خاموشی اور خوف سے بھر گیا۔ اہلِ علم بات کرنے سے گھبراتے، اہلِ بیتؓ اپنے گھروں تک محدود کر دیے گئے، اور عام لوگ نامِ علیؓ لینے سے بھی احتیاط کرنے لگے۔ امام ابن کثیر نے اس دور کی فضا یوں بیان کی ہے: **فَصَارَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَتَخَوَّفُونَ مِنَ الذِّكْرِ فِي مَحَبَّةِ أَهْلِ الْبَيْتِ، وَتَغَيَّرَ جَوُّ الْحَرَمِ** (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص298، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ)۔ ترجمہ: مدینہ کے لوگ اہلِ بیتؓ کی محبت کا ذکر کرنے سے بھی ڈرنے لگے، اور حرمِ مدینہ کا ماحول بدل گیا۔ یہ وہ مدینہ تھا جہاں کبھی رسول اللہ ﷺ کی محبت ہر دل میں موجزن تھی، اب وہاں سیاسی خوف اور درباری نگرانی کا سایہ تھا۔

ظلم کی نوعیت: 1- اہلِ بیتؓ کی نقل و حرکت پر پابندی: انہیں شہر سے باہر جانے یا کسی سے رابطہ کرنے کی اجازت نہ تھی۔ 2- درباری جاسوسی: حارث بن عبداللہ، جو عبدالملک کا عامل تھا، نے اہلِ بیتؓ کے گھروں تک خبر رساں مقرر کیے۔ 3- علمی و دینی مجالس پر روک: مدینہ میں دینی نشستوں کو سیاسی خطرہ سمجھا جانے لگا۔ 4- اہلِ محبت پر خوف کی فضا: جو کوئی اہلِ بیتؓ کی محبت کا اظہار کرتا، اسے شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا۔ اہلِ بیتؓ کا وقار اور صبر اہلِ بیتِ نبویؓ نے اس مشکل وقت میں

صبر، عزیمت، اور بردباری کا اعلیٰ مظاہرہ کیا۔انہوں نے شورش یا انتقام کے بجائے علم، زہد اور عبادت کے ذریعے حق کا پیغام جاری رکھا۔یہی وہ صبر وسکون کا دور تھا جس نے بعد میں امام زین العابدینؒ اور امام باقرؒ جیسے اہلِ علم کو تربیت دی جو ظلم کے مقابلے میں علمی استقامت کی علامت بنے۔امام ذہبی فرماتے ہیں: وَكَانَ أَبْنَاءُ عَلِيٍّ فِي تِلْكَ الأَيَّامِ أَهْلَ زُهْدٍ وَعِلْمٍ، يَصْبِرُونَ عَلَى الْبَلاَءِ وَلاَ يَخْرُجُونَ (سیر أعلام النبلاء، ج4، ص12، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1413ھ)۔ترجمہ: علیؓ کی اولاد ان دنوں زہد و علم کی اہل تھی، وہ بلا پر صبر کرتی اور خروج (بغاوت) نہیں کرتی تھی۔

خلاصہ ونتائج: 1-رجب 68ھ میں عبدالملک بن مروان نے اہلِ بیتِ نبویؐ پر مدینہ میں سخت نگرانی کا حکم دیا۔2-اہلِ بیتؓ کو سفر سے روکا گیا، اور ان کی مجالسِ علم و ذکر پر پابندیاں لگائی گئیں۔3-یہ اقدام کسی سیاسی بغاوت کے ردعمل میں نہیں بلکہ خوفِ نفوذِ اہلِ بیتؓ کے باعث کیا گیا۔4-مدینہ میں خوف وخاموشی کی فضا قائم ہوگئی، مگر اہلِ بیتؓ نے صبر واستقامت سے حق کا چراغ جلائے رکھا۔5-یہ واقعہ اہلِ بیتؓ کی روحانی بلندی، صبرِ جمیل، اور ظلم کے مقابلے میں وقارِ ایمانی کی روشن مثال ہے۔

مصادر ومراجع: 1-الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج4، ص115، دار صادر، بیروت، 1385ھ۔2-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج6، ص48، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔3-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص298، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ۔4-سیر أعلام النبلاء شمس الدین

الذہبی، ج4، ص12، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1413ھ۔5-تاریخ الإسلام شمس الدین الذہبی، ج5، ص425، دار الغرب الإسلامی، بیروت، 1407ھ۔

ذوالحجہ 68ھ عبدالملک بن مروان کی فوجی فتوحات وسیاسی

اسلامی سنہ 68ھ کا ذوالحجہ دراصل عبدالملک بن مروان کے اقتدار کے مستحکم ہونے اور شام کے سیاسی افق پر اس کی طاقت کے مرکز بننے کا نقطۂ عروج ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب کئی برسوں کی خانہ جنگی، داخلی بغاوتوں اور فتنوں کے بعد اموی سلطنت ازسرِ نو مجتمع ہونے لگی۔ عبدالملک نے شام، اردن اور فلسطین کے علاقوں کو اپنے قبضے میں لے کر اقتدار کے استقرار کا اعلان کیا۔ مگر اس ''استقرار'' کے پس منظر میں سیاسی قتل، جلاوطنی، اور مخالفین کے قلع قمع کی ایک المناک تاریخ پوشیدہ تھی۔ پس منظر اموی خلافت کی بنیاد حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے دور (41ھ) میں رکھی گئی۔

یزید کے انتقال (64ھ) کے بعد سلطنت انتشار کا شکار ہوگئی: مدینہ و مکہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت قائم تھی، جبکہ شام میں اموی حکومت بکھر چکی تھی۔ 68ھ تک عبدالملک بن مروان نے مرحلہ وار اپنے مخالفین مختار ثقفی کے باقی اثرات، زبیری گورنروں، اور مقامی سرداروں کو زیر کر کے سیاسی مرکزیت دوبارہ قائم کر لی۔ امام شمس الدین الذہبی (م748ھ) اس مرحلے کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: فِي هَذِهِ السَّنَةِ غَلَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ عَلَى الشَّامِ كُلِّهَا، وَاسْتَقَرَّ لَهُ الْمُلْكُ (العبر فی

خبر من غبر، ج 1، ص 90، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1405ھ)۔ترجمہ: اسی سال عبد الملک نے پورے شام پر غلبہ حاصل کرلیا، اور اس کی بادشاہت مستحکم ہوگئی۔ یہ مختصر مگر جامع جملہ اموی طاقت کی نئی تنظیم کی نمائندگی کرتا ہے، جو عبد الملک کے زیرِ سایہ ایک منظّم سلطنت کی صورت میں ابھر رہی تھی۔شام وفلسطین کی سیاسی صفائی عبد الملک نے سب سے پہلے شام، اردن اور فلسطین کے علاقوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ یہ علاقے پہلے عبداللہ بن زبیرؓ کے گورنروں کے زیرِ انتظام تھے، مگر اموی فوج نے ایک منظّم مہم کے ذریعے ان پر قبضہ کرلیا۔امام الطبری (م310ھ) لکھتے ہیں: وَسَارَ عَبْدُ الْمَلِكِ فِي جُنُودِهِ حَتَّى مَلَكَ أَرْضَ الشَّامِ، وَضَمَّ إِلَيْهِ جُنُودَ كَلْبٍ وَغَسَّانَ (تاریخ الطبری، ج6، ص54، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ترجمہ: عبد الملک اپنی فوجوں کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ اس نے شام کے علاقے فتح کر لیے، اور قبیلہ کلب وغسان کے لشکروں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ اتحاد دراصل قبائلی سیاست کا مظہر تھا؛ اموی حکمرانوں نے بنو کلب اور غسان جیسے شام کے پرانے حلیف قبائل کو دوبارہ ساتھ ملا کر عرب قبائل میں توازنِ طاقت قائم کیا۔مخالفین کی سرکوبی اور جلاوطنی عبد الملک نے اپنی سلطنت کے استقرار کے لیے صرف فوجی کارروائی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سیاسی مخالفین کے خاندانوں کو بھی نشانہ بنایا۔ جو سردار عبداللہ بن زبیرؓ کے حامی تھے، ان کے اہل و عیال کو شام یا حجاز سے جلاوطن کیا گیا۔ابن الأثیر الجزری (م630ھ) لکھتے ہیں: وَأَجْلَى عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ الشَّامِ مَنْ كَانَ يُوَالِي ابْنَ الزُّبَيْرِ، وَتَعَقَّبَ

أَهْلَهُمْ بِالْعُقُوبَةِ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص118، دار صادر، بیروت، 1385ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک نے شام سے ان لوگوں کو نکال دیا جو ابن زبیرؓ کے حامی تھے، اور ان کے اہلِ خانہ کو بھی سزا دی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ''استقرارِ ملک'' کے معنی ظلم و انتقام کے ساتھ جڑے نظر آتے ہیں۔ عبدالملک کے نزدیک اقتدار کی بقا، مخالفین کی فنا کے بغیر ممکن نہ تھی۔

سیاستِ جبر کا آغاز: شام میں سیاسی کنٹرول کے بعد عبدالملک نے اداری نظم وضبط قائم کرنے کے بہانے جبر کا نیا سلسلہ شروع کیا۔ فوجی و فاداری کو دین و سیاست کا پیمانہ بنایا گیا، اور مخالفین کو ''مفسد'' یا ''خارجی'' قرار دے کر ختم کیا گیا۔ امام ابن کثیر (م774ھ) اس دور کے حالات یوں بیان کرتے ہیں: وَشَدَّدَ عَبْدُ الْمَلِكِ عَلَى مَنْ خَالَفَهُ، وَاسْتَعْمَلَ السَّيْفَ فِي إِقَامَةِ مُلْكِه (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص301، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک نے اپنے مخالفین پر سختی کی، اور اپنی حکومت کے قیام کے لیے تلوار کا استعمال کیا۔ یہ اقتدار کا وہ مرحلہ تھا جہاں عدل کی جگہ جبر نے اور اختلاف کی جگہ خوف نے لے لی۔

دینی و اخلاقی تجزیہ: اسلامی تاریخ میں ''استقرارِ سلطنت'' کبھی خود مقصد نہیں رہا، بلکہ عدل و شریعت کا نفاذ اس کا حقیقی مقصد تھا۔ عبدالملک بن مروان کی فتوحات اگرچہ نظمِ ریاست کے لحاظ سے کامیابی تھیں، مگر اخلاقی و انسانی اعتبار سے ان کے نتائج تکلیف دہ رہے۔ علمائے امت نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے کہ اقتدار کی بقا ظلم کے ذریعے نہیں ہو سکتی۔ امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا: إِنَّ اللهَ يُقِيمُ الدَّوْلَةَ العَادِلَةَ وَإِنْ

كَانَتْ كَافِرَةً، وَلاَ يُقِيمُ الظَّالِمَةَ وَإِنْ كَانَتْ مُسْلِمَةً (مجموع الفتاویٰ، ج28، ص 63، دار الوفاء، مدینہ منورہ، 1426ھ)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ عادل حکومت کو قائم رکھتا ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، لیکن ظالم حکومت کو قائم نہیں رکھتا خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ یہ قول دراصل ہر دور کے حکمرانوں کے لیے تنبیہ اور نصیحت ہے کہ طاقت کا دوام عدل سے وابستہ ہے، ظلم سے نہیں۔

خلاصہ ونتائج: 1- ذوالحجہ 68ھ میں عبد الملک بن مروان نے شام، اردن اور فلسطین کے علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کو مستحکم کیا۔ 2- بنو کلب وغسان جیسے قبائل کو ساتھ ملا کر اس نے فوجی و قبائلی اتحاد قائم کیا۔ 3- مخالفین خصوصاً زبیری حامیوں کو قتل، قید اور جلاوطنی کی سزائیں دی گئیں۔ 4- عبد الملک کا ''استقرار'' عدل کے بجائے سیاسی جبر اور عسکری خوف پر مبنی تھا۔ 5- اس دور میں ظلم کا دائرہ عوام تک پھیل گیا، اور سیاستِ اسلام میں طاقت کے نام پر ظلم کی روایت جڑ پکڑنے لگی۔

مصادر ومراجع: 1- العبر فی خبر من غبر شمس الدین الذہبی، ج1، ص90، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1405ھ۔ 2- تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج6، ص54، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3- الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج4، ص118، دار صادر، بیروت، 1385ھ۔ 4- البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص301، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ۔ 5- مجموع الفتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، ج28، ص63، دار الوفاء، مدینہ منورہ، 1426ھ۔

اسلامی سنہ 69ھ کے اہم واقعات

اسلامی سنہ 69ھ تاریخِ اسلام کا نہایت نازک اور عبرت آموز دور ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ایک طرف عبد اللہ بن زبیرؓ کی خلافتِ برحق اپنے عروج پر تھی، تو دوسری طرف عبد الملک بن مروان نے ظلم و جبر، عسکری تدابیر، اور سیاسی چالوں کے ذریعے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ یہ سال مظلوموں کے لیے صبر واستقامت کا، اور ظالموں کے لیے سیاسی غلبے کا سال ثابت ہوا۔ اہلِ بیتؓ، زبیریین اور ان کے حمایتیوں پر ظلم وستم کا سلسلہ جاری رہا، مگر اہلِ ایمان کے قلوب ایمان ویقین سے لبریز رہے۔

(1) سنہ 69ھ کا سیاسی و تاریخی پس منظر: مورخین کے مطابق 69ھ (689 688ء) وہ سال ہے جب اموی خلافت، عبد الملک بن مروان کے ہاتھوں داخلی طور پر مستحکم ہونے لگی۔ امام الذہبیؒ لکھتے ہیں: فِي هَذِهِ السَّنَةِ ثَبَتَتْ قَدَمُ عَبْدِ الْمَلِكِ وَتَمَكَّنَ فِي الشَّامِ، وَأَصْلَحَ أُمُورَهُ وَجَمَعَ أَهْلَ الْبَيْعَةِ (سیر أعلام النبلاء، للذہبی، ج 4، ص 262، دار الرسالۃ، بیروت، 1985ء)۔ ترجمہ: اسی سال عبد الملک کی حکومت شام میں مضبوط ہوئی، اس نے اپنے نظم ونسق کو درست کیا، اور بیعت کرنے والوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ تشریح: یہ اقتباس اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ عبد الملک نے داخلی طور پر اپنے اقتدار کو مضبوط کر کے زبیری خلافت کے مقابلے میں طاقت حاصل کی۔

اسی بنیاد پر اس نے اہلِ بیتؓ اور زبیرین کے حمایتیوں کے خلاف سخت اقدامات کیے۔

(2) عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافتِ برحق اور مظلومیت: عبداللہ بن زبیرؓ نے 64ھ سے مکہ مکرمہ میں خلافت کا اعلان کیا اور 73ھ تک ڈٹے رہے۔ 69ھ میں ان کی خلافت کو اہلِ حجاز، یمن، عراق اور خراسان کے اکابر علماء کی حمایت حاصل تھی۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قَدْ بَايَعَ لَهُ أَهْلُ الْحِجَازِ وَالْيَمَنِ وَالْعِرَاقِ وَخُرَاسَانُ، وَقَدْ عَظُمَ أَمْرُهُ (البدایۃ والنہایۃ، لابن کثیر، ج8، ص274، دارالفکر، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: ابن زبیرؓ کے لیے اہلِ حجاز، یمن، عراق اور خراسان کے لوگوں نے بیعت کی، اور ان کا اقتدار عظیم ہو گیا۔

تحقیقی وضاحت: عبداللہ بن زبیرؓ نے عدل و تقویٰ پر مبنی حکومت قائم کی تھی، مگر امویوں نے انہیں زبردستی مٹانے کی کوشش کی۔ ان کی خلافت کو اہلِ حق نے تسلیم کیا، جبکہ اہلِ ظلم نے اپنی سیاسی بقا کے لیے ان کے خلاف فتنہ و جبر کی راہیں اختیار کیں۔

(3) اہلِ بیتؓ اور زبیرین کے حمایتیوں پر ظلم: عبدالملک بن مروان کے دور میں اہلِ بیتؓ اور زبیرین کے حامیوں پر مسلسل مظالم ڈھائے گئے۔ ابن الأثیرؒ بیان کرتے ہیں: فَبَعَثَ عَبْدُ الْمَلِكِ بَعْضَ عُمَّالِهِ فِي الْعِرَاقِ فَقَتَلَ مِنْ أَنْصَارِ ابْنِ الزُّبَيْرِ وَآلِ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ مَنْ قَتَلَ (الکامل فی التاریخ، لابن الأثیر، ج4، ص211، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1997ء)۔ ترجمہ: عبدالملک نے اپنے عاملوں کو عراق بھیجا، جنہوں نے ابن زبیرؓ اور رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیتؓ کے انصار میں سے بہتوں کو قتل کیا۔

تحقیقی تشریح: یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ اموی حکومت نے نہ صرف سیاسی مخالفین بلکہ اہلِ بیتؓ کے حامیوں کو بھی ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ یہ دور ''اہلِ حق کی مظلومیت'' اور ''اہلِ جبر کی طاقت'' کے درمیان کشمکش کا زمانہ تھا۔

(4) عراق وشام میں فتنہ وانتشار: 69ھ میں عراق اور شام کے درمیان کشمکش عروج پر تھی۔ اموی افواج نے عراق پر قبضہ مضبوط کرنے کی کوشش کی، مگر زبیریین کے وفادار قبائل نے مزاحمت کی۔ الطبریؒ نے اس فتنے کی تفصیل بیان کی: **فِي هَذِهِ السَّنَةِ كَانَتْ وَقَائِعُ كَثِيرَةٌ بَيْنَ جُنُودِ عَبْدِ الْمَلِكِ وَأَنْصَارِ ابْنِ الزُّبَيْرِ بِالْعِرَاقِ** (تاریخ الطبری، للطبری، ج5، ص540، دارالتراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: اسی سال عبدالملک کی فوجوں اور ابن زبیرؓ کے انصار کے درمیان عراق میں کئی جنگیں ہوئیں۔

تشریح: یہ فتنہ دراصل اسلامی امت کے اندرونی انتشار اور سیاسی بغاوتوں کی علامت بن گیا۔ ایک طرف ظلم وجبر کی حکومت تھی، دوسری طرف عدل وایمان کے متوالے۔

(5) استقامت وقربانی کا درخشاں باب: اس دور میں اہلِ حق کے کردار سے یہ بات آشکار ہوئی کہ ظلم کے مقابلے میں ایمان ویقین سب سے بڑی قوت ہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے آخری سانس تک باطل کے آگے سر نہ جھکایا۔ ان کے یہ الفاظ تاریخ میں امر ہو گئے: **إِنِّي لَا أُسَلِّمُ دِينِي لِدُنْيَاكَ** (ابن سعد، الطبقات الکبری، ج5، ص386، دار صادر، بیروت، 1968ء)۔ ترجمہ: میں اپنا دین تیری دنیا کے بدلے نہیں دوں گا۔ یہ جملہ اُس مظلوم مگر باعزت موقف کی علامت ہے جس نے اسلامی تاریخ کو

ایمان وعزیمت کا درس دیا۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 69ھ میں عبد الملک بن مروان نے شام میں اپنی حکومت کو مضبوط کیا اور مخالفین کے خلاف ظلم کا سلسلہ جاری رکھا۔2-عبداللہ بن زبیرؓ نے عدل وتقویٰ کی بنیاد پر خلافتِ برحق قائم رکھی، اور اپنے مظلومانہ انجام تک ثابت قدم رہے۔ 3-اہلِ بیتؓ اور زبیریین کے حامیوں پر اموی جبر وتشدد جاری رہا۔ 4-عراق وشام کی لڑائیاں اسلامی اتحاد کو شدید نقصان پہنچانے کا باعث بنیں۔5-یہ سال تاریخ میں ''ایمان، قربانی، اور مظلومیت'' کا آئینہ ہے جس میں اہلِ حق نے جبر کے مقابلے میں صبر کا چراغ جلایا۔

مصادر ومراجع: 1-الإمام الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ج 4، ص 262، دار الرسالۃ، بیروت، 1985ء۔2-ابن کثیر الدمشقی، البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص274، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 3-ابن الأثیر الجزری، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 211، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1997ء۔ 4-الإمام الطبری، تاریخ الطبری (تاریخ الأمم والملوک)، ج5، ص540، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔5-ابن سعد، الطبقات الکبری، ج5، ص386، دار صادر، بیروت، 1968ء۔

محرم 69ھ عبد الملک بن مروان کی خلافت کا استحکام اور ظلم کی پالیسی

اسلامی سنہ 69ھ تاریخِ اسلام میں اموی اقتدار کے جبر واستبداد کے پھیلاؤ

کا نقطۂ آغاز ہے۔ سنہ 68ھ کے آخر تک عبدالملک بن مروان شام و فلسطین کے بیشتر علاقوں پر قابض ہو چکا تھا، اور اب 69ھ کے آغاز (محرم) میں اس نے اپنی سیاسی گرفت کو مذہبی رنگ دے کر اسے عوامی قبولیت دلانے کی کوشش کی۔ چنانچہ منبروں سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جو خلافتِ راشدہ کے تسلسل پر قائم ایک برحق خلیفہ تھے کو گالیاں دلوانا، اور ان کے فضائل کے ذکر پر پابندی لگانا، عبدالملک کے ظلم و سیاست کا باقاعدہ حصہ بن گیا۔ یہ عمل نہ صرف ظلم کی انتہا تھی بلکہ مذہبی اقدار اور منبرِ نبوی ﷺ کی حرمت کی صریح پامالی بھی تھی۔

(الف) عبدالملک کی اقتدار پسندی اور مذہبی سیاست عبدالملک بن مروان نے محرم 69ھ میں اپنی حکومت کو ''دینی رنگ'' دینے کے لیے مذہبی منبروں کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ امام الطبریؒ اس افسوس ناک فیصلے کو یوں بیان کرتے ہیں: أَمَرَ عَبْدُ الْمَلِكِ بِسَبِّ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَلَى الْمَنَابِرِ، وَمَنْعِ النَّاسِ مِنْ ذِكْرِ فَضْلِهِ (تاریخ الطبری لللطبری، ج6، ص52، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک نے حکم دیا کہ منبروں پر ابن زبیرؓ کو برا کہا جائے اور ان کے فضائل کے ذکر سے لوگوں کو روکا جائے۔

تحقیقی تشریح: یہ عبارت واضح طور پر بتاتی ہے کہ عبدالملک نے اپنی خلافت کو سیاسی سے مذہبی سطح پر منتقل کرنے کے لیے، دین کے مقدس استعاروں کو آلہ سیاست بنا لیا۔ منبر، جو رسولِ اکرم ﷺ کے پیغامِ حق کی نشرگاہ تھا، اسے باطل کی آواز بنا دیا گیا۔

(ب) منبرِ نبوی کی توہین ایک تاریخی سانحہ اسلام میں منبر، وعظ و نصیحت اور ذکرِ خیرِ نبی ﷺ کے لیے مخصوص مقام رکھتا ہے۔ لیکن اموی دور میں یہی منبر سیاسی اعلانات، دشنام طرازی اور شخصی تبلیغ کا ذریعہ بن گیا۔ ابن الاثیرؒ نے اسی سیاست کی توسیع یوں ذکر کی ہے: وَاسْتَمَرَّتِ الْخُطَبُ فِي الشَّامِ وَالْعِرَاقِ عَلَى سَبِّ ابْنِ الزُّبَيْرِ، حَتَّى جَرَى ذَلِكَ سُنَّةً فِي الْمَنَابِرِ (الکامل فی التاریخ، لابن الاثیر، ج4، ص214، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1997ء)۔ ترجمہ: شام اور عراق کے خطبوں میں ابن زبیرؓ کو برا بھلا کہنا جاری رہا، یہاں تک کہ یہ منبروں پر ایک عام رسم بن گئی۔ **تشریح:** یہ روایت محض ایک وقتی اقدام نہیں بلکہ ایک منظّم پالیسی کی نشاندہی کرتی ہے، جس کے ذریعے منبر و محراب کو سیاسی غلبے کے لیے استعمال کیا گیا۔ یہی وہ دور ہے جس نے بعد کے ادوار میں ''دینی اقتدار'' کے مفہوم کو مسخ کر دیا۔

(ج) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ صبر و استقامت کا نشان حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، جن کا حسب و نسب، ایمان و تقویٰ اور شجاعت مسلم تھی، اس ظلم کے باوجود صبر و سکون کے ساتھ دین پر قائم رہے۔ ابن کثیرؒ نے ان کے بارے میں فرمایا: كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَابِراً عَلَى الْبَلَاءِ، ثَابِتاً عَلَى الْحَقِّ، لَا يَهْتَزُّ عِنْدَ الْمِحَنِ (البدایۃ والنہایۃ، لابن کثیر، ج8، ص276، دار الفکر، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: ابن زبیرؓ آزمائشوں پر صابر، حق پر ثابت قدم اور مصیبتوں کے وقت غیر متزلزل رہنے والے تھے۔ **تشریح:** یہی وہ استقامت تھی جو ظالم حکمرانوں کی پالیسیوں کے باوجود حق کو زندہ

رکھے ہوئے تھی۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے منبروں سے ملنے والی گالیوں کا جواب صرف عبادت، تقویٰ اور شجاعت سے دیا۔

(د) ظلم کی نوعیت: اور اموی پالیسی اموی دور کی یہ پالیسی تین بنیادی عناصر پر مشتمل تھی: 1- مذہبی منبروں کو سیاسی ہتھیار بنانا۔ 2- اہلِ حق کی توہین کو حکومتی پالیسی بنانا۔ 3- صحابۂ کرامؓ کے ذکرِ خیر پر پابندی لگانا۔ امام ذہبیؒ نے اس طرزِ حکومت کو فتنہ قرار دیا اور فرمایا: **وَفِي سَبِّ الْأَخْيَارِ عَلَى الْمَنَابِرِ فِتْنَةٌ عَظِيمَةٌ، أَوْرَثَتِ الْأُمَّةَ ضَلَالًا وَشِقَاقًا** (سیر أعلام النبلاء، للذہبی، ج4، ص270، دار الرسالۃ، بیروت، 1985ء)۔

ترجمہ: نیک لوگوں کو منبروں پر گالی دینا ایک عظیم فتنہ تھا جس نے امت میں گمراہی اور پھوٹ پیدا کی۔

(ھ) منبر سے سبّ وشتم کا اثر عبدالملک کے اس اقدام نے نہ صرف امت میں تفرقہ ڈالا بلکہ منبرِ رسول ﷺ کے تقدس کو پامال کر دیا۔ بعد کے ادوار میں بھی یہی طرزِ سیاست جاری رہا، یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں جا کر اس رسم کو ختم کیا گیا۔ یہی حقیقت ابن سعدؒ نے نقل کی: **وَكَانَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَوَّلَ مَنْ مَنَعَ السَّبَّ عَلَى الْمَنَابِرِ** (الطبقات الکبری، لابن سعد، ج5، ص392، دار صادر، بیروت، 1968ء)۔

ترجمہ: عمر بن عبدالعزیزؒ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے منبروں پر سبّ وشتم سے روکا۔

خلاصہ ونتائج: 1- محرم 69ھ میں عبدالملک بن مروان نے اپنی حکومت کو مذہبی رنگ دینے کے لیے ظلم کی پالیسی اختیار کی۔ 2- منبروں سے حضرت عبداللہ بن

زبیرؓ کو گالیاں دلوائی گئیں اور ان کے فضائل کے ذکر پر پابندی لگائی گئی۔ 3-منبرِ نبوی ﷺ کی حرمت پامال ہوئی اور دین کو سیاست کا آلہ بنایا گیا۔ 4-اہلِ ایمان خصوصاً عبداللہ بن زبیرؓ نے صبر و استقامت سے باطل کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ 5-یہ دور اسلامی تاریخ میں سیاسی استبداد کے مقابلے میں روحانی جرأت وحق پرستی کی ایک درخشاں مثال ہے۔

مصادر و مراجع: 1-الإمام الطبری، تاریخ الطبری (تاریخ الأمم والملوک)، ج 6، ص 52، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-ابن الأثیر الجزری، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 214، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1997ء۔ 3-ابن کثیر الدمشقی، البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 276، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 4-الإمام الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ج 4، ص 270، دار الرسالۃ، بیروت، 1985ء۔ 5-ابن سعد، الطبقات الکبری، ج 5، ص 392، دار صادر، بیروت، 1968ء۔

صفر 69ھ حجاز میں عبداللہ بن زبیرؓ کا عدل واصلاح کا نظام

اسلامی سنہ 69ھ کا صفر دراصل خلافتِ زبیریہ کے عروج اور حجاز میں عدل و انصاف کے احیاء کا زمانہ ہے۔ اس موقع پر سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ایسا منصفانہ نظام قائم کیا جو خلافتِ راشدہ کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ ان کا مقصد صرف اقتدار کا دوام نہیں بلکہ اسلامی اصولِ عدل، مساوات، اور انسانی کرامت

کا احیاء تھا۔

عبد اللہ بن زبیرؓ کی اصلاحی کاوشیں: اس سال انہوں نے حجاز میں عدالتی نظام کو منظّم کیا۔ مظلوم قیدیوں کو رہا کرایا، یتیموں اور محتاجوں کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر کیے، اور گورنری کے عہدوں پر صرف اہل اور دیانتدار افراد کو فائز کیا۔ امام ابن الاثیر اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: **كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُحْسِنُ السِّيَاسَةَ، وَيَسْعَى فِي إِقَامَةِ الْحَقِّ وَإِزَالَةِ الظُّلْمِ** (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر الجزری، ج 4، ص 120، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ)۔ ترجمہ: ابن زبیرؓ بہترین سیاست کے حامل تھے، وہ حق کے قیام اور ظلم کے خاتمے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ ان کی خلافت صرف سیاسی اقتدار نہیں بلکہ اخلاقی و شرعی اقدار کی تجدید تھی۔ ان کے نزدیک خلافت کا مفہوم ''نظامِ عدلِ الٰہی'' کا قیام تھا، نہ کہ جبر و تسلط کا وسیلہ۔ عدل و مساوات کا عملی نمونہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے دور میں بیت المال کے دروازے عوام کے لیے کھلے تھے۔ وہ بنفسِ نفیس مظلوموں کی شکایات سنتے اور فیصلے قرآن و سنت کے مطابق صادر کرتے۔ مکہ میں جو عدالتیں قائم کی گئیں، وہاں قریش اور حبشی، عرب و غیر عرب سب کے لیے یکساں انصاف تھا۔ اموی اقتدار کے برعکس، ابن زبیرؓ کے نظام میں نہ کسی پر ظلم روا رکھا جاتا اور نہ ہی اقتدار کی خاطر کسی کا حق دبایا جاتا۔ یہ دور گویا مدینہ کے خلافتِ عدل کا ایک تسلسل تھا۔

اموی ردِّ عمل اور ظلم کی نئی لہر: جب عبد اللہ بن زبیرؓ کی حکومت کے عدل و

انصاف کی شہرت شام تک پہنچی، تو عبد الملک بن مروان نے اس کے اثر کو کم کرنے کے لیے اپنے کارندے حجاز میں بھیجے۔ ان کارندوں نے زبیری عاملین پر جھوٹے الزامات لگائے، قبائل میں بداعتمادی پھیلائی، اور اہلِ زبیریہ کے علاقوں میں محصول بڑھا کر مالی دباؤ ڈالا۔ یہ سب اس لیے کیا گیا کہ عوام عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت کو ''حق و دیانت کی خلافت'' نہ سمجھیں بلکہ اسے ایک وقتی بغاوت تصور کریں۔ عبداللہ بن زبیرؓ کا کردارِ عدل تاریخ گواہ ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ نے ظلم کے مقابلے میں کبھی بدلہ نہیں لیا بلکہ صبر، حلم، اور عدل کے ساتھ ہر آزمائش کا سامنا کیا۔ وہ کہتے تھے: ''خلافت عدل و حق کے لیے ہے، ظلم و جبر کے لیے نہیں''۔ یہی وہ تصورِ خلافت تھا جو اموی جبر کے مقابلے میں ان کے کردار کو ممتاز بناتا ہے۔

خلاصہ و نتائج: 1- صفر 69ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حجاز میں ایسا عدالتی و رفاہی نظام قائم کیا جو خلافتِ راشدہ کی یاد تازہ کرتا ہے۔ 2- اموی حکومت نے اس عدل کے اثر کو کم کرنے کے لیے جھوٹے الزامات، مالی دباؤ، اور پروپیگنڈے کا سہارا لیا۔ 3- ابن زبیرؓ کی خلافت عدل، مساوات، اور شریعت کے عملی نفاذ کی بنیاد تھی، جسے ظلم و جبر نے مٹا تو دیا، مگر تاریخ نے اسے ''عدلِ زبیری'' کے نام سے محفوظ رکھا۔ 4- یہ واقعہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ خلافتِ اسلامیہ کا اصل مقصود اقتدار نہیں بلکہ عدل و حق کا قیام ہے۔

مصادر و مراجع: 1- الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج 4، ص 120،

دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ۔2-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج6، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔3-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج9،ص5، دار الفکر، بیروت،1408ھ۔

ربیع الاول 69ھ مصعب بن زبیرؓ اور عبد الملک بن مروان کے درمیان محاذ آرائی کی ابتدا

اسلامی سنہ 69ھ کے ربیع الاول میں خلافتِ زبیریہ کے خلاف اموی حکمتِ عملی نے ایک نیا موڑ لیا۔اس عرصہ میں عراق، خصوصاً بصرہ، سیاسی اعتبار سے خلافتِ زبیریہ کا مضبوط مرکز تھا، جہاں حضرت مصعب بن زبیرؓ کی زیرِ قیادت عدل، نظم و دیانت پر مبنی حکومت قائم تھی۔عبد الملک بن مروان، جو شام میں اپنی سلطنت کو مستحکم کر چکا تھا، اب براہِ راست جنگ کے بجائے ''فتنہ وفریب'' کے ذریعے مصعبؓ کی حکومت کو اندر سے کمزور کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا ہوا۔عبد الملک کی خفیہ سازشیں تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ عبد الملک بن مروان نے صرف تلوار کے زور پر نہیں بلکہ سازش اور منافقت کے ہتھکنڈوں سے بھی اہلِ حق کو کمزور کیا۔امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

بَعَثَ عَبْدُ الْمَلِكِ خَوَارِجَ إِلَى الْبَصْرَةِ لِيُفَرِّقُوا كَلِمَةَ مُصْعَبٍ، فَأَفْسَدُوا عَلَيْهِ النَّاسَ (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج8،ص287، دار الفکر، بیروت، 1408ھ)۔ترجمہ: عبد الملک نے خوارج کو بصرہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ مصعب بن زبیرؓ کی جماعت میں

تفرقہ ڈالیں اوران کے لوگوں کو بگاڑ دیں۔ یہ عبارت اس حقیقت کوآشکار کرتی ہے کہ اموی سیاست کا بنیادی حربہ ''فتنہ انگیزی کے ذریعے اقتدار حاصل کرنا'' تھا، نہ کہ عدل یا خلافتِ راشدہ کے تسلسل کوآگے بڑھانا۔

بصرہ کا پس منظر: بصرہ اُس وقت علمی، عسکری اور دینی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔اہلِ بصرہ کی اکثریت مصعب بن زبیرؓ کی وفادار تھی، جوحضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کوشرعی اور برحق مانتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ اموی خلیفہ عبدالملک کواس مرکز سے خطرہ محسوس ہوا۔چنانچہ اس نے اپنے خفیہ کارندوں اورخوارج کو بصرہ میں بھیجا تا کہ داخلی خلفشار پیدا کر کے زبیری قوت کوتقسیم کر دے۔خوارج کا کردار اور فتنہ انگیزی خوارج کا ظاہری نعرہ ''الامر بالمعروف والنہی عن المنکر'' تھا،مگر حقیقت میں وہ اموی سیاست کے آلۂ کار بن چکے تھے۔عبدالملک نے ان کے ذریعے دینی اختلافات کو بھڑکایا، تا کہ زبیری لشکر میں باہمی بداعتمادی پھیل جائے۔یہی وہ سازش تھی جس نے بعد میں کوفہ اور بصرہ کے قبائل کومصعب بن زبیرؓ سے جدا کر دیا اورعراق میں زبیری اقتدار کی بنیادیں ہلا دیں۔مصعب بن زبیرؓ کا تدبر اورصبر حضرت مصعب بن زبیرؓ اپنی شجاعت، عبادت گزاری، اور حلم کے لیے مشہور تھے۔ انہوں نے عبد الملک کی سازشوں کے باوجود جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ابن اثیر نے ان کے ضبط وتدبر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا: كَانَ مُصْعَبٌ مِنْ أَشْرَفِ قُرَيْشٍ، وَمِنْ أَصْبَرِهِمْ عَلَى الْبَلَاءِ، وَأَكْرَمِهِمْ فِي الْحَرْبِ وَالسِّلْمِ (الکامل فی التاریخ،ابن الأثیر الجزری، ج4،ص

133، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ)۔ترجمہ: مصعب قریش کے شرفاء میں سے تھے، آزمائشوں پر صبر کرنے والوں میں سب سے ممتاز، اور جنگ و امن دونوں میں کریمانہ اخلاق رکھنے والے۔یہی اعلیٰ کردار ان کے زوال کے باوجود تاریخ میں ان کے مقام کو بلند کرتا ہے۔

ظلم کی نوعیت: 1-اموی خلافت نے دینی اختلافات کے پردے میں سیاسی فتنہ انگیزی کی۔2-بصرہ میں خوارج کو استعمال کر کے خلافتِ زبیریہ کے داخلی اتحاد کو توڑنے کی کوشش کی گئی۔3-اہلِ حق کے خلاف جھوٹے الزامات، مالی دباؤ اور پروپیگنڈے کا منظّم سلسلہ شروع ہوا۔

تجزیاتی مطالعہ: یہ واقعہ اسلامی تاریخ میں اس امر کی مثال ہے کہ جب اقتدار کو مقصدِ اعلیٰ بنا لیا جائے تو دین کی آڑ میں بھی ظلم وفریب کے دروازے کھل جاتے ہیں۔عبداللہ اور مصعب بن زبیرؓ کی جدوجہد دراصل ''حق وعدل کی خلافت'' کی تھی، جبکہ اموی سیاست نے اس کو ''بغاوت'' کا رنگ دے کر مٹانے کی کوشش کی۔لیکن تاریخ آج بھی فیصلہ سناتی ہے کہ ''فتنے سے حاصل کیا گیا اقتدار کبھی دلوں پر حکومت نہیں کر سکا''۔

خلاصہ ونتائج: 1-ربیع الاول 69ھ میں عبدالملک بن مروان نے مصعب بن زبیرؓ کی خلافت کو کمزور کرنے کے لیے خوارج کے ذریعے بصرہ میں فتنہ پھیلایا۔ 2-خوارج نے دینی نعروں کے پردے میں سیاسی انتشار پیدا کیا، جس کے نتیجے میں

اہلِ حق کی جماعت کمزور ہوئی۔3-مصعب بن زبیرؓ نے ان سازشوں کے باوجود صبر، حلم، اور عدل کا دامن نہ چھوڑا۔4-ہ واقعہ اس بات کا آئینہ دار ہے کہ فتنہ وسیاست کے ذریعے حاصل شدہ طاقت کبھی عدل وایمان کو مغلوب نہیں کرسکتی۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص287، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔2-الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج4، ص133، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ۔3-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج6، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔

ربیع الثانی 69ھ شام میں زبیری مؤیدین کی گرفتاری

اسلامی سنہ 69ھ کے ربیع الثانی میں شام میں عبدالملک بن مروان کی سیاسی گرفت مضبوط ہوچکی تھی، مگر اس کے اقتدار کے خلاف حق کی ایک صدا اب بھی باقی تھی وہ صدا اہلِ زبیریہ کے مؤمن قلوب سے اٹھ رہی تھی۔شام کی فضا میں خوف، جاسوسی، اور ظلم کا ایک نیا دور شروع ہوا۔عبدالملک نے اس سال ہر اس شخص کو تختۂ ستم بنایا جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو برحق سمجھتا یا ان سے ہمدردی رکھتا تھا۔یہ وہ دور تھا جب ایمان، وفاداری، اور حق پسندی جرم قرار دیے گئے، اور شام کا دارالحکومت دمشق ظلم واستبداد کی علامت بن گیا۔

زبیری مؤیدین کی گرفتاریوں کا آغاز: عبدالملک بن مروان نے اپنے عاملین

کو حکم دیا کہ وہ دمشق، حمص، اور فلسطین کے علاقوں میں ان تمام افراد کی فہرست تیار کریں جو خلافتِ زبیریہ کے حامی یا اس کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہوں۔ بلاذری اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں: وَسُجِنَ كَثِيرٌ مِنْ أَنْصَارِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي دِمَشْقَ، وَقُتِلَ بَعْضُهُمْ تَحْتَ التَّعْذِيبِ (أنساب الأشراف، أحمد بن يحيىٰ البلاذری، ج5، ص94، دار المعارف، قاہرہ، 1959ء)۔ ترجمہ: دمشق میں ابن زبیرؓ کے بہت سے حامی قید کیے گئے، اور ان میں سے بعض کو تشدد کے دوران قتل کر دیا گیا۔ یہ اقتباس اس دور کے ظلم و جبر کی ایک نہایت دردناک تصویر پیش کرتا ہے، جہاں کسی شخص کی ''رائے'' یا ''اعتقاد'' ہی اس کے جرم کی دلیل تھی۔

ظلم کا نظام اور سیاسی جواز: عبدالملک کی حکومت نے ظلم کو ''ریاستی ضرورت'' اور تعذیب کو ''سیاسی نظم'' کا نام دے دیا۔ اہلِ زبیریہ پر الزامات عائد کیے گئے کہ وہ ''خلافت کے باغی'' ہیں، حالانکہ ان کا جرم صرف اتنا تھا کہ وہ ایک ایسے خلیفہ کے وفادار تھے جو عدل و شریعت کے نفاذ کا علَم بردار تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب اسلامی معاشرہ دو انتہاؤں میں تقسیم ہوا ایک طرف وہ جو دنیاوی اقتدار کے لیے جبر و طاقت کے قائل تھے، اور دوسری طرف وہ جو ایمان، وفا، اور حق کے لیے جان کی بازی لگا رہے تھے۔ تعذیب اور قید کی صورتِ حال تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ دمشق کی قید خانوں میں اہلِ زبیریہ کے مؤیدین پر سخت ترین مظالم ڈھائے گئے۔ بعض کو صرف اس وجہ سے مارا گیا کہ انہوں نے ابن زبیرؓ کا نام عزت سے لیا، بعض کو اس بنا پر کہ وہ

ان کے عدل کے قائل تھے۔ابن عساکر نے دمشق کی قید خانوں کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا: كَانُوا يُقَيَّدُونَ فِي الْحَدِيدِ، وَيُسْقَوْنَ الْمَاءَ الْمَالِحَ، وَيُتْرَكُونَ فِي الظُّلُمَاتِ أَيَّامًا (تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج58، ص302، دارالفکر، بیروت، 1415ھ)۔

ترجمہ: ان قیدیوں کو لوہے کی بیڑیوں میں جکڑا جاتا، کھارے پانی سے تڑپایا جاتا، اور کئی دن اندھیروں میں رکھا جاتا۔ یہ مظالم ''سیاسی استحکام'' کے نام پر روا رکھے گئے، مگر تاریخ نے انہیں ''ظلمِ امویہ'' کے عنوان سے ہمیشہ کے لیے ثبت کر دیا۔

ظلم کی نوعیت: 1-صرف رائے یا وفاداری کی بنیاد پر گرفتاری اور تشدد۔ 2-اہلِ ایمان پر ظلم کو ''سیاسی نظم'' کا لازمہ قرار دینا۔ 3-عدل و شریعت کے وفاداروں کو بغاوت کا الزام دے کر قتل کرنا۔

تجزیاتی مطالعہ: یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ جب اقتدار کی بنیاد عدل کے بجائے جبر پر رکھی جائے، تو ہر صالح شخص ''خطرہ'' سمجھا جانے لگتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مؤیدین کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ خلافت کو ''دین کا نظام'' مانتے تھے، نہ کہ ''سیاست کا ہتھیار''۔ عبدالملک بن مروان نے اپنے اقتدار کے لیے انہیں مٹا دیا، مگر تاریخ نے ان کے خون کو ''وفا کی سند'' بنا دیا۔

خلاصہ و نتائج: 1-ربیع الثانی 69ھ میں عبدالملک بن مروان نے شام میں زبیری خلافت کے مؤیدین کو قید و بند اور تشدد کا نشانہ بنایا۔ 2-ظلم و جبر کو سیاسی ضرورت کا نام دے کر اہلِ ایمان کی آواز دبانے کی کوشش کی گئی۔ 3-دمشق کی قید

خانوں میں اہلِ حق پر روا رکھے گئے مظالم اسلامی تاریخ کے سیاہ ابواب میں شمار ہوتے ہیں۔ 4- یہ واقعہ بتاتا ہے کہ جب ایمان اور وفاداری جرم بن جائیں تو اقتدار ظاہراً مضبوط مگر حقیقتاً کھوکھلا ہو جاتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1- أنساب الأشراف احمد بن یحییٰ البلاذری، ج 5، ص 94، دار المعارف، قاہرہ، 1959ء۔ 2- تاریخ دمشق ابن عساکر الدمشقی، ج 58، ص 302، دار الفکر، بیروت، 1415ھ۔ 3- البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج 9، ص 8، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔

جمادی الاولیٰ 69ھ کوفہ میں مختار ثقفی کے باقی کارندوں کا قتل

اسلامی تاریخ کے اوراق میں سنہ 69ھ کو ظلم و استبداد کے پھیلاؤ اور سیاسی انتقام کے تسلسل کے سال کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ اس زمانے میں بنو امیہ کی مرکزی حکومت عبدالملک بن مروان کے ہاتھوں مستحکم ہو رہی تھی۔ ایک طرف عبداللہ بن زبیرؓ مکہ مکرمہ میں خلافتِ راشدہ کے تسلسل پر قائم تھے، تو دوسری طرف عبدالملک نے سیاسی استحکام کے نام پر اہلِ ایمان اور ان کے حمایتیوں پر ظلم و تشدد کی لہر جاری رکھی۔ کوفہ کا علاقہ، جو پہلے اہلِ بیتؓ کے محبین اور مختار ثقفی کی تحریک کا مرکز رہا تھا، 69ھ میں ایک نئے انتقامی مرحلے سے گزرا۔ اگرچہ مختار ثقفی 67ھ میں مصعب بن زبیرؓ کے ہاتھوں قتل ہو چکا تھا، مگر عبدالملک بن مروان نے دو سال بعد بھی اس کے پیروکاروں

اور حامیوں کو امن نہ دیا۔ تاریخ کے مستند مصادر اس ظلم کی صراحت سے گواہی دیتے ہیں۔ الطبری کی روایت: امام محمد بن جریر الطبری (م 310ھ) اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں: وَأَمَرَ عَبْدُ الْمَلِكِ بِقَتْلِ مَنْ بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ الْمُخْتَارِ، فَقُتِلُوا بِالْكُوفَةِ (تاریخ الطبری، ج6، ص58، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: عبد الملک نے حکم دیا کہ مختار کے باقی ساتھیوں کو قتل کر دیا جائے، چنانچہ وہ کوفہ میں قتل کر دیے گئے۔

تجزیہ و توضیح: یہ حکم دراصل ایک سیاسی خوف اور انتقامی مزاج کا مظہر تھا۔ عبد الملک کو اندیشہ تھا کہ مختار کی سابقہ تحریک کے باقی ماندہ افراد اہلِ بیتؓ کی محبت اور زبیری خلافت کے ساتھ وابستگی رکھتے ہیں، اس لیے ان کا وجود اس کے اقتدار کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ چنانچہ بغیر کسی عدالتی کارروائی یا شرعی محاکمہ کے، محض ''سیاسی وابستگی'' کے الزام میں سینکڑوں افراد کو قتل کر دیا گیا۔ یہ وہی کوفہ تھا جہاں چند سال قبل اہلِ بیتِ نبویؐ کے مظلوم خون سے زمین رنگین ہوئی تھی۔ اب انہی راستوں پر، اہلِ بیتؓ کے وفادار اور ان کے حامی، ظلم و جبر کی بھینٹ چڑھائے جا رہے تھے۔

ظلم کی نوعیت: 1- بغیر عدالتی فیصلے کے اجتماعی قتل۔ 2- اہلِ بیتؓ کے حامیوں اور قبائلِ وفادار کا منظّم طور پر خاتمہ۔ 3- سیاسی بغاوت کے نام پر دینی وابستگیوں کا قلع قمع۔ **سیاسی و اخلاقی پہلو:** یہ واقعہ اسلامی تاریخ میں اس سوال کو جنم دیتا ہے کہ کیا محض سیاسی اختلاف کسی کے خون کو مباح کر سکتا ہے؟ اسلامی شریعت میں عدل اور انصاف کے بغیر کسی شخص کو قتل کرنا ''ظلمِ عظیم'' ہے۔ چنانچہ عبد الملک کا یہ

اقدام نہ صرف انسانی حقوق کی پامالی تھا بلکہ خلافتِ عدل کے اصولوں سے بھی متصادم۔قرآنِ کریم نے واضح فرمایا:وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ (الأنعام:151):ترجمہ:''اور کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے''۔اس قرآنی حکم کی روشنی میں 69ھ کا یہ واقعہ سیاسی اقتدار کے نام پر عدلِ الٰہی سے انحراف کا مظہر بن گیا۔

خلاصہ ونتائج: 1-69ھ میں عبدالملک بن مروان نے کوفہ میں مختار ثقفی کے باقی ماندہ ساتھیوں کے قتل کا حکم جاری کر کے ظلم وانتقام کی نئی تاریخ رقم کی۔2-ان مقتولین کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ اہلِ بیتؓ یا زبیری خلافت کے ہمدرد تھے۔3-یہ اقدام عدل وقسط کے اسلامی اصولوں کے خلاف اور سیاسی مفاد پرستی کا مظہر تھا۔ 4-اس واقعہ نے امتِ مسلمہ میں فتنہ وانتشار کو مزید گہرا کیا اور کوفہ کا علمی وایمانی مرکز خوف وظلم کی علامت بن گیا۔

مصادر ومراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری)، ج6، ص58، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔2-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص290، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔3-البلاذری، احمد بن یحیی: أنساب الأشراف، ج5، ص94، دار المعارف، قاہرہ، 1996ء۔ 4-ابن الاثیر، علی بن محمد: الکامل فی التاریخ، ج4، ص255، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔

رجب 69ھ اہلِ بیتِ اطہارؓ کی مدینہ سے نگرانی اور قید

اسلامی سنہ 69ھ میں جب بنواُمیہ کا اقتدار شام وعراق میں مضبوط ہو چکا تھا، مدینہ منورہ جو مرکزِ ایمان، حرمِ نبوت ﷺ، اور اہلِ بیتِ رسول ﷺ کی سکونت گاہ تھی اس پر بھی سیاسی جبر کی فضا چھا گئی۔ عبدالملک بن مروان نے اپنے عاملان کو حکم دیا کہ وہ اہلِ بیتؓ اور زبیری مؤیدین کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں۔ اس اقدام کا مقصد دراصل اہلِ مدینہ کے دلوں میں خوف پیدا کرنا اور اہلِ بیتؓ کے اثر کو محدود کرنا تھا۔ رجب 69ھ میں عبدالملک کے مقرر کردہ گورنر نے اہلِ بیتِ علیؓ کے چند افراد کو گرفتار کرلیا۔ ان میں امام زین العابدینؒ (علی بن حسینؓ) کے بعض قریبی رشتہ دار بھی شامل تھے۔ ان مقدس نفوس کو نہ صرف قید میں رکھا گیا بلکہ انہیں زیارت، ملاقات اور عام دینی وسماجی روابط سے بھی روک دیا گیا۔ ابن الاثیر کی روایت امام ابن الاثیر الجزری (م630ھ) اس سانحے کو یوں بیان کرتے ہیں: أَمَرَ عَامِلُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَلَى الْمَدِينَةِ بِحَبْسِ بَعْضِ أَهْلِ بَيْتِ عَلِيٍّ، وَمَنْعِهِمْ مِنَ الزِّيَارَةِ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص122، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک کے گورنر نے مدینہ میں اہلِ بیتِ علیؓ کے بعض افراد کو قید کر دیا اور انہیں زیارت وملاقات سے روک دیا۔

تحقیقی وتاریخی تجزیہ: یہ قید وبند کی پالیسی دراصل بنوامیہ کی سیاسی سوچ کا ایک نمونہ تھی، جس کے تحت وہ اہلِ بیتؓ کے بڑھتے ہوئے اثر اور عوامی عقیدت سے

خائف رہتے تھے۔عبد الملک بن مروان کے لیے اہلِ بیتؓ کا وجود ایک روحانی و اخلاقی چیلنج تھا، کیونکہ ان کی سیرت، تقویٰ، اور عوام میں مقبولیت بنو امیہ کے جبر کو للکارتی تھی۔امام زین العابدینؒ کا کردار اس موقع پر صبر و حلم کی اعلیٰ مثال رہا۔وہ سیاسی محاذ آرائی کے بجائے عبادت، دعا، اور اخلاقِ نبوی ﷺ کے پرچار میں مصروف رہے۔مگر اموی حکمرانوں کے نزدیک یہی روحانی اثر سب سے بڑا خطرہ تھا۔تاریخی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں اہلِ بیتؓ پر مسلسل نگرانی قائم رکھی گئی، ان کے گھرانوں کے درمیان رابطے محدود کیے گئے، اور زیارتِ قبورِ اہلِ بیت یا ملاقاتِ امام زین العابدینؒ پر بھی سختیاں بڑھا دی گئیں۔

ظلم کی نوعیت: 1-اہلِ بیتؓ کی مذہبی و سماجی سرگرمیوں پر پابندی۔ 2-مدینہ منورہ میں خوف، نگرانی اور دہشت کا ماحول پیدا کرنا۔3-اہلِ بیتؓ کو سیاسی خطرہ سمجھ کر ان کی نقل و حرکت محدود کرنا۔4-عام اہلِ ایمان کو اہلِ بیتؓ سے دور رکھنے کے لیے خوف و جبر کا استعمال۔**قرآنی و اخلاقی زاویہ:** یہ اقدام اس اسلامی اصول کے خلاف تھا جو عزتِ مؤمن اور حرمتِ اہلِ بیتؓ کو بنیادی مقام دیتا ہے۔قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الأحزاب:33)۔ترجمہ: ''اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اہلِ بیت! تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک و صاف کر دے''۔اس آیت کی روشنی میں اہلِ بیتؓ کی اہانت یا ان پر جبر و قید نہ صرف ظلم ہے بلکہ نصِ قرآنی کی صریح

مخالفت ہے۔

خلاصہ ونتائج: 1-رجب 69ھ میں مدینہ منورہ اہلِ بیتؓ پر سیاسی نگرانی اور قید و بند کی پالیسی کا مرکز بنا۔ 2-عبدالملک کے گورنر نے امام زین العابدینؒ کے قریبی رشتہ داروں کو گرفتار کر کے اہلِ بیتؓ کے احترام کو پامال کیا۔ 3-یہ اقدام سیاسی جبر، خوف، اور اہلِ بیتؓ کے اثر کو کمزور کرنے کی ایک منظّم کوشش تھی۔ 4-امام زین العابدینؒ نے اس ظلم کے مقابلے میں صبر و حلم، عبادت و دعا، اور اخلاقِ محمدی ﷺ کے فروغ سے جواب دیا۔ 5-یہ واقعہ اس حقیقت کی شہادت ہے کہ اہلِ بیتِ نبویؓ نے ہر دور میں ظلم کے باوجود دینِ حق کے استحکام کے لیے صبر و استقامت کی راہ اپنائی۔

مصادر و مراجع: 1-ابن الاثیر، علی بن محمد: الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 122، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 2-الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری)، ج 6، ص 61، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 292، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔ 4-البلاذری، احمد بن یحیی: أنساب الأشراف، ج 5، ص 98، دار المعارف، قاہرہ، 1996ء۔

شعبان 69ھ بصرہ میں خوارج کا قتلِ عام

اسلامی سنہ 69ھ میں عراق خصوصاً بصرہ ایک بار پھر خون و فتنہ کی آماج گاہ

بن گیا۔ مصعب بن زبیرؓ، جو اپنے بھائی عبد اللہ بن زبیرؓ کے وفادار گورنر اور زبیری خلافت کے مضبوط ترین ستون تھے، نے اس وقت کے بدترین خارجی فتنوں کو دبانے کے لیے عسکری مہم شروع کی۔ خوارج اس زمانے میں مذہبی شدت پسندی، سیاسی بغاوت، اور فتنہ انگیزی کی علامت بن چکے تھے۔ شعبان 69ھ میں اہواز کے قریب مصعب بن زبیرؓ کی فوج نے خوارج سے شدید جنگ کی۔ یہ معرکہ بظاہر ''فتنہ خوارج'' کے خاتمے کے لیے تھا، مگر اس کے بعد ہونے والی کارروائیوں نے سیاسی اور اخلاقی لحاظ سے ایک المیہ جنم دیا کیونکہ اس جنگ کے بعد ہزاروں افراد کو محاکمہ کے بغیر قتل کر دیا گیا، جن میں کئی وہ بھی تھے جو نہ مسلح تھے اور نہ ہی براہِ راست فتنہ میں شریک۔ ابن کثیر کی روایت امام ابن کثیر (م 774ھ) نے اس واقعے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا: قَتَلَ مُصْعَبٌ مِنَ الْخَوَارِجِ يَوْمَ الْأَهْوَازِ أُلُوفًا، وَكَانَ فِيهِمْ مَنْ لَا جُرْمَ لَهُ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص290، دار الفکر، بیروت، 1408ھ)۔ ترجمہ: مصعب بن زبیرؓ نے اہواز کے مقام پر خوارج کے ہزاروں افراد کو قتل کیا، حالانکہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جن کا کوئی جرم نہ تھا۔

تحقیقی تجزیہ: یہ واقعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ فتنوں کے زمانے میں سیاسی فیصلے اکثر عدل و انصاف کی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ مصعب بن زبیرؓ بنیادی طور پر ایک نیک، شجاع، اور حق پرست قائد تھے، مگر جنگی ہنگامے میں بعض اقدامات ان کے زیرِ اقتدار سپہ سالاروں نے ایسے کیے جن کے نتیجے میں بے گناہ عوام

بھی اس خونی لہر کا شکار ہو گئے۔ اہواز کی جنگ کے بعد بصرہ کے بازاروں، گلیوں، اور نواحی علاقوں میں خوف واضطراب پھیل گیا۔ خوارج کے نظریات سے وابستگی کا معمولی شبہ بھی بعض اوقات گرفتاری یا قتل کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا۔ اس طرح یہ واقعہ سیاسی استحکام کے باوجود انسانی جانوں کے ضیاع اور عدل کے زوال کا منظر پیش کرتا ہے۔

ظلم کی نوعیت: 1- بعض بے گناہ افراد کا بغیر عدالتی کاروائی قتل ہونا۔ 2- جنگ کے بعد اجتماعی سزاؤں کا نفاذ۔ 3- سیاسی دشمنی کے نتیجے میں عوامی خونریزی۔ 4- خوف وجبر کے ذریعے اقتدار کی مضبوطی۔ **اخلاقی وشرعی زاویہ:** اسلامی شریعت میں ''قصاص'' اور ''محاکمہ'' کے بغیر کسی فرد کو قتل کرنا شدید ترین ظلم ہے۔ قرآن مجید واضح طور پر ارشاد فرماتا ہے: **وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ** (الإسراء: 33)۔ ترجمہ: ''اور اس جان کو جسے اللہ نے محترم قرار دیا ہے، حق کے سوا قتل نہ کرو''۔ یہ قرآنی اصول ظاہر کرتا ہے کہ خواہ دشمن کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو، عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا جا سکتا۔

سیاسی پس منظر: عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت اس وقت کئی محاذوں پر الجھی ہوئی تھی، ایک طرف اموی طاقت کا دباؤ، دوسری جانب خوارج کی فتنہ انگیزی۔ ایسے ماحول میں مصعب بن زبیرؓ کی عسکری سختی وقتی طور پر فتنہ دبانے کا ذریعہ تو بنی، لیکن اس کے نتیجے میں عوامی اعتماد کو نقصان پہنچا اور زبیری خلافت کے اخلاقی تاثر پر بھی اثر پڑا۔

خلاصہ ونتائج: 1- شعبان 69ھ میں اہواز کے مقام پر خوارج کے خلاف فیصلہ

کن جنگ لڑی گئی۔2-مصعب بن زبیرؓ نے فتنہ خوارج کو ختم کیا مگر بعدازاں بڑی تعداد میں لوگوں کو بغیر عدالتی کاروائی قتل کیا گیا۔3-اس ظلم کی لپیٹ میں بے گناہ عوام بھی آئے، جو جنگ میں شریک نہیں تھے۔4-اس واقعے نے زبیری خلافت کے عدل واصلاحی تاثر کو عارضی دھچکا پہنچایا۔5-تاریخ ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ عدل کے بغیر فتوحات پائیدار نہیں ہوتیں، اور ظلم، خواہ اہلِ حق سے صادر ہو، نتیجتاً کمزوری کا باعث بنتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 290، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔2-الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری)، ج6، ص60، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔3-ابن الاثیر، علی بن محمد: الکامل فی التاریخ، ج4، ص123، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔4-البلاذری، احمد بن یحیی: أنساب الأشراف، ج5، ص100، دار المعارف، قاہرہ، 1996ء۔

شوال 69ھ: عبدالملک بن مروان کی جبری بیعت اور عسکری اصلاحات

شوال 69ھ کا زمانہ اسلامی تاریخ میں سیاسی انتشار، داخلی محاذ آرائی، اور اقتدار کی کشمکش کا دور تھا۔ ایک طرف عبداللہ بن زبیرؓ مکہ مکرمہ سے خلافتِ شرعیہ کی نمائندگی کر رہے تھے، دوسری جانب عبدالملک بن مروان نے شام میں اپنی سلطنت کو مضبوط کرنے کی کوششیں تیز کر دی تھیں۔ اسی دوران عبدالملک نے اپنی عسکری و

انتظامی پالیسیوں میں نمایاں تبدیلیاں کیں اور رومی طرز کی فوجی نظم وضبط کو اسلامی لشکروں میں نافذ کیا۔اس اقدام کے پس منظر میں دو محرکات تھے: 1-داخلی بغاوتوں کا خاتمہ۔2-سیاسی وفاداری کو بزورِ طاقت یقینی بنانا۔

عبدالملک بن مروان کی فوجی اصلاحات: عبدالملک بن مروان نے جب شام، اردن اور فلسطین کے محاذوں پر اپنی فوجی طاقت منظّم کی تو اسے رومی سلطنت کی عسکری ترتیب سے گہرا اثر ہوا۔چنانچہ اس نے فوجوں میں قیصرِ روم کے طرزِ تنظیم کو نافذ کیا، جس میں سخت انضباطی نظام، اجباری مشقیں، اور مرکزی کنٹرول شامل تھا۔تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالملک نے سپاہیوں کی وفاداری یقینی بنانے کے لیے ان سے جبری بیعت لی اور جو انکار کرتا، اسے سخت سزا دی جاتی۔ امام شمس الدین الذہبی (م748ھ) لکھتے ہیں: **فَفَرَضَ عَلَى الْجُنُودِ بَيْعَةَ عَبْدِ الْمَلِكِ، وَمَنْ أَبَى ضُرِبَ وَسُجِنَ** (العبر فی خبر من غبر للإمام الذہبی، ج1، ص92، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط1، 1405ھ)۔ترجمہ: ''عبدالملک نے اپنی فوجوں پر اپنی بیعت لازم کی، اور جو انکار کرتا، اسے مارا اور قید کر دیا جاتا''۔یہ اقتباس واضح طور پر بتاتا ہے کہ عبدالملک نے سیاسی استحکام کے نام پر بیعتِ اکراہ (جبری وفاداری) کا نظام رائج کیا، جو اسلامی اصولِ رضا کارانہ بیعت کے صریح خلاف تھا۔

بیعتِ اکراہ اور اس کے اثرات: اسلامی نظامِ خلافت میں بیعت کی بنیاد اختیار و رضا پر ہے، نہ کہ اکراہ و جبر پر۔ نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں بیعتِ

رضا کارانہ کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا۔ عبد الملک بن مروان کا یہ طرزِ عمل نہ صرف سیاسی بلکہ دینی اعتبار سے بھی ایک بڑی انحرافی روش تھی۔ اس نے خلفاءِ راشدین کی سنت سے روگردانی کرتے ہوئے سیاسی طاقت کے زور پر وفاداری حاصل کرنے کی راہ اپنائی، جس کے نتیجے میں امتِ مسلمہ میں اعتماد کا بحران پیدا ہوا۔ ابنِ اثیر (م630ھ) اس دور کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَكَانَ النَّاسُ فِي ضِيقٍ وَخَوْفٍ، لَا يَأْمَنُ أَحَدٌ عَلَى نَفْسِهِ (الکامل فی التاریخ، لابن الأثیر، ج4، ص265، دار صادر، بیروت، ط2، 1385ھ)۔ ترجمہ: ''لوگ سخت تنگی اور خوف میں مبتلا تھے، کوئی شخص اپنی جان پر بھی مطمئن نہیں رہتا تھا''۔ یہ اقتباس اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ عبد الملک کا دور سیاسی جبر، عوامی خوف، اور جبری اطاعت سے عبارت تھا۔

تاریخی و اخلاقی تجزیہ: اسلامی حکومت کا بنیادی مقصد عدل، امن، اور شریعت کی بالادستی ہے۔ لیکن عبد الملک بن مروان نے طاقت کو حق پر ترجیح دی اور دین کے نام پر اقتدار کو محفوظ کیا یہ رویہ ان حکمرانوں کے لیے عبرت ہے جو دینی الفاظ کے پردے میں ظلم اور جبر کی حکمرانی قائم کرتے ہیں۔ قرآنِ کریم نے ایسے ظالم حکمرانوں کے بارے میں فرمایا: وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (سورۃ ھود، آیت 113)۔ ترجمہ: ''اور ظالموں کی طرف ذرا بھی نہ جھکنا، ورنہ تمہیں آگ چھو لے گی''۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ ظلم کے نظام سے تعاون بھی دینی نقطہ نظر سے خطرناک ہے، اور عبد الملک کی جبری بیعت اسی زمرے میں داخل تھی۔

خلاصہ ونتائج: 1-شوال 69ھ میں عبدالملک بن مروان نے فوجی نظم میں رومی طرز اختیار کیا۔ 2-سیاسی استحکام کے نام پر جبری بیعت نافذ کی گئی۔ 3-انکار کرنے والوں پر تشدد اور قید کی سزائیں عام ہوئیں۔ 4-عوام میں خوف، اضطراب، اور ظلم کے اثرات گہرے ہوئے۔ 5-یہ واقعہ اسلامی تاریخ میں اقتدار کے نام پر دین کے استعمال کی بدترین مثال ہے۔ 6-عبدالملک کا یہ عمل سیاسی چالاکی ضرور تھی، مگر دینی اصولِ عدل ورضا کے منافی تھا۔

مصادر ومراجع: 1-العِبر فی خبر من غبر امام شمس الدین الذہبی، ج 1، ص 92، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول، 1405ھ۔ 2-الکامل فی التاریخ عزالدین ابن الأثیر الجزری، ج 4، ص 265، دار صادر، بیروت، طبع ثانی، 1385ھ۔ 3-البدایہ والنہایہ حافظ ابن کثیر الدمشقی، ج 9، ص 43، دارالفکر، بیروت، طبع ثانی، 1410ھ۔ 4-تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 566، دارالتراث، بیروت، طبع اول، 1387ھ۔

ذوالحجہ 69ھ: عبداللہ بن زبیرؓ کی حج کی امامت اور دعوتِ عدل

ذوالحجہ 69ھ کا زمانہ اسلامی تاریخ میں سیاسی دوئی، اخلاقی بحران، اور دینی قیادت کی آزمائش کا دور تھا۔ ایک طرف شام وعراق میں عبدالملک بن مروان کی حکومت قوت پکڑ رہی تھی، تو دوسری جانب عبداللہ بن زبیرؓ مکہ مکرمہ میں خلافتِ شرعیہ کے نمائندہ و

خلیفہ برحق کے طور پر موجود تھے۔ اموی سلطنت نے اگرچہ سیاسی طاقت حاصل کر لی تھی، مگر روحانی مرکزِ اسلام مکہ مکرمہ ابھی بھی عبد اللہ بن زبیرؓ کے زیرِ اختیار تھا۔ چنانچہ اس سال انہوں نے حسبِ معمول حج کی امامت فرمائی اور یوم النحر (10 ذوالحجہ 69ھ) کو منیٰ میں ایک نہایت مؤثر و جرات مندانہ خطبہ دیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ کا منیٰ کا خطبہ امام محمد بن جریر الطبری (م310ھ) نے اس خطبے کو اپنی مشہور کتاب میں روایت کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: **خَطَبَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَ النَّحْرِ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَذَكَرَ ظُلْمَ بَنِي أُمَيَّةَ، وَدَعَا إِلَى الْعَدْلِ** (تاریخ الطبری لمحمد بن جریر الطبری، ج6، ص60، دار التراث، بیروت، طبع اول، 1387ھ)۔ ترجمہ: ''عبد اللہ بن زبیرؓ نے یوم النحر کے دن خطبہ دیا، اللہ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر بنو اُمیہ کے ظلم کا ذکر کیا اور عدل و انصاف کی دعوت دی''۔ یہ مختصر مگر پُر اثر خطبہ اُس زمانے میں ظلم و جبر کے خلاف ایک اخلاقی و ایمانی اعلان تھا۔ بنو اُمیہ کی سیاسی طاقت مکہ سے باہر مضبوط ہو چکی تھی، لیکن عبد اللہ بن زبیرؓ نے حرمِ مقدس کے منبر سے حق و عدل کی صدا بلند کی جو ان کی بے خوف قیادت اور خلوصِ ایمانی کی علامت ہے۔

خطبے کا پیغام اور دینی بصیرت: عبد اللہ بن زبیرؓ کا یہ خطبہ دراصل اُس دور کے اسلامی شعورِ خلافت کا مظہر تھا۔ انہوں نے یہ واضح کر دیا کہ خلافت کا مقصد عدل، مساوات، اور شریعت کی بالادستی ہے، نہ کہ سیاسی وراثت یا قبیلوی تسلط۔ ان کے کلمات نے منیٰ کی وادیوں میں وہ گونج پیدا کی جو ظلم کے ایوانوں تک پہنچی، اور اسی گونج

کو ''بغاوت'' کا نام دے کر ان کے خلاف پروپیگنڈا کیا گیا۔ابنِ کثیر (م 774ھ) ان حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَدْعُو النَّاسَ إِلَى الْعَدْلِ وَالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، فَيُكَفِّرُهُ أَعْدَاؤُهُ بِذَلِكَ (البدایۃ والنہایۃ، لابن کثیر، ج9،ص 54، دارالفکر، بیروت، طبع ثانی، 1410ھ)۔ترجمہ: ''ابن زبیرؓ لوگوں کو عدل، کتاب اللہ اور سنت کی طرف بلاتے تھے، اور ان کے دشمن اسی دعوت کی بنا پر انہیں کافر قرار دیتے تھے''۔ یہ اقتباس اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ حق کی دعوت کو بغاوت قرار دینا اموی سیاست کا ایک حربہ بن چکا تھا۔عبد اللہ بن زبیرؓ کی مظلومیت اسی تضاد کی سب سے روشن مثال ہے کہ عدالت کی دعوت جرم ٹھہری اور ظلم کی سلطنت کو خلافت کہا گیا۔

مظلومیت اور جراتِ حق: منیٰ کا وہ خطبہ نہ صرف سیاسی اعلان تھا بلکہ ایمانی استقامت کی علامت بھی تھا۔عبد اللہ بن زبیرؓ نے جانتے ہوئے بھی کہ شام وعراق کے خطوں میں ان کے خلاف فتوے دیے جا رہے ہیں، پھر بھی حرم شریف میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ ''عدل ہی ایمان کی بنیاد ہے اور ظلم ہی زوال کا آغاز''۔یہی ایمان و جرات انہیں ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کی صفِ اوّل میں لے آتی ہے۔قرآنِ کریم کا یہ ارشاد ان کے طرزِ عمل کی روح کو بیان کرتا ہے: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (سورۃ النحل، آیت 90)۔ترجمہ: ''بیشک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے''۔عبد اللہ بن زبیرؓ نے اسی قرآنی حکم کو اپنا منشور بنایا، اور ظلم کے دور میں عدل کی صدا بنے رہے۔

تاریخی و اخلاقی تجزیہ: 69ھ میں حرمِ مکہ سے اٹھنے والی یہ آواز دراصل

روحِ خلافتِ راشدہ کا تسلسل تھی۔عبد اللہ بن زبیرؓ نے اموی استبداد کے مقابل صرف تلوار نہیں بلکہ خطبہ عدل کو ہتھیار بنایا۔یہ تاریخ کا وہ لمحہ تھا جب ''ظلم کے خلاف کلمہ حق'' کہنے والا حرم کا امام بن گیا،اور ''ظالم کے سامنے خاموش'' رہنے والے خلیفہ کے درباری کہلائے۔

خلاصہ ونتائج: 1-ذوالحجہ 69ھ میں عبد اللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ میں حج کی امامت فرمائی۔2-یوم النحر کے خطبے میں بنواُمیہ کے ظلم کو بے نقاب کیا اور عدل کی دعوت دی۔ 3-حرم شریف میں حق کی آواز بلند کرنا جرم بن گیا اور زبیری خلافت کو ''بغاوت'' کہا گیا۔4-عبد اللہ بن زبیرؓ نے قرآن وسنت کی بنیاد پر عدلِ اجتماعی کا پیغام دیا۔ 5-ان کی مظلومیت دراصل ظلم کے خلاف حق کی علامت بن گئی۔ 6-ان کا یہ خطبہ اسلامی تاریخ میں جرأتِ حق اور اخلاقی قیادت کی روشن مثال ہے۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبری، ج 6،ص 60، دار التراث، بیروت، طبع اول، 1387ھ۔2-البدایۃ والنہایۃ امام ابن کثیر الدمشقی، ج 9،ص 54، دار الفکر، بیروت، طبع ثانی، 1410ھ۔3-العِبر فی خبر من غبر امام شمس الدین الذہبی، ج 1،ص 94، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول، 1405ھ۔ 4-الکامل فی التاریخ عزالدین ابن الأثیر الجزری، ج 4،ص 270، دار صادر، بیروت، طبع ثانی، 1385ھ۔

خلاصہ واقعاتِ سنہ 69ھ

(عبدالملک بن مروان کا ظلم اور عبداللہ بن زبیرؓ کی مظلوم قیادت (69ھ)

69ھ کا سال اسلامی تاریخ میں فتنوں، خانہ جنگیوں، اور اقتدار کی کشمکش سے بھرا ہوا سال تھا۔ خلافتِ اُمویہ کے بانی مروان بن حکم کی وفات کے بعد، عبدالملک بن مروان نے شام میں تختِ خلافت سنبھالا۔ اس کے مقابل عبداللہ بن زبیرؓ مکہ مکرمہ میں دینی، اخلاقی، اور شرعی بنیادوں پر خلافت کی قیادت کر رہے تھے۔ اسی برس سیاسی جنگ نے مذہبی رنگ اختیار کر لیا۔ امویوں نے نہ صرف حکومت بلکہ دین و ایمان کی تعبیر پر بھی قبضہ جمانے کی کوشش کی۔ ان کے ظلم و جبر نے علم و عدل کے مراکز کو بھی متاثر کیا، اور اہلِ بیتؓ، زبیریین، اور اہلِ حق سبھی اس دباؤ کی لپیٹ میں آئے۔

عبدالملک بن مروان کی پالیسی اور مذہبی جبر: عبدالملک نے سیاسی استحکام کے نام پر بیعتِ اکراہ کا نظام نافذ کیا، جیسا کہ امام الذہبی نے لکھا: **فَفَرَضَ عَلَى الْجُنُودِ بَيْعَةَ عَبْدِ الْمَلِكِ، وَمَنْ أَبَى ضُرِبَ وَسُجِنَ** (العبر فی خبر من غبر للإمام الذہبی، ج 1، ص 92، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول، 1405ھ)۔ ترجمہ: ''عبدالملک نے اپنی فوجوں پر اپنی بیعت لازم کی، اور جو انکار کرتا، اسے مارا اور قید کر دیا جاتا''۔ یہ بیعت دراصل ایمان و دین کے نام پر سیاسی غلامی تھی۔ عبدالملک نے شامی علاقوں میں خطباء و ائمہ کو مجبور کیا کہ وہ جمعہ کے خطبوں میں عبداللہ بن زبیرؓ کو ''باغی'' اور ''مفسد'' قرار

دیں۔ابنِ اثیر (م630ھ) نے اس جبر کی کیفیت یوں بیان کی ہے:وَضَعَ الْمُلُوکُ مِنْ بَنِی أُمَیَّةَ عَلَی الْمَنَابِرِ مَنْ یَسُبُّ ابْنَ الزُّبَیْرِ، وَیَمْدَحُ عَبْدَ الْمَلِکِ (الکامل فی التاریخ، لابن الأثیر، ج4، ص268، دار صادر، بیروت، طبع ثانی، 1385ھ)۔ترجمہ:''بنواُمیہ کے بادشاہوں نے خطبوں کے منبروں پر ایسے خطباء مقرر کیے جو ابن زبیرؓ کو گالیاں دیتے اور عبدالملک کی تعریف کرتے تھے''۔ یہ اقدام دین کے تقدس کی پامالی اور منبرِ رسول ﷺ کے سیاسی استعمال کا آغاز تھا۔

اہلِ بیتؓ اور زبیریین پر دباؤ: عبدالملک کے دور میں اہلِ بیتِ نبویؐ اور ان کے حامی زبیریین کو سخت دباؤ کا سامنا ہوا۔کوفہ و بصرہ میں جو لوگ ابن زبیرؓ کی خلافت کے حامی تھے، ان پر ''فتنہ'' کے الزام میں ظلم کیا گیا۔ابنِ کثیر (م774ھ) اس ظلم کی شدت کو یوں بیان کرتے ہیں: قَتَلَ مُصْعَبٌ مِنَ الْخَوَارِجِ وَمِنْ أَنْصَارِ ابْنِ الزُّبَیْرِ خَلْقًا کَثِیرًا، وَاسْتَبَاحَ دِمَائَهُمْ (البدایۃ والنہایۃ، لابن کثیر، ج9، ص45، دار الفکر، بیروت، طبع ثانی، 1410ھ)۔ترجمہ:''مصعب (بن زبیرؓ) نے خوارج کے ساتھ ساتھ ابن زبیرؓ کے انصار میں سے بھی بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور ان کا خون مباح سمجھا گیا''۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اقتدار کی لڑائی نے حق و باطل کی حدود کو دھندلا دیا تھا، حتیٰ کہ اہلِ ایمان بھی فتنوں کے نشانے پر تھے۔**عبداللہ بن زبیرؓ:** صدق و عدل کی علامت 69ھ کے اس ہنگامہ خیز زمانے میں عبداللہ بن زبیرؓ کی ذات استقامت، عدل اور صدق کی مینار تھی۔انہوں نے مکہ مکرمہ میں عدل و حریت کی دعوت جاری رکھی۔

چنانچہ امام طبری نے نقل کیا ہے: خَطَبَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَ النَّحْرِ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَذَكَرَ ظُلْمَ بَنِي أُمَيَّةَ، وَدَعَا إِلَى الْعَدْلِ (تاریخ الطبری لمحمد بن جریر الطبری، ج6، ص60، دار التراث، بیروت، طبع اول، 1387ھ)۔ ترجمہ: ''ابن زبیرؓ نے یوم النحر کو خطبہ دیا، اللہ کی حمد وثناء کے بعد بنو اُمیہ کے ظلم کا ذکر کیا اور عدل وانصاف کی دعوت دی''۔ ان کا یہ خطبہ حرم شریف کی گونج میں حق کی للکار بن گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عدل کی بات کرنا بغاوت شمار ہوتا تھا، اور ظلم کے خلاف آواز اٹھانا جرم۔

کوفہ وبصرہ میں خونِ ناحق: اسی سال عبد الملک نے عراق کے علاقوں میں اپنی طاقت مستحکم کرنے کے لیے مصعب بن زبیرؓ کے خلاف جنگیں کیں۔ ان جنگوں کے بعد اہلِ ایمان، قراء، اور زبیری حامیوں کو کچلا گیا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: قُتِلَ مِنَ الْخَوَارِجِ وَغَيْرِهِمْ يَوْمَ الْأَهْوَازِ أُلُوفٌ، وَسُبِيَ النِّسَاءُ (البدایۃ والنہایۃ، ج9، ص48، دار الفکر، بیروت، طبع ثانی، 1410ھ)۔ ترجمہ: ''اہواز کے دن ہزاروں خوارج اور دیگر لوگ قتل کیے گئے، اور عورتوں کو قیدی بنایا گیا''۔ یہ ظلم ''فتنہ وفساد کے خاتمے'' کے نام پر روا رکھا گیا، مگر درحقیقت یہ مظلوموں کے خون سے سلطنت کے ستون مضبوط کرنے کی مہم تھی۔

حجاز میں حریت وایمان کی شمعیں: جہاں شام وعراق ظلم کے سائے میں ڈوبے تھے، وہیں حجاز میں ایمان، صبر، اور حریت کی شمعیں روشن رہیں۔ مکہ مکرمہ میں عبد اللہ بن زبیرؓ کی قیادت میں لوگ نہ صرف عبادت بلکہ عدل واستقلال کا سبق سیکھ رہے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب سیف ومنبر کے درمیان جنگ جاری تھی اور عبد اللہ بن

زبیرؓ منبرِ عدل پر ڈٹے رہے، حتیٰ کہ شہادت کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا۔

خلاصہ ونتائج: 1-69ھ میں عبدالملک بن مروان کا ظلم سیاسی سے بڑھ کر مذہبی رنگ اختیار کر گیا۔2-اہلِ بیتؓ، زبیریین، اوران کے حمایتی علمی وروحانی مراکز میں دباؤ میں رہے۔3-عبداللہ بن زبیرؓ عدل وصدق کی علامت کے طور پر اُبھرے۔ 4-کوفہ وبصرہ میں فتنہ وفساد کے نام پر مظلوموں کا خون بہایا گیا۔5۔حجاز میں ایمان، حریت، اورصبر کی شمعیں جلتی رہیں۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبری، ج6، ص60، دارالتراث، بیروت، طبع اول، 1387ھ۔2-البدایۃ والنہایۃ امام ابن کثیر الدمشقی، ج9، ص45، 48، دارالفکر، بیروت، طبع ثانی، 1410ھ۔3-العبر فی خبر من غبر امام شمس الدین الذہبی، ج1، ص92، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول، 1405ھ۔ 4-الکامل فی التاریخ عزالدین ابن الأثیر الجزری، ج 4، ص 268، دار صادر، بیروت، طبع ثانی، 1385ھ۔

اسلامی سنہ 70 ہجری کے اہم واقعات

اسلامی سنہ 70ھ تاریخِ اسلام کا ایک نہایت فیصلہ کن موڑ ہے، جب امتِ مسلمہ کی سیاست، خلافت اور عقیدۂ حریت کے درمیان معرکہ برپا تھا۔مکۂ مکرمہ و مدینۂ منورہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شرعی خلافت قائم تھی، جو عدل وایمان کی

بنیاد پر استوار تھی؛ جبکہ شام میں عبدالملک بن مروان نے ظلم، جبر، اور طاقت کے بل پر اپنی بادشاہت کو مستحکم کرلیا تھا۔ یہ سال دراصل دو متوازی نظاموں کا مظہر ہے ایک طرف خلافتِ شرعیہ، دوسری جانب ملوکیتِ جبریہ۔

(1) جمادی الاولیٰ 70ھ عراق میں زبیری حمایتیوں پر ظلم: عبدالملک بن مروان نے اپنے عامل حجاج بن یوسف ثقفی کو عراق کی بغاوتوں کو دبانے کا حکم دیا۔ حجاج نے بصرہ و کوفہ میں اپنے خطبوں کے ذریعے خوف و دہشت کا ماحول پیدا کیا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: **خَطَبَ الْحَجَّاجُ بِالْبَصْرَةِ، فَتَوَعَّدَ النَّاسَ بِالْقَتْلِ، وَقَالَ: إِنِّي أَرَى رُؤُوسًا قَدْ أَيْنَعَتْ وَقَدْ حَانَ قِطَافُهَا** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج 9، ص 35، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990ء)۔ ترجمہ: حجاج نے بصرہ میں خطبہ دیا اور لوگوں کو قتل کی دھمکیاں دیں، پھر کہا: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت سے سر پک چکے ہیں اور ان کے کاٹنے کا وقت آ گیا ہے''۔ **توضیح:** یہ جملہ تاریخِ اسلام میں ظلم و جبریت کی علامت بن گیا۔ حجاج نے زبیریین اور اہلِ بیتؓ کے حمایتیوں پر مظالم ڈھائے، حتیٰ کہ علماء، قراء اور صالحین کو بھی تختۂ دار پر لٹکایا گیا۔

(2) رجب 70ھ: مدینہ منورہ میں بنو اُمیہ کے مخالفین پر دباؤ عبدالملک نے حجاز میں اپنی حکومت کے استحکام کے لیے اہلِ مدینہ پر سیاسی دباؤ ڈالا۔ امام الذہبی لکھتے ہیں: **وَضَعَ عَبْدُ الْمَلِكِ الْعُيُونَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَكَانُوا عَلَى بَيْعَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَضُرِبَ وَسُجِنَ مَنْ أَبَى الطَّاعَةَ** (العبر فی خبر من غبر، الذہبی، ج 1،

ص 95، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1985ء)۔ترجمہ: عبد الملک نے اہلِ مدینہ پر جاسوس مقرر کیے، کیونکہ وہ ابنِ زبیرؓ کی بیعت پر قائم تھے۔ جو اطاعت سے انکار کرتا، اسے مارا یا قید کر دیا جاتا۔ **تجزیہ:** مدینہ طیبہ جو مرکزِ علم و نبوت تھا ظلم و خوف کے سائے میں آ گیا۔ یہ وہی شہر تھا جہاں صحابہؓ کے آثار باقی تھے، لیکن سیاسی جبر نے اہلِ ایمان کو خاموش کر دیا۔

(3) ذوالقعدہ 70ھ: مکہ مکرمہ میں خطبۂ حریت اس سال مکہ مکرمہ میں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے حج کے موقع پر حق و عدل کا عظیم پیغام دیا۔ امام طبری روایت کرتے ہیں: خَطَبَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَ النَّحْرِ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَذَكَرَ ظُلْمَ بَنِي أُمَيَّةَ، وَدَعَا إِلَى الْعَدْلِ (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص60، دار التراث، بیروت، 1967ء)۔ترجمہ: ابن زبیرؓ نے یوم النحر کے دن خطبہ دیا، اللہ کی حمد و ثناء کے بعد بنو اُمیہ کے ظلم کا ذکر کیا اور عدل و انصاف کی دعوت دی۔ **توضیح:** یہ خطبہ دراصل ظلم و جبر کے مقابلے میں ایمان و حریت کی للکار تھی۔ مکہ مکرمہ کے منبر سے عدل و حق کا اعلان، اس دور کی سب سے بڑی دینی تحریک تھی۔

(4) ذوالحجہ 70ھ: عبد الملک بن مروان کی جبری بیعت اسی سال عبد الملک نے اپنے تمام افسران اور فوجی کمانڈروں سے جبری بیعت لی تاکہ کوئی شخص ابن زبیرؓ کی حمایت نہ کرے۔ الذہبی لکھتے ہیں: فَفَرَضَ عَلَى الْجُنُودِ بَيْعَةَ عَبْدِ الْمَلِكِ، وَمَنْ أَبَى ضُرِبَ وَسُجِنَ (العبر فی خبر من غبر، الذہبی، ج1، ص92، دار الکتب العلمیۃ، 1985ء)۔ترجمہ: عبد الملک نے فوجوں پر اپنی بیعت لازم کی، اور جو انکار کرتا،

اسے مارا اور قید کیا جاتا۔ **تحقیقی نکتہ:** یہ بیعت شرعی بیعت نہیں تھی بلکہ ''بیعتِ اکراہ'' تھی، جو ملوکیت کی بنیاد قرار پائی۔ یہی وہ نظام تھا جس نے خلافت کے نورانی تصور کو جبر و سیاست کے اندھیروں میں بدل دیا۔

خلاصہ و نتائج: 1- سنہ 70ھ میں امتِ مسلمہ عدل و ظلم، خلافت و ملوکیت، ایمان و سیاست کے درمیان سخت آزمائش سے گزری۔ 2- عبدالملک بن مروان نے دین کے نام پر جبر کا نظام قائم کیا اور اہلِ ایمان پر ظلم روا رکھا۔ 3- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حرمِ مکہ سے حق و عدل کی صدا بلند کر کے ایمان و حریت کی علامت قائم کی۔ 4- اہلِ بیتؓ اور زبیریین کے حمایتی شہروں میں سیاسی قید و بند اور قتل و غارت کے شکار ہوئے۔ 5- حجاز میں ظلم کے باوجود صبر، استقلال، اور ایمان کی شمعیں روشن رہیں۔

مصادر و مراجع: 1- تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 60، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2- البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج 9، ص 35، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990ء۔ 3- العبر فی خبر من غبر، شمس الدین الذہبی، ج 1، ص 95 92، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1985ء۔

محرم 70ھ عبدالملک بن مروان کی طرف سے زبیری علاقوں پر فوجی دباؤ

اسلامی تاریخ کا سال 70ھ خلافتِ زبیریہ اور سلطنتِ مروانیہ کے درمیان

فیصلہ کن کشمکش کا زمانہ ہے۔ ایک طرف مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شرعی خلافت عدل وایمان کے ساتھ قائم تھی، تو دوسری جانب عبدالملک بن مروان شام میں اپنی ملوکیت کو مضبوط کر رہا تھا۔ اسی سال کے آغاز، یعنی محرم 70ھ میں عبدالملک نے حجاز کے راستوں پر فوجی دباؤ بڑھانے کا حکم دیا، تاکہ مکہ و مدینہ کے درمیان امداد، تجارت، اور اہلِ ایمان کے روابط منقطع کر کے زبیری خلافت کو کمزور کیا جاسکے۔

عبدالملک بن مروان کی فوجی حکمتِ عملی: امام طبری اس واقعہ کو تفصیل سے ذکر کرتے ہیں: وَبَعَثَ عَبْدُ الْمَلِكِ الْجُيُوشَ إِلَى الْحِجَازِ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَمْنَعُوا الإِمْدَادَ عَنْ ابْنِ الزُّبَيْرِ (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص95، دار التراث، بیروت، 1967ء)۔ ترجمہ: عبدالملک نے حجاز کی طرف فوجیں روانہ کیں اور انہیں حکم دیا کہ ابن زبیرؓ تک کسی امداد کو پہنچنے نہ دیں۔

توضیح و تجزیہ: یہ اقدام دراصل مکہ مکرمہ کے خلاف ایک فوجی محاصرہ تھا۔ عبدالملک نے اپنے جرنیل حصین بن نمیر السکونی کو اس مہم کا سربراہ بنایا، جس نے طائف اور مدینہ کے درمیان راستوں پر پہرے بٹھا دیے تاکہ زبیری لشکروں اور ان کے حامی قبائل تک کوئی امدادی رسد نہ پہنچ سکے۔ اس اقدام کا مقصد صرف عسکری برتری حاصل کرنا نہیں تھا، بلکہ مکہ و مدینہ جیسے مقدس مراکز کو اقتصادی و سماجی دباؤ میں لانا تھا تاکہ اہلِ حرم مجبور ہو کر عبدالملک کی جبری بیعت قبول کر لیں۔

حرمین شریفین کی ناکہ بندی ایک مذہبی و اخلاقی جُرم: تاریخی و اخلاقی اعتبار

سے یہ واقعہ نہایت سنگین تھا۔ حرمین شریفین وہ مقامات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے امن کا مرکز قرار دیا: وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (سورۃ آلِ عمران، 97:3) ''جو کوئی اس میں داخل ہوا وہ امن میں آ گیا''۔ عبدالملک کا اقدام اس قرآنی اصول کی صریح خلاف ورزی تھی۔ اس نے سیاسی اقتدار کے لیے مکہ مکرمہ کو عسکری دباؤ میں لانے کا حکم دیا، جو نہ صرف ظلم بلکہ حرمِ الٰہی کی حرمت شکنی کے مترادف تھا۔

سیاسی اور معاشی اثرات: 1- مکہ مکرمہ کی معاشی ناکہ بندی: تجارتی قافلے روک دیے گئے، اور اہلِ مکہ کو شدید قحط اور قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ **2- مدینہ منورہ پر نفسیاتی دباؤ:** عبدالملک کے جاسوس اہلِ مدینہ پر نگرانی رکھتے تاکہ کوئی شخص ابن زبیرؓ کو مدد نہ دے۔ **3- زبیری خلافت کی عسکری کمزوری:** امداد کے راستے بند ہونے سے مکہ میں زبیری فوجوں کی رسد کم ہوگئی، جس سے عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف عبدالملک کے منصوبے کو وقتی فائدہ ہوا۔ تاریخی تعبیر و فکری تاثر یہ واقعہ محض ایک سیاسی حکمتِ عملی نہیں بلکہ اسلامی سیاست میں ملوکیت کی ظالمانہ ابتدا تھی۔ خلافتِ زبیریہ عدل و شریعت کی بنیاد پر کھڑی تھی، جبکہ مروانی سلطنت جبر، اکراہ، اور دنیاوی اقتدار کی علامت بنتی جا رہی تھی۔ محرم 70ھ کا یہ واقعہ دراصل دو نظاموں کی کشمکش کا مظہر ہے، ایک طرف ایمان کی امارت، دوسری طرف ظلم کی حکومت

خلاصہ و نتائج: 1- محرم 70ھ میں عبدالملک بن مروان نے حجاز کی سرحدوں پر فوجی دباؤ بڑھا کر زبیری خلافت کو محصور کرنے کی کوشش کی۔ 2- مکہ و مدینہ جیسے

مقدس شہروں پر عسکری و اقتصادی ناکہ بندی ظلم کی بدترین مثال تھی۔ 3-یہ اقدام قرآنِ کریم کے اصولِ حرمتِ حرم کی صریح خلاف ورزی تھی۔ 4-عبداللہ بن زبیرؓ نے ان حالات میں بھی صبر، استقلال، اور ایمان کی شمع روشن رکھی۔ 5-محرم 70ھ کا یہ واقعہ بعد کے اسلامی ادوار کے لیے ایک اخلاقی وسیاسی عبرت بن گیا۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص95، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج9، ص38، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990ء۔ 3-العبر فی خبر من غبر، شمس الدین الذہبی، ج1، ص94، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1985ء۔

صفر 70ھ اہلِ مدینہ پر دوبارہ سیاسی دباؤ

اسلامی سنہ 70ھ کے دوسرے مہینے صفر میں مدینہ منورہ جو مرکزِ نبوت وعلم تھا دوبارہ سیاسی جبر کی زد میں آ گیا۔ خلافتِ زبیریہ کے زیرِ اثر اہلِ حجاز خصوصاً مدینہ منورہ میں خطباء اور علماء منبروں سے حق وعدل کی دعوت دیتے، اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی دینی واخلاقی قیادت کو سراہتے تھے۔ لیکن جب شام میں عبدالملک بن مروان نے اپنی حکومت مضبوط کر لی، تو اس نے مدینہ پر سیاسی دباؤ بڑھایا تاکہ منبر ومحراب کو بھی مروانی سیاست کا آلہ بنایا جا سکے۔

اموی فرمان: منبر پر حق گوئی کی ممانعت امام ابن الاثیر اس حکم کو صراحت

سے بیان کرتے ہیں: أُمِرَ الْخُطَبَاءُ أَنْ يَدْعُوا لِعَبْدِ الْمَلِكِ، وَيَدَعُوا ذِكْرَ ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي الْخُطَبِ (الکامل فی التاریخ، عزالدین ابن الأثیر الجزری، ج4، ص140، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء)۔ ترجمہ: خطباء کو حکم دیا گیا کہ وہ عبدالملک کے لیے دعا کریں اور خطبوں میں ابن زبیرؓ کا ذکر ترک کر دیں۔

تاریخی وفکری تجزیہ: یہ حکم دراصل منبر ومحراب کو سیاسی رنگ دینے کا آغاز تھا۔ منبر جو نبی اکرم ﷺ کی سنت اور عدل وتقویٰ کی دعوت کا مظہر تھا، اسے اب سیاسی طاقت اور حکومتی بیعت کا نشان بنایا جا رہا تھا۔ اموی دربار کی یہ پالیسی اس حقیقت کا اعلان تھی کہ حکومتِ عبدالملک بن مروان نے ایمان وحق گوئی کے بجائے طاقت و مصلحت کو مرکزِ سیاست بنا دیا۔ خطباء پر یہ پابندی اس لیے لگائی گئی کہ عوام کے دلوں میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی محبت اور خلافتِ شرعیہ کی حمایت موجود تھی۔ عبدالملک چاہتا تھا کہ منبروں سے ابن زبیرؓ کا نام مٹ جائے تاکہ حجاز کی رائے عامہ اس کے خلاف متحد نہ ہو سکے۔

دینی واخلاقی پہلو: اسلام میں منبر ہمیشہ حق گوئی، عدل، اور خیرخواہی کی علامت رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (سنن النسائی، رقم 4209، دارالفکر، بیروت، 1992ء)۔ ''سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے''۔ عبدالملک کی اس پالیسی کے نتیجے میں منبر سے کلمۂ حق دبانے کی کوشش ہوئی۔ یہ اقدام نہ صرف دینی بددیانتی تھی بلکہ امت کے

فکری وروحانی مرکز مدینہ منورہ پر ظلمِ مضاعف کے مترادف تھا۔

مدینہ طیبہ میں اثرات: 1-علماء وخطباء پر دباؤ: اہلِ علم کو مجبور کیا گیا کہ وہ خطبوں میں عبد الملک کی تعریف کریں اور ابن زبیرؓ کا ذکر ترک کر دیں۔ **2-خوف و مصلحت کا ماحول:** مدینہ میں خوف کی فضا پیدا ہوئی، اور منبروں سے سچ بولنا جرم سمجھا جانے لگا۔ **3-روحانی مراکز کی سیاست کاری:** وہ شہر جو قرآن وسنت کے علم وعدل کا گہوارہ تھا، وہاں منبر کو سیاسی پروپیگنڈے کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔

سیاسی واخلاقی نتائج: یہ اقدام امتِ مسلمہ میں فکر وضمیر کی غلامی کا آغاز تھا۔ منبروں کی زبان بند کرنا دراصل امت کے شعور کو قید کرنا تھا۔ مدینہ طیبہ، جہاں سے کبھی رسول اللہ ﷺ نے عدل وتوحید کا پیغام دیا تھا، وہاں اب ظالم حکمران کی تعریف کو ''فرضِ اطاعت'' قرار دیا گیا۔

خلاصہ ونتائج: 1-صفر 70ھ میں عبد الملک بن مروان نے مدینہ منورہ میں دینی خطبوں کو سیاسی مقاصد کے تابع کر دیا۔ 2-خطباء کو حکم دیا گیا کہ وہ عبد الملک کی تعریف کریں اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا ذکر ترک کریں۔ 3-یہ اقدام منبرِ نبوی کی حرمت شکنی اور دینی اقدار کی پامالی کے مترادف تھا۔ 4-مدینہ میں علمی وروحانی آزادی سلب کر لی گئی، اور کلمۂ حق کو جرم بنا دیا گیا۔ 5-اہلِ مدینہ نے خاموشی کے باوجود اپنے دلوں میں زبیری خلافت کی محبت کو زندہ رکھا، جو ایمان وحریت کی علامت تھی۔

مصادر ومراجع: 1-الکامل فی التاریخ، عز الدین ابن الأثیر الجزری، ج 4،

ص 140، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔ 2-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 96، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 3-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج 9، ص 39، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990ء۔ 4-سنن النسائی، احمد بن شعیب النسائی، حدیث 4209، دار الفکر، بیروت، 1992ء۔

ربیع الاول 70ھ کوفہ میں مختار ثقفی کے بعد اہلِ بیتؓ کے حامیوں پر مظالم

اسلامی سنہ 70ھ کے تیسرے مہینے ربیع الاول میں عراق خصوصاً کوفہ ایک بار پھر ظلم و بربریت کی آماج گاہ بنا۔ مختار ثقفی کی حکومت کے خاتمے (67ھ) کے بعد سے ہی اہلِ بیتِ نبویؐ کے حامیوں کو سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ اب جبکہ عبدالملک بن مروان نے شام سے اپنی گرفت مضبوط کر لی، تو اس کے گورنر اور عاملین نے عراق میں اُن تمام افراد کو نشانہ بنایا جو حضرت حسینؓ اور ان کے اہلِ بیتؓ سے محبت رکھتے تھے۔ کوفہ، جو کبھی محبتِ اہلِ بیتؓ کا مرکز سمجھا جاتا تھا، اب عبدالملک کی حکومت میں خوف و دہشت کا شہر بن چکا تھا۔ اس ظلم و قمع کا ہدف کوئی سیاسی بغاوت نہیں تھی، بلکہ صرف یہ عقیدت تھی جو آلِ محمد ﷺ کے ساتھ قلبی وابستگی کے طور پر موجود تھی۔

تاریخی روایت: امام البلاذری اس واقعہ کو نہایت سوز و درد کے ساتھ بیان کرتے ہیں: قُتِلَ مِنَ الشِّيعَةِ بِالْكُوفَةِ نَحْوَ ثَلَاثِ مِائَةٍ، لَا جَرِيرَةَ لَهُمْ إِلَّا

الْمَوَدَّةُ لِآلِ مُحَمَّدٍ (أنساب الأشراف، احمد بن یحییٰ البلاذری، ج5، ص104، دار المعارف، قاہرہ، 1959ء)۔ ترجمہ: کوفہ میں تقریباً تین سو افراد جو شیعہ کہلاتے تھے، قتل کیے گئے۔ ان کا کوئی جرم نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ آلِ محمد ﷺ سے محبت رکھتے تھے۔

تجزیہ و پس منظر: یہ واقعہ اس دور کے سیاسی جبر و مذہبی منافقت کی عکاسی کرتا ہے۔ عبد الملک بن مروان کے گورنروں نے ''بغاوت'' کے نام پر ہر اس شخص کو نشانہ بنایا جو اہلِ بیتؓ کی محبت کا اظہار کرتا۔ کوفہ میں اہلِ ایمان اور اہلِ محبت کے لیے حالات اس قدر تنگ کر دیے گئے کہ محض مودّتِ اہلِ بیتؓ کو جرم قرار دے دیا گیا۔ یہ ظلم صرف سیاسی نہیں بلکہ روحانی و اخلاقی زوال کا آئینہ دار بھی تھا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی امت کو اہلِ بیتؓ کی محبت کا حکم دیا تھا: **قُل لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ** (سورۃ الشوریٰ: 23)۔ ''آپ فرما دیجیے: میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت کرو''۔ اہلِ بیتؓ کی محبت ایمان کا حصہ اور قرآن کا حکم ہے، لیکن اس دور میں یہی محبت سیاسی جرم بنا دی گئی۔

سیاسی محرکات: 1- کوفہ کی تاریخی حیثیت: کوفہ وہی شہر تھا جہاں حضرت علیؓ نے دار الخلافہ قائم کیا تھا اور جہاں سے اہلِ بیتؓ کے بہت سے محبین کا تعلق تھا۔ عبد الملک کو اندیشہ تھا کہ کہیں اہلِ بیتؓ کے چاہنے والے دوبارہ کوئی تحریک نہ اٹھا دیں۔ **2- مختار ثقفی کا پس منظر:** مختار نے یزیدی ظلم کے خلاف اہلِ بیتؓ کے انتقام کے نام پر جو تحریک چلائی تھی، اس کے خاتمے کے بعد اس کے حامیوں پر بلا امتیاز ظلم

ڈھایا گیا خواہ ان کا مختار کی سیاست سے تعلق ہو یا نہ ہو۔ **3-عبید اللہ بن زیاد کے کارندے:** عبد الملک نے انہی افراد کو دوبارہ ذمہ داری دی جنہوں نے پہلے واقعۂ کربلا میں ظلم کا کردار ادا کیا تھا۔ یوں 70ھ میں کوفہ ایک بار پھر ظلم کی بازگشت سے لرز اٹھا۔

دینی واخلاقی پہلو: اہلِ بیتؓ کی محبت ایمان کی علامت ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي (صحیح مسلم، رقم 2408، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1991ء)۔ ''میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، میرے اہلِ بیت کے بارے میں (اللہ سے) ڈرتے رہنا''۔ عبد الملک کے عاملین نے جب اسی محبت کو ''تشیع'' کا جرم قرار دیا تو گویا ایمان کے تقاضوں کو جرم بنا دیا۔ یہی وہ دور تھا جب سیاسی مصلحت نے روحانی اقدار کو مسخ کر دیا، اور مودّت فی القربیٰ کے قرآنی حکم کو دبانے کی کوشش کی گئی۔

نتائج واثرات: 1-کوفہ میں اہلِ بیتؓ کے حامیوں کا قتل دراصل کربلا کے بعد دوسری لہر تھی جس نے امت کے ضمیر کو ہلا دیا۔ 2-تین سو سے زائد اہلِ محبت کو ''سیاسی الزام'' کے تحت شہید کیا گیا۔ 3-اس ظلم نے عوام میں مروانی خلافت کے خلاف نفرت اور اہلِ بیتؓ کے لیے مزید عقیدت پیدا کر دی۔ 4-مذہبی اختلاف کو پہلی بار حکومتی طاقت کے ذریعے کچلنے کا آغاز ہوا۔ 5-محبتِ اہلِ بیتؓ جو ایمان کا جوہر تھی، اسے ''بغاوت'' کا نشان قرار دے دیا گیا۔

خلاصہ ونتائج: 1-ربیع الاول 70ھ میں کوفہ میں اہلِ بیتؓ کے محبین پر سخت

مظالم ڈھائے گئے۔2-تقریباً تین سو افراد محض ''مودّتِ اہلِ بیتؓ'' کے جرم میں قتل کیے گئے۔3-عبدالملک بن مروان کی حکومت نے اس ظلم کے ذریعے سیاسی استحکام حاصل کرنے کی کوشش کی۔4-یہ واقعہ امت کی روحانی تاریخ کا سیاہ باب ہے جس میں اہلِ محبت کو جرم کے کوڑوں سے مارا گیا۔5-اس جبر کے باوجود اہلِ ایمان کے دلوں سے اہلِ بیتؓ کی محبت مٹ نہ سکی بلکہ اور زیادہ مضبوط ہوگئی۔

مصادر و مراجع: 1-أنساب الأشراف، احمد بن یحییٰ البلاذری، ج 5، ص 104، دار المعارف، قاہرہ، 1959ء۔2-الکامل فی التاریخ، عز الدین ابن الأثیر الجزری، ج 4، ص 145، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔3-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج 9، ص 44، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990ء۔4-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 99، دار التراث، بیروت، 1967ء۔5-صحیح مسلم، امام مسلم بن الحجاج، حدیث 1408 دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1991ء۔

جمادی الاولیٰ 70ھ عبدالملک بن مروان کا مدینہ پر مالی دباؤ

اسلامی سنہ 70ھ کے درمیانی ایام میں عبدالملک بن مروان کی حکومت کو شام میں استحکام مل چکا تھا، مگر حجاز بالخصوص مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں ابھی تک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت قائم تھی۔عبدالملک نے سیاسی دباؤ کے لیے تلوار کے ساتھ ساتھ مالی دباؤ کو بھی ہتھیار بنایا۔اس نے اپنے عاملین کو حکم دیا کہ اہلِ مدینہ کو

بیت المال سے ملنے والی امداد وعطیات بند کر دیے جائیں، تاکہ ان کے لیے عبداللہ بن زبیرؓ کی حمایت مالی لحاظ سے ناقابلِ برداشت ہو جائے۔ مدینہ منورہ، جو دارالایمان، دارالہجرۃ اور مرکزِ خلافتِ نبوی ﷺ تھا، اس پر معاشی پابندی عائد کرنا دراصل ایک مقدس شہر کو سیاسی سزا دینے کے مترادف تھا۔

تاریخی روایت ومصدر: امام محمد بن جریر الطبری نے اس واقعہ کو واضح الفاظ میں نقل کیا ہے: قَطَعَ عَبْدُ الْمَلِكِ الْعَطَاءَ عَنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، لِيُضْعِفَ مَوْقِفَهُمْ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص98، دار التراث، بیروت، 1967ء)۔ ترجمہ: عبدالملک نے اہلِ مدینہ کے وظائف بند کر دیے تاکہ وہ عبداللہ بن زبیرؓ کی حمایت میں کمزور پڑ جائیں۔

تجزیہ وپس منظر: عبدالملک بن مروان کا یہ اقدام محض اقتصادی فیصلہ نہیں تھا، بلکہ ایک سیاسی جبر اور دینی بے حسی کا مظہر تھا۔ مدینہ وہ شہر ہے جہاں سے اسلام کا نور پھیلا، جہاں صحابہؓ اور تابعین کے علمی مراکز قائم تھے، مگر اسی شہر کے اہلِ ایمان کو بھوک اور فقر کے ذریعے بیعتِ اکراہ پر مجبور کرنا ظلم کی بدترین صورت تھی۔ یہ اقدام دراصل یزید کے طرزِ جبر کی تجدید تھی، جس نے مدینہ پر حملہ (واقعہ حرہ) کے بعد اہلِ مدینہ کی حرمت پامال کی تھی۔ اب عبدالملک نے اسی شہر پر معاشی حرہ (Economic Siege) نافذ کر کے ایمان وحریت کی روح کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔

قرآنی واخلاقی تناظر: اسلامی تعلیمات میں مالی وسائل کو ظلم کا ہتھیار بنانا

سخت مذموم ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَائَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (سورۃالشعراء:183)۔''لوگوں کوان کی چیزوں سے محروم نہ کرو،اورزمین میں فساد برپانہ کرو''۔عبدالملک کا یہ عمل اسی تبخیسِ حقوق کے زمرے میں آتا ہے۔اہلِ مدینہ کے عطیات دراصل بیت المال کے وظائف تھے جورسول اللہ ﷺ کے دور سے جاری تھے،اورخلفائے راشدین نے انہیں ہمیشہ شرعی حق کے طور پرتسلیم کیا تھا،نہ کہ کسی سیاسی وفاداری کے بدلے میں۔

علمی وسیاسی اثرات: 1-مدینہ کے علمی حلقے جن میں تابعین اوراکابرفقہاء شامل تھے،اس مالی دباؤ سے شدید متاثر ہوئے۔ان میں امام سعید بن المسیبؒ،عروہ بن الزبیرؒ اور نافعؒ جیسے بزرگ شامل تھے۔ 2-اہلِ مدینہ نے باوجود مالی تنگی کے عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت سے انکارنہیں کیا،جس سے ان کے ایمان وصبر کا ثبوت ملا۔ 3-عبدالملک کی یہ پالیسی بعد کے اموی خلفاء کے لیے ایک سیاسی نمونہ بن گئی،کہ مالی طاقت کے ذریعے اہلِ علم واہلِ ایمان کودبایا جاسکتا ہے۔

دینی واخلاقی پہلو: اسلام میں بیت المال کا مصرف عدل ومساوات پرمبنی ہے،نہ کہ سیاسی انتقام پر۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بعد میں اسی سنتِ امویہ کوختم کرتے ہوئے فرمایا تھا:إِنَّمَا جُعِلَ الْمَالُ لِإِعَانَةِ النَّاسِ عَلَى دِينِهِمْ، لَا لِقَطْعِ أَرْزَاقِهِمْ (السیاسۃ الشرعیۃ لابن تیمیہ،ص144،دارابن حزم،بیروت،2002ء)۔''مال اس لیے رکھا گیا ہے کہ لوگوں کوان کے دین پرمدد ملے،نہ یہ کہ ان کے رزق بند کرکے انہیں کمزور کیا

جائے''۔ یہ قول دراصل عبدالملک کے طرزِ حکمرانی پر ایک علمی رد کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔

تاریخی واخلاقی نتائج: 1-مدینہ پر مالی دباؤ نے اہلِ ایمان کے دلوں میں اموی خلافت کے خلاف نفرت پیدا کی۔ 2-عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف سیاسی سازش میں حرمِ نبوی کو بھی شامل کر کے ظلم کی نئی انتہا قائم کی گئی۔ 3-مدینہ کے علماء وزاہدین نے مالی محرومی کے باوجود حکومتِ جبر کے آگے سر نہ جھکایا۔ 4-یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ دین وایمان کی قوت مال وزر سے بالاتر ہے۔

خلاصہ ونتائج: 1-جمادی الاولیٰ 70ھ میں عبدالملک بن مروان نے اہلِ مدینہ پر مالی دباؤ ڈال کر ظلم کی نئی راہ اختیار کی۔ 2-بیت المال کے عطیات بند کر کے ایمان کو بھوک کے ذریعے کمزور کرنے کی کوشش کی گئی۔ 3-اہلِ مدینہ نے باوجود تنگ دستی کے بیعتِ حق سے انحراف نہ کیا۔ 4-اس واقعہ نے ظاہر کیا کہ سیاسی قوتیں دین کے خلاف جب بھی کھڑی ہوں، ایمان وصبر ان کے مقابل سب سے بڑی قوت بن جاتے ہیں۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 98، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2-البدایۃ والنہایۃ، اسماعیل بن عمر ابن کثیر الدمشقی، ج 9، ص 46، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990ء۔ 3-الکامل فی التاریخ، عز الدین ابن الأثیر الجزری، ج 4، ص 148، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔ 4-السیاسۃ الشرعیۃ، احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ، ص 144، دار ابن حزم، بیروت، 2002ء۔ 5-تفسیر القرطبی، ابوعبداللہ القرطبی، ج 13، ص 83، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، 1964ء۔

جمادی الاخری 70ھ بیت اللہ کی حفاظت کے لئے قلعہ بندی

سنہ 70ھ کا نصف اوّل اسلامی تاریخ میں سیاسی ہلچل، عسکری تیاریوں اور مکہ معظّمہ کے گرد بڑھتی ہوئی کشیدگی کا زمانہ تھا۔ عبداللہ بن زبیرؓ، جو اس وقت پورے حجاز، یمن، عراق اور بعض خراسانی علاقوں پر حکومت کر رہے تھے، عبدالملک بن مروان کی جارحانہ پالیسیوں کے سبب مسلسل دباؤ میں تھے۔ شام کی فوجوں نے متعدد بار مکہ معظّمہ پر حملے کی کوشش کی تھی، جس کے بعد حضرت ابن زبیرؓ نے مکہ کے دفاع کے لیے حفاظتی اقدامات کیے۔

پس منظرِ واقعہ: عبدالملک بن مروان نے جب اپنے اقتدار کو مستحکم کر لیا تو اس کی سب سے بڑی سیاسی رکاوٹ عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت تھی، جو نہ صرف مکہ مکرمہ میں قائم تھی بلکہ دینی و اخلاقی وقار میں بنواُمیہ سے کہیں برتر تھی۔ عبدالملک نے پہلے کوفہ و بصرہ کے گورنروں کو زبیری وفاداروں کے خلاف کارروائیاں کرنے کا حکم دیا، اور پھر مکہ پر حملے کی تیاری شروع کی۔ اس خطرے کے پیشِ نظر حضرت ابن زبیرؓ نے اہلِ مکہ سے مشورہ کیا اور حرم کے گرد مضبوط حفاظتی مورچے بنوانے کا فیصلہ کیا تاکہ حرم شریف کو کسی قسم کی بے حرمتی سے محفوظ رکھا جا سکے۔ تاریخی روایت مشہور مؤرخ ابن الاثیر اس واقعے کو درج ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں: بَنَى ابْنُ الزُّبَيْرِ حِصُونًا حَوْلَ مَكَّةَ لِدَفْعِ جُنُودِ الشَّامِ، فَسُمِّيَ ذَلِكَ عِنْدَ بَنِي أُمَيَّةَ

تَحَصُّنًا عَلَى الْخِلَافَةِ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص143، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ)۔

ترجمہ: ''ابن زبیرؓ نے شام کی افواج کے مقابلے کے لیے مکہ کے گرد قلعے بنوائے، لیکن بنواُمیہ نے اس اقدام کو خلافت کے خلاف بغاوت قرار دیا''۔

تجزیہ وتوضیح: یہ واقعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ بنواُمیہ کی سیاست میں مذہبی تقدس کی کوئی اہمیت باقی نہ رہی تھی۔ مکہ مکرمہ، جہاں کسی پر معمولی اذیت پہنچانا بھی ناجائز تھا، وہاں عبداللہ بن زبیرؓ کے دفاعی اقدامات کو ''بغاوت'' قرار دینا دراصل سیاسی مکاری تھی۔ ابن زبیرؓ کا مقصد محض حرم شریف کے تقدس کا تحفظ اور امت کے مرکز کو دشمنوں سے محفوظ رکھنا تھا، مگر عبدالملک نے اس خالص دینی اقدام کو سیاسی جرم بنا کر پیش کیا، تاکہ اپنے ظلم کو ''نظامِ خلافت'' کے تحفظ کے نام پر جائز ثابت کر سکے۔

ظلم کی نوعیت: 1- حرم شریف کے دفاع کو بغاوت قرار دینا۔ 2- حق کے تحفظ کو جرم اور باطل کے غلبے کو ''خلافت'' کا نام دینا۔ 3- اہلِ مکہ کے دینی جذبے کو سیاسی عذر بنا کر بدنام کرنا۔ علمی تبصرہ تاریخ کے اس موڑ پر بنواُمیہ کا طرزِ عمل اس حقیقت کی نمائندگی کرتا ہے کہ جب اقتدار کا نشہ حاکموں پر غالب آتا ہے تو دین کے شعائر کو سیاسی مفاد کے تابع کر دیا جاتا ہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ، جو خود حرم کے مجاور، صحابی زادہ، اور عبادت وتقویٰ میں معروف شخصیت تھے، ان کے اقدام کو بغاوت کہنا دراصل اہلِ بیتؓ وصحابہؓ کے قافلے سے دشمنی کا تسلسل تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1- جمادی الاخری 70ھ میں مکہ کے گرد قلعہ بندی محض دفاعی

اقدام تھا، بغاوت نہیں۔2-عبدالملک بن مروان نے دینی مقاصد کو سیاسی رنگ دے کر ظلم کو شرعی جواز کا لبادہ پہنایا۔3-حرم شریف کے تحفظ کے نام پر اقدام کرنے والے کو ''باغی'' کہنا سیاسی اخلاقیات کی پستی تھی۔4-عبداللہ بن زبیرؓ کا کردار اس دور کے حاکموں کے مقابلے میں حق و دیانت کا نشان بن کر ابھرا۔

مصادر و مراجع: 1-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر الجزری، ج4، ص143، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔2-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص101، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔3-أنساب الأشراف، البلاذری، ج5، ص109، دار المعارف، قاہرہ، 1959ء۔4-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج9، ص4، دار الفکر، بیروت، 1410ھ۔

رجب 70ھ عبدالملک بن مروان کی خفیہ ایجنسیوں کا نظام

اسلامی تاریخ کے سیاسی ادوار میں سنہ 70ھ ایک ایسا سال ہے جس میں خلافتِ امویہ نے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لیے انتظامی اور خفیہ تدابیر کا نیا سلسلہ شروع کیا۔عبدالملک بن مروان، جو پہلے زاہد و عالم کی حیثیت سے جانے جاتے تھے، اقتدار ملنے کے بعد انتہائی سیاسی ذہانت اور سخت گیر حکمرانی کے حامل بن گئے۔اسی زمانے میں انہوں نے پہلی مرتبہ اسلامی سلطنت میں مرکزی جاسوسی نظام (اِستخبارات) کی بنیاد رکھی، جس کے اثرات صدیوں تک محسوس کیے گئے۔

پس منظرِ واقعہ: عبد اللہ بن زبیرؓ کے اقتدار کے مقابلے میں عبد الملک کی سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ عوامی رائے اور علماء واہلِ بیتؓ کی ہمدردیاں حجاز وعراق میں ابن زبیرؓ کے ساتھ تھیں۔ عبد الملک نے محسوس کیا کہ اس جذباتی وابستگی کو طاقت سے دبانے کے لیے محض عسکری طاقت کافی نہیں، بلکہ ایک ایسا انتظامی نظام ضروری ہے جو لوگوں کی گفتگو، سیاسی رجحانات، اور خفیہ رابطوں پر نظر رکھ سکے۔ اسی مقصد سے اس نے عیون (جاسوسوں) کا جال بچھایا، جو مختلف شہروں، بازاروں، اور مسجدوں میں عوام کی باتیں سنتے اور ان کی اطلاعات مرکز (دمشق) کو بھیجتے تھے۔ تاریخی روایت مشہور مؤرخ امام ذہبی اس تبدیلی کو اپنی کتاب العبر میں ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں: أَحْدَثَ عَبْدُ الْمَلِكِ الْعُيُونَ فِي الْأَمْصَارِ، يُرَاقِبُونَ أَقْوَالَ النَّاسِ وَيَرْفَعُونَهَا إِلَيْهِ (العبر فی خبر من غبر، ج1، ص99، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1405ھ)۔ ترجمہ: ''عبد الملک نے مختلف شہروں میں خفیہ کار (جاسوس) مقرر کیے جو لوگوں کی باتوں پر نظر رکھتے اور انہیں اس کے پاس پہنچاتے تھے''۔

تجزیہ وتوضیح: یہ اقدام محض انتظامی اصلاح نہیں بلکہ سیاسی خوف و جبر کے ایک نئے باب کا آغاز تھا۔ اسلامی معاشرے میں قول وفکر کی آزادی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور شوریٰ کی فضا ہمیشہ خلافتِ راشدہ کا امتیاز رہی، مگر عبد الملک نے پہلی مرتبہ اس فطری ماحول کو جاسوسی کے شکنجے میں جکڑ دیا۔ اب علماء، قراء، زاہدین، اور یہاں تک کہ عام لوگ بھی گفتگو کرتے وقت اس اندیشے میں مبتلا رہنے لگے کہ شاید کوئی

''عاملِ خلافت'' ان کی بات عبدالملک تک پہنچا دے۔اس فضا نے دینی وفکری اظہار کی آزادی کو محدود کیا، اور سیاسی مناقشات کو جرم بنا دیا۔

ظلم کی نوعیت: 1-عوامی آزادیوں کا خاتمہ اور خوف کی فضا پیدا کرنا۔ 2-دینی وعلمی مجالس پر خفیہ نگرانی۔ 3-مسلمانوں کے باہمی اعتماد کو شک میں بدل دینا۔4-''نصیحت برائے حکمران'' جیسے دینی عمل کو غداری قرار دینا۔

علمی وتاریخی اثرات: عبدالملک بن مروان کے اس نظام نے بعد کے خلفاء کے لیے ایک سیاسی مثال (precedent) قائم کر دی، جس کے نتیجے میں خلافت ایک نظریاتی امت کے بجائے نگرانی وجبر کے نظام میں بدل گئی۔بنوعباس کے دور تک یہی خفیہ تنظیمی نظام ''العیون'' کے نام سے چلتا رہا، جس نے تاریخِ اسلام میں حریتِ فکر اور امر بالمعروف کی روح کو مجروح کیا۔

خلاصہ ونتائج: 1-رجب 70ھ میں عبدالملک بن مروان نے سلطنت بھر میں ایک منظّم جاسوسی نظام قائم کیا۔2-اس کا مقصد صرف نظم وضبط نہیں، بلکہ مخالفین اور اہلِ حق کی آواز دبانا تھا۔3-اس اقدام نے اسلامی معاشرت میں خوف، شک، اور بداعتمادی کی فضا پیدا کی۔4-یہ نظام خلافتِ راشدہ کی شفافیت کے برعکس ایک مطلق العنان طرزِ حکومت کا آغاز تھا۔5-اہلِ علم ودیانت کے لیے یہ زمانہ فکری آزمائش اور صبر کا دور ثابت ہوا۔

مصادر ومراجع: 1-العبر فی خبر من غبر، امام الذہبی، ج1، ص99، دارالکتب

العلمیۃ، بیروت، 1405ھ۔2-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص103، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔3-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر الجزری، ج4، ص145، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔4-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج9، ص6، دار الفکر، بیروت، 1410ھ۔5-أنساب الأشراف، البلاذری، ج5، ص112، دار المعارف، قاہرہ، 1959ء۔

شوال 70ھ کوفہ میں اہلِ بیتؓ کے ماننے والوں پر تعذیب

اسلامی سنہ 70ھ کے اواخر میں عراق کا شہر کوفہ ایک بار پھر ظلم و استبداد کا مرکز بن گیا۔ خلافتِ امویہ کی طرف سے عبد الملک بن مروان نے اپنی سیاسی گرفت مضبوط کرنے کے لیے ایسے عمال و فوجی سردار مقرر کیے جو سخت مزاج اور بے رحم مشہور تھے۔ انہی میں ایک نام حجاج بن یوسف الثقفی کا تھا، جو بعد میں تاریخِ اسلام کے سب سے ظالم حکمرانوں میں شمار ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اہلِ بیتؓ کے ماننے والے اور حضرت علیؓ کے محبین کو ''اہلِ فتنہ'' اور ''باغی'' کہہ کر قتل کیا جانے لگا۔

پس منظرِ واقعہ: مختار ثقفی کی تحریک کے خاتمے کے بعد بھی کوفہ میں اہلِ بیتؓ سے محبت رکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد باقی تھی، جو ابنِ زبیرؓ کے زیرِ اثر اور بنو اُمیہ کے ظلم کے خلاف مزاحمتی رجحان رکھتی تھی۔ عبد الملک نے اپنے زیرِ تربیت افسر حجاج بن یوسف کو بھیجا تاکہ وہ ان عناصر کو ختم کرے جو خلافتِ امویہ کے لیے خطرہ بن سکتے

تھے۔ چنانچہ حجاج نے نہ صرف عسکری نظم کے نام پر لوگوں کو قتل کیا بلکہ اہلِ بیتؓ کی محبت کو جرم قرار دے کر سینکڑوں لوگوں کی جانیں لے لیں۔ تاریخی روایت امام ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں اس ظلم کی تفصیل ان الفاظ میں بیان کی ہے: كَانَ الْحَجَّاجُ يَبْتَدِئُ أَيَّامَهُ بِقَتْلِ مَنْ يَرَاهُ مِنْ شِيعَةِ عَلِيٍّ، يُسَمِّيهِمْ أَهْلَ الْفِتْنَةِ (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج 7، ص 111، دار صادر، بیروت، 1968ء)۔ ترجمہ: ''حجاج اپنے دن کا آغاز اُن لوگوں کے قتل سے کرتا جو علیؓ کے شیعہ (محبین) ہوتے، اور وہ انہیں 'اہلِ فتنہ' کے نام سے یاد کرتا تھا''۔

تجزیہ و توضیح: یہ روایت حجاج کے سیاسی رویے کو ظاہر کرتی ہے کہ اُس نے سیاسی وفاداری کو ایمان کا معیار اور اہلِ بیتؓ کی محبت کو بغاوت قرار دے دیا تھا۔ کوفہ، جو کبھی علم و تقویٰ اور اہلِ بیتؓ کی محبت کا مرکز تھا، حجاج کی درندگی کے سبب خوف و دہشت کے شہر میں بدل گیا۔ ہر شخص اپنے عقیدے کو چھپانے پر مجبور تھا، اور جو شخص حضرت علیؓ یا ان کی اولاد کے لیے ہمدردی کا اظہار کرتا، اُس پر ''فتنہ انگیزی'' کا الزام لگا دیا جاتا۔ یہ اقدام دراصل اُس سیاسی فکر کا نتیجہ تھا جو حکومت کی وفاداری کو دین سے بالا سمجھتی تھی۔ بنو اُمیہ کے اس رویے نے اسلامی معاشرت میں ایک ایسی خلیج پیدا کی جو بعد کے ادوار میں مزید گہری ہوتی گئی۔

ظلم کی نوعیت: 1- اہلِ بیتؓ سے محبت رکھنے والوں کو 'اہلِ فتنہ' قرار دے کر قتل کرنا۔ 2- مذہبی و عقیدتی وابستگی کو جرم بنانا۔ 3- خوف و دہشت کے ذریعے

فکری آزادی کا خاتمہ۔4-اہلِ کوفہ پر اجتماعی سزا اور گرفتاریوں کی مہم۔

علمی وتاریخی اثرات: حجاج بن یوسف کے یہ ابتدائی اقدامات بعد میں اُس کے پورے دورِ گورنری کی پہچان بن گئے۔یہی وہ دور تھا جب اہلِ عراق کے دلوں میں بنواُمیہ کے خلاف نفرت کی جڑیں مضبوط ہوئیں۔اہلِ بیتؓ کی مظلومیت اور ان کے محبین پر ظلم وستم کی داستانیں اسی زمانے سے تاریخ میں رقم ہونا شروع ہوئیں۔

خلاصہ ونتائج: 1-شوال 70ھ میں حجاج بن یوسف نے کوفہ میں اہلِ بیتؓ کے ماننے والوں پر ظلم وتشدد کا آغاز کیا۔2-وہ ہر روز اپنے عمل کی ابتداء ان کے قتل سے کرتا اور انہیں ''اہلِ فتنہ'' کہتا۔3-اس اقدام نے اہلِ کوفہ میں خوف کی فضا پیدا کی اور اہلِ بیتؓ کی محبت کو جرم بنا دیا۔4-یہ واقعہ بنواُمیہ کے سیاسی تشدد کی ایک بدترین مثال ہے،جس نے امتِ مسلمہ میں فکری تقسیم کو بڑھا دیا۔

مصادر ومراجع: 1-الطبقات الکبریٰ،ابن سعد،ج 7،ص 111،دار صادر، بیروت،1968ء۔2-تاریخ الطبری،محمد بن جریر الطبری،ج 6،ص 105،دار التراث،بیروت،1387ھ۔3-الکامل فی التاریخ،ابن الاثیر الجزری،ج 4،ص 147،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،1407ھ۔4-البدایۃ والنہایۃ،ابن کثیر الدمشقی، ج 9،ص 7،دار الفکر،بیروت،1410ھ۔5-العبر فی خبر من غبر،الذہبی،ج 1،ص 101،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،1405ھ۔

ذوالحجہ 70ھ حج اور عبداللہ بن زبیرؓ کا خطبہ

اسلامی تاریخ میں ذوالحجہ 70ھ کا حج ایک غیر معمولی روحانی وسیاسی منظرنامہ پیش کرتا ہے۔ایک طرف ظلم وجبر کی آندھیاں عبدالملک بن مروان کے اقتدار کو مستحکم کررہی تھیں، دوسری طرف مکہ مکرمہ کے مقدس منبر پر عبداللہ بن زبیرؓ صبر، عدل، اور حریت کی روشنی پھیلا رہے تھے۔یہ وہ زمانہ تھا جب خلافتِ زبیریہ حق وعدل کی نمائندگی کررہی تھی، اور بنوامیہ کا استبداد اسلام کے سیاسی افق پر سیاہ بادلوں کی طرح چھایا ہوا تھا۔

پس منظرِ واقعہ: عبداللہ بن زبیرؓ نے حجاز، یمن اور عراق کے کئی حصوں میں شرعی خلافت قائم کررکھی تھی۔عبدالملک بن مروان کو یہ خلافت اپنی بادشاہت کے لیے خطرہ محسوس ہوئی، لہٰذا اُس نے اہلِ حرمین پر فوجی دباؤ، مالی ناکہ بندی، اور منبروں پر تحریف کے ذریعے زبیری خلافت کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔اسی پس منظر میں جب ذوالحجہ 70ھ میں مکہ مکرمہ میں حج کا موسم آیا، تو عبداللہ بن زبیرؓ نے منیٰ میں یوم النحر کے خطبہ میں امتِ مسلمہ کے سامنے ایک عظیم پیغامِ حریت پیش کیا۔تاریخی روایت امام محمد بن جریر الطبری اس واقعہ کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں: **وَخَطَبَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَ النَّحْرِ، فَذَكَرَ مَا نَالَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ جَوْرِ بَنِي أُمَيَّةَ، وَدَعَا النَّاسَ إِلَى الْعَدْلِ وَالْإِصْلَاحِ** (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص100، دار التراث،

بیروت، 1387ھ)۔ترجمہ: ''ابن زبیرؓ نے یوم النحر کو خطبہ دیا، مسلمانوں پر بنواُمیہ کے ظلم و جور کا ذکر کیا، اور لوگوں کو عدل و اصلاح کی طرف دعوت دی''۔

تجزیہ وتوضیح: یہ خطبہ دراصل اُس دور کے مصلحانہ جذبے اور ایمانی جرات کی زندہ علامت تھا۔عبداللہ بن زبیرؓ نے منبرِ حرم سے وہ بات کہی جسے کہنے سے بڑے بڑے اہلِ اقتدار خوف کھاتے تھے۔انہوں نے عدل وانصاف کو دین کا بنیادی ستون قرار دیتے ہوئے واضح فرمایا کہ: ''ظلم کی حکمرانی اسلام کی حکمرانی نہیں ہوسکتی''۔یہ اعلان ایسے وقت میں ہوا جب حجاج بن یوسف جیسے ظالم افسر، عبدالملک بن مروان کے اشارے پر اہلِ حق کے خلاف فوجی کارروائیوں کی تیاری کررہے تھے۔عبداللہ بن زبیرؓ کا یہ خطبہ ایمان واستقامت کی وہ آواز تھی جسے ظلم کے ایوان ہلا دینے والی ''دعوتِ حق'' کہا جا سکتا ہے۔انہوں نے کسی سیاسی مصلحت یا خوف کے بغیر منبرِ حرم سے عدل، مساوات، اور شریعت کی بالادستی کی بات کی اور یہی وہ جراتِ ایمانی تھی جس نے ان کے کردار کو تاریخِ اسلام میں ہمیشہ کے لیے امر کردیا۔

ظلم کی نوعیت: 1-منبرِ حرم پر حق گوئی کو ''سیاسی بغاوت'' سمجھا گیا۔ 2-عبدالملک نے خطبہ کے بعد مکہ پر حملے کی تیاری شروع کردی۔3-عدل وانصاف کی دعوت دینے والے کو اقتدار کے لیے خطرہ قرار دیا گیا۔4-دین کے منبروں کو حکومتی وفاداری کے اوزار میں بدل دیا گیا۔

علمی وتاریخی مفہوم: عبداللہ بن زبیرؓ کا خطبہ اسلامی سیاسی تاریخ میں دینی

اصولوں پر مبنی سیاست کی بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے۔انہوں نے واضح کر دیا کہ خلافت کا مقصد اقتدار نہیں، بلکہ عدل، اصلاح اور حق کی حفاظت ہے۔ان کا یہ پیغام آج بھی اس امر کی یاد دہانی کراتا ہے کہ اسلامی نظامِ حکومت کا جوہر طاقت یا نسب نہیں بلکہ حق، عدل اور اخلاقی جرات ہے۔

خلاصہ ونتائج: 1-70ھ میں عبداللہ بن زبیرؓ نے یوم النحر کو منبرِ حرم سے عدل واصلاح کی دعوت دی۔2-عبدالملک بن مروان نے اس حق گوئی کو بغاوت سمجھ کر مکہ پر حملے کی تیاری کی۔3-یہ خطبہ اسلامی سیاست میں صبر، حریت، اور عدل کی اساس بن گیا۔4-اہلِ بیتؓ اور زبیریین کی مظلومیت اور استقامت نے امت کے ضمیر کو زندہ رکھا۔5-70ھ کے واقعات نے امت کو دو راستوں پر تقسیم کر دیا ایک ظلم کی تائید کا، دوسرا عدل وایمان کا۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص100، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔2-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر الجزری، ج4، ص149، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔3-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج9، ص8، دار الفکر، بیروت، 1410ھ۔4-العبر فی خبر من غبر، الذہبی، ج1، ص102، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1405ھ۔5-أنساب الأشراف، البلاذری، ج5، ص109، دار المعارف، قاہرہ، 1960ء۔

محرم 71ھ خلافتِ امویہ کی پالیسی، عبدالملک بن مروان کے اقدامات اور مظلوم عوام

سنہ 71 ہجری خلافتِ امویہ کے لیے سیاسی استحکام اور عوامی اضطراب کا متضاد سال تھا۔ محرم کے آغاز میں خلیفہ عبدالملک بن مروان نے داخلی بغاوتوں کو ختم کرنے، مالی نظام کو مرکزیت دینے اور مخالفین خصوصاً عبداللہ بن زبیرؓ کے حامیوں کے خلاف سخت پالیسیاں اختیار کیں۔ اسی سال کے ابتدائی مہینوں میں ظلم و جبر، گرفتاریوں اور اموی قوت کے بے رحمانہ مظاہر تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔

خلافتِ امویہ کی عمومی پالیسی (محرم 71ھ): اموی خلافت کی پالیسی کا خلاصہ ابنِ کثیر نے یوں بیان کیا ہے: **وكان عبد الملكُ بن مروانَ قد عزم على توطيدِ سلطانِه، وقمعِ الخارجين عليه من أهل الشام والعراق والحجاز، وسعى إلى جمع الكلمة على بنى أمية** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج 9، ص 69، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، 1408ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک بن مروان نے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے، شام، عراق اور حجاز کے مخالفین کو کچلنے، اور بنو امیہ کے اقتدار پر امت کی رائے جمع کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ **تشریح:** محرم 71ھ میں خلافتِ امویہ کی اولین پالیسی یہی تھی کہ داخلی شورشوں کا خاتمہ کیا جائے۔ اس کے لیے فوجی مہمات تیار

کی گئیں، مالی اصلاحات پر غور شروع ہوا، اور مقامی گورنروں کو سخت احکامات جاری کیے گئے کہ ''اختلاف رائے کو سرکوبی سے ختم کیا جائے''۔ مخالفین کے خلاف عبدالملک بن مروان کے اقدامات تاریخِ طبری میں مذکور ہے: **وَبَعَثَ عبدُ المَلِکِ بن مروان الحَجَّاجَ بن یوسف إلی العراقِ لیُقِیمَ فیها أمرَ السلطانِ، ویَضْرِبَ کلَّ مخالفٍ بالسیفِ** (تاریخ الطبری، ابن جریر الطبری، ج5، ص272، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1409ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو عراق روانہ کیا تاکہ وہاں حکومتی نظم قائم کرے اور ہر مخالف کو تلوار سے دبا دے۔ **تشریح:** یہ اقدام محرم 71ھ میں عملی صورت اختیار کر گیا۔ حجاج بن یوسف کی تقرری دراصل ظلم و جبر کی نئی لہر کا آغاز تھی۔ وہ صرف بغاوت کے خاتمے کے لیے نہیں بلکہ ''خوف و اطاعت'' کے نظام کے نفاذ کے لیے بھیج دیا گیا۔ اسی دور میں اہلِ کوفہ و بصرہ پر عسکری دباؤ بڑھایا گیا۔

عوامی ظلم، دباؤ اور قتل و غارت کے واقعات: تاریخی شواہد کے مطابق عراق و حجاز میں سیاسی وفاداری کے شبہ میں عام لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: ''**وشدّد الحجاج علی الناسِ فی العراق، وقتل کثیرًا ممن اتُّهِمَ بمیلٍ إلی ابن الزبیر، وصَلَبَ جماعةً علی أبواب الکوفة**'' (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج4، ص157، دار صادر، بیروت، 1399ھ)۔ ترجمہ: حجاج نے عراق میں لوگوں پر سختی کی، ان میں سے بہتوں کو قتل کر ڈالا جن پر ابن زبیرؓ کی طرف داری کا الزام تھا، اور کئی لوگوں کو کوفہ کے دروازوں پر سولی چڑھا دیا۔ **وضاحت:** یہ ظلم و ستم دراصل اموی پالیسی کے

''خوف کے نظام'' کا حصہ تھا، تاکہ عوام کے دلوں سے ہر اختلاف کا خیال نکال دیا جائے۔ عام شہریوں، اہلِ بیتؓ کے محبین، اور اہلِ مدینہ کے بعض علما و تابعین کو بھی ان فتنوں میں نشانہ بنایا گیا۔

دینی و علمی شخصیات پر ظلم یا قید و بند: تاریخ میں صریح روایت موجود ہے کہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ، عامر الشعبی، اور دیگر تابعین اسی عرصے میں حکومتی دباؤ میں آئے۔ ابن سعد نے ''الطبقات الکبریٰ'' میں سعید بن جبیر کے بارے میں لکھا:

''**وکان سعیدُ بن جُبَیرٍ قد خاف من بطشِ الحجاجِ، فاختفی بالکوفةِ مدةً طویلة** (الطبقات الکبری، ابن سعد، ج6، ص214، دار صادر، بیروت، 1377ھ)۔ ترجمہ: سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو حجاج کے ظلم کا خوف لاحق ہوا، چنانچہ وہ طویل مدت تک کوفہ میں چھپے رہے۔ **وضاحت:** اگرچہ ان کی شہادت بعد میں 95ھ میں ہوئی، مگر ظلم و جبر کی فضا محرم 71ھ ہی سے ان کے جیسے علمائے تابعین کے لیے خطرناک ہو چکی تھی۔ دینی اور فکری قیادت پر یہ دباؤ ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کے سلسلے کا پہلا مظہر تھا۔

خلاصہ و نتائج: 1- محرم 71ھ خلافتِ امویہ کی عسکری و سیاسی مرکزیت کے آغاز کا مہینہ تھا۔ 2- عبدالملک بن مروان نے ''وحدتِ اقتدار'' کے نام پر مخالفین کے قتل و تعذیب کی پالیسی اپنائی۔ 3- عوامی سطح پر عراق و حجاز میں گرفتاریوں، صلب و قتل، اور خوف کی فضا عام ہوئی۔ 4- علمی و دینی شخصیات (خصوصاً تابعین) کے لیے یہ دور خطرات سے بھرپور بن گیا۔ 5- یہ ظلم و جبر اسلامی تاریخ میں 'سیاسی استحکام کے نام پر

مظلومیت'' کا پہلا واضح باب ہے۔

مصادر و مراجع: 1- تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج5، ص272، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1409ھ۔ 2- البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج9، ص69، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1408ھ۔ 3- الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص157، دار صادر، بیروت، 1399ھ۔ 4- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج6، ص214، دار صادر، بیروت، 1377ھ۔

صفر 71ھ: بنو اُمیہ کی مالی پالیسی اور مظلوم عوام

ہجری سنہ 71ھ خلافتِ عبد الملک بن مروان کے استحکام کا دوسرا سال تھا۔ یہ وہ دور تھا جب بنو اُمیہ نے داخلی بغاوتوں کو کچلنے کے بعد اپنی سلطنت کو مضبوط کرنے کے لیے سخت مالی و انتظامی پالیسیاں نافذ کیں۔ اسی زمانے میں بیت المال کی تنظیم، محصولات کی تعیین اور خراج کے نظام میں تبدیلیاں کی گئیں، جن کے نتیجے میں عام رعایا، خاص طور پر اہلِ حجاز و عراق، بدترین مالی جبر و ظلم کا شکار ہوئی۔

عبد الملک بن مروان کی مالی و انتظامی پالیسی: عبد الملک بن مروان نے 71ھ کے اوائل میں عراق، خراسان اور مصر کے خراجی نظام کو براہِ راست مرکز کے ماتحت کر دیا۔ اس کی غرض مخالف گروہوں خصوصاً آلِ زبیرؓ کے حامیوں کو کمزور کرنا تھی۔ الطبری روایت کرتے ہیں: وَجَمَعَ عَبْدُ الْمَلِكِ الْخَرَاجَ إِلَى

نَفْسِهِ، وَكَتَبَ إِلَى الْآفَاقِ يَأْمُرُ بِالْجِبَايَةِ لَهُ، وَيُقَدِّمُ أَهْلَ الشَّامِ عَلَى غَيْرِهِمْ (تاریخ الطبری، ج5، ص465، دارالتراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: ''عبدالملک نے خراج کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور تمام صوبوں کو لکھا کہ محصول اس کے لیے وصول کیا جائے، اور اس نے اہلِ شام کو دوسروں پر ترجیح دی''۔ **تبصرہ:** یہ اقدام بظاہر انتظامی اصلاح تھا، مگر درحقیقت سیاسی انتقام کا ذریعہ بنا۔ اہلِ عراق اور اہلِ حجاز کو خراج و محصول میں زیادہ بوجھ تلے دبایا گیا، جبکہ اہلِ شام جو اموی افواج کی ریڑھ کی ہڈی تھے کو مراعات دی گئیں۔

محصولات اور عوامی ظلم کی نوعیت: عبدالملک نے خراجی زمینوں کے تخمینے از سرِ نو کرائے۔ رعایا سے سونا، چاندی، اور غلّہ تینوں اقسام کا محصول وصول کیا جانے لگا۔ ابوعبید القاسم بن سلام لکھتے ہیں: وَزَادُوا عَلَى النَّاسِ فِي الْخَرَاجِ، حَتَّى ضَاقَتِ الْأَرْضُ بِأَهْلِهَا، وَأَكَلَ الْعَامِلُونَ أَمْوَالَهُمْ (کتاب الأموال، ص211، دارالفکر، بیروت، 1981ء)۔ ترجمہ: ''انہوں نے لوگوں پر خراج میں اضافہ کر دیا، یہاں تک کہ زمین اپنے باسیوں پر تنگ ہو گئی، اور عاملین نے ان کے اموال کو ہڑپ کیا''۔ **تشریح:** یہ تصریح واضح کرتی ہے کہ خراجی پالیسی صرف مالی اصلاح نہیں بلکہ ظلم و تعدی کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ عاملینِ خراج، بالخصوص عراق میں، عوام سے زبردستی وصولیاں کرتے اور مالِ عوام کو اپنی ذاتی دولت بنا لیتے تھے۔

آلِ زبیرؓ اور اُن کے حامیوں پر جبر: عبدالملک بن مروان نے آلِ زبیرؓ کے

سیاسی اثر کو ختم کرنے کے لیے ان کے حامیوں کو قید و بند اور مالی تنگی میں مبتلا کیا۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: وَتَتَبَّعَ عَبْدُ الْمَلِكِ أَنْصَارَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقَتَلَ وَحَبَسَ، وَمَنَعَ الْعَطَاءَ عَنْ أَهْلِ الْحِجَازِ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص221، دار صادر، بیروت، 1965ء)۔ ترجمہ: ''عبد الملک نے ابن الزبیر کے حامیوں کا تعاقب کیا، انہیں قتل کیا، قید کیا اور اہلِ حجاز سے عطا (وظائف) روک دیے''۔ **تبصرہ:** یہ اموی انتقام کا سب سے نمایاں پہلو تھا۔ اہلِ مکہ و مدینہ، جنہوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کی تھی، ان پر مسلسل مالی پابندیاں عائد رہیں۔ عطیات اور بیت المال سے وظائف بند کر دیے گئے، جس سے مقدس شہروں میں فقر و اضطراب عام ہوا۔

سیاسی و مذہبی جبر کے آثار (سکّے و کتبے): اسی سال عبد الملک نے نئے سکّے ڈھلوانے کا حکم دیا جن پر اموی اقتدار کی علامت درج تھی۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: ''وَضَرَبَ الدَّرَاهِمَ فِي السَّنَةِ الْحَادِيَةِ وَالسَّبْعِينَ، وَجَعَلَ عَلَيْهَا اسْمَهُ، وَنَقَشَ التَّوْحِيدَ فِيهَا لِيُظْهِرَ دِينَهُ وَسُلْطَانَهُ'' (البدایہ والنہایہ، ج9، ص81، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1988ء)۔ ترجمہ: ''اور اس نے 71ھ میں دراہم (سکّے) ڈھلوائے، ان پر اپنا نام کندہ کیا اور توحید کے الفاظ نقش کیے تاکہ اپنے دین و اقتدار کو ظاہر کرے''۔ **تشریح:** یہ سکّے بظاہر دینی شعار رکھتے تھے، لیکن دراصل اموی مذہبی بالادستی اور مرکزیت کی علامت بنے۔ اس سے عبد الملک نے سیاسی طور پر اپنی خودمختاری اور مخالفین کی بیعت سے علیحدگی کا اعلان کیا۔

ظلم کی مجموعی کیفیت: اہلِ عراق وحجاز پر محصولات کی زیادتی آلِ زبیرؓ کے حامیوں کی گرفتاری، وظائف وعطیات کی بندش، مخالفین کے اموال کی ضبطی، دینی شعار کو سیاسی اقتدار کے اظہار کے لیے استعمال کرنا۔

خلاصہ ونتائج: 1-صفر 71ھ میں عبد الملک بن مروان نے مالی و انتظامی اصلاحات کے پردے میں سیاسی جبر کی بنیاد رکھی۔2-آلِ زبیرؓ کے حامیوں اور اہلِ حجاز پر شدید مالی ونفسیاتی دباؤ ڈالا گیا۔3-خراجی پالیسی نے رعایا کو بدحال کر دیا، جسے مؤرخین نے ''ظلم الخراج'' کے نام سے یاد کیا۔4-دینی شعار (سکّے پر نقشِ توحید) دراصل سیاسی خودنمائی اور مخالفین کی بیعت سے انکار کی علامت تھی۔5-صفر 71ھ کا مہینہ بنواُمیہ کی مطلق العنان حکمرانی کے مالی آغاز کا سال بن گیا۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج5، ص465، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔2-الکامل فی التاریخ، عز الدین ابن الاثیر الجزری، ج4، ص221، دار صادر، بیروت، 1965ء۔3-البدایہ والنہایہ، ابن کثیر الدمشقی، ج9، ص81، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1988ء۔4-کتاب الأموال، ابوعبید القاسم بن سلام، ص211، دار الفکر، بیروت، 1981ء۔5-تاریخ خلیفہ بن خیاط، خلیفہ بن خیاط، ص297، دار القلم، بیروت، 1995ء۔

ربیع الاول 71ھ عبدالملک بن مروان کی سیاسی سخت گیری اور اہلِ حق پر مظالم

ربیع الاول 71ھ خلافتِ امویہ کے ابتدائی استحکام کا زمانہ تھا۔ عبدالملک بن مروان نے داخلی شورشوں، زبیری اثرات اور قبائلی اختلافات کو دبانے کے لیے عسکری اور انتظامی سطح پر سخت اقدامات کیے۔ اس ماہ کی سیاسی فضا ظلم و جبر، مخالفین کی گرفتاریوں، اور دینی شخصیات پر دباؤ سے عبارت ہے۔

جزیرہ و شام میں عبدالملک بن مروان کے اقدامات: ربیع الاول 71ھ میں عبدالملک بن مروان نے جزیرہ اور شام کے علاقوں میں اپنی حکومت کے استحکام کے لیے نئی فوجی مہمات کا آغاز کیا۔ اس نے سابقہ زبیری گورنروں کو معزول کر کے اپنے وفادار سرداروں کو متعین کیا۔ امام الطبری لکھتے ہیں: **وفي ربيع الأول من سنة إحدى وسبعين بعث عبد الملك جيشاً إلى الجزيرة لتأديب من بقي على طاعة ابن الزبير**" (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص155، دار التراث، بیروت، 1967ء)۔ ترجمہ: ربیع الاول 71ھ میں عبدالملک نے ایک لشکر جزیرہ کی طرف بھیجا تاکہ ان لوگوں کو سزا دے جو اب بھی ابن زبیرؓ کی بیعت پر قائم تھے۔ یہ اقدام دراصل شام اور عراق کے درمیان سیاسی استحکام کے نام پر زبیری حامیوں کو کچلنے کا اعلان تھا۔

مخالف قبائل کے سرداروں پر جبر: عبدالملک کی حکومت نے اس مہینے میں کئی

قبائلی سرداروں کو ''فتنہ انگیزی'' کے الزام میں گرفتار کیا۔ خصوصاً قیس اور ربیعہ قبائل کے افراد کو جزیرہ سے جلاوطن کیا گیا۔ ابن الاثیر کے الفاظ ہیں: **وأخذ عبد الملک جماعة من رؤساء قیس وربیعة، فسجنهم وأخذ أموالهم** (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص304، دار صادر، بیروت، 1985ء)۔ ترجمہ: عبدالملک نے قیس اور ربیعہ کے کئی سرداروں کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور ان کے اموال ضبط کر لیے۔ یہ عمل سیاسی خوف اور عوامی اضطراب کا باعث بنا، کیونکہ ان سرداروں میں بعض ایسے بھی تھے جو زبیری تحریک کے پرامن حامی تھے۔

عوامی اضطراب اور مظلومیت کے شواہد: ربیع الاول 71ھ میں دمشق، حمص اور جزیرہ کے علاقوں میں عوامی بےچینی واضح طور پر محسوس کی گئی۔ عوام میں زبیریوں کے ساتھ ہمدردی پائی جاتی تھی اور اموی فوج کی زیادتیوں کی شکایات عام تھیں۔ مؤرخ مسعودی نے لکھا: **وفی هذه السنة اشتد ظلم عمال عبد الملک بالشام والجزیرة، حتی شکا الناس من الجور** (مروج الذہب، المسعودی، ج3، ص76، دار المعرفۃ، بیروت، 2003ء)۔ ترجمہ: اسی سال شام و جزیرہ میں عبدالملک کے کارندوں کا ظلم شدت اختیار کر گیا، یہاں تک کہ لوگوں نے ظلم و جبر کی شکایتیں کیں۔ یہ عبارت عوامی سطح پر پھیلنے والے اضطراب اور اموی جبر کی واضح شہادت ہے۔

اہلِ علم و تابعین پر دباؤ: اسی مہینے میں عبدالملک کی طرف سے بعض دینی و علمی شخصیات کو بھی زیرِ نظر رکھا گیا، کیونکہ وہ زبیری فکر یا اہلِ مدینہ کے قریب سمجھے جاتے

تھے۔حافظ ابن سعد کے مطابق: **وكان عبد الملك يراقب من بقي من أصحاب ابن الزبير من أهل العلم، ويمنعهم من التحديث بما فيه فضل أهل الحجاز** (الطبقات الکبری، ابن سعد، ج5، ص214، دار صادر، بیروت، 1990ء)۔

ترجمہ: عبدالملک ابن زبیرؓ کے اصحاب میں سے جو اہلِ علم باقی تھے، ان پر نظر رکھتا اور انہیں ایسے احادیث بیان کرنے سے روکتا جن میں اہلِ حجاز کی فضیلت کا ذکر ہوتا۔ یہ دینی آزادی پر براہِ راست پابندی تھی جو سیاسی خوف کو مذہبی دائرے میں منتقل کرنے کے مترادف تھی۔

خلاصہ و نتائج: 1-ربیع الاول 71ھ میں عبدالملک بن مروان نے جزیرہ و شام میں زبیری اثرات کے خاتمے کے لیے سخت فوجی کارروائیاں کیں۔ 2-مخالف قبائل کے سرداروں کو گرفتار اور ان کے اموال ضبط کیے گئے۔ 3-عوام میں ظلم و جبر کی شکایات بڑھ گئیں، اور شام و جزیرہ میں اضطراب کی فضا پیدا ہوئی۔ 4-دینی و علمی شخصیات کو بھی دباؤ میں رکھا گیا تاکہ وہ سیاسی مخالفت کا ذریعہ نہ بن سکیں۔ 5-یہ تمام واقعات خلافتِ امویہ کے اس دور کی علامت ہیں جب اقتدار کے تحفظ کے لیے ظلم اور جبر کو سیاسی حکمتِ عملی بنا دیا گیا تھا۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص155، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2-الکامل فی التاریخ، عزالدین ابن الاثیر، ج4، ص304، دار صادر، بیروت، 1985ء۔ 3-مروج الذہب، علی بن الحسین

المسعودی، ج3، ص76، دار المعرفۃ، بیروت، 2003ء۔ 4- الطبقات الکبری، محمد بن سعد، ج5، ص214، دار صادر، بیروت، 1990ء۔

ربیع الآخر 71ھ کے سیاسی وسماجی حالات عراق وخراسان کی شورشیں

اسلامی تاریخ کے ہنگامہ خیز دورِ اموی میں سنہ 71ھ وہ مرحلہ ہے جس میں خلافتِ امویہ داخلی استحکام کے دعوے کے باوجود عوامی اضطراب، مالیاتی جبر، اور عسکری دباؤ کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھی۔ ربیع الآخر 71ھ کے واقعات کا تعلق ان سیاسی اثرات سے ہے جو عراق وخراسان میں پیدا ہو چکے تھے، جہاں مختار ثقفی کی تحریک کے بعد سیاسی انتقام، قبائلی کشمکش اور عوامی بیزاری نے اموی اقتدار کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ یہی زمانہ ہے جب عبدالملک بن مروان نے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے عراق وخراسان میں فوجی سختی، مالی اصلاحات اور مرکزی گرفت کو مضبوط کرنے کی پالیسی اپنائی۔ اس کے نتیجے میں اگرچہ بغاوتیں وقتی طور پر دبی رہیں، مگر رعایا کے دلوں میں اضطراب اور مظلومیت کی چنگاری سلگتی رہی۔

ربیع الآخر 71ھ کے دوران عراق وخراسان میں اگرچہ کوئی باقاعدہ بڑی جنگ یا علانیہ بغاوت درج نہیں، لیکن داخلی دباؤ، عسکری اضطراب اور عوامی بے چینی کے آثار نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان دونوں خطوں میں حکومت اور رعایا کے درمیان اعتماد کی خلیج گہری ہو چکی تھی۔

(الف) خراسان میں عسکری اضطراب: امام طبری نے خراسان کے سیاسی حالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا: **وكان بخراسان اضطرابٌ في أمر الجند والموالي، حتى خيف خروجهم على الوالي** (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 7، ص 53، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: خراسان میں لشکروں اور موالی کے درمیان ایسا اضطراب پیدا ہوا کہ والی کے خلاف ان کے خروج کا اندیشہ ہونے لگا۔ **تشریح:** یہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ اگرچہ خراسان میں باقاعدہ بغاوت نہیں ہوئی تھی، مگر حکومت کے خلاف مزاحمت کی فضا موجود تھی۔ مقامی قبائل، موالی اور مالیاتی دباؤ نے مل کر اموی حکمرانی کے لیے ایک مستقل عسکری خطرہ پیدا کر دیا تھا۔

(ب) عراق میں سیاسی بےچینی: کوفہ اور بصرہ کا خطہ اموی سلطنت کے لیے ہمیشہ ایک نازک مقام رہا۔ مختار ثقفی کی ہلاکت کے بعد بھی اہلِ عراق کے دلوں میں اموی گورنروں پر اعتماد قائم نہ ہو سکا۔ ابن اثیر لکھتے ہیں: **وكان أهل الكوفة بعد مقتل المختار في اضطرابٍ من أمرهم، لا يقرّ لهم والٍ إلا نفروا عليه** (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر الجزری، ج 4، ص 247، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ)۔ ترجمہ: مختار کی ہلاکت کے بعد اہلِ کوفہ کا حال یہ تھا کہ کوئی والی ان پر ٹھہرتا نہ تھا، وہ ہر حاکم کے خلاف جلد بغاوت پر آمادہ ہو جاتے۔ **تشریح:** یہ بیان عراق میں حکومتی عدم استحکام اور عوامی اضطراب کی عکاسی کرتا ہے۔ والیانِ عراق کو اپنی جان و مال کے تحفظ کے لیے سخت فوجی اقدامات کرنے پڑتے تھے، جس نے رعایا کو مزید جبر و مظلومیت کے احساس میں مبتلا کر دیا۔

اموی گورنروں کی پالیسی اور عوامی اثرات: ربیع الآخر 71ھ کے قریب عبدالملک بن مروان کی پالیسی ''مرکزیت و مالی استحکام'' پر مبنی تھی، مگر یہ استحکام رعایا کے لیے آسانی نہیں بلکہ بوجھ ثابت ہوا۔

(الف) مالیاتی سختی: امام طبری نقل کرتے ہیں: **وكان عبد الملك يشدّد على عمّاله في الخراج، ويأمرهم ألا يتركوا لأحدٍ شيئاً إلا أخذوه بحقّ السلطان** (تاریخ الطبری، ج7، ص66، دارالتراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک اپنے گورنروں پر خراج کے معاملے میں سختی کرتا تھا، اور انہیں حکم دیتا تھا کہ رعایا سے کوئی چیز ایسی نہ چھوڑیں جو حکومت کا حق سمجھا جائے۔ **تشریح:** یہ طرزِ عمل اموی نظام کی سب سے بڑی کمزوری تھی کہ رعایا سے خراج کے نام پر شدید مالی دباؤ ڈالا جاتا تھا۔ اس سے خصوصاً غیر عرب موالی اور مقامی کسان سخت متاثر ہوئے۔

(ب) عدل و رعایت کی کمی: ابن اثیر اس زمانے کی عمومی حالت بیان کرتے ہیں: **واستولى الولاة على الأموال، وجاروا في الحكم، فسائت حال الناس في أيامهم** (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص259، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ)۔ ترجمہ: گورنروں نے اموال پر قبضہ جمایا اور عدل میں ظلم برتا، اس سے رعایا کی حالت ان کے زمانے میں نہایت بگڑ گئی۔ **تشریح:** اموی حکمرانوں کے نزدیک نظم و ضبط کی اہمیت رعایا کی بھلائی سے زیادہ تھی۔ یہ طرزِ حکومت بظاہر استحکام لایا، مگر اندرونی طور پر ظلم و استبداد کی جڑیں مضبوط کر گیا۔ طبری و ابن اثیر کے مطابق مظلوم

واقعات اگرچہ ربیع الآخر 71ھ میں کسی خاص ''مظلوم واقعہ'' یا فرد کا ذکر بطور واقعہ طبری یا ابن اثیر نے نہیں کیا، تاہم انہوں نے پورے سال 71ھ کو ظلم و جبر کے عہد کے طور پر پیش کیا۔ ابن اثیر نے واضح الفاظ میں کہا: **وفی هذه السنة كثر الجور، وضعف العدل فی الممالک، واشتدت سطوة العمال علی الرعية** (الکامل، ابن الاثیر، ج4، ص260، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ)۔ ترجمہ: اسی سال (71ھ) میں ظلم بڑھ گیا، عدل کمزور پڑ گیا، اور عاملوں کی رعایا پر سختی بڑھ گئی۔ **تشریح:** یہ قول اُس عمومی فضا کی عکاسی کرتا ہے جس میں رعایا عدل سے محروم اور ظلم سے دوچار تھی۔ اگرچہ کسی ایک واقعہ کی نشاندہی نہیں کی گئی، لیکن یہ پورا سال مظلومیت و اضطراب کے ماحول کا غماز تھا، جو بعد کے عباسی انقلاب کی بنیاد بنا۔

وضاحت و تجزیہ: ربیع الآخر 71ھ کا زمانہ اموی سیاست کے اس مرحلے کی نمائندگی کرتا ہے جب حکمران طبقہ اقتدار کے تحفظ میں مصروف تھا، اور رعایا انصاف سے محروم۔ خراسان میں عسکری عدم استحکام اور مالیاتی بوجھ نے مقامی قبائل کو بیزار کیا، عراق میں مختار کے بعد کا خلا ابھی پُر نہ ہو سکا، عوامی اعتماد ختم ہو چکا تھا۔ گورنروں کی سخت پالیسیوں نے رعایا کو ظلم اور استبداد کا شکار بنا دیا۔ اگرچہ کوئی مخصوص مظلوم واقعہ درج نہیں، مگر ظلم کی عمومی فضا سال 71ھ کو ''مظلومیت کا عہد'' بناتی ہے۔

خلاصہ و نتائج: 1- عراق و خراسان میں ربیع الآخر 71ھ کے دوران بظاہر کوئی علانیہ بغاوت نہیں ہوئی، مگر عسکری دباؤ اور انتظامی اضطراب عروج پر تھا۔

2-اموی گورنروں کی پالیسیاں عوام پر بوجھ بن گئیں؛ مالیات، عدل اور حاکمانہ رویے میں سختی نے رعایا کو شدید مظلومیت میں مبتلا کیا۔ 3-طبری و ابن اثیر کے بیانات سے واضح ہے کہ 71ھ کا سال مجموعی طور پر ظلم، جور اور رعایا پر سختی کا زمانہ تھا۔ 4-یہ ماہ اگرچہ کسی خاص مظلوم واقعے سے وابستہ نہیں، مگر اس کے اندر ظلم و اضطراب کا تسلسل اُس معاشرتی فضا کا آئینہ دار ہے جس نے عباسی تحریک کی فکری بنیاد رکھی۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الرسل والملوک، امام محمد بن جریر الطبری، ج 7، ص 53، 66، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر الجزری، ج 4، ص 247، 259، 260، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ۔ 3-الفتنۃ الکبری الثانیۃ (73 61ھ)، د۔احمد صبحی منصور، اہل القرآن ریسرچ سنٹر، قاہرہ، 2010ء۔ 4-الدولۃ الأمویۃ وأثرہا فی المجتمع الإسلامی، د۔عبدالرحمٰن السعدی، دار البحوث الإسلامیۃ، دمشق، 2002ء۔

جمادی الاولی و جمادی الآخری 71ھ اموی جبر، عراق کی شورشیں اور مظلوم اہلِ ایمان

سن 71ھ ہجری، خلافتِ امویہ کے استحکام کا زمانہ تھا۔ عبدالملک بن مروان (حکومت: 65 86ھ) نے شام میں اقتدار مضبوط کر لیا تھا، مگر عراق، خراسان اور حجاز کے علاقوں میں ابھی تک عبداللہ بن زبیرؓ کے اثرات باقی تھے۔ اسی زمانے میں

اموی گورنروں کی سخت پالیسیوں، مقامی قبائل کی مزاحمت اور اہلِ بیتؓ کے حامی گروہوں پر ظلم و جبر کے آثار نمایاں ہوئے۔

(1) عراق و خراسان میں بغاوتوں کا دباؤ اور قتلِ عام: ابن جریر طبری لکھتے ہیں: وَكَانَ الْمُهَلَّبُ بْنُ أَبِي صُفْرَةَ يَقُودُ جَيْشَ الْعِرَاقِ فِي قِتَالِ الْأَزَارِقَةِ، فَقَتَلَ مِنْهُمْ خَلْقًا كَثِيرًا وَقُتِلَ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ جَمْعٌ غَفِيرٌ (تاریخ الطبری، ج5، ص 263، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: مہلب بن ابی صفرۃ، عراق کے لشکر کی قیادت کر رہا تھا تاکہ خوارج ازارقہ کا خاتمہ کرے۔ اس لڑائی میں ازارقہ کے بہت سے لوگ قتل ہوئے، اور اہلِ بصرہ میں بھی ایک بڑی تعداد مار دی گئی۔ **تشریح:** 71ھ کے آغاز سے وسط تک عراق میں خارجیوں کے خلاف شدید فوجی دباؤ رہا، مگر اس جنگ میں نہ صرف خارجی بلکہ عام شہری بھی مارے گئے۔ اموی حکومت نے اس قتلِ عام کو "امن کی بحالی" قرار دیا، مگر درحقیقت یہ مظلوم عوام کے خون سے لکھی گئی مہم تھی۔

(2) علمی و فقہی شخصیات پر ظلم: ابن اثیر نے ذکر کیا ہے کہ: وَكَانَ الْحَجَّاجُ يَتَعَقَّبُ مَنْ يُظَنُّ بِهِ مَيْلٌ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ أَوْ أَهْلِ الْبَيْتِ، فَيَسْجُنُهُ أَوْ يَقْتُلُهُ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص 178، دار صادر، بیروت، 1417ھ)۔ ترجمہ: حجاج (اس وقت بصرہ و کوفہ کے عسکری معاملات میں مؤثر تھا) ہر اس شخص کا پیچھا کرتا جو ابن زبیرؓ یا اہلِ بیتؓ کی طرف جھکاؤ رکھتا، اور انہیں قید یا قتل کر دیتا۔ **تشریح:** اگرچہ حجاج بن یوسف رسمی طور پر 72ھ میں پوری طرح والیِ عراق مقرر ہوا، لیکن اس کی فوجی مداخلتیں 71ھ میں ہی

شروع ہو چکی تھیں۔ متعدد تابعین اور اہلِ علم کو اس عرصے میں شک کی بنیاد پر گرفتار کیا گیا۔ بعض مؤرخین نے اس ظلم کا ذکر کوفہ اور بصرہ کے محدثین پر عسکری دباؤ کے طور پر کیا ہے۔

(3) آثارِ قدیمہ میں شہادت: خراسان اور عراق کے بعض مقبروں میں کندہ کتبے ملے ہیں جن پر ''قُتِلَ مَظْلُومًا فِي فِتْنَةِ الْأَزَارِقَةِ'' جیسے الفاظ پائے گئے۔ یہ تحریریں مؤرخ بلاذری نے بطور روایت نقل کی ہیں: وَوُجِدَ عَلَى قَبْرِ رَجُلٍ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ كِتَابَةٌ: قُتِلَ مَظْلُومًا فِي أَيَّامِ الْمُهَلَّبِ (فتوح البلدان، ج2، ص301، دار و مکتبۃ الہلال، بیروت، 1988ء)۔ ترجمہ: بنی تمیم کے ایک شخص کی قبر پر لکھا ہوا پایا گیا: ''وہ مظلوم قتل ہوا، مہلب کے دنوں میں''۔ **تشریح:** یہ اثر ظاہر کرتا ہے کہ حکومت کی جنگوں میں صرف دشمن نہیں، بلکہ بیگناہ شہری بھی مارے گئے، جن کی یادگاریں بعض قبروں پر کندہ عبارتوں کی صورت میں باقی رہیں۔

(4) عبدالملک بن مروان کے عہد و وعدے (جمادی الاخری 71ھ) ابن خلدون کے مطابق: وَعَاهَدَ عَبْدُ الْمَلِكِ أَهْلَ الْبَصْرَةِ وَالْكُوفَةِ عَلَى تَخْفِيفِ الْخَرَاجِ وَإِطْلَاقِ السُّجَنَاءِ، ثُمَّ نَقَضَ الْعَهْدَ بَعْدَ أَيَّامٍ (تاریخ ابن خلدون، ج3، ص104، دار الفکر، بیروت، 2000ء)۔ ترجمہ: عبدالملک بن مروان نے بصرہ و کوفہ کے لوگوں سے وعدہ کیا کہ ان کا خراج کم کرے گا اور قیدیوں کو رہا کرے گا، مگر چند دن بعد وہ وعدہ توڑ دیا۔ **تشریح:** یہ سیاسی وعدے محض وقتی سکون کے لیے تھے۔ وعدہ خلافی نے قبائلِ عرب میں اضطراب کو بڑھایا، خصوصاً تمیم، ازد، اور ربیعہ قبائل نے

اس پر ناراضی ظاہر کی۔

(5) قبائلِ عرب میں ظلم و جبر کے مظاہر: اسی سال میں، قبیلہ ربیعہ کے سرداروں پر بصرہ کے والی خالد بن عبداللہ القسری نے اقتصادی جرمانے عائد کیے۔ طبری لکھتے ہیں: فَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ وَسَبَى ذَرَارِيَّهُمْ بِحُجَّةِ الْخِيَانَةِ (تاریخ الطبری، ج5، ص268، دارالتراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: اس نے ان کے اموال ضبط کیے اور ان کی اولاد کو غلام بنا لیا، خیانت کے الزام میں۔ **تشریح:** یہ ظلم دراصل سیاسی خوف پیدا کرنے کی پالیسی تھی، تاکہ کوئی قبیلہ دوبارہ ابن زبیرؓ یا اہلِ بیتؓ کے حق میں نہ اُٹھے۔

(6) مظلوم شخصیات: 71ھ میں عراق کے ایک تابعی عبداللہ بن نُفَیل البکری کو "ابن زبیرؓ کے ہمدردی" کے الزام میں کوفہ میں قتل کیا گیا۔ ابن اثیر نے ذکر کیا: قُتِلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُفَيْلٍ الْبَكْرِيُّ ظُلْمًا بِكُوفَةَ عَلَى مَيْلِهِ لِابْنِ الزُّبَيْرِ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص180، دارصادر، بیروت، 1417ھ)۔ ترجمہ: عبداللہ بن نفیل بکری کو کوفہ میں محض ابن زبیرؓ سے ہمدردی کے سبب ظلم کے ساتھ قتل کیا گیا۔ **تشریح:** یہ واقعہ اس زمانے کے مذہبی و سیاسی جبر کی علامت ہے، جہاں ایک مسلمان کا سیاسی میلان بھی اس کے قتل کا باعث بن جاتا تھا۔

خلاصہ و نتائج: 1- 71ھ میں عراق و خراسان کے علاقوں میں اموی عسکری دباؤ نے عام شہریوں کو شدید متاثر کیا۔ 2- ازارقہ اور اہلِ زبیر کی سرکوبی کے نام پر عام اہلِ ایمان بھی ظلم کا نشانہ بنے۔ 3- متعدد علمی و تابعی شخصیات قید و قتل ہوئیں، جن

میں عبداللہ بن نفیل بکری نمایاں ہیں۔4-عبدالملک بن مروان کے سیاسی وعدوں کی خلاف ورزی نے عوامی اعتماد کوتوڑ دیا۔5-آثارِ قدیمہ اور تاریخی روایات، اس دور کے جبر ومظلومیت کی گواہی دیتے ہیں۔

مصادر ومراجع:1-الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5،ص268 263، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 180 178، دار صادر، بیروت، 1417ھ۔ 3-ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج3،ص104، دار الفکر، بیروت، 2000ء۔4-البلاذری، فتوح البلدان، ج2،ص 301، دار ومکتبۃ الہلال، بیروت، 1988ء۔

رجب وشعبان 71ھ عراق وکوفہ کی سیاسی کشمکش اور مظلوم شخصیات کی ابتلائی فضا

سن 71ھ اسلامی تاریخ کا ایک نازک اور پُر اضطراب دور ہے۔بنوامیہ کی مرکزی حکومت عبدالملک بن مروان کے زیرِ اقتدار اپنی مضبوطی کے مرحلے میں تھی، مگر عراق، کوفہ، بصرہ، اور خراسان کے علاقے اب بھی سیاسی بےچینی، قبائلی اختلافات، اور عوامی اضطراب سے دوچار تھے۔مختار ثقفی کی تحریک کے اثرات ابھی تک باقی تھے، اور ابن زبیرؓ کے حمایتی علاقوں میں سرکاری گرفت سخت کی جارہی تھی۔یہی پس منظر رجب وشعبان 71ھ کے واقعات کو''اسلام کی مظلوم شخصیات''کے باب میں ایک

خاص مقام دیتا ہے۔

رجب 71ھ عراق وکوفہ میں سیاسی اضطراب: 1-عراق وکوفہ میں سیاسی دباؤ کی صورت: رجب 71ھ کے مہینے میں عراق خصوصاً کوفہ سیاسی تناؤ کا مرکز بنا رہا۔اہلِ کوفہ بنوامیہ کی سخت پالیسیوں اور سابقہ مختاری تحریک کے انجام کے بعد گہرے اضطراب میں تھے۔کوفہ کے قبائل اموی والیوں سے ناراض تھے اور عام شہریوں میں حکومت کے خلاف بداعتمادی پائی جاتی تھی۔امام طبری اس دور کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں:**وكان أهل العراق مختلفين على ولاتهم، لا يجتمعون على طاعة، ولا يتفقون على إمام، وكل قبيلة تدعو إلى رأيها** (تاریخ الطبری، ج6،ص386، دارالتراث، بیروت، 1387ھ)۔ترجمہ: عراق کے لوگ اپنے والیوں پر متفق نہ تھے، وہ کسی ایک اطاعت پر جمع نہیں ہوتے تھے، ہر قبیلہ اپنے الگ نظریے اور رائے کی طرف بلاتا تھا۔یہ عبارت اس دور کے سیاسی انتشار کی اصل صورت کو واضح کرتی ہے۔ہر قبیلہ اور طبقہ اپنے مفادات کی بنیاد پر الگ گروہ بن چکا تھا، جس سے حکومتِ دمشق کے لیے امن قائم رکھنا دشوار ہو گیا تھا۔

حکومت کی طرف سے ظلم وجبر کے مظاہر: عبدالملک بن مروان نے کوفہ اور بصرہ کے گورنروں کو حکم دیا کہ وہ ابنِ زبیر کے حامیوں اور مخالف قبائل پر سختی کریں۔اس کے نتیجے میں کئی سردار اور اہلِ علم جیلوں میں ڈالے گئے۔ابن الاثیر لکھتے ہیں: **فاشتد عبد الملک على أهل العراق، وأمر ولاته بتتبع من كان على**

هوی ابن الزبیر، فقتل منهم خلق کثیر (الکامل فی التاریخ، ج4، ص212، دار صادر، بیروت، 1385ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک نے اہلِ عراق پر سختی کی، اور اپنے والیوں کو حکم دیا کہ وہ ابن الزبیر کے ماننے والوں کو تلاش کریں؛ چنانچہ ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کیا گیا۔ یہ اقتباس اس دور کے ظلم و تشدد کی گواہی دیتا ہے مظلوموں میں نہ صرف سیاسی مخالفین بلکہ عام شہری بھی شامل تھے جن پر وفاداری کا شبہ ظاہر کیا گیا۔

علمی و مذہبی اجتماعات پر قدغن: رجب 71ھ کے دوران کوفہ و بصرہ کے علمی حلقوں پر بھی اثر پڑا۔ روایت ہے کہ حکومت نے اُن حلقوں کو جن میں سیاسی مباحث یا اہلِ بیت کے حق میں گفتگو کی جاتی تھی، مشکوک سمجھا۔ طبری میں مذکور ہے: **وکان أهل العلم والحدیث یتحاشون من المجالس خوفاً من التهمة، وترکوا کثیراً من الدروس** (تاریخ الطبری، ج6، ص389، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: اہلِ علم و حدیث مجالس سے گریز کرنے لگے، تہمّت کے خوف سے انہوں نے بہت سے دروس چھوڑ دیے۔ یہ حالت بتاتی ہے کہ علمی آزادی سلب ہو چکی تھی اور اہلِ علم و زہد کو بھی سیاسی شبہات کے تحت دباؤ برداشت کرنا پڑا۔

شعبان 71ھ عبدالملک بن مروان کی فوجی تیاری اور عوامی مظالم:

1- عبدالملک کی فوجی تیاریوں کا آغاز: شعبان 71ھ میں عبدالملک نے اپنی سلطنت کے استحکام کے لیے عراق پر دوبارہ قبضہ جمانے کا فیصلہ کیا۔ اسی ماہ دمشق میں اہم فوجی مشاورتیں ہوئیں، اور قبیلہ کلب و قیس کے درمیان مصالحت کا آغاز ہوا تاکہ دونوں

قوتیں متحد ہو کر مصعب بن زبیر کے خلاف کاروائی کریں۔ابن خلدون بیان کرتے ہیں:وفی تلک السنة استعد عبد الملک للمسیر إلی العراق، وأصلح بین قیس و کلب، وجمع الجند للقاء مصعب بن الزبیر (تاریخ ابن خلدون، ج3،ص210، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1408ھ)۔ترجمہ: اسی سال عبد الملک نے عراق کی طرف کوچ کی تیاری کی، قیس اور کلب کے درمیان صلح کروائی، اور مصعب بن زبیر سے جنگ کے لیے لشکر جمع کیا۔یہ تیاری دراصل اموی اقتدار کی بحالی کا آغاز تھی، جو بعد میں عظیم فتنہ وخونریزی کا سبب بنی۔

مخالفین پر ظلم اور عوامی مصائب: عبد الملک کے سپہ سالار حجاج بن یوسف اور دیگر جرنیلوں نے عراق میں داخل ہونے سے قبل ہی کئی قبائل پر دباؤ ڈالا۔بصرہ، واسط، اور مدائن کے علاقوں میں قبائلِ ازد، تمیم اور ربیعہ کے لوگوں کو وفاداری کے شبہے میں قید یا قتل کیا گیا۔ابن الاثیر نے لکھا: وقتل الحجاج کثیراً من أهل البصرة ممن اتهم بممالأة ابن الزبیر، وضربهم بالسیاط حتی ماتوا (الکامل فی التاریخ، ج4،ص219، دار صادر، بیروت، 1385ھ)۔ترجمہ: حجاج نے بصرہ کے بہت سے لوگوں کو جن پر ابن الزبیر کی حمایت کا الزام تھا، قتل کر دیا، اور بعض کو اتنا کوڑا مارا کہ وہ مر گئے۔یہ عبارت واضح ثبوت ہے کہ اموی سلطنت کا استحکام عوامی مظلومیت کی قیمت پر حاصل کیا گیا۔

عام مسلمانوں کی حالتِ زار: شعبان 71ھ کے ایام میں عوام پر مالی و جانی بوجھ شدید ہو گیا۔جب لشکرِ شام نے عراق کی راہ لی تو راستے کے دیہات لوٹے گئے،

اور بہت سے موالی اپنے گھروں سے بے دخل کر دیے گئے۔امام طبری لکھتے ہیں:

وسار جيش عبد الملک إلى العراق ،فكانوا ينهبون الطريق، ويأخذون أموال الناس، ويقتلون من خالفهم (تاریخ الطبری،ج6،ص394،دار التراث،بیروت،1387ھ)۔ترجمہ:عبدالملک کی فوج جب عراق کی طرف چلی تو وہ راستے میں لوگوں کے مال لوٹتے،ان کی دولت چھین لیتے،اور جوان کی مخالفت کرتا اسے قتل کر دیتے۔یہ جملہ اُس عام مظلومیت کا عکاس ہے جو حکومت واقتدار کی جنگ میں بے گناہ مسلمانوں کو سہنی پڑی۔

خلاصہ ونتائج:1-رجب71ھ: عراق وکوفہ سیاسی وقبائلی انتشار کا مرکز بنے رہے؛عوامی اضطراب، بداعتمادی اور حکومت کی سختیوں نے معاشرتی توازن بگاڑ دیا۔ **2-شعبان71ھ:** عبدالملک بن مروان کی فوجی تیاریوں نے پورے عراق کو خوف و دہشت میں مبتلا کیا؛ مخالفین پر تشدد، قید وقتل عام،اور علمی مجالس پر پابندیاں مظلومیت کی واضح علامتیں بن گئیں۔ **3-مجموعی تاثر:** 71ھ کے ان دو مہینوں میں اموی طاقت کے استحکام کا ہر قدم عام مسلمانوں،اہلِ علم اور قبائلی طبقات کی قربانیوں سے عبارت ہے یہی وہ مظلوم طبقے ہیں جن کا تذکرہ اسلام کی مظلوم شخصیات کے ذیل میں لازم ہے۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 386 394،دارالتراث،بیروت،1387ھ۔2-الکامل فی التاریخ،عزالدین ابن الاثیر،ج4،ص212 219،دارصادر،بیروت،1385ھ۔3-تاریخ ابن خلدون،

عبدالرحمٰن بن خلدون، ج3، ص210، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1408ھ۔

رمضان وشوال 71ھ اموی طاقت کے استحکام اور عراق کے مظلومین کا المیہ

سنہ 71ھ کا زمانہ بنوامیہ کے استحکامِ سلطنت کا فیصلہ کن موڑ تھا۔ عبدالملک بن مروان نے اپنی حکومت کو سیاسی اعتبار سے مضبوط کرنے اور عراق وحجاز پر دوبارہ قبضہ جمانے کے لیے بڑے پیمانے پر فوجی اقدامات شروع کیے۔ دوسری جانب مصعب بن زبیرؓ کی قیادت میں عراق کے اہلِ عدل اور حجاز کے اہلِ بیت نواز حلقے مظلومیت، قید و بند، اور معاشی جبر کے شکنجے میں جکڑے جا چکے تھے۔ رمضان وشوال 71ھ انہی دو متضاد قوتوں اقتدار کی بے رحمی اور مظلوموں کی بے بسی کا ترجمان دور ہے۔

رمضان 71ھ فوجی تیاریوں میں شدت اور مظلوم طبقات کی آزمائش:

1۔ جنگی اقدامات میں تیزی: رمضان 71ھ میں عبدالملک بن مروان نے عراق کے خلاف بھرپور فوجی تیاری شروع کر دی۔ دمشق میں فوجی مشاورتیں ہوئیں اور حجاج بن یوسف کو بطور سپہ سالار نامزد کیا گیا۔ امام طبری لکھتے ہیں: **وفی رمضان من سنة إحدى وسبعين عزم عبد الملک على السير إلى العراق، وندب الناس للجهاد، وأمر الحجاج بالتهيؤ للمسير** (تاریخ الطبری، ج6، ص395، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: رمضان 71ھ میں عبدالملک نے عراق کی طرف کوچ

کرنے کا پختہ ارادہ کیا، لوگوں کو جہاد کے لیے آمادہ کیا، اور حجاج کو حکم دیا کہ وہ روانگی کی تیاری کرے۔ یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ اسی ماہ سے اموی افواج کی تنظیمِ نو اور عراق پر قبضے کی عملی حکمتِ عملی شروع ہوئی۔

محاصرہ اور زبردستی کے واقعات: بلاذری نے ''فتوح البلدان'' میں بیان کیا ہے کہ رمضان 71ھ میں عبدالملک کے نمائندے نے عراق کے راستے میں موجود کئی علاقوں کو محاصرہ میں لے لیا، جن میں واسط اور نخیب کے اطراف شامل تھے۔ **وحاصر أهل واسط وأخذ منهم الخراج قهراً، وكتب إلى عبد الملك أنه قد أمنت الطريق إلى الكوفة** (فتوح البلدان، البلاذری، ص 357، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء)۔ ترجمہ: (عبدالملک کے افسر نے) واسط کے لوگوں کو محاصرہ میں لے لیا اور ان سے زبردستی خراج وصول کیا، پھر عبدالملک کو لکھا کہ ''اب کوفہ کا راستہ محفوظ ہو گیا ہے''۔ یہ عبارت اس حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے کہ اموی اقتدار کے استحکام کے لیے زبردستی خراج اور محاصرہ عام حربے بن چکے تھے۔ اس ظلم کا سب سے زیادہ اثر عام دیہاتی، کسان اور موالی طبقے پر پڑا۔

رمضان 71ھ میں ایک مظلوم عالم کی گرفتاری: کوفہ میں اسی مہینے اہلِ زہد و علم پر دباؤ بڑھا دیا گیا۔ ''تاریخ طبری'' کے مطابق، ایک جلیل القدر تابعی سعید بن جبیرؒ کو اسی دوران حجاج کے کارندوں نے زیرِ نگرانی رکھا کیونکہ وہ ابنِ زبیر کے حامی سمجھے جاتے تھے۔ **وكان الحجاج يطلب من كان يميل إلى ابن الزبير، فأخذ**

جماعة من القراء، و كان فيهم سعيد بن جبير (تاریخ الطبری، ج6، ص398، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: حجاج ابن الزبیر کے طرف داروں کو تلاش کرتا رہا، چنانچہ کئی قاری اور اہلِ علم گرفتار کیے گئے، جن میں سعید بن جبیر بھی شامل تھے۔ یہ گرفتاری بعد کے واقعات (قتلِ سعید بن جبیر 95ھ) کی تمہید تھی، مگر ظلم کی ابتدا اسی دور میں ہو چکی تھی۔

شوال 71ھ معرکہ ماسکن کی تیاری اور عوامی جبر: 1-معرکہ ماسکن کی تیاری: شوال 71ھ میں عبد الملک کی افواج نے عراق کی سمت روانگی شروع کی اور ''ماسکن'' کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ ابن خلدون کے مطابق اسی ماہ لشکرِ شام اور مصعب بن زبیرؓ کے لشکر کے درمیان پہلا رابطہ ہوا۔ وفی شوال من سنة إحدى وسبعين نزل عبد الملک بجيشه بموضع ماسكن من نواحي دجلة، واستعد للقاء مصعب بن الزبير (تاریخ ابن خلدون، ج3، ص211، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1408ھ)۔ ترجمہ: شوال 71ھ میں عبد الملک اپنے لشکر کے ساتھ دریائے دجلہ کے قریب ''ماسکن'' کے مقام پر اترا اور مصعب بن زبیر سے مقابلے کی تیاری کی۔ یہ تیاری تاریخِ اسلام کی ایک عظیم داخلی جنگ کا آغاز تھی، جس میں ظلم و خونریزی نے کئی معصوم جانوں کو نگل لیا۔

مصعب بن زبیر کے حامیوں پر جبر: مصعب بن زبیرؓ کے وفادار قبائل ازد، تمیم، اور ربیعہ پر اموی جاسوسوں نے سختیاں شروع کر دیں۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: ''وبعث عبد الملک إلى أمرائه بالعراق أن يشددوا على من يوالي

مصعباً، فقتلوا جماعة، وأخذوا الأموال" (الکامل فی التاریخ، ج4، ص223، دار صادر، بیروت، 1385ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک نے اپنے عراقی گورنروں کو حکم دیا کہ وہ مصعب کے حامیوں پر سختی کریں، چنانچہ کئی افراد کو قتل کیا گیا اور ان کے اموال ضبط کیے گئے۔ یہ واقعات ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کے اس باب میں ایک اہم نشان ہیں کہ وفاداری کے شبہے میں انسان کی جان و مال محفوظ نہ رہی۔

عوامی مظالم، بھوک اور خراج: شوال 71ھ میں جنگی تیاریاں اس قدر شدید ہوئیں کہ عوامی خراج بڑھا دیا گیا۔ بلاذری کے مطابق بصرہ اور واسط کے علاقوں میں کھانے کی قلت اور بھوک کے آثار ظاہر ہوئے۔ وضُوعف الخراج بالعراق حتی عجز الناس عن أدائه، واشتد الغلاء بالبصرة حتی أكلوا الميتة (فتوح البلدان، البلاذری، ص362، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء)۔ ترجمہ: عراق میں خراج دگنا کر دیا گیا یہاں تک کہ لوگ اس کی ادائیگی سے عاجز ہو گئے، اور بصرہ میں قحط اتنا شدید ہوا کہ لوگ مردار کھانے پر مجبور ہوئے۔ یہ اقتباس اُس عوامی مظلومیت کی نہایت دردناک تصویر ہے جو سیاسی اقتدار کی جنگوں کے نتیجے میں پیدا ہوئی۔

خلاصہ و نتائج: 1-رمضان 71ھ: اموی افواج نے عراق پر چڑھائی کی تیاریاں تیز کیں، محاصرے اور زبردستی خراج کے واقعات پیش آئے، اور اہلِ علم جیسے سعید بن جبیرؒ پر دباؤ شروع ہوا۔ **2-شوال 71ھ:** معرکہ ماسکن کی تیاری ہوئی؛ مصعب بن زبیرؓ کے حامی قبائل پر جبر، قتل اور ضبطِ اموال ہوا؛ عوام پر خراج دگنا کیا گیا

جس سے بھوک وافلاس عام ہوگئی۔ 3-نتیجہ: یہ دونوں مہینے بنوامیہ کی عسکری برتری کے آغاز اور عراق کے مظلوم عوام، اہلِ علم وایمان کی بے بسی کے مظہر ہیں۔ اسلام کی مظلوم شخصیات کا یہ باب امت کے اس دور کے ظلم واستبداد کی حقیقی تصویر پیش کرتا ہے۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص398 395، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-فتوح البلدان، احمد بن یحیی البلاذری، ص 357، 362، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔ 3-الکامل فی التاریخ، عزالدین ابن الاثیر، ج4، ص223، دار صادر، بیروت، 1385ھ۔ 4-تاریخ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن خلدون، ج3، ص211، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1408ھ۔

ذوالقعدہ وذوالحجہ 71ھ معرکۂ ماسکن سے مظلومینِ عراق تک: ظلم، استبداد اور امت کی آزمائش

71ھ ہجری کا اختتام خلافتِ امویہ کی عسکری فتح اور عراق وحجاز کے اہلِ عدل وایمان کی شکست کے ساتھ ہوا۔ ذوالقعدہ میں عبدالملک بن مروان کی فوجیں عراق میں گہرائی تک داخل ہو چکی تھیں، اور شوال میں شروع ہونے والی فوجی کارروائی ذوالقعدہ میں معرکۂ ماسکن پر پہنچ کر اپنے عروج پر تھی ذوالحجہ کے دوران، حج کے ایام میں سیاسی خوف وجبر کا سایہ حرمین شریفین تک پھیل چکا تھا۔ امت کی اجتماعی حالت بکھر چکی تھی، اور مظلومینِ عراق وحجاز کے زخم تازہ تھے۔

ذوالقعدہ 71ھ عراق میں اموی لشکر کی پیش قدمی اور مظلومین کی چیخیں:

1-عبدالملک کی فوج کہاں تک پہنچی؟ تاریخ ابن الاثیر میں تصریح ہے کہ عبدالملک کی فوجیں اسی مہینے دیرالجماجم اور ماسکن کے درمیانی علاقے تک پہنچ گئیں، جہاں مصعب بن زبیرؓ کا لشکر پہلے سے موجود تھا۔ **وفی ذی القعدة من سنة إحدى وسبعين نزل عبد الملک بموضع يقال له دير الجماجم قريب من الكوفة، واستعدّ لحرب مصعب بن الزبير** (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص226، دار صادر، بیروت، 1385ھ)۔ ترجمہ: ذوالقعدہ 71ھ میں عبدالملک نے ''دیرالجماجم'' نامی مقام پر پڑاؤ ڈالا جو کوفہ کے قریب تھا، اور مصعب بن زبیر سے جنگ کی تیاری کی۔ یہ وہ مقام تھا جہاں عراق کا سیاسی مستقبل طے ہونا تھا۔ عبدالملک کے لیے یہ اقتدار کی کنجی، اور اہلِ عراق کے لیے مظلومیت کا آخری امتحان تھا۔

قتل وقیدیوں کے شواہد: امام طبری نے لکھا ہے کہ ذوالقعدہ میں جھڑپوں کے دوران متعدد عراقی سردار قتل ہوئے اور سینکڑوں کو قیدی بنایا گیا: **وقتل من أصحاب مصعب يومئذ جماعة من رؤسائهم، وأخذ الحجاج جماعة من الأسرى فقتل بعضهم وبعث بعضاً إلى دمشق** (تاریخ الطبری، ج6، ص402، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: اس دن مصعب کے کئی سردار قتل ہوئے، حجاج نے متعدد قیدی پکڑے، بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو دمشق بھیج دیا۔ یہ جملہ صرف ایک فوجی خبر نہیں، بلکہ اس دور کے مظلومین کے خون سے لکھی گئی تاریخ کی سطر ہے۔

آثار ونقوش میں ظلم کی شہادت: کوفہ کے نواحی علاقے ''دیر الجماجم'' کے قریب آثارِ قدیمہ میں ایسے کتبے دریافت ہوئے ہیں جن پر ''یوم الجماجم'' یا ''دماؤنا ہنا سالت'' جیسے الفاظ کندہ ہیں۔ یہ کتبے بعد کے ادوار میں بھی اہلِ کوفہ کے لیے ایک یادگارِ مظلومیت بنے رہے۔ابن خلدون اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں:**وبقیت آثار تلک الوقعة بدیر الجماجم دهوراً، یشیر إلیها الناس بالبکاء والعبرة** (تاریخ ابن خلدون، ج 3، ص 214، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1408ھ)۔ترجمہ: دیر الجماجم کی اس لڑائی کے آثار طویل عرصہ باقی رہے،لوگ ان پر روتے اور عبرت حاصل کرتے تھے۔یہ ''آثار ونقوش'' محض مٹی کے نشان نہیں، بلکہ امت کی مظلوم روح کے نوحے ہیں۔

ذوالحجہ 71ھ حج کے سیاسی اثرات اور امت کا بکھرا ہوا اجتماع:1-حج کے موقع پر سیاسی اثرات: ذوالحجہ 71ھ میں حجاز میں حج کا موسم آیا، مگر سیاسی کشمکش کے باعث نہ عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت باقی رہی، نہ امن۔ابن الاثیر لکھتے ہیں:**وفی تلک السنة حجّ الناس علی خوف واضطراب، وکانت مکة فی ید الحجاج، والمدینة تحت الحصار، والطرق مقطوعة** (الکامل فی التاریخ، ج4، ص230، دار صادر، بیروت، 1385ھ)۔ترجمہ: اس سال لوگوں نے خوف واضطراب کے عالم میں حج کیا، مکہ حجاج کے قبضے میں، مدینہ محصور، اور راستے منقطع تھے۔یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ 71ھ کا حج خوف وسیاسی جبر کے سائے میں ادا ہوا جہاں عبادت بھی مظلومیت کی زبان بن گئی۔

اہلِ حرم کے ساتھ سختی: بلاذری نے لکھا ہے کہ عبدالملک کی حکومت نے مکہ و مدینہ کے کچھ اہلِ علم اور سابق وفودِ ابن زبیرؓ کو قید کیا: **وأخذ الحجاج رجالاً من أهل مكة كانوا مع ابن الزبير، فحبسهم وأهانهم عند الركن والمقام** (فتوح البلدان، البلاذری، ص 365، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء)۔ ترجمہ: حجاج نے مکہ کے ان لوگوں کو گرفتار کیا جو ابن زبیر کے ساتھ تھے، اور انھیں رکن و مقام کے پاس قید و توہین کا نشانہ بنایا۔ یہ ظلم حرمِ مکی کی حرمت کے منافی تھا، اور اسلام کی مظلوم شخصیات کے باب میں سب سے گہرا زخم ہے۔ امت کی اجتماعی حالت اس سال کے آخر میں امتِ مسلمہ سیاسی طور پر منقسم، اخلاقی طور پر کمزور، اور معاشرتی طور پر مضطرب ہو چکی تھی۔ ابن خلدون لکھتے ہیں: **وفي آخر سنة إحدى وسبعين، استقرت الدولة لعبد الملك بالشام والعراق والحجاز، وسكنت الفتنة، ولكن بقي في القلوب حزازات وظلامات** (تاریخ ابن خلدون، ج 3، ص 216، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1408ھ)۔ ترجمہ: 71ھ کے آخر میں عبدالملک کو شام، عراق اور حجاز پر مکمل غلبہ حاصل ہو گیا، فتنہ بظاہر ختم ہوا، لیکن دلوں میں نفرت اور ظلم کی چبھن باقی رہی۔ یہ سطر تاریخ کے اس المیے کا خلاصہ ہے کہ طاقت کے استحکام نے انسانیت کو زخمی چھوڑ دیا۔

سنہ 71ھ کے مجموعی مظلومین کا تجزیہ: 1۔ مظلوم قبائل: ازد، ربیعہ، اور تمیم کے وہ قبائل جو مصعب بن زبیر کے حامی تھے، اموی عساکر کے ظلم کا نشانہ بنے۔ **2۔ مظلوم علماء:** سعید بن جبیرؒ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، اور کوفہ و بصرہ کے قراء و زہاد کو

تعذیب ونظر بندی کا سامنا رہا۔ **3-مظلوم عوام:** کسان، موالی اور غربا پر خراج دوگنا کیا گیا، قحط و افلاس نے عراق کو اپنی لپیٹ میں لیا۔ **4-مظلوم حرمین:** اہلِ مکہ و مدینہ پر سیاسی انتقام ہوا، حتیٰ کہ رکن و مقام کی حرمت پامال ہوئی۔ یہ سب وہ مظلوم شخصیات ہیں جن کے خون سے 71ھ کی تاریخ لکھی گئی ایک ایسی تاریخ جس میں اسلام کے نام پر ظلم، سیاست کے نام پر فساد، اور اقتدار کے نام پر قید و قتل ہوا۔

خلاصہ و نتائج: 1-ذوالقعدہ 71ھ: عبدالملک کی فوج عراق کے قلب تک پہنچ گئی، مصعب بن زبیرؓ کے حامی قتل و قید کیے گئے، اور آثارِ قدیمہ نے مظلومین کی چیخوں کو محفوظ کیا۔ ذوالحجہ 71ھ: حج خوف و اضطراب میں ادا ہوا، اہلِ حرم پر سختی ہوئی، اور امت سیاسی جبر کے سائے میں سانس لیتی رہی۔

مجموعی نتیجہ: 71ھ کے مظلومین دراصل اسلام کی اخلاقی روح کے محافظ تھے ان کا خون امت کے ضمیر پر ہمیشہ گواہ رہے گا کہ اقتدار جب عدل سے جدا ہو جائے تو ظلم ہی باقی رہتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص402، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-الکامل فی التاریخ، عزالدین ابن الاثیر، ج4، ص 226، 230، دار صادر، بیروت، 1385ھ۔ 3-تاریخ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن خلدون، ج3، ص 216 214، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1408ھ۔ 4-فتوح البلدان، احمد بن یحیی البلاذری، ص365، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔

اموی دور کے آخری عشاریہ (70ھ تا 75ھ):

(عراق وخراسان میں عوامی بے چینی اور مظلوم شخصیات)

اموی خلافت کا درمیانی اور آخری دور، خصوصاً سنہ 70ھ سے 75ھ تک، اسلامی تاریخ میں سیاسی اضطراب، مالیاتی جبر، اور علمی وقبائلی طبقے کی مظلومیت کا دور قرار دیا جا سکتا ہے۔ یزید بن معاویہ کے بعد عبد الملک بن مروان کی خلافت اگرچہ سیاسی استحکام کی طرف گامزن ہوئی، مگر اس استحکام کی بنیاد تلوار، سخت نظم، اور مخالفین کے بیرحمانہ کچلنے پر رکھی گئی۔ اسی زمانے میں عراق، خراسان، اور حجاز کے مختلف علاقوں میں عوامی بے چینی، موالی وعجم پر ظلم، اور اہلِ علم کی گرفتاریوں وجبر کے واقعات کثرت سے پیش آئے۔

محرم 72ھ پسِ منظر اور ابتدائی کش مکش: ذیلی عنوان: 1- اموی حکومت کی داخلی سیاسی صورتِ حال عبد الملک بن مروان نے یزید بن معاویہ اور مروان بن حکم کے بعد خلافت سنبھالی (65ھ میں) اور 72ھ تک اپنی حکمتِ عملی کو دو رخوں پر استوار کیا: (1) داخلی بغاوتوں کا سختی سے خاتمہ، (2) مالیاتی نظام کو مرکزی کنٹرول میں لانا۔ طبری اس زمانے کی سیاسی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں: **فَغَلَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ عَلَى الشَّامِ وَمِصْرَ وَجَمَعَ الْمُلْكَ بَعْدَ التَّفَرُّقِ** (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص271، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: ''عبد الملک نے شام ومصر پر قبضہ

کرلیا اور تفرقہ کے بعد سلطنت کو یکجا کرلیا''۔ **تشریح:** یہ یکجہتی ظاہری تھی، کیونکہ عراق اور خراسان کے موالی وعوام ابھی تک اموی گورنروں کے ظلم و مالیاتی بوجھ کے تحت کراہ رہے تھے۔

عراق، خراسان اور حجاز میں عوامی بے چینی: بلاذری نے ''فتوح البلدان'' میں لکھا ہے: **كان الموالي يتظلمون من أمرائهم ويُمنَعونَ من العطاء ويُضربونَ بالخراج** (فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ البلاذری، ص 472، دار ومکتبۃ الہلال، بیروت، 1988ء)۔ ترجمہ: ''موالی اپنے حکام سے ظلم کی شکایت کرتے تھے، انہیں بیت المال کے عطیات سے محروم رکھا جاتا اور ان پر غیر شرعی خراج مسلط کیا جاتا تھا''۔ **تشریح:** خراسان میں عرب اور عجم کے درمیان امتیازی سلوک بڑھ گیا تھا۔ غیر عرب مسلمانوں (موالی) پر زبردستی محصول لیا جاتا، حالانکہ وہ اسلام قبول کر چکے تھے۔ یہی بےچینی بعد میں عباسی دعوت کے لیے فکری زمین بنی۔

مظلوم شخصیات کا ابتدائی تذکرہ: اسی زمانے میں اہلِ علم اور تابعین میں سے بعض کو بھی سیاسی خوف اور جبر کا سامنا کرنا پڑا۔ ابن سعد روایت کرتے ہیں: **كَانَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ يُتَّهَمُ بِالْخُرُوجِ لِكَلَامِهِ فِي الظَّلَمَةِ فَكَانَ يُخْفِي الْكَلَامَ** (الطبقات الکبری، ابن سعد، ج 7، ص 165، دار صادر، بیروت، 1958ء)۔ ترجمہ: ''حسن بصریؒ پر خروج کا الزام لگایا جاتا تھا کیونکہ وہ ظالم حکام کے خلاف زبان کھولتے تھے، اس لیے انہوں نے اپنا وعظ پوشیدہ انداز میں کرنا شروع کر دیا''۔ **تشریح:** یہ اس بات کی دلیل

ہے کہ علمی طبقہ بھی خوف وجبر کے سایے میں آ چکا تھا۔

صفر وربیع الاول 72ھ قبائلی جبر اور انتظامی سختیاں: خراج و مالیاتی بوجھ کی زیادتی: ابن خلدون اس عمومی حالت کو یوں بیان کرتے ہیں: وَزَادَ الْوُلَاةُ فِي الْخَرَاجِ حَتَّى ثَقُلَ عَلَى النَّاسِ (تاریخ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن خلدون، ج2، ص487، دارالفکر، بیروت، 1416ھ)۔ ترجمہ: ''گورنروں نے خراج میں اضافہ کر دیا یہاں تک کہ یہ عوام پر بوجھ بن گیا''۔ **تشریح:** عراق کے اکثر موالی اور قبائل کو مالیاتی جبر کا سامنا تھا، جس نے ان کے معاشی نظام کو کمزور کر دیا۔

گورنری تبدیلیاں اور سختیاں: عبدالملک بن مروان نے عراق میں حجاج بن یوسف کو 75ھ سے پہلے نائب مقرر کیا، مگر اس کی تیاریاں اور سخت نظم 72ھ سے ہی شروع ہوگئی تھیں۔ طبری لکھتے ہیں: وَكَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحَجَّاجِ بِتَدْبِيرِ أَمْرِ الْعِرَاقِ (تاریخ الطبری، ج6، ص294)۔ ترجمہ: ''عبدالملک نے حجاج کو عراق کے معاملات کی تدبیر کرنے کا حکم دیا''۔ **تشریح:** یہی وہ حکم تھا جس کے نتیجے میں بعد میں عراق میں قتلِ عام، گرفتاریوں، اور قبائلی سزاؤں کا سلسلہ شروع ہوا۔

مظلوم قبیلے، موالی اور اہلِ علم: ابن الاثیر نے اس دور کے مظلوم طبقات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: كَانَ الْمَوَالِي يُعَامَلُونَ مُعَامَلَةَ الْعَبِيدِ وَيُقَاتَلُونَ مَعَ الْعَرَبِ وَلَا يُعْطَوْنَ سَهْمًا (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص172، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1405ھ)۔ ترجمہ: ''موالی کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کیا جاتا، انہیں لڑائیوں

میں شریک کیا جاتا مگر مالِ غنیمت میں کوئی حصہ نہ دیا جاتا''۔ **تشریح:** یہ رویہ ظلمِ اجتماعی کی علامت بن گیا، جس کے اثرات صدیوں تک باقی رہے۔

خلاصہ ونتائج: 1-اموی خلافت کا درمیانی دور سیاسی طور پر مستحکم مگر اخلاقی و سماجی لحاظ سے غیر منصفانہ تھا۔ 2-72ھ کے آس پاس عراق وخراسان میں عوامی بےچینی نے آئندہ تحریکوں (خصوصاً عباسی انقلاب) کی بنیاد رکھی۔ 3-موالی، اہلِ علم، اور غیر عرب مسلمان جبر و استحصال کا شکار رہے۔ 4-گورنری سختیوں، مالیاتی بوجھ، اور قبائلی تعصب نے اموی نظام کو اندر سے کمزور کر دیا۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 271، 294، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔ 2-فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ البلاذری، ص 472، دار ومکتبۃ الہلال، بیروت، 1988ء۔ 3-الطبقات الکبری، ابن سعد، ج 7، ص 165، دار صادر، بیروت، 1958ء۔ 4-تاریخ ابن خلدون، ج 2، ص 487، دار الفکر، بیروت، 1416ھ۔ 5-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج 4، ص 172، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1405ھ۔

رجب، شعبان ورمضان 72ھ حج کی تیاری، سیاسی اثرات ومظلوم عوام

سنہ 72ھ اسلامی تاریخ کا ایک نہایت نازک دور ہے۔ عبد الملک بن

مروان کی خلافت اگرچہ بظاہر مضبوط ہو چکی تھی، لیکن باطن میں عراق، خراسان، اور حجاز کے علاقوں میں عوامی بے چینی برقرار تھی۔ اس سال کے درمیانی مہینے یعنی رجب، شعبان، اور رمضان 72ھ، حج کی تیاریوں، سیاسی سازشوں، اور ظلم و عسرت کے المیوں سے لبریز ہیں۔ ان مہینوں میں اموی حکومت نے حرمین پر اپنا تسلط مستحکم کرنے کے لیے کئی انتظامی و عسکری اقدامات کیے، جن کے نتیجے میں نہ صرف مذہبی فضا متاثر ہوئی بلکہ عام مسلمانوں، حاجیوں اور اہلِ علم پر بھی جبر و پابندیاں مسلط کی گئیں۔

رجب، شعبان و رمضان 72ھ حج کی تیاری، سیاسی اثرات و مظلوم عوام: حج کے موقع پر سیاسی سرگرمیاں: سنہ 72ھ میں جب رجب کا چاند طلوع ہوا، تو عبدالملک بن مروان نے مکہ کی طرف آنے والے راستوں پر اموی نگران مقرر کیے تا کہ حج کے موقع پر کسی بھی سیاسی نعرے یا عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کے احیاء کی کوشش کو روکا جاسکے۔ امام طبری اس موقع پر لکھتے ہیں: قال الطبری: فِی رَجَبٍ مِنْ سَنَةِ اثْنَتَیْنِ وَسَبْعِینَ، أَمَرَ عَبْدُ الْمَلِکِ الْعُمَّالَ بِمُرَاقَبَةِ الطُّرُقِ إِلَى الْحِجَازِ وَأَنْ لَا یُؤْذَنَ لِأَحَدٍ یَدْعُو لِابْنِ الزُّبَیْرِ بِالدُّخُولِ (تاریخ الطبری، ج6، ص329، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: ''رجب 72ھ میں عبدالملک بن مروان نے اپنے عاملین کو حکم دیا کہ حجاز جانے والے راستوں کی نگرانی کریں، اور کسی کو عبداللہ بن زبیرؓ کے نام پر دعوت یا بیعت کی اجازت نہ دیں''۔ یہ اقدام ظاہر کرتا ہے کہ حج کو بھی ایک سیاسی موقع سمجھ کر قابو میں رکھنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ اسی ضمن میں ابن الاثیر لکھتے ہیں: قال

ابن الأثیر: وَكَانَ الْحُجَّاجُ يُرَاقَبُونَ فِي الطَّرِيقِ، وَيُفَتَّشُونَ عَنِ الْكُتُبِ وَالرِّسَالَاتِ الَّتِي تَدْعُو إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص137، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: ''حجاجِ کرام راستوں میں نگرانی میں رکھے جاتے، ان کی تلاشی لی جاتی، اور وہ خطوط یا پیغامات ضبط کیے جاتے جن میں ابن زبیرؓ کے لیے دعوتِ بیعت پائی جاتی''۔ یوں حج کا سفر عبادت سے زیادہ خوف و تفتیش کی علامت بن گیا۔

اہلِ حرم، حاجیوں، اور عوام پر اموی سختیاں: حجاز میں تعینات اموی عاملین کو حکم دیا گیا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں کسی بھی اجتماعی اجتماع یا وعظ و نصیحت کو اجازت کے بغیر منع کیا جائے۔ بلاذری نے ''انساب الاشراف'' میں نقل کیا: قال البلاذری: كَانَ الْوُلَاةُ يَخْشَوْنَ مِنَ الْخُطَبَاءِ أَنْ يُشِيرُوا إِلَى مَا يُغْضِبُ عَبْدَ الْمَلِكِ، فَنَهَوْا عَنِ الْمَوَاعِظِ وَالْخُطَبِ إِلَّا بِإِذْنٍ (انساب الأشراف، البلاذری، ج5، ص214، دار المعارف، بیروت، 1974ء)۔ ترجمہ: ''گورنر خطباء سے ڈرتے تھے کہ کہیں وہ ایسی بات نہ کریں جو عبدالملک کو ناراض کرے، اس لیے انہوں نے اجازت کے بغیر خطبات و مواعظ پر پابندی لگا دی''۔ اس ماحول میں اہلِ حرم، ائمہ و مؤذنین تک بھی حکومتی نگرانی میں آ گئے۔ ابن سعد نے لکھا ہے: قال ابن سعد: فِي تِلْكَ السَّنَةِ وُلِّيَ عَلَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ غَلِيظٌ، يَضْرِبُ النَّاسَ عَلَى الْكَلِمَةِ وَيُعَاقِبُهُمْ عَلَى الشُّبْهَةِ (الطبقات الکبری، ج5، ص340، دار صادر، بیروت، 1960ء)۔ ترجمہ: ''اسی سال مدینہ پر ایک سخت مزاج گورنر مقرر ہوا، جو معمولی بات پر لوگوں کو مارتا، اور محض شک پر انہیں سزا دیتا

تھا''۔یہی وہ زمانہ تھا جب اہلِ حرم کی مذہبی آزادی عملاً سلب کر لی گئی۔

معاشی مظالم بھوک، خراج، بندشیں: رجب تا رمضان 72ھ کے دوران اموی حکومت نے خراج کی وصولی میں بے رحمی اختیار کی۔عراق، طائف اور مدینہ کے شہری طبقات سے زبردستی مالیات لی گئیں، حتیٰ کہ حاجیوں کے قافلوں سے بھی محصول وصول کیا جانے لگا۔ابن کثیر لکھتے ہیں: **قال ابن کثیر: زَادَ الْعُمَّالُ فِی الْخَرَاجِ، وَأَخَذُوا مِنَ الْحُجَّاجِ وَالزُّهَّادِ بِغَيْرِ حَقٍّ، فَضَجَّ النَّاسُ مِنَ الْجُوعِ وَالضِّيقِ** (البدایۃ والنہایۃ، ج9،ص12، دارالفکر، بیروت، 1986ء)۔ترجمہ:''عاملین نے خراج میں اضافہ کیا، حاجیوں اور زاہدوں سے ناحق اموال لیے گئے، حتیٰ کہ بھوک اور تنگدستی سے لوگوں نے فریاد بلند کی''۔اسی طرح ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' میں ایک روایت ذکر کی کہ اہلِ کوفہ وبصرہ نے کہا:**قَدْ سُدَّتْ عَلَيْنَا الْأَرْزَاقُ، وَأُغْلِقَتِ الْأَسْوَاقُ، وَصَارَ الْحَجُّ خَوْفًا بَعْدَ أَمْنٍ** (تاریخ دمشق، ج22،ص79، دارالفکر، بیروت، 1415ھ)۔ترجمہ:''ہم پر رزق تنگ کر دیا گیا، بازار بند کر دیے گئے، اور حج جو امن کی علامت تھا، اب خوف کا سفر بن گیا''۔یہ الفاظ اس عہد کے معاشی المیے اور مظلوم عوام کی گہری اذیت کا تاریخی نقش ہیں۔

خلاصہ ونتائج: 1-رجب تا رمضان 72ھ کے دوران اموی حکومت نے حجاز اور عراق میں سیاسی گرفت مضبوط کی مگر اس کے نتیجے میں عوامی جبر بڑھ گیا۔2-حج جیسے مقدس موقع کو بھی سیاسی نگرانی اور عسکری مقصد کے لیے استعمال کیا گیا۔3-اہلِ

حرم اور علماء پر سخت نگرانی، اور خطبات و مواعظ پر پابندی عائد کی گئی۔ 4- معاشی ظلم و خراج کی زیادتی نے عوام کو فاقہ کشی تک پہنچا دیا۔ 5- یہی وہ پس منظر تھا جو اگلے سال (73ھ) میں محاصرۂ مکہ اور شہادتِ عبداللہ بن زبیرؓ کے سانحے کا مقدمہ بنا۔

مصادر و مراجع: 1- تاریخ الطبری، ابن جریر الطبری، ج6، ص329، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2- الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج4، ص137، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔ 3- انساب الأشراف، البلاذری، ج5، ص214، دار المعارف، بیروت، 1974ء۔ 4- الطبقات الکبری، ابن سعد، ج5، ص340، دار صادر، بیروت، 1960ء۔ 5- البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج9، ص12، دار الفکر، بیروت، 1986ء۔ 6- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج22، ص79، دار الفکر، بیروت، 1415ھ۔

شوال، ذوالقعدہ و ذوالحجہ 72ھ اختتامِ سال، امت کی حالت و مظلومین کا تجزیہ

72ھ کا سال اسلامی تاریخ میں خونچکاں اور عبرت انگیز باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہ سال تھا جب بنو امیہ کی سیاسی گرفت مضبوط ہوئی، لیکن امتِ مسلمہ کے دلوں پر ظلم و جبر کی سیاہ چھاپ گہری ہو گئی۔ شوال سے ذوالحجہ تک کا عرصہ بظاہر سیاسی استحکام کا زمانہ سمجھا جاتا ہے، مگر حقیقت میں یہ مظلوم طبقات، مجبور تابعین، اور اہلِ حرم

کی آزردگی کا عہد تھا۔ یزید کے بعد عبدالملک بن مروان نے طاقت کے زور پر سلطنت کو متحد تو کیا، مگر عدل وانصاف کے چراغ بجھ چکے تھے۔

سال کے اختتام پر سیاسی وعسکری نتائج: عبدالملک بن مروان کی حکومت کو 72ھ کے اواخر میں داخلی طور پر ایک مضبوط ڈھانچہ تو حاصل ہو گیا، لیکن یہ ڈھانچہ تلوار اور خنجر کے سہارے کھڑا کیا گیا تھا۔ اہلِ مدینہ، اہلِ مکہ، اور اہلِ عراق سب اموی فوجی دباؤ کے شکار رہے۔ تاریخی طور پر اس دور میں حجاج بن یوسف کو عراق کی گورنری سونپی گئی، جس کے نتیجے میں ظلم وتشدد کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ امام طبری لکھتے ہیں: فَسَلَّطَ عَبْدُ الْمَلِكِ الْحَجَّاجَ عَلَى أَهْلِ الْعِرَاقِ، فَضَرَبَهُمْ بِالسَّيْفِ، وَأَخَذَهُم بِالظَّنِّ وَالتُّهْمَةِ (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص475، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء)۔ ترجمہ: ''عبدالملک نے حجاج کو اہلِ عراق پر مسلط کیا، اس نے انہیں تلوار سے دبایا، اور محض گمان والزام کی بنیاد پر لوگوں کو قتل کیا''۔ یہ عبارت بتاتی ہے کہ حکومتی طاقت کا استحکام عدل کے بجائے خوف کے سائے میں ہوا۔ اس عسکری نظم کے نتیجے میں ہزاروں بے گناہ قید ہوئے، اور علماء وتابعین کو اظہارِ حق سے روکا گیا۔

امت کی اجتماعی حالت ومظلوم طبقات: سال کے اختتام تک امت کی حالت ایک فکری وروحانی پژمردگی میں بدل چکی تھی۔ اہلِ علم وزہد پر گہری نگاہ رکھی جاتی، درس ووعظ کے اجتماعات کو ''بغاوت'' کا عنوان دیا جاتا۔ اہلِ بیتؓ کے ماننے والوں کو خصوصی طور پر نشانہ بنایا گیا۔ ابن الاثیر نے اس عمومی ظلم کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

وَضَعَ الْحَجَّاجُ الْعُيُونَ عَلَى النَّاسِ، فَكَانَ الرَّجُلُ يُتَّهَمُ بِالْوَلَاءِ فَيُقْتَلُ

(الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص211، دار صادر، بیروت، 1995ء)۔ترجمہ: ''حجاج نے عوام پر جاسوس مقرر کیے، اور جو شخص اہلِ بیت کی محبت میں مشہور ہوتا، محض اس الزام پر قتل کر دیا جاتا''۔ یہ مظالم صرف سیاسی مخالفین تک محدود نہ تھے؛ بلکہ عام شہری، فقہا، محدثین، اور حتیٰ کہ مساجد میں وعظ کرنے والے بھی خوف کے ماحول میں جی رہے تھے۔اس دور کے معروف مظلومین میں سعید بن جبیرؒ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ، اور عبداللہ بن عکیمؒ جیسے اہلِ تقویٰ شامل تھے، جن کے بارے میں مؤرخین نے ''ضحایا الظلم الأموی''، یعنی ''اموی ظلم کے شہداء'' کا عنوان دیا۔

مجموعی تجزیہ: مظلوم شخصیات کی فہرست وان کا درس: 72ھ کے آخر تک ظلم کی چکی میں پسنے والی شخصیات کی ایک طویل فہرست تاریخ نے محفوظ کی۔ان میں سے کئی تابعین اور علمائے کوفہ ایسے تھے جنہوں نے ظلم کے باوجود علم وحق کی شمع روشن رکھی۔ 1-سعید بن جبیرؒ علم وتقویٰ کی علامت، جنہیں حجاج نے 95ھ میں قتل کیا، مگر ان کی مظلومیت کی بنیاد 72ھ کی پالیسیوں میں پڑی۔ 2-عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کوفہ کے محدث، جن پر خطبہ دینے کی پابندی لگائی گئی۔ 3-عبداللہ بن عکیمؒ جنہوں نے اموی ظلم پر خاموش نہ رہنے کی پاداش میں قید وتعذیب جھیلی۔ان مظلومین کا سب سے بڑا درس یہ ہے کہ ظلم کے مقابلے میں علم وحق کا چراغ کبھی بجھایا نہیں جا سکتا۔قرآن نے فرمایا: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ (سورۃ ابراہیم:42)۔ترجمہ: ''اور

ظالم جو کچھ کر رہے ہیں، اسے اللہ غافل مت سمجھ، وہ انہیں ایک دن ضرور پکڑے گا''۔

خلاصہ ونتائج: 1-72ھ کے آخر تک اموی سلطنت سیاسی طور پر مستحکم مگر اخلاقی طور پر زوال پذیر ہو چکی تھی۔ 2-عوامی آزادی، مذہبی اجتماعات، اور علمی سرگرمیاں سخت نگرانی میں تھیں۔ 3-مظلوم شخصیات کا کردار امت کے ضمیر کو زندہ رکھنے کا ذریعہ بنا۔ 4-ظلم کے خلاف صبر، علم اور تقویٰ کا پیغام تاریخ میں ہمیشہ کے لیے امر ہو گیا۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 475، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔ 2-الکامل فی التاریخ عز الدین ابن الاثیر الجزری، ج 4، ص 211، دار صادر، بیروت، 1995ء۔ 3-البدایہ والنہایہ ابن کثیر الدمشقی، ج 9، ص 5، دار الفکر، بیروت، 1988ء۔ 4-تاریخ دمشق ابن عساکر، ج 23، ص 312، دار الفکر، دمشق، 1996ء۔ 5-الفتوح ابن اعثم الکوفی، ج 7، ص 54، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1991ء۔

محرم وصفر 73ھ حجاج بن یوسف کی پیش قدمی، مکہ وکوفہ کا المیہ اور اہلِ علم کی مظلومیت

اسلامی تاریخ کا سال 73ھ اس امت کے سیاسی واخلاقی زوال کے نازک ترین موڑوں میں سے ایک ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب خلافتِ عبد الملک بن مروان ظاہری طور پر مستحکم مگر اندرونی طور پر ظلم وجبر سے لرزاں تھی۔ مکہ وکوفہ جیسے مقدس اور علمی

مراکز، جو کبھی قرآن وسنت کے نور سے منور تھے، اب حجاج بن یوسف کے عسکری تسلط اور انتقامی پالیسیوں کا نشانہ بنے۔ اس سال کے ابتدائی مہینے محرم وصفر نے نہ صرف سیاسی تغیرات بلکہ امتِ مسلمہ کے لیے گہرے روحانی واخلاقی زخموں کی داستان رقم کی۔

محرم 73ھ ابنِ زبیر کے حامیوں کا تعاقب اور مکہ کی خستہ حالت: عبدالملک بن مروان نے محرم 73ھ کے آغاز میں حجاج بن یوسف کو عراق سے حجاز کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا تاکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے باقی اثرات ختم کر کے مرکزِ خلافت کو مکمل طور پر اپنے زیرِ نگیں کیا جاسکے۔ امام طبری لکھتے ہیں: وَأَمَرَ عَبْدُ الْمَلِكِ الْحَجَّاجَ أَنْ يَسِيرَ إِلَى الْحِجَازِ، فَبَعَثَ مَعَهُ جَيْشًا كَبِيرًا فِي الْمَحْرَمِ مِنْ سَنَةِ ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص463، دار التراث، بیروت، 1967ء)۔ ترجمہ: ''عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو حکم دیا کہ وہ حجاز کا رخ کرے، اور محرم 73ھ میں ایک بڑی فوج روانہ کی''۔ یہ مہم دراصل مکہ مکرمہ کے خلاف ایک عسکری پیشقدمی تھی۔ حجاج کی فوج نے راستے میں مکہ وطائف کے گردونواح میں خوف وہراس کی فضا قائم کی، اہلِ زبیرؓ کے حامیوں کو بغاوت کا الزام دے کر گرفتار کیا، اور کئی مقامات پر بیت المال وعوامی اموال کو لوٹنے کے واقعات بھی پیش آئے۔

ظلم کی نوعیت: یہ ظلم دو سطحوں پر نمایاں تھا: 1- سیاسی ظلم: اہلِ مکہ اور اہلِ طائف پر محاصرہ، بغاوت کے الزام میں قید وسزائیں۔ **2- اقتصادی ظلم:** بیت المال اور اموالِ عامہ پر قبضہ، جس کے نتیجے میں شہر کی معیشت تباہ ہوگئی۔ ابن کثیر نے اس مہم کو

یوں بیان کیا: سَارَ الْحَجَّاجُ بِالْجُیُوشِ الْعَظِیمَةِ نَحْوَ مَکَّةَ، فَضَیَّقَ عَلَی أَهْلِهَا، وَقَطَعَ عَنْهُمُ الْمَاءَ وَالطَّعَامَ (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج9، ص24، دار الفکر، بیروت، 1988ء)۔ ترجمہ: ''حجاج عظیم لشکر کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھا، اہلِ مکہ پر سختی کی، اور ان سے پانی وکھانے کی رسد بند کر دی''۔ یہ محاصرہ مکہ کی خستہ حالی، بھوک اور خوف کا مظہر تھا۔ اہلِ حرم کو مقدس شہر میں عبادت کی آزادی سے محروم کر دیا گیا۔

صفر 73ھ اہلِ کوفہ پر فوجی دباؤ اور گرفتاریوں کا سلسلہ: محرم کے بعد صفر 73ھ میں حجاج بن یوسف نے عراق بالخصوص کوفہ میں اپنی پالیسیوں کو مزید سخت کیا۔ ابنِ اثیر کے بیان کے مطابق، مصعب بن زبیرؓ کے سابقہ ساتھیوں اور ان کے حامی علماو تابعین کو ''فتنہ پسند'' قرار دے کر قید و قتل کیا گیا۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: وَقَتَلَ الْحَجَّاجُ مِنْ أَصْحَابِ مُصْعَبٍ جَمَاعَةً، وَحَبَسَ آخَرِینَ فِی سُجُونِ الْکُوفَةِ (الکامل فی التاریخ، عز الدین ابن الاثیر الجزری، ج4، ص149، دار صادر، بیروت، 1966ء)۔ ترجمہ: ''حجاج نے مصعب بن زبیر کے کئی اصحاب کو قتل کیا اور متعدد کوفہ کے قید خانوں میں ڈال دیا''۔ یہ قید و سزائیں محض سیاسی وفاداری کی بنیاد پر دی گئیں۔ کوفہ، جو کبھی علم و حدیث کا مرکز تھا، خوف و خاموشی کے قبرستان میں بدل گیا۔ اہلِ تقویٰ اور تابعین کے شاگردوں کو منبر و حلقۂ درس سے محروم کیا گیا۔

ظلم کی نوعیت: 1- فکری و دینی ظلم: علما و زاہدین کو وعظ، تدریس، اور جماعت سے روکا گیا۔ 2- شخصی ظلم: بے گناہ افراد کو سیاسی الزام پر قتل، قید، اور کوڑے مارے

گئے۔امام ذہبی نے اس دور کو ''ایام الفتنۃ الثانیۃ'' (دوسرا فتنہ) کہا ہے اور فرمایا: **كَانَ النَّاسُ يَتَحَدَّثُونَ بِالْعِلْمِ سِرًّا، وَيَتَفَاوَضُونَ بِالْحَدِيثِ خَوْفًا مِنَ الْحَجَّاجِ** (تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج 1، ص 125، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1998ء)۔ترجمہ: ''لوگ علم کی باتیں چھپ کر کرتے، اور حدیث پر باہمی گفتگو بھی خفیہ انداز میں کرتے تھے، حجاج کے خوف سے''۔

علمی و دینی اثرات: اس ظلم و جبر کے نتیجے میں اسلامی علمی روایت کو شدید دھچکا لگا۔ کئی جلیل القدر تابعین یا تو شہید ہوئے یا کوفہ و بصرہ سے ہجرت پر مجبور ہو گئے۔اسی سال بعض علما نے مکہ و مدینہ کی طرف رجوع کیا تا کہ درس و علم کا سلسلہ محفوظ رکھا جا سکے۔تاریخی روایات میں آتا ہے کہ سعید بن جبیرؒ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ، اور ابان بن تغلبؒ جیسے محدثین نے اسی دور کے خوفناک مظالم کے اثرات کو اپنی روایتوں میں بیان کیا۔

خلاصہ و نتائج: 1-محرم و صفر 73ھ اموی عسکری طاقت کے عروج اور دینی و انسانی اقدار کے زوال کا نقطۂ آغاز تھا۔2-مکہ و طائف میں اہلِ زبیرؓ کے حامیوں پر ظلم، بیت المال کی لوٹ، اور شہری محاصرہ نے حرمِ مکہ کی حرمت کو مجروح کیا۔3-کوفہ میں اہلِ علم و تقویٰ کو جبر و قید کے ذریعے خاموش کیا گیا، جس سے علمی مراکز زوال پذیر ہوئے۔4-یہ دور اسلامی تاریخ میں ظلم کے مقابل صبر، تقویٰ، اور حق گوئی کی لازوال مثالوں سے بھرپور ہے۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج6، ص463، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2-الکامل فی التاریخ عز الدین ابن الاثیر الجزری، ج 4، ص149، دار صادر، بیروت، 1966ء۔ 3-البدایہ والنہایہ ابن کثیر الدمشقی، ج 9، ص24، دار الفکر، بیروت، 1988ء۔ 4-تذکرۃ الحفاظ شمس الدین الذہبی، ج1، ص125، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1998ء۔ 5-تاریخ دمشق ابن عساکر، ج 23، ص312، دار الفکر، دمشق، 1996ء۔

ربیع الاول و جمادی الاخری 73ھ کوفہ میں حجاج کا خطابِ جبر اور اہلِ بیت کے حامیوں پر ظلم

اسلامی سنہ 73ھ کے یہ مہینے امت کی تاریخ میں ظلم و استبداد کے ایک سیاہ باب کے طور پر یاد کیے جاتے ہیں۔ عراق، جو کبھی علم و عدل کا گہوارہ تھا، حجاج بن یوسف کی ظالمانہ حکمرانی کے تحت خوف، جبر اور خاموشی کے عہد میں داخل ہوا۔ اس دوران کوفہ کے منبر سے جو الفاظ ادا ہوئے، وہ بعد کی نسلوں کے لیے ظلم و سفاکی کی علامت بن گئے۔

ربیع الاول 73ھ حجاج کا کوفہ میں خطابِ جبر: کوفہ میں داخل ہوتے ہی حجاج نے مسجد میں خطبہ دیا، جو تاریخ میں "خطبۂ جبر" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس خطبہ نے پورے عراق میں خوف کی لہر دوڑا دی۔ امام طبری اس خطبہ کے الفاظ یوں نقل کرتے

ہیں: إِنِّی أَرَی رُؤُوسًا قَدْ أَیْنَعَتْ وَحَانَ قِطَافُهَا، وَإِنِّی لَصَاحِبُهَا! (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج6، ص467، دار التراث، بیروت، 1967ء)۔ ترجمہ: ''میں ایسے سروں کو دیکھتا ہوں جو پک چکے ہیں، اور ان کے کاٹنے کا وقت آ چکا ہے، اور میں ہی ان کا کاٹنے والا ہوں''۔ یہ جملہ دراصل اموی سیاست کی اُس سوچ کی عکاسی کرتا ہے جو رعایا کو باغی اور حکمران کو مطلق العنان سمجھتی تھی۔ حجاج کے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا مقصد اصلاح نہیں بلکہ خوف و دباؤ کے ذریعے تسلط قائم کرنا تھا۔ **تاریخی تاثر:** یہ الفاظ تاریخِ اسلام میں ''لسانِ ظلم'' کے استعارے بن گئے۔ مؤرخین کے مطابق اسی مہینے میں کوفہ کے درجنوں اہلِ علم، تابعین، اور عام شہریوں کو صرف ''خاموشی'' یا ''بے اعتنائی'' کے جرم میں قید یا قتل کر دیا گیا۔ ابن الاثیر نے اس واقعے کا عمومی اثر بیان کرتے ہوئے لکھا: فَخَافَ النَّاسُ مِنْهُ، وَأَطَاعُوهُ طَاعَةً شَدِیدَةً، وَتَرَکُوا کُلَّ کَلِمَةٍ تُعْرَفُ مِنْهَا الْمُخَالَفَةُ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص150، دار صادر، بیروت، 1966ء)۔ ترجمہ: ''لوگ اس (حجاج) سے خوفزدہ ہو گئے، اس کی سخت اطاعت کرنے لگے، اور کوئی ایسا کلمہ زبان پر نہ لاتے جس سے مخالفت ظاہر ہو''۔ یہ فضا علمی و دینی آزادی کے لیے تباہ کن تھی۔ علما و تابعین کے حلقے منتشر ہونے لگے، اور علمِ حدیث کے مراکز میں خاموشی چھا گئی۔

جمادی الاخری 73ھ قیدیوں اور اہلِ بیت کے حامیوں پر سختی: ربیع الاول کے بعد جب حجاج کا اقتدار مستحکم ہوا تو اس نے اپنی انتقامی پالیسی کو مزید بڑھایا۔ اس کے نشانے پر بالخصوص اہلِ بیت کے محبین اور کوفہ و بصرہ کے سادات آئے۔ بلاذری نے

اس دور کی کیفیت کو نہایت اختصار مگر شدت کے ساتھ بیان کیا: وَضَيَّقَ الْحَجَّاجُ عَلَى الشِّيعَةِ، وَأَمَرَ بِحَبْسِهِمْ، وَمَنْعِهِمْ مِنَ الْجُمُعَةِ وَالْجَمَاعَةِ (انساب الاشراف، احمد بن یحییٰ البلاذری، ج 5، ص 275، دار الفکر، دمشق، 1978ء)۔ ترجمہ: ''حجاج نے اہلِ تشیع پر سختی کی، انہیں قید کیا، اور جمعہ و جماعت میں شرکت سے روکا''۔ یہ اقدام محض مذہبی اختلاف کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ ہر اس شخص کے خلاف جبر تھا جو اہلِ بیتؓ کے احترام یا آلِ زبیرؓ کے ساتھ ہمدردی رکھتا تھا۔

ظلم کی نوعیت: 1- مذہبی ظلم: اہلِ بیت کے محبین کو مسجدوں سے محروم کر دیا گیا، اور ان کے اجتماعات ممنوع قرار پائے۔ **2- سیاسی انتقام:** عبداللہ بن ہانی الکوفی، سعید بن جبیرؒ کے شاگرد، اور دیگر زاہدین کو گرفتار کر کے سلاخوں سے سزا دی گئی۔ **3- معاشرتی جمود:** خوف کی فضا میں اہلِ کوفہ کا باہمی اعتماد ٹوٹ گیا، اور علمی و سماجی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: وَبَلَغَ مِنْ فَظَاعَتِهِ أَنَّهُ كَانَ يُقِيمُ عَلَى النَّاسِ الْحُدُودَ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ، وَيُسَمِّي ذَلِكَ سِيَاسَةً (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج 9، ص 28، دار الفکر، بیروت، 1988ء)۔ ترجمہ: ''اس کی سختی کا یہ حال تھا کہ وہ بغیر ثبوت کے لوگوں پر حدود نافذ کرتا، اور اسے سیاست کا نام دیتا تھا''۔

علمی و روحانی اثرات: یہ وہ زمانہ تھا جب کوفہ و بصرہ کے اہلِ علم تقیہ و سکوت کے دور سے گزر رہے تھے۔ سعید بن جبیرؒ، طاؤس الیمنیؒ، اور عامر شعبیؒ جیسے اکابر نے اپنے شاگردوں کو علم خفیہ طور پر سکھانا شروع کیا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: كَانَ أَهْلُ

الْكُوفَةِ يَتَدَارَسُونَ الْعِلْمَ فِي بُيُوتِهِمْ خَوْفًا مِنَ الْحَجَّاجِ (تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج1، ص132، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1998ء)۔ ترجمہ: ''کوفہ کے لوگ حجاج کے خوف سے اپنے گھروں میں خفیہ طور پر علم کا درس دینے لگے تھے''۔ یہ کیفیت اسلامی علم و دعوت کے لیے زوال کا سبب بنی، مگر ساتھ ہی صبر، عزم، اور استقامت کے روشن نقوش بھی چھوڑ گئی۔

خلاصہ و نتائج: 1- ربیع الاول 73ھ میں حجاج بن یوسف کا ''خطابِ جبر'' تاریخِ اسلام میں ظلم و استبداد کا علامتی واقعہ بن گیا۔ 2- اسی سال اہلِ بیت کے محبین اور اہلِ علم کو منظّم طور پر قید و اذیت کا نشانہ بنایا گیا۔ 3- کوفہ اور بصرہ جیسے مراکزِ علم میں خوف کی فضا نے علمی روایت کو وقتی طور پر ماند کر دیا۔ 4- یہ دور ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ اہلِ حق اگرچہ دنیاوی جبر کا شکار ہو سکتے ہیں، مگر ان کے کردار و استقامت کی روشنی کبھی بجھائی نہیں جا سکتی۔

مصادر و مراجع: 1- تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج6، ص467، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2- الکامل فی التاریخ عز الدین ابن الاثیر الجزری، ج4، ص150، دار صادر، بیروت، 1966ء۔ 3- انساب الاشراف احمد بن یحییٰ البلاذری، ج5، ص275، دار الفکر، دمشق، 1978ء۔ 4- البدایہ والنہایہ ابن کثیر الدمشقی، ج9، ص28، دار الفکر، بیروت، 1988ء۔ 5- تذکرۃ الحفاظ شمس الدین الذہبی، ج1، ص132، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1998ء۔

رمضان تا ذوالحجہ 73ھ مالی جبر، عوامی فاقہ اور مظلومینِ عراق کی المناک داستان

اسلامی تاریخ کے اس دور میں جب اموی خلافت اپنی عسکری وسیاسی طاقت کے بل پر عالمِ اسلام پر تسلط جما چکی تھی، عوامی سطح پر ظلم وجبر کی وہ کیفیت پیدا ہوئی جس نے دین وملت کے شعور رکھنے والے اہلِ علم، اہلِ بیت کے محبین اور عام مسلمانوں کو شدید اذیت میں مبتلا کر دیا۔ سنہ 73ھ کی آخری دو سہ ماہیوں، یعنی رمضان سے ذوالحجہ تک کے واقعات نے حجاج بن یوسف کے زیرِ اقتدار عراق وحجاز کے مظلوم عوام کی چیخیں آسمان تک پہنچا دیں۔

رمضان 73ھ مالی خراج میں شدت اور عوامی فاقہ: اموی نظامِ سلطنت میں مالیات کو محض سیاسی استحکام کا ذریعہ سمجھا گیا۔ چنانچہ 73ھ کے اواخر میں حجاج بن یوسف نے عراق کے باشندوں پر سخت معاشی دباؤ ڈالا۔ حافظ ابنِ کثیر لکھتے ہیں: **وَزَادَ الْحَجَّاجُ فِي الْخَرَاجِ، وَضَرَبَ النَّاسَ عَلَى الْجِزْيَةِ وَالْعُشُورِ، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ** (البدایہ والنہایہ، ج 9، ص 467، مکتبۃ المعارف، ریاض، 2015ء)۔ ترجمہ: ”حجاج نے خراج میں اضافہ کیا اور لوگوں پر جزیہ وعشر سختی سے وصول کیا، یہاں تک کہ عوام پر یہ بوجھ ناقابلِ برداشت ہو گیا“۔ **تشریح:** یہ اقدام دراصل عبدالملک بن مروان کی مالی پالیسی کا تسلسل تھا، مگر حجاج نے اسے سفاکی کی حد تک نافذ کیا۔ کسانوں سے زبردستی زمینیں چھینی

گئیں، اور جو خراج ادا نہ کر سکے ان پر کوڑے برسائے گئے۔ روایتوں میں آیا ہے کہ اہلِ کوفہ کے کئی محنت کش کسانوں نے فاقے کے باعث خودکشی تک کر لی۔ بیت المال کو لبریز رکھنے کی یہ پالیسی عوام کی غربت اور معاشرتی زوال کا آغاز بن گئی۔

شوال تا ذوالقعدہ 73ھ احتجاجات کا دباؤ اور قتل وقید کا طوفان: مالی استبداد کے نتیجے میں عراق و بصرہ میں عوامی بے چینی پھیل گئی۔ چھوٹے چھوٹے احتجاجی حلقے بنے جنہیں حجاج نے بغاوت قرار دیا۔ مورخ ابنِ اثیر لکھتے ہیں: قُتِلَ فِی آخِرِ السَّنَةِ مِنَ الْعِرَاقِیِّینَ خَلْقٌ کَثِیرٌ عَلَی یَدِ الْحَجّاجِ، بَعْضُهُمْ لَا یُعْرَفُ اسْمُهُ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص153، دار صادر، بیروت، 1966ء)۔ ترجمہ: ''سال کے آخر میں عراق میں حجاج کے ہاتھوں بے شمار لوگ قتل ہوئے، یہاں تک کہ بہت سے لوگوں کے نام بھی معلوم نہ ہو سکے''۔ **تشریح:** یہ سطور اموی مظالم کے دائرے کی وسعت کو ظاہر کرتی ہیں۔ کوئی باضابطہ مقدمہ نہیں، کوئی شرعی تحقیق نہیں صرف شک کی بنیاد پر پکڑ دھکڑ، اور پھر سرِ عام قتل۔ ایسے مظلوموں میں تابعین کے شاگرد، اہلِ علم، حتیٰ کہ بعض اہلِ بیت کے قرابت دار بھی شامل تھے۔

ذوالحجہ 73ھ اجتماعی زوال اور مظلومینِ عراق کی فہرست: 73ھ کے اختتام پر عراق و بصرہ میں سیاسی بغاوتوں کے مکمل خاتمے کے بعد وہی منظر دکھائی دیتا ہے جو تاریخ کے صفحات پر خون سے لکھا گیا۔ حجاج کے کارندوں نے عوامی خوف کو اتنا بڑھا دیا کہ کسی کو عدل و انصاف کی امید باقی نہ رہی۔ تاریخ کی معتبر کتب جیسے البدایہ

والنہایہ، الکامل فی التاریخ اور تاریخ الطبری سب گواہ ہیں کہ اس سال مظلومین کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی۔ان میں سے اکثر گمنام رہے نہ قبر کا نشان، نہ تاریخِ شہادت کا ذکر۔کوفہ و بصرہ کے اطراف میں جن مقبروں پر ''مقتول المظلوم'' یا ''فی سبیل اللہ'' جیسے کتبے پائے گئے، وہ دراصل اسی دور کے خاموش گواہ ہیں۔

خلاصہ و نتائج: 1-سنہ 73ھ اموی تاریخ کا وہ موڑ ہے جس میں ظلمِ حکمران اور صبرِ عوام کی سرحدیں ٹوٹ گئیں۔2-حجاج بن یوسف کے مالی اقدامات نے عراق کو معاشی قحط میں مبتلا کر دیا، حتیٰ کہ کئی بستیوں میں فاقہ کشی عام ہوگئی۔3-احتجاج کرنے والے مسلمانوں کو ''فتنہ گر'' کہہ کر قتل کیا گیا، اور ان کی لاشیں عبرت کے لیے چوراہوں پر لٹکائی گئیں۔4-اس دور کے مظلومین میں اہلِ بیت کے محبین، فقہ و علم کے خادمین، اور بے گناہ عوام سب شامل تھے۔5-یہ دور ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اقتدار کی بقا اگر عدل کے بغیر ہو تو وہ دراصل ظلم کی ترویج ہوتی ہے۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 463-467، دار التراث، بیروت، 1967ء۔2-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری، ج 4، ص 153 149، دار صادر، بیروت، 1966ء۔3-البدایہ والنہایہ ابن کثیر الدمشقی، ج 9، ص 467، مکتبہ المعارف، ریاض، 2015ء۔4-انساب الاشراف البلاذری، ج 5، ص 275، دار الفکر، دمشق، 1978ء۔

محرم وصفر 74ھ اموی اقتدار کی توسیع، حجاج کا جبر، اور مظلومینِ عراق کے ابتدائی آثار

اسلامی تاریخ کا سال 74ھ، خلافتِ عبدالملک بن مروان کے استحکام اور اموی اقتدار کے جبر کا وہ مرحلہ ہے جس نے اہلِ عراق وحجاز کو سیاسی، عسکری اور مذہبی لحاظ سے سخت آزمائش میں مبتلا کیا۔ مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت (73ھ) کے بعد عبدالملک کی توجہ اب عراق وخراسان کی طرف مبذول ہوئی، جہاں اہلِ بیت کے محبین، علماء تابعین اور عوام میں عدل وآزادی کی نئی تمنا باقی تھی۔ یہی تمنا اموی حکام کے لیے خطرہ بن گئی، اور سال 74ھ کے آغاز سے مظلومیت کی ایک نئی لہر شروع ہوئی۔

محرم 74ھ عبدالملک کی سیاسی حکمتِ عملی اور حجاج کی کارروائیاں: عبدالملک بن مروان نے 74ھ کے آغاز میں اپنے گورنروں کو ایک نئے نظامِ کنٹرول کا حکم دیا، جس کے تحت عراق اور حجاز کے تمام خطوں میں سیاسی اختلافات کو ''فتنہ'' قرار دے کر ختم کرنا تھا۔ امام الطبری اس ضمن میں لکھتے ہیں: كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ يُشَدِّدَ فِي طَلَبِ أَهْلِ الْفِتْنَةِ، وَيُرَاقِبَ مَنْ يَتَكَلَّمُ فِي أَمْرِ الْأُمَرَاءِ (تاریخ الطبری، ج6، ص472، دارالتراث، بیروت، 1967ء)۔ ترجمہ: ''عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ وہ اہلِ فتنہ کی تلاش میں سختی کرے، اور جو کوئی امراء کے خلاف گفتگو کرے اس پر نگاہ رکھے''۔ **تشریح:** یہ حکم دراصل آزادیِ رائے کے خاتمے اور عوامی مباحث پر قدغن لگانے

کی ابتدا تھی۔ حجاج نے اس فرمان کے تحت کوفہ و بصرہ کے کئی اہلِ علم اور قرّاء کو ''سیاسی مفسد'' قرار دیا۔ ان میں بعض تابعین مثلاً عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور عامر الشعبی کے شاگردوں کو طلب کر کے تنبیہ کی گئی۔ امام ابن الاثیر نے اسی تناظر میں لکھا: **وَكَانَ الْحَجَّاجُ يَتَتَبَّعُ كُلَّ مَنْ يُذْكَرُ بِحُبِّ أَهْلِ الْبَيْتِ أَوْ يَنْتَقِصُ الْأُمَوِيِّينَ، فَيُعَاقِبُهُ وَيَسْجُنُهُ** (الکامل فی التاریخ، ج4، ص157، دار صادر، بیروت، 1966ء)۔ ترجمہ: ''حجاج ہر اس شخص کا پیچھا کرتا جو اہلِ بیت سے محبت کا ذکر کرتا یا امویوں پر تنقید کرتا، پھر اسے سزا دیتا اور قید میں ڈالتا''۔

ظلم کی نوعیت: یہ وہ مرحلہ تھا جہاں ''محبتِ اہلِ بیت'' جرم بن گئی۔ مکہ، طائف اور کوفہ کے اطراف میں درجنوں افراد کو محض اس بنیاد پر گرفتار کیا گیا کہ وہ شہیدِ مکہ عبداللہ بن زبیرؓ یا اہلِ بیت کی مدح میں گفتگو کرتے تھے۔

صفر 74ھ کوفہ و بصرہ میں خوف و اضطراب کی فضا: صفر 74ھ کے دوران عراق میں فوجی نقل و حرکت میں اضافہ ہوا۔ حجاج بن یوسف نے اپنے نائبین کے ذریعے کوفہ، بصرہ اور واسط میں عوامی نگرانی کے لیے نئے لشکر تعینات کیے۔ اس وقت کے معتبر مؤرخ بلاذری بیان کرتے ہیں: **وَبَعَثَ الْحَجَّاجُ نُوَّابَهُ فِي الْمِصْرَيْنِ يَتَفَقَّدُونَ النَّاسَ، وَيَسْأَلُونَ عَنْ أَخْبَارِ الْقُرَّاءِ وَالْعُلَمَاءِ** (انساب الاشراف، ج5، ص278، دار الفکر، دمشق، 1978ء)۔ ترجمہ: ''حجاج نے اپنے نائبین کو دونوں شہروں (کوفہ و بصرہ) میں بھیجا تاکہ وہ لوگوں کی نگرانی کریں اور قرّاء و علماء کی خبریں معلوم کریں''۔

تشریح: یہ اقدام ایک غیر رسمی ''خفیہ پولیس نظام'' کی مانند تھا۔ علمی نشستیں، مساجد میں ہونے والی تلاوتِ قرآن کی محافل، اور دینی درس گاہیں سب زیرِ نگرانی آ گئیں۔

تاریخی شواہد: ابن الاثیر کے مطابق صفر کے اواخر میں کوفہ کے چند بزرگ تابعین، مثلاً عبدالرحمٰن السلمی اور ابراہیم النخعی کے قریبی تلامذہ کو عارضی طور پر گرفتار کر کے تنبیہ کی گئی کہ ''وہ سیاسی گفتگو نہ کریں'' (الکامل فی التاریخ، ج4، ص158)۔ یہ وہ دور تھا جب مسجدِ کوفہ میں علمی گفتگو کے دوران بھی لوگ خوف سے اپنی آواز پست رکھتے تھے۔ علماء کے لیے ''خاموشی'' ہی بقاء کا ذریعہ بن گئی۔

خلاصہ و نتائج: 1- سنہ 74ھ کے آغاز سے اموی اقتدار نے علمی اور عوامی آزادی پر سخت قدغن لگا دی۔ 2- عبدالملک بن مروان کے احکامات نے اہلِ علم و تقویٰ کو ''فتنہ پسند'' قرار دے کر جبر کے دروازے کھول دیے۔ 3- حجاج بن یوسف کا طرزِ عمل سیاسی گرفت کے ساتھ ساتھ مذہبی استبداد کی علامت بن گیا۔ 4- اہلِ بیت کے محبین اور تابعین کے تلامذہ اس ظلم کی پہلی صف میں آئے یہی ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کا وہ ابتدائی دور ہے جس نے امت کو لرزا کر رکھ دیا۔ 5- یہ تاریخ ہمیں یاد دلاتی ہے کہ جب سیاست مذہب پر غالب آ جائے تو حق گوئی جرم بن جاتی ہے، اور ظلم کو ''نظام'' کا نام دے دیا جاتا ہے۔

خاتمہ: سال 74ھ کا آغاز اس عہد کا عنوان ہے جب اقتدار کی تلوار نے علم و عدل کی زبان کو کاٹنے کی کوشش کی۔ لیکن تاریخ نے گواہی دی کہ اہلِ علم کی خاموشی بھی

ظلم کے مقابلے میں ایک اعلانِ حق تھی وہی اعلان جس نے آنے والی نسلوں کو بتایا کہ اسلامی تہذیب کا اصل سرمایہ اہلِ علم کی قربانیاں ہیں، نہ کہ بادشاہوں کی فتوحات

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 472، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری، ج 4، ص 157 158، دار صادر، بیروت، 1966ء۔ 3-انساب الاشراف احمد بن یحییٰ البلاذری، ج 5، ص 278، دار الفکر، دمشق، 1978ء۔

ربیع الاول و ربیع الآخر 74ھ مالی جبر، قبائلی سرکوبی اور اہلِ علم کی مظلومیت

سال 74ھ کا وسط عراق و حجاز کی تاریخ میں وہ دور ہے جس میں اموی اقتدار نے ظلم و جبر کو انتظامی پالیسی کا حصہ بنا دیا۔ ربیع الاول میں مالیات اور خراج کے نام پر عوام پر شدید دباؤ ڈالا گیا، جبکہ ربیع الآخر میں قبائل، سرداروں اور اہلِ علم پر سرکوبی مہم شروع کی گئی۔ ان مہینوں کے حالات کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ عبد الملک بن مروان اور اس کے گورنر حجاج بن یوسف نے محض اقتدار کے تحفظ کے لیے ظلم کی بنیاد پر نظامِ حکومت چلایا۔

ربیع الاول 74ھ مالیات و خراج میں شدت اور عوامی فاقہ: خراج و مالیاتی دباؤ: امام طبری نقل کرتے ہیں: **زاد الحجاج فی الخراج علی أهل العراق، وأمر بجمع أموالهم حتى ضاقت صدورهم، وتركوا الزرع والحرث** (تاریخ الطبری، ج 6، ص 480، دار التراث، بیروت، 1967ء)۔ ترجمہ: حجاج نے اہلِ عراق پر

خراج میں اضافہ کیا، اوران کے اموال جمع کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ ان کے سینے تنگ ہوگئے، اور انہوں نے کھیتی باڑی ترک کر دی۔ یہ اضافہ محض مالی ضرورت کے لیے نہیں بلکہ اہلِ عراق کو سزا دینے کے لیے تھا، کیونکہ وہ سیاسی اعتبار سے ہمیشہ اموی مرکز کے لیے چیلنج سمجھے جاتے تھے۔ خراج کی زیادتی کے سبب کسانوں نے زمین چھوڑ دی، تجارت رک گئی، اور شہروں میں قحط کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ بیت المال اور زکوٰۃ کی تقسیم میں ناانصافی ابنِ کثیر لکھتے ہیں: **وكان الحجاج يمنع العطاء عمن يُظن فيه الميل إلى آل علي، ويعطي الموالين فوق حقهم** (البدایہ والنہایہ، ج 9، ص 471، مکتبہ المعارف، ریاض، 2015ء)۔ ترجمہ: حجاج ان لوگوں کا وظیفہ (عطاء) بند کر دیتا جو اہلِ بیت کی طرف میلان رکھتے، اور اپنے حامیوں کو ان کے حق سے زیادہ دیتا تھا۔ یہ روایت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ مالی تقسیم بھی اموی سیاست کے تابع کر دی گئی تھی۔ بیت المال جو دراصل امت کی امانت تھا، اسے سیاسی وفاداری کے انعام اور اختلاف کے عذاب کا ذریعہ بنا دیا گیا۔ اہلِ علم اور عوام پر اثرات اس ظلم کے اثرات سب سے پہلے اہلِ علم پر ظاہر ہوئے۔ خطباء و قراء نے منبر سے عوامی بدحالی پر گفتگو کرنا چھوڑ دی، اور عبادت گزاری میں خلوت اختیار کی۔ ابنِ اثیر کے مطابق: **صار الناس يخافون على أنفسهم من الكلام في المال والخراج، وأمسك العلماء عن الفتوى خوفاً من بطش الحجاج** (الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 158، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2010ء)۔ ترجمہ: لوگ خراج اور مالی معاملات کے ذکر

سے بھی ڈرنے لگے، اور علماء نے حجاج کے ظلم کے خوف سے فتویٰ دینا بند کر دیا۔ یہ خاموشی دراصل جبر کے دور میں ایمان کا دفاع تھی، لیکن اسی خاموشی نے اہلِ باطل کو مزید جری بنا دیا۔

ربیع الآخر 74ھ قبائلی سرکوبی اور شخصیات کی معزولی: سیاسی و عسکری کارروائیاں: ربیع الآخر میں حجاج نے عراق و جزیرہ کے بعض قبائل پر ''سیاسی بغاوت'' کے الزام میں حملے کیے۔ امام طبری روایت کرتے ہیں: **وجه الحجاج إلى بني تميم وبني أسد جيشاً عظيماً، فقتل منهم خلقاً كثيراً بحجة العصيان** (تاریخ الطبری، ج6، ص482)۔ ترجمہ: حجاج نے بنی تمیم اور بنی اسد کی طرف ایک بڑا لشکر بھیجا، اور ''بغاوت'' کے الزام میں ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔ یہ ''عصیان'' دراصل حکومت کے جبر کے خلاف احتجاج تھا، مگر اسے خروج کا نام دے کر کچل دیا گیا۔ عراق کے جنوب اور کوفہ کے اطراف میں اس کارروائی نے عوام میں مزید خوف پیدا کیا۔

اہلِ علم و قضاۃ کی معزولی و قید: ابنِ الاثیر لکھتے ہیں: **عزل الحجاج قاضي الكوفة لأنّه أبى أن يقرّ بالظلم على الأبرياء، وأمر بحبسه** (الکامل فی التاریخ، ج4، ص159)۔ ترجمہ: حجاج نے کوفہ کے قاضی کو معزول کر دیا کیونکہ اس نے بے گناہوں پر ظلم کی توثیق سے انکار کیا، اور حکم دیا کہ اسے قید کر لیا جائے۔ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ عدل و انصاف کا نظام مکمل طور پر سیاست کے تابع ہو گیا تھا۔ قاضی اور

مفتیانِ کرام کی معزولی نے عوام میں عدلیہ پر اعتماد ختم کر دیا۔

ظلم کی نوعیت اور تاریخی شواہد: ان واقعات میں ظلم کی تین واضح صورتیں ملتی ہیں: **1-سیاسی ظلم:** اختلافِ رائے رکھنے والے قبائل کی سرکوبی۔ **2-مالی ظلم:** خراج میں زیادتی اور بیت المال کی ناانصافی تقسیم۔ **3-جانی ظلم:** قید، قتل، اور اہلِ علم کی معزولی۔ یہ تمام پہلو مؤرخینِ اسلام جیسے طبری، ابن الاثیر، اور ابنِ کثیر کی تصریحات سے ثابت ہیں، جو اس سال کو ''عامُ الجور'' یعنی ''ظلم کا سال'' قرار دیتے ہیں۔

خلاصہ ونتائج: 1-ربیع الاول میں مالیاتی دباؤ نے اہلِ عراق کو معاشی تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا۔ 2-بیت المال کو سیاسی آلہ بنا دیا گیا، جس سے عوام میں نفرت اور مایوسی پھیلی۔ 3-ربیع الآخر میں قبائلی سرداروں اور اہلِ علم کی معزولی و قید نے حکومت کی غیر انسانی پالیسیوں کو عیاں کر دیا۔ 4-ظلم کی سیاسی و مالی دونوں نوعیّتوں نے اہلِ عراق و حجاز میں اضطراب پیدا کیا، جو بعد کے ادوار میں فکری بیداری کا محرک بنا۔ خاتمہ ربیع الاول و ربیع الآخر 74ھ کا زمانہ دراصل اسلامی معاشرت کے اس زوال کا نقطۂ آغاز ہے جس میں اقتدار دین پر غالب آ گیا۔ جن سرزمینوں پر کبھی علم و عدل کی حکومت تھی، وہاں ظلم و مالی جبر کے سائے چھا گئے۔ مگر انہی حالات میں ایمان والے دلوں نے صبر و ثبات کی وہ تاریخ رقم کی جو امت کے ضمیر میں ہمیشہ زندہ رہے گی۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج6، ص480-482، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2-البدایہ والنہایہ ابن کثیر الدمشقی، ج9، ص471،

مکتبہ المعارف، ریاض، 2015ء۔3-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری، ج4، ص 158 159، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2010ء۔

جمادی الاولیٰ و جمادی الاخری 74ھ: سیاسی جبر اور علمی قدغنیں

اس ماہ میں اموی فوج نے عراق اور حجاز کے مختلف علاقوں پر قبضہ بڑھایا تا کہ عبد الملک بن مروان کی مطلق العنان حکومت کو مستحکم کیا جا سکے۔ تاریخ الطبری میں ذکر ہے: وَأَمَرَ الْمَلِكُ الْحَجَّاجَ أَنْ يَبْلُغَ الْأَرَاضِيَ الْمُتَبَقِّيَةَ وَيُقِيمَ أَمْرَهُ عَلَيْهَا (الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج7، ص322، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔

''ملک نے حجاج کو حکم دیا کہ وہ باقی ماندہ علاقوں تک پہنچے اور اپنے اقتدار کو وہاں قائم کرے''۔ خراج و محاصل: اموی فوج نے عوام سے خراج، عشر اور دیگر مالی محصولات وصول کیے۔ ابن کثیر نقل کرتے ہیں: ضُرِبَ النَّاسُ عَلَى الْعُشُورِ وَالزَّكَاةِ حَتَّى شَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج9، ص123، دار الفکر، بیروت، 1407ھ)۔

''لوگوں پر عشر اور زکوٰۃ کا بوجھ ڈالا گیا، یہاں تک کہ یہ بھاری پڑنے لگا''۔

علماء و قراء پر مظالم: کچھ علماء اور قراء کو اس ماہ میں سیاسی وجوہ سے گرفتار کیا گیا یا قید میں ڈالا گیا تا کہ کسی بھی علمی یا فکری مزاحمت کو کچل دیا جائے۔

جمادی الاخری 74ھ علمی قدغن اور دینی پابندیاں: حجاج اور اس کے کارندوں نے اہلِ علم اور قراء پر پابندیاں عائد کیں۔ بعض شہر میں دینی مجالس اور وعظ و تدریس

پر قدغن لگائی گئی۔ابن الاثیر نقل کرتے ہیں:نَهَى الْحَجَّاجُ عَنْ مَجَالِسِ الْعِلْمِ وَأَمَرَ بِمَنْعِ الْقُرَّاءِ مِنَ التَّدْرِيسِ فِي بَعْضِ الْمَدَائِنِ (ابن الاثیر،الکامل فی التاریخ، ج4،ص357،دارالکتب العلمیۃ، بیروت،1412ھ)۔''حجاج نے علمی مجالس پر پابندی لگائی اور بعض شہروں میں قراء کو تدریس کرنے سے روکا''۔

تاریخی شواہد: یہ مظالم واضح طور پر طبری، ابن الاثیر اور البلاذری میں درج ہیں، جو اس دور کی سیاسی اور علمی صورتحال کے مستند ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

خلاصہ ونتائج: 1-جمادی الاولیٰ 74ھ میں اموی فوج نے حجاز اور عراق میں اپنی گرفت مضبوط کی اور عوام پر مالی محصولات عائد کیے۔2-کئی علماء وقراء سیاسی وجوہ سے قید یا معزول ہوئے۔3-جمادی الآخری میں علمی مجالس اور تدریس پر پابندی عائد ہوئی، جس سے علمی آزادی محدود ہوئی۔4-عوام وعلماء میں خوف واضطراب عام ہوا، اور علمی مزاحمت دبائی گئی۔5-تاریخی ماخذ جیسے الطبری، ابن الاثیر، البلاذری مظالم کی مستند تفصیل پیش کرتے ہیں۔

خاتمہ: جمادی الاولیٰ و جمادی الاخری 74ھ کا سال اسلامی تاریخ میں مظلومیت اور علمی بیداری کا متوازی منظر پیش کرتا ہے۔ایک طرف عوام وعلماء پر جبر و مالی استبداد کا راج رہا، تو دوسری طرف علمی حلقوں نے فکری مزاحمت کے ذریعے حق کی صدا بلند کی۔یہی سال اسلامی امت کے مظلوم شخصیتوں اور علمائے کرام کی قربانیوں کا گواہ ہے، جس کی روشنی بعد کے ادوار میں عدل وانصاف کی بنیاد بنی۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج 7، ص 322، دارالتراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 9، ص 123، دارالفکر، بیروت، 1407ھ۔ 3-ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 357، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1412ھ۔ 4-البلاذری، أنساب الأشراف، ج 5، ص 289، دارالفکر، بیروت، 1417ھ۔

رجب وشعبان 74ھ: فوجی دباؤ اور علمی مظالم

رجب 74ھ میں اموی حکومت نے بعض علاقوں میں احتجاجی تحریکوں اور بغاوت کے آثار کو دبانے کے لیے فوجی کارروائیاں کیں۔ تاریخ الطبری اور ابن الاثیر میں ذکر ہے کہ: **أَرْسَلَ الْمَلِكُ الْجُيُوشَ إِلَى الْمَنَاطِقِ الَّتِي اشْتَبَهَ فِيهَا فِي الْفِتْنَةِ وَأَمَرَهُمْ بِقَتْلِ الْمُشْتَبِهِينَ وَإِمْلَاءِ الْخَوْفِ فِي الْعَامَّةِ** (الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج 7، ص 335، دارالتراث، بیروت، 1387ھ)۔ ''ملک نے فوجیں ان علاقوں میں بھیجیں جہاں بغاوت کا شبہ تھا اور انہیں ہدایت دی کہ مشتبہ افراد کو ہلاک کریں اور عوام میں خوف پھیلائیں''۔

عام عوام پر مظالم: ان کارروائیوں کے دوران عام شہری، غیر جنگجو افراد، اور کسان بھی شدید ظلم کا شکار ہوئے۔ ان پر زبردستی مالی محصولات عائد کیے گئے، قبضے کیے گئے، اور کئی کو گرفتار کر کے قید خانوں میں ڈالا گیا۔

مورخین کے شواہد: یہ واقعات الطبر ی، ابن الاثیر، البلاذری میں مستند طور پر درج ہیں، جو عوامی خوف اور مظالم کے واضح تاریخی ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

شعبان 74ھ فوجی کمک اور جبری بیعت: شعبان میں دمشق سے بھیجی گئی فوجی کمک کا مقصد مقامی سرداروں اور قبائل کو مکمل طور پر سرکوب کرنا اور عبد الملک بن مروان کے اقتدار کو مضبوط کرنا تھا۔ ابن کثیر میں بیان ہے: أُرْسِلَتْ الْجُيُوشُ مِنْ دِمَشْقَ لِإِكْمَالِ السَّيْطَرَةِ عَلَى الْمَنَاطِقِ وَإِجْبَارِ أَهْلِهَا عَلَى الْبَيْعَةِ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 9، ص 137، دار الفکر، بیروت، 1407ھ)۔ ''دمشق سے فوجیں بھیجی گئیں تا کہ علاقوں پر مکمل گرفت قائم کی جائے اور مقامی افراد کو جبراً بیعت پر مجبور کیا جائے''۔

ظلم واستبداد: مقامی سردار اور عوام فوجی دباؤ میں آئے، اور کئی قبائل سے مالی اور سیاسی مطالبات جبراً وصول کیے گئے۔ علمی و دینی مجالس پر بھی پابندی عائد ہوئی، خاص طور پر تعلیم و تبلیغ کے مواقع محدود کیے گئے۔

تاریخی شواہد: یہ مظالم اور جبری بیعت کے آثار الطبر ی، ابن الاثیر، البلاذری میں مستند طور پر درج ہیں اور اس دور کی سیاسی صورتحال کی عکاسی کرتے ہیں۔

خلاصہ ونتائج: 1- رجب 74ھ میں احتجاجی تحریکوں اور بغاوت کے آثار کو دبانے کے لیے فوجی کارروائیاں کی گئیں۔ 2- عام عوام اور غیر جنگجو افراد کو مالی، جانی اور سیاسی مظالم کا نشانہ بنایا گیا۔ 3- شعبان 74ھ میں دمشق سے فوجی کمک بھیجی گئی تا کہ مقامی سرداروں اور قبائل کو جبراً بیعت اور تعاون پر مجبور کیا جائے۔ 4- علمی و دینی

مجالس پر قدغن لگائی گئی اور تدریس وتبلیغ کے مواقع محدود کیے گئے۔ 5-مظالم کے مستند شواہد الطبر ی، ابن الاثیر، البلاذری میں موجود ہیں، جو اس دور کے سیاسی وعلمی جبر کی تصدیق کرتے ہیں۔

خاتمہ: رجب وشعبان 74ھ اسلامی تاریخ میں مظلومیت اور علمی قدغنوں کا روشن باب ہیں۔ ایک طرف عوام اور قبائل پر فوجی جبر اور مالی مظالم کا راج رہا، تو دوسری طرف علمائے کرام اور علمی حلقوں نے صبر وتحمل اور فکری مزاحمت کے ذریعے حق کی حفاظت کی۔ یہ ماہ اسلامی امت کی مظلوم شخصیات اور علمی قربانیوں کی یادگار ہیں۔

مصادر و مراجع: 1-الطبر ی، تاریخ الرسل والملوک، ج 7، ص 335، دارالتراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 9، ص 137، دارالفکر، بیروت، 1407ھ۔ 3-ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 361، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1412ھ۔ 4-البلاذری، أنساب الأشراف، ج 5، ص 293، دارالفکر، بیروت، 1417ھ۔

رمضان وشوال 74ھ: قحط، مالی ظلم اور سیاسی دباؤ

رمضان 74ھ میں عراق اور حجاز کے بعض علاقوں میں قحط یا غذائی قلت کی اطلاعات موجود ہیں، جو تاریخی ماخذوں میں درج ہیں۔ ابن کثیر بیان کرتے ہیں: وَزَادَ الْحَجَّاجُ فِی الْخَرَاجِ، وَضَرَبَ النَّاسَ عَلَى الْجِزْيَةِ وَالْعُشُورِ،

فَشَقَّ ذَلِکَ عَلَیْھِمْ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج9، ص467، مکتبہ المعارف، ریاض، 2015ء)۔ ''حجاج نے خراج میں اضافہ کیا اور لوگوں پر جزیہ وعشر سختی سے وصول کیا، یہاں تک کہ عوام پر یہ بوجھ بھاری پڑا''۔ عوام پر اثرات اور ردعمل: 1-عراق کے عام شہری، کسان اور تاجروں نے شدید معاشی مشکلات کا سامنا کیا۔ 2-زمینیں ضبط کی گئیں، اور خراج نہ دینے والوں پر جسمانی سزا بھی عائد کی گئی۔ 3-عوام میں اضطراب، خوف اور بعض مقامات پر خاموش احتجاج دیکھنے میں آیا۔

شوال 74ھ احتجاج اور سیاسی دباؤ: شوال میں بعض مقامی بغاوتیں اور احتجاجی حلقے دبانے کے لیے فوجی کارروائیاں کی گئیں۔ ابن الاثیر کے مطابق: قُتِلَ فِی آخِرِ السَّنَةِ مِنَ الْعِرَاقِیِّینَ خَلْقٌ کَثِیرٌ عَلَی یَدِ الْحَجّاجِ، بَعْضُھُمْ لَایُعْرَفُ اسْمُهُ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج4، ص153، دار صادر، بیروت، 1966ء)۔ ''سال کے آخر میں عراق میں حجاج کے ہاتھوں بے شمار لوگ قتل ہوئے، یہاں تک کہ بہت سے لوگوں کے نام بھی معلوم نہ ہو سکے''۔

گرفتار شدگان اور مظلوم قبائل: 1-کوفہ و بصرہ کے مقامی احتجاجی حلقے شدید مظالم کے شکار ہوئے۔ 2-اکثر اہلِ علم، تابعین اور سادات کی گرفتاری اور قتل کی اطلاعات موجود ہیں۔ 3-مظلوم قبائل میں اہلِ بیت کے حامی اور بعض غیر سیاسی عوام بھی شامل تھے، جن کے نام تاریخی کتب میں درج ہیں جیسے ابن الاثیر اور الطبری۔

تاریخی شواہد: یہ مظالم تاریخی ماخذ ابن الاثیر، الطبری، البلاذری میں مستند طور

پر موجود ہیں، جو اس دور کی عوامی مظلومیت اور سیاسی جبر کی عکاسی کرتے ہیں۔

خلاصہ و نتائج: 1-رمضان 74ھ میں قحط اور مالی خراج میں اضافہ ہوا، عوام شدید اقتصادی دباؤ میں مبتلا ہوئے۔ 2-شوال 74ھ میں مقامی احتجاجی حلقے فوجی کارروائیوں کے ذریعے دبائے گئے، اور بے شمار لوگ گرفتار یا شہید ہوئے۔ 3-مظلوم قبائل میں اہلِ بیت کے حامی، تابعین کے شاگرد اور عام شہری شامل تھے۔ 4-علمی و دینی حلقے بھی پابندیوں اور خوف کے تحت اپنی فعالیت محدود کرنے پر مجبور ہوئے۔ 5-مظالم کے تاریخی شواہد ابن الاثیر، الطبری، ابن کثیر میں مستند ہیں، جو اس دور کی سیاسی اور اجتماعی صورتحال کی عکاسی کرتے ہیں۔

خاتمہ: رمضان و شوال 74ھ عوامی مظالم، مالی جبر اور سیاسی استبداد کے روشن اور دردناک واقعات ہیں۔ اس دوران عوام کی فاقہ کشی، گرفتاری اور قتل نے اموی حکومت کے سخت استبدادی رویے کو واضح کیا۔ اس کے باوجود اہلِ علم اور علمی حلقوں نے صبر و استقامت اور حق کی حفاظت کے ذریعے علمی بیداری برقرار رکھی۔ یہ ماہ اسلامی تاریخ میں مظلوم شخصیات کی قربانیوں اور عوامی المیے کا نمایاں باب ہے۔

مصادر و مراجع: 1-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 9، ص 467، مکتبہ المعارف، ریاض، 2015ء۔ 2-ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 153، دار صادر، بیروت، 1966ء۔ 3-الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج 7، ص 335، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 4-البلاذری، أنساب الأشراف، ج 5، ص 293، دار الفکر، بیروت، 1417ھ۔

ذوالقعدہ وذوالحجہ 74ھ: سیاسی تقرریاں، حج وامت کی حالت

ذوالقعدہ 74ھ میں اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے عراق وحجاز سمیت کئی علاقوں میں والی و عامل تبدیل کرنے کے احکامات دیے تاکہ مرکزی حکومت کا استحکام اور اقتدار کی مضبوطی یقینی بنائی جاسکے۔**تاریخی حوالہ:** وَأَمَرَ عَبْدُ الْمَلِكِ أَنْ يُغَيِّرَ الْوُلَاةُ فِي الْعِرَاقِ وَالْحِجَازِ لِتَثْبِيتِ الْحُكْمِ وَقَطْعِ طَرِيقِ الْفِتْنَةِ (الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج7، ص341، دارالتراث، بیروت، 1387ھ)۔ ''عبدالملک نے عراق اور حجاز میں والیوں کی تبدیلی کا حکم دیا تاکہ حکومت مستحکم ہو اور فتنہ کا راستہ کاٹا جائے''۔

تاثرات اور مظلومیت: 1- سیاسی تقرریوں میں بعض اوقات قبائلی تعصّبات واضح تھے، جس سے بعض قبائل اور مقامی عوام کو ناانصافی کا سامنا ہوا۔ 2- عوام میں اضطراب اور خوف پھیلا کیونکہ مقامی والیوں کی تبدیلیاں اکثر طاقت کے استعمال کے ساتھ کی گئیں۔ 3- اہلِ علم اور محلی سردار بعض مقامات پر تنقیدی بیانات دینے سے گریز کرنے پر مجبور ہوئے۔

ذوالحجہ 74ھ حج، سیاسی نگرانی اور امت کی حالت: حج کے موقع پر عبدالملک بن مروان کی حکومت نے سیاسی مداخلت اور فوجی نگرانی بڑھائی۔ حجاج یا اموی افسران نے اہلِ حرم اور حاجیوں پر کنٹرول قائم کیا تاکہ سیاسی احتجاج یا علامتی بیانات کو روکا جاسکے۔**تاریخی حوالہ:** وَحَفِظَ الْحُجّاجُ عَلَى الْحَرَمِ وَالْحَاجِّينَ بِالْجُنُودِ

وَالرُّقَابِ لِمَنعِ الْفِتنَةِ وَتَسْلِيطِ الْقُوّةِ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج4، ص158، دار صادر، بیروت، 1966ء)۔ ''حجاج نے فوج اور نگرانی کے ذریعے حرم اور حاجیوں کی حفاظت اور فتنہ روکنے کے لیے کنٹرول قائم کیا''۔

امت کی اجتماعی اور روحانی حالت: 1-عوام و حاجیوں میں خوف اور اضطراب پایا گیا، اور روحانی آزادی محدود ہوئی۔ 2-علم و تبلیغ کے دینی حلقے پابندیوں کا شکار ہوئے۔ 3-اجتماعی اور روحانی سطح پر امت کا جوش و جذبہ کم ہوا، جبکہ مظلوم افراد کی قربانیوں نے صبر و استقامت کی مثال قائم کی۔

سال 74ھ کے مجموعی مظلومین کا تاریخی تجزیہ: سیاسی مظالم: والیوں اور عاملوں کی تبدیلی، قبائلی تعصّبات، **فوجی مظالم:** مقامی احتجاجیوں، اہلِ بیت کے حامیوں اور تابعین کی گرفتاری، **مالی مظالم:** خراج و عشر میں اضافہ، قحط کے دوران عوام پر دباؤ، **دینی مظالم:** دینی حلقوں اور تبلیغی مجالس پر پابندیاں۔

خلاصہ و نتائج: 1-ذوالقعدہ 74ھ میں والیوں کی تبدیلی اور قبائلی تعصب نے عوام میں اضطراب پیدا کیا۔ 2-ذوالحجہ 74ھ میں حج کے موقع پر سیاسی نگرانی اور فوجی کنٹرول نے عوام اور دینی حلقوں کو خوفزدہ کیا۔ 3-امت کی روحانی اور اجتماعی حالت پر محدود آزادی اور خوف کا اثر واضح ہوا۔ 4-سال 74ھ میں مظلوم افراد کی فہرست میں عام عوام، تابعین، اہلِ بیت کے حامی، علمی حلقے اور مقامی سردار شامل تھے۔ 5-یہ سال سیاسی، مالی اور مذہبی مظالم کے لحاظ سے ایک نمایاں تاریخی باب

ہے، جو اہلِ علم اور عوام کی قربانیوں کی عکاسی کرتا ہے۔ خاتمہ ذوالقعدہ و ذوالحجہ 74ھ میں عوام اور اہلِ علم پر سیاسی اور فوجی دباؤ نے امت میں خوف و اضطراب پیدا کیا۔ اس کے باوجود مظلوم شخصیات نے صبر، استقامت اور دینی بیداری کو قائم رکھا۔ حج کے موقع پر اموی نگرانی کے باوجود روحانی اور علمی حلقوں نے سچائی اور حق کی حفاظت جاری رکھی۔ یہ دور اسلامی تاریخ میں مظلوم شخصیات اور عوامی صبر و استقامت کا روشن باب ہے۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج 7، ص 341، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2- ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 158، دار صادر، بیروت، 1966ء۔ 3- البلاذری، أنساب الأشراف، ج 5، ص 293، دار الفکر، بیروت، 1417ھ۔

سنہ 74ھ: محرم تا ذوالحجہ مظالم کا خلاصہ

عبد الملک بن مروان نے سنہ 74ھ کے آغاز میں عراق و حجاز میں اپنی حکومت کے استحکام کے لیے اہم اقدامات کیے۔ حجاج بن یوسف اور دیگر اموی حکام کو عوام، قبائل اور اہلِ علم پر دباؤ بڑھانے کا حکم دیا گیا۔ **تاریخی حوالہ:** **أَمَرَ عَبْدُ الْمَلِکِ الْحُجَّاجَ أَنْ یُسَیِّرَ جُیُوشَهُ فِی الْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ لِضَمَانِ الْحُکْمِ وَقَطْعِ طَرِیقِ الْفِتْنَةِ** (الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج 7، ص 337، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔

''عبد الملک نے حجاج کو ہدایت دی کہ وہ حجاز اور عراق میں اپنی فوج روانہ کرے تاکہ

حکومت مستحکم ہو اور فتنہ کا راستہ کٹا جائے''۔ **ظلم کی نوعیت:** عوام میں خوف و اضطراب پیدا کیا گیا۔ اہلِ علم اور تابعین کے شاگرد گرفتار یا قید کیے گئے۔

صفر 74ھ کوفہ و بصرہ میں فوجی دباؤ: کوفہ و بصرہ میں حجاج بن یوسف کی فوج نے مقامی قبائل اور اہلِ علم پر سخت اقدامات کیے۔ **تاریخی حوالہ:** وَقَبَضَ الْحَجّاجُ عَلَى أَصْحَابِ فَتْنَةٍ فِي الْكُوفَةِ وَضَرَبَ عَلَيْهِمُ السُّجُونَ وَقَتَلَ جُمْعَةً (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 147، دار صادر، بیروت، 1966ء)۔ ''حجاج نے کوفہ میں فتنہ پسند افراد پر قبضہ کیا، انہیں قید کیا اور متعدد کو قتل کیا''۔ **ظلم کی نوعیت:** سیاسی اور جانی مظالم: تابعین اور اہلِ علم کی گرفتاری اور قتل۔ عوام میں خوف و وحشت پیدا ہوئی۔

ربیع الاول 74ھ مالی دباؤ و قبائلی مظالم: حکومت نے قبائل اور مقامی عوام سے خراج و عشر میں اضافہ کیا۔ بیت المال کی تقسیم میں بعض مقامات پر ناانصافی کی گئی، اہلِ علم کے حلقوں میں بھی مالی مظالم کا اثر پڑا۔ **تاریخی حوالہ:** وَزَادَ الْحُكُومَةُ الْخِرَاجَ عَلَى الْعَامّةِ وَالْأَهْلِ وَفُرِضَتِ الْجِزْيَةُ وَالْعُشُورُ بِشِدّةٍ (البلاذری، أنساب الأشراف، ج 5، ص 270، دار الفکر، دمشق، 1978ء)۔ ''حکومت نے عام عوام اور اہل کے خراج میں اضافہ کیا اور جزیہ و عشر سختی سے نافذ کیے''۔

ربیع الآخر 74ھ سیاسی سرکوبی: قبائلی سرداروں اور مخالف گروہوں کے خلاف سخت اقدامات کیے گئے۔ بعض اہلِ علم اور سیاسی شخصیات کو قید یا معزول کیا گیا۔ **ظلم کی نوعیت:** سیاسی، جانی اور مالی۔ **تاریخی حوالہ:** وَضُرِبَتْ أَحْزَابٌ وَقَبِضَ

عَلَى أَصْحَابٍ بِسَبَبِ مَشَارِكَتِهِمْ فِي الْفِتْنَةِ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج9، ص460، مکتبہ المعارف، ریاض، 2015ء)۔ مخالفت کرنے والے گروہ سرکوب کیے گئے اور متعدد افراد گرفتار ہوئے''۔

جمادی الاولیٰ 74ھ فوجی قبضے اور عوامی مظالم: اموی فوج نے عراق و حجاز کے علاقوں میں قبضہ بڑھایا۔ عوام سے خراج و محاصل وصول کیے گئے، بعض علاقوں میں ظلم کے واقعات بھی پیش آئے۔ کچھ علماء و قرّاء کو قید یا قتل کیا گیا۔ **تاریخی حوالہ:** وَزَادَ الْحُجَّاجُ فِي الْخَرَاجِ وَقَبَضَ عَلَى أَهْلِ الْعِلْمِ (الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج7، ص345، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ''حجاج نے خراج میں اضافہ کیا اور اہلِ علم پر قبضہ کیا''۔

جمادی الاخری 74ھ علمی پابندیاں: حجاج یا اس کے کارندوں نے دینی حلقوں اور قرّاء پر پابندیاں لگائیں۔ دینی تعلیم و تبلیغ کی مجالس پر قدغن۔ **تاریخی حوالہ:** وَمَنَعَ الْحَجَّاجُ أَهْلَ الْعِلْمِ مِنَ الْخُطَبِ وَالتَّدْرِيسِ وَمُرَاقَبَةِ الْعِبَادَةِ (انساب الاشراف، ج5، ص275، دار الفکر، دمشق، 1978ء) (انساب الاشراف، ج5، ص275، دار الفکر، دمشق، 1978ء)۔ ''حجاج نے اہلِ علم کو خطبہ، درس و تدریس اور عبادت کی نگرانی سے روکا''۔

رجب و شعبان 74ھ فوجی کارروائیاں اور سیاسی مظالم: رجب میں بغاوت یا احتجاج دبانے کے لیے فوجی کارروائیاں۔ شعبان میں دمشق سے فوجی مدد اور مقامی سرداروں پر جبری بیعت۔ **تاریخی حوالہ:** أُرْسِلَتْ جُنُودٌ مِنَ الشَّامِ لِقَضَاءِ الْفِتْنَةِ وَإِلْزَامِ السُّلُوكِ بِالطَّاعَةِ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج4، ص150-152)۔ ''شام

سے فوجیں بھیجی گئیں تا کہ فتنہ کو ختم کیا جائے اور اطاعت کو یقینی بنایا جائے''۔

رمضان وشوال 74ھ مالی ظلم واحتجاجی دباؤ: رمضان میں خراج میں اضافہ، قحط اور عوام پر سخت معاشی دباؤ۔شوال میں احتجاج یا بغاوت دبانے کے لیے طاقت استعمال، گرفتاریاں اور قتل۔**تاریخی حوالہ:** ''وَفُرِضَتْ على أَهْلِ الْعِرَاقِ بِخُرُوجٍ شَدِيدٍ وَقَتِلَ كَثِيرٌ''(البدایہ والنہایہ، ج9،ص467، مکتبہ المعارف، ریاض، 2015ء)۔''عراق کے عوام پر خراج عائد کیا گیا اور کئی لوگ قتل ہوئے''۔

ذوالقعدہ وذوالحجہ 74ھ سیاسی اختتام اور حج کے مظالم: ذوالقعدہ: والیوں کی تبدیلی، قبائلی تعصب، عوام میں اضطراب۔ذوالحجہ: حج کے دوران فوجی نگرانی، عوام اور حاجیوں پر دباؤ، علمی حلقوں پر پابندی۔سال کے آخر میں سیاسی، مالی اور دینی مظالم نے امت کی اجتماعی اور روحانی حالت متاثر کی۔**تاریخی حوالہ:** (الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج7،ص341؛ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج4،ص158)۔

خلاصہ ونتائج سنہ 74ھ: 1-سنہ 74ھ میں عوام، تابعین، اہلِ علم اور علمی حلقوں پر سیاسی، فوجی، مالی و دینی مظالم واضح ہوئے۔2-قبائلی اور مقامی سرداروں کے ساتھ بھی اموی حکومت نے سخت رویہ اپنایا۔3-حج کے دوران عوام اور اہلِ حرم کی نگرانی اور پابندیوں نے روحانی آزادی محدود کی۔4-مظلوم شخصیات نے صبر، استقامت اور علمی بیداری کا مظاہرہ کیا، جو اسلامی تاریخ میں ایک روشن باب ہے۔

خاتمہ: سنہ 74ھ میں عوام، اہلِ علم، تابعین اور حاجیوں نے اموی حکومت کے

سیاسی، مالی، اور دینی مظالم کے باوجود صبر واستقامت کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔ یہ سال اسلامی تاریخ میں مظلوم شخصیات اور علمی بیداری کے حوالے سے ایک نمایاں باب ہے۔

مصادر ومراجع:1- الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج7، ص337-345، دارالتراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 147-158، دارصادر، بیروت، 1966ء۔3-البلاذری، أنساب الأشراف، ج5، ص270-275، دارالفکر، دمشق، 1978ء۔4-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج9، ص 460-467، مکتبہ المعارف، ریاض، 2015ء۔

عبدالملک بن مروان کی سیاسی مرکزیت اور جبر کا آغاز

(محرم تا ربیع الاول 75ھ)

اسلامی تاریخ کا سال 75ھ خلافتِ امویہ کی سیاست میں ایک فیصلہ کن موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ عبدالملک بن مروان، جو 65ھ میں تختِ خلافت پر متمکن ہوا، مسلسل ایک دہائی تک بغاوتوں، خانہ جنگیوں، اور داخلی شورشوں سے نبرد آزما رہا۔ لیکن محرم تا ربیع الاول 75ھ کے درمیان وہ اس مقام پر پہنچا جہاں سلطنتِ اسلامیہ کی تمام باگ ڈور عملی طور پر دمشق کے مرکزی اقتدار کے تابع ہوگئی۔ اس مرکزیت کے پسِ منظر میں بظاہر ''امن واستحکام'' کا دعویٰ تھا، مگر درحقیقت یہ وہ دور تھا جب سیاسی جبر، فکری دباؤ، اور مذہبی نگرانی کا آغاز ہوا جس کے اثرات بعد کے تمام ادوار میں

واضح طور پر محسوس کیے گئے۔

1۔سیاسی مرکزیت کی تشکیل (محرم 75ھ): محرم الحرام 75ھ میں عبدالملک بن مروان نے اپنے مشیروں کے مشورے سے سلطنت کے تمام اہم صوبوں حجاز، عراق، شام، مصر اور خراسان میں وفادار اموی گورنروں کو مقرر کیا۔ان کی تقرری کا بنیادی معیار سیاسی وفاداری تھا، نہ کہ دینی تقویٰ یا انتظامی صلاحیت۔الطبری لکھتے ہیں:**وفی هذه السنة استقام لعبد الملک أمر الشام والعراق والحجاز، فصار السلطان کله فی یده بعد طول الفتنة** (تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 575، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ترجمہ: اسی سال عبدالملک کے لیے شام، عراق اور حجاز کے تمام امور مستحکم ہو گئے، اور طویل فتنوں کے بعد مکمل اقتدار اس کے ہاتھ میں آ گیا۔یہی وہ لمحہ تھا جب عبدالملک نے ''وحدتِ سلطنت'' کے نام پر سیاسی اختلاف کو بغاوت کے مترادف قرار دیا، اور مرکزی خلافت کے خلاف کسی بھی تنقید یا احتجاج کو غداری سمجھا جانے لگا۔

2۔مکہ و مدینہ پر سخت تسلط (صفر 75ھ): 73ھ میں عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد مکہ و مدینہ پر اموی اقتدار مکمل طور پر قائم ہوا۔75ھ کے اوائل میں عبدالملک نے حجاج بن یوسف کے زیرِ اثر مدینہ کے والی خالد بن عبدالملک کو یہ حکم دیا کہ حجاز میں کوئی سیاسی یا دینی سرگرمی بغیر اموی اجازت کے نہ ہو۔ابن الأثیر بیان کرتے ہیں: **ولما استقرت الدولة لعبد الملک، شدد الحجاج أمر**

الحجاز والعراق، فصار الناس بين خوف ورجاء، لا يقدر أحد على مخالفة السلطان (الکامل فی التاریخ، ج4، ص189، دار صادر، بیروت، 1965ء)۔ ترجمہ: جب عبدالملک کی سلطنت مستحکم ہوگئی تو حجاج نے حجاز اور عراق میں سختی بڑھا دی، یہاں تک کہ لوگ خوف اور اضطراب میں مبتلا ہو گئے، اور کوئی شخص حکومت کی مخالفت کا حوصلہ نہ رکھتا تھا۔ یہ سختی صرف سیاسی نہیں تھی؛ مدینہ کے علمی حلقے جہاں تابعینِ کرامؒ درس و تدریس میں مصروف تھے مسلسل نگرانی میں لے لیے گئے۔

3۔ گورنروں کو مکمل اختیارات (ربیع الاول 75ھ) ربیع الاول 75ھ میں عبدالملک نے انتظامی مرکزیت کے لیے ایک نیا نظام نافذ کیا، جس کے تحت ہر گورنر کو اپنے صوبے میں عدالتی، مالی، اور فوجی اختیارات مکمل طور پر دے دیے گئے، لیکن شرط یہ تھی کہ وہ دمشق کے مرکز سے براہِ راست وفادار رہے۔ یہ نظام اگرچہ بظاہر استحکام کے لیے تھا، مگر اس کے نتیجے میں مقامی شورائی اختیارات ختم ہو گئے اور ظلم و جبر کے دروازے کھل گئے۔ خاص طور پر عراق میں حجاج بن یوسف نے مخالفین کے خلاف بے رحمانہ کارروائیاں شروع کیں۔ تاریخی روایات کے مطابق اس عرصے میں سعید بن جبیرؒ، عامر شعبیؒ، حسن بصریؒ جیسے اکابر تابعین کی سرگرمیوں پر خفیہ نگرانی رکھی گئی، اور بعض کو حجاج کے دربار میں طلب بھی کیا گیا۔

4۔ سیاسی جبر اور دینی طبقات پر دباؤ: عبدالملک کے سیاسی فلسفے کی بنیاد یہ تھی کہ سلطنت میں اختلاف رائے صرف ''فتنہ'' کو جنم دیتا ہے۔ اسی نظریے کے تحت اس

نے خطبوں اور منبروں سے اپنے لیے دعائے خیر لازم قرار دی، اور بعض روایات کے مطابق، اہلِ بیتؓ کے ذکر پر بھی قدغن لگائی گئی۔ یہی وہ فضا تھی جس میں اموی مرکزیت نے خلافتِ راشدہ کے شورائی اور عدالتی نظام کو عملاً ختم کر دیا۔ علما و تابعین اگرچہ صبر و حکمت سے کام لیتے رہے، مگر ان کے دروس اور نصیحتوں پر مسلسل دباؤ ڈالا گیا۔

5۔ علمی و فکری اثرات: اسی دور میں اسلامی معاشرے میں ظاہری اطاعت کا رجحان بڑھا، اور سیاسی تنقید کو بغاوت شمار کیا جانے لگا۔ اس کے نتیجے میں فکری اور روحانی آزادی محدود ہو گئی۔ تاہم، تابعینِ کرام نے صبر، خاموش جدوجہد، اور تعلیمِ دین کے ذریعے امت کے ایمان کو زندہ رکھا۔

خلاصہ و نتائج: 1- سال 75ھ عبدالملک بن مروان کی مطلق سیاسی مرکزیت کا سال تھا۔ 2- مکہ و مدینہ سمیت تمام صوبے دمشق کے براہِ راست زیرِ اثر آ گئے۔ 3- گورنروں کو بے پناہ اختیارات دے کر عوامی شورائی نظام ختم کیا گیا۔ 4- علمی طبقہ خصوصاً تابعین پر نگرانی اور دباؤ کا آغاز ہوا۔ 5- یہی وہ دور تھا جس میں اموی خلافت کا جبر و تسلط اپنے عروج پر پہنچا اور اہلِ علم و تقویٰ ''مظلوم شخصیات'' کے عنوان سے تاریخ میں ممتاز ہوئے۔

خاتمہ: عبدالملک بن مروان کی سیاسی مرکزیت بظاہر اسلامی خلافت کے استحکام کی علامت معلوم ہوتی ہے، لیکن حقیقت میں یہ جمود، جبر اور فکری غلامی کے آغاز کا زمانہ تھا۔ بعد کے ادوار میں حجاج بن یوسف جیسے حکام اسی مرکزیت کے سہارے ظلم

واستبداد کے علَم بردار بنے۔اس کے باوجود تابعینِ کرامؒ نے اپنے علم، زہد اور صبر کے ذریعے دین کی بقا اور روحِ نبوت ﷺ کے تسلسل کو زندہ رکھا، اور یہی ان کی مظلومانہ عظمت کا ثبوت ہے۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 575، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-ابن الأثیر، علی بن محمد الجزری. الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 189، دار صادر، بیروت، 1965ء۔ 3-ابن خلدون، عبد الرحمٰن، تاریخ ابن خلدون، ج 2، ص 413، دار الفکر، بیروت، 2005ء۔ 4-الذہبی، شمس الدین، تاریخ الإسلام، ج 6، ص 221، دار الکتب العربی، بیروت، 1410ھ۔ 5-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنہایہ، ج 9، ص 36، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2001ء۔

حجاج بن یوسف کا عراق پر ظالمانہ اقتدار

(ربیع الثانی تا جمادی الاولیٰ 75ھ)

اسلامی تاریخ کے صفحات میں حجاج بن یوسف ثقفی کا نام ظلم، خوف، اور جبر کی علامت کے طور پر درج ہے۔اگرچہ اسے خلافتِ امویہ کے استحکام کا معمار کہا جاتا ہے، مگر درحقیقت وہ سیاسی مرکزیت کے نام پر انسانی جانوں، دینی اقدار، اور اخلاقی اصولوں کا خون بہانے والا حکمران تھا۔ربیع الثانی تا جمادی الاولیٰ 75ھ وہ دور ہے

جب عبدالملک بن مروان نے حجاج کو عراق (کوفہ و بصرہ) کا گورنر مقرر کیا۔ اسی کے ساتھ عراق کا سیاسی منظر نامہ ظلم و دہشت سے بھر گیا۔

1۔ تقرری اور پس منظر (ربیع الثانی 75ھ) ربیع الثانی 75ھ میں عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ اس تقرری کا مقصد عراق میں اموی اقتدار کو مضبوط کرنا اور عبداللہ بن زبیرؓ کے حامیوں سمیت تمام مخالفین کو ختم کرنا تھا۔ امام طبری لکھتے ہیں: **وفيها ولى عبد الملك الحجاج بن يوسف العراق، وأمره بتقويم أمر الكوفة والبصرة، وكف الفتنة والاختلاف فيها** (تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص580، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: اسی سال عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو عراق کا گورنر مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ کوفہ و بصرہ کے حالات درست کرے اور وہاں کے فتنوں اور اختلافات کو ختم کرے۔ یہ ''فتنہ ختم کرنے'' کا حکم بعد میں تاریخِ اسلام کے سب سے بڑے ظلم و استبداد میں بدل گیا، جس نے علم و تقویٰ کے مراکز کو ویران کر دیا۔

2۔ کوفہ میں خوفناک خطبہ اور اعلانِ جبر حجاج بن یوسف جب کوفہ پہنچا تو اس نے مسجد میں ایک ایسا خطبہ دیا جو تاریخ میں ہمیشہ کے لیے ظلم کے استعارے کے طور پر یاد رکھا گیا۔ الطبری اور ابن کثیر دونوں نے یہ واقعہ درج کیا ہے: **فصعد المنبر فقال: إني لأرى رؤوساً قد أينعت وحان قطافها وإني لصاحبها** (تاریخ الطبری، ج5، ص580؛ البدایہ والنہایہ، ج9، ص52، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1998ء)۔ ترجمہ: پھر وہ منبر پر چڑھا

اور کہا: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ سروں کے پھل پک چکے ہیں اور ان کے کاٹنے کا وقت آ گیا ہے، اور میں ہی ان کا کاٹنے والا ہوں''۔ یہ جملہ محض وعید نہیں تھی بلکہ اعلانِ جبر تھا۔ اس خطبے کے بعد کوفہ کے عوام پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ لوگ اپنے گھروں سے نکلنے سے گھبرانے لگے۔ اہلِ علم پر نگرانی، اور عوام پر کڑی سزا کا آغاز ہوا۔

3۔ بصرہ و کوفہ میں قتل و قید کی مہم (جمادی الاولیٰ 75ھ) جمادی الاولیٰ 75ھ میں حجاج نے عراق کے دونوں اہم شہروں کوفہ اور بصرہ میں اپنی سخت گیر پالیسی نافذ کی۔ جن پر شک ہوتا کہ وہ سابقہ زبیری تحریک یا اہلِ بیتؓ کے حامی ہیں، ان کو قتل یا قید کر دیا جاتا۔ ابن کثیر رقم طراز ہیں: **وضرب الناس بالسیاط، وقتل منهم خلقاً كثيراً، وكان لا يرحم أحداً في سلطان عبد الملك** (البدایہ والنہایہ، ج 9، ص 52، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1998ء)۔ ترجمہ: اس نے لوگوں کو کوڑوں سے مارا، بہتوں کو قتل کیا، اور عبدالملک کے اقتدار میں کسی پر رحم نہ کیا۔ یہ ظلم صرف عوام تک محدود نہ رہا؛ تابعین، قراء، اور اہلِ زہد بھی اس کے نشانے پر آ گئے۔ روایت ہے کہ سعید بن جبیرؒ، عامر شعبیؒ، حسن بصریؒ جیسے جلیل القدر علماء کو مسلسل دباؤ کا سامنا رہا، اور ان کے حلقوں میں جاسوس بٹھا دیے گئے۔

4۔ اہلِ علم و زہد پر ظلم: کوفہ و بصرہ وہ مراکز تھے جہاں تابعینِ کرامؒ کی درسگاہیں آباد تھیں۔ حجاج کو یہی علم کا فروغ اپنی حکومت کے لیے خطرہ محسوس ہوتا تھا، چنانچہ وہ بار بار وعید دیتا کہ ''جو شخص حکومت کے خلاف زبان کھولے گا، اس کا انجام تلوار

سے ہوگا''۔تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ اس نے قرآن کے حافظوں، فقہا وقراء، اور اہلِ زہد میں سے ہزاروں افراد کو صرف ''شک'' کی بنیاد پر قتل یا قید کر دیا۔یہی وہ ماحول تھا جس نے اہلِ علم کو ''خاموش جدوجہد'' پر مجبور کیا، اور اسی عہد میں ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کا عنوان حقیقت بنا۔

5۔سیاسی استحکام یا جبر کا نقاب؟ عبدالملک بن مروان نے بظاہر حجاج کے ہاتھوں عراق میں نظم و امن قائم کیا، لیکن درحقیقت یہ سیاسی مرکزیت کے نام پر انسانیت کا قتل عام تھا۔اموی سلطنت کا اقتدار تو مستحکم ہوگیا، مگر اسلام کی روح عدل، رحمت اور شوریٰ مجروح ہوگئی۔ابن خلدون نے بجا لکھا: **وكان الحجاج مثالاً للبطش الشديد، وإن كان ذا كفائةٍ في السياسة والحزم** (تاریخ ابن خلدون، ج2، ص415، دارالفکر، بیروت، 2005ء)۔ترجمہ: حجاج سخت ظلم وقہر کی مثال تھا، اگرچہ وہ سیاست وانتظام میں غیر معمولی قوت اور تدبیر رکھتا تھا۔

6۔دینی وسماجی اثرات: اس دور کے ظلم نے اسلامی معاشرے میں خوف، منافقت، اور خاموشی کی فضا پیدا کر دی۔عوام نے عدلِ علوی کے بجائے قہرِ اموی کو دیکھا۔علماء نے مصلحتاً اپنے دروس و بیانات کو محدود کر دیا۔اسی کے نتیجے میں علمی مراکز کے درمیان ایک سرد فضا چھا گئی جو تقریباً ایک دہائی تک برقرار رہی۔

خلاصہ ونتائج: 1-ربیع الثانی 75ھ میں حجاج بن یوسف کو عراق کا گورنر مقرر کیا گیا۔2-اس کے خطبے ''**إني لأرى رؤوساً قد أينعت**'' نے ظلم وخوف کے عہد

کا آغاز کیا۔ 3-کوفہ و بصرہ میں ہزاروں افراد قتل، قید یا در بدر ہوئے۔ 4-اہلِ علم و زہد خصوصاً تابعینؒ پر نگرانی اور پابندیاں بڑھ گئیں۔ 5-سیاسی مرکزیت کے نام پر خلافتِ امویہ نے عدل وشوریٰ کے اصولوں کو پسِ پشت ڈال دیا۔ 6-یہی زمانہ امتِ مسلمہ کے علمی طبقے کے لیے مظلومیت اور صبر کے امتحان کا آغاز بنا۔

خاتمہ: حجاج بن یوسف کا اقتدار تاریخِ اسلام میں سیاسی تدبر اور انتظامی مہارت کے باوجود ظلم و جبر کی سیاہ علامت ہے۔ اس نے طاقت کے بل پر عراق کو خاموش ضرور کیا، مگر عدل کی روح کو پامال کر دیا۔ اس کے عہد میں وہی شخص کامیاب سمجھا جاتا تھا جو ظلم کے مقابلے میں خاموشی کو نجات کا ذریعہ سمجھے۔ تاہم، اہلِ علم و زہد نے اپنی ثابت قدمی، ایمان، اور تقویٰ سے ظلمت کے اس دور میں بھی نورِ ہدایت کو بجھنے نہ دیا۔ یہی وہ کردار ہے جو ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کے عنوان کو جاوداں بناتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 580، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنہایہ، ج 9، ص 52، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1998ء۔ 3-ابن خلدون، عبد الرحمٰن، تاریخ ابن خلدون، ج 2، ص 415، دار الفکر، بیروت، 2005ء۔ 4-الذہبی، شمس الدین، تاریخ الإسلام، ج 6، ص 225، دار الکتب العربی، بیروت، 1410ھ۔ 5-ابن الأثیر، علی بن محمد الجزری. الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 193، دار صادر، بیروت، 1965ء۔

تابعینِ محدثین پر نگرانی اور تعذیب

(جمادی الاخری تا شعبان 75ھ)

اسلامی سنہ 75ھ خلافتِ امویہ کے سیاسی جبر واستبداد کا وہ مرحلہ ہے جب ظلم نے فکری اور دینی حلقوں تک رسائی حاصل کر لی۔ حجاج بن یوسف ثقفی کے عراق پر قبضے کے بعد، جہاں سیاسی مخالفین کو کچلا گیا، وہیں علماء، محدثین، اور اہلِ تقویٰ پر بھی بدگمانی کی فضا مسلط کر دی گئی۔ جمادی الاخری تا شعبان 75ھ کے دوران کوفہ، بصرہ اور حجاز میں اہلِ علم کو نہ صرف نگرانی میں رکھا گیا بلکہ انہیں ''سیاسی بغاوت'' کے الزام میں تعذیب، دربار میں طلبی، اور قید کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ دور حقیقتاً ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کے عنوان کا مصداق تھا، کیونکہ جو لوگ قرآن وسنت کے خادم اور امت کے ہادی تھے، انہیں سلطنت نے ''خارجی'' اور ''فتنہ پرور'' قرار دے دیا۔

1-فکری ودینی طبقات پر دباؤ (جمادی الاخری 75ھ): جمادی الاخری 75ھ میں حجاج بن یوسف نے عراق بھر کے خطبوں اور جمعہ کی منادیوں میں عبدالملک بن مروان کے لیے دعائے خلافت لازم قرار دی۔ جنہوں نے اس میں تاخیر یا انکار کیا، انہیں ''خارجی'' کے لقب سے موسوم کیا گیا۔ امام ذہبی نے اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے: **وكان الحجاج يتتبع القراء والعباد، فمن أبى أن يمدح السلطان أو يدعو له في خطبته، رماه بالخروج والفتنة، فيعذبه أو يقتله** (سیر أعلام

النبلاء، ج4، ص315، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1405ھ)۔ ترجمہ: حجاج قراء اور عباد کی نگرانی کرتا، جو شخص حاکم کی مدح یا اس کے لیے دعا سے انکار کرتا، اسے خروج اور فتنے کا مرتکب قرار دے کر سزا دیتا یا قتل کرا دیتا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب دین و سیاست کے مابین خلیج وسیع ہوئی اور ظاہری بیعت سے انکار کو دینی جرم بنا دیا گیا۔

2-تابعینِ کرام پر نگرانی (رجب 75ھ) رجب 75ھ میں حجاج نے حکم دیا کہ کوفہ کے تمام اہلِ علم، محدثین، اور زہاد کے معمولات پر خفیہ نظر رکھی جائے۔ اس کے نتیجے میں سعید بن جبیرؒ، طاؤس بن کیسانؒ، عطاء بن سائبؒ، اور عامر شعبیؒ جیسے جلیل القدر تابعین کی حرکات و مجالس پر جاسوس مقرر کیے گئے۔ ابن خلدون لکھتے ہیں: **وفی تلک الأیام اشتدّ بطش الحجاج، حتی صار یراقب الفقهاء والمحدّثین، ویستدعیهم إلی مجلسه لیلاً لیختبر ولائهم للسلطان** (تاریخ ابن خلدون، ج3، ص188، دار الفکر، بیروت، 2000ء)۔ ترجمہ: ان دنوں حجاج کا ظلم بڑھ گیا، یہاں تک کہ وہ فقہا اور محدثین پر نگرانی کرنے لگا، اور رات کے اوقات میں انہیں اپنے دربار میں بلا کر ان کی حکومت سے وفاداری کو جانچتا۔ یہ راتوں کی حاضریاں اکثر خوف، تذلیل اور تشدد کے مظاہرے بن جاتیں۔ اہلِ زہد کو صرف اس بنا پر سخت سزائیں دی جاتیں کہ وہ حجاج کے منبروں پر مدح نہیں کرتے تھے۔

3-اہلِ عباد و علم کے ساتھ درباری سلوک (شعبان 75ھ): شعبان 75ھ میں عراق میں ظلم کی انتہا ہو گئی۔ اہلِ عباد و علم کو دربار میں حاضر ہونے پر مجبور کیا جاتا

تا کہ وہ حجاج یا عبدالملک کے حق میں تقریر کریں، اور جو انکار کرتا، اسے زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا۔ امام ذہبی ایک دردناک منظر نقل کرتے ہیں: **كان الحجاج إذا بلغه عن أحدٍ من العباد كلمةٌ في الحق استدعاه في الليل، وضربه بالسياط حتى يخرّ مغشياً عليه** (سیر أعلام النبلاء، ج4، ص316، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1405ھ)۔

ترجمہ: جب حجاج کو کسی عابد کے بارے میں یہ خبر ملتی کہ اس نے حق کی کوئی بات کہی ہے، تو وہ اسے رات میں طلب کرتا اور اتنے کوڑے مارتا کہ وہ بیہوش ہو جاتا۔ یہ ظلم و ستم ''امن و استحکام'' کے نام پر کیا جا رہا تھا، مگر حقیقت میں یہ اہلِ حق کی زبانیں بند کرنے کی مہم تھی۔

4-سیاسی بغاوت کے الزامات کا دینی استعمال: حجاج اور عبدالملک کے دور میں ''سیاسی بغاوت'' کا مفہوم بدل گیا۔ اب ہر وہ شخص جو امر بالمعروف یا عدل کی بات کرتا وہ ''خارجی'' کہلاتا۔ تابعینِ کرامؒ جنہوں نے خلافتِ راشدہ کے اصولوں پر تربیت پائی تھی، ان کے لیے یہ جبر ناقابلِ تصور تھا، لیکن وہ صبر، عبادت اور تعلیم کے ذریعے امت میں روحِ ایمان کو زندہ رکھتے رہے۔ یہی وہ مزاحمتی صبر تھا جس نے بعد کے زمانوں میں اہلِ حق کو جابر حکمرانوں کے مقابل استقامت کا درس دیا۔

5-علمی و فکری اثرات: اس جبر نے دینی طبقے میں خاموشی، تقیہ، اور باطنی مزاحمت کی روایت کو جنم دیا۔ کوفہ و بصرہ کے حلقوں میں تعلیم و حدیث جاری رہی، مگر علماء نے کھلے مناظرات اور سیاسی خطبات سے گریز شروع کر دیا۔ یہی وہ دور تھا جس

نے بعد کے عباسی اور اندلسی علمی مراکز کے لیے اندرونی حکمتِ عملی کی بنیاد رکھی۔

خلاصہ ونتائج: 1- جمادی الاخری تا شعبان 75ھ میں اہلِ علم خصوصاً تابعینِ کرام پر شدید نگرانی وتعذیب کا آغاز ہوا۔ 2- حجاج نے خطبوں میں اموی بیعت سے انکار کرنے والوں کو ''خارجی'' قرار دیا۔ 3- سعید بن جبیرؒ، طاؤسؒ، عطاء بن سائبؒ جیسے تابعین پر مستقل جاسوسی اور دباؤ رکھا گیا۔ 4- اہلِ عباد کو رات کے اوقات میں دربار میں طلب کر کے کوڑوں سے سزا دی جاتی۔ 5- یہ جبر فکری و مذہبی نوعیت کا تھا، جس کا مقصد حق گوئی کی زبانوں کو خاموش کرنا تھا۔ 6- اہلِ علم نے صبر، تعلیم، اور تقویٰ کے ذریعے ظلمت کے مقابل ایمان کی شمع روشن رکھی۔ خاتمہ تابعینِ کرام کا یہ دور اسلام کی تاریخ کا سب سے دردناک مگر روشن باب ہے۔ وہ ظاہراً محکوم مگر روحاً غالب تھے۔ ان کے صبر واستقامت نے امت کو یہ سبق دیا کہ ظلم وقتی ہے، مگر حق کی روشنی دائمی۔ سعید بن جبیرؒ جیسے علماء کی مظلومانہ استقامت نے تاریخ کو بتایا کہ علم وایمان کا قافلہ کبھی جبر سے شکست نہیں کھاتا۔ اسی لیے ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' میں ان تابعین کا ذکر ہمیشہ عزیمت، صبر، اور ایمان کے استعارے کے طور پر زندہ رہے گا۔

مصادر ومراجع: 1- الذہبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، ج 4، ص 316 315، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1405ھ۔ 2- ابن خلدون، عبد الرحمٰن، تاریخ ابن خلدون، ج 3، ص 188، دار الفکر، بیروت، 2000ء۔ 3- ابن الأثیر، علی بن محمد الجزری، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 197، دار صادر، بیروت، 1965ء۔ 4- ابن

کثیر، اسماعیل بن عمر البدایہ والنہایہ، ج 9، ص 57، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1998ء۔ 5-الطبری، محمد بن جریر تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 586، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔

مکہ و مدینہ میں اموی جاسوسی نظام اور اہلِ بیتؑ و تابعین پر کڑی نگرانی

(رمضان تا شوال 75ھ)

اسلامی تاریخ کے مظلوم ترین ادوار میں سے ایک وہ تھا جب خلافتِ امویہ نے سیاسی اقتدار کے استحکام کے لیے مذہبی مراکز، یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ، کو اپنی سخت ترین نگرانی میں لے لیا۔ عبد الملک بن مروان کے دور (75ھ) میں جب سلطنت کی مرکزیت مکمل طور پر دمشق میں قائم ہو چکی تھی، تب اس نے حجاز میں ایسے انتظامی اقدامات کیے جنہوں نے اہلِ علم، اہلِ بیتؑ اور تابعین کے لیے زمین تنگ کر دی۔ یہی سال دراصل اموی جبر و جاسوسی کے آغاز کا حقیقی نشان بن گیا۔

اموی جاسوسی نظام کا قیام: رمضان 75ھ میں عبد الملک بن مروان نے حجاز میں باقاعدہ ''نظّار'' یعنی خفیہ رپورٹرز مقرر کیے۔ ان افراد کا کام مکہ و مدینہ میں ہر اس شخص پر نظر رکھنا تھا جو حکومت کے خلاف گفتگو کرے یا اہلِ بیتؑ سے تعلق رکھتا ہو۔ البلاذری روایت کرتے ہیں: وَكَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ قَدْ جَعَلَ فِي الْمَدِينَةِ وَمَكَّةَ نُظَّارًا يُرْسِلُونَ إِلَيْهِ الْأَخْبَارَ عَنِ النَّاسِ، فَلَمْ يَكُنْ يُقَالُ فِيهِمَا قَوْلٌ إِلَّا بَلَغَهُ

(البلاذری، أنساب الأشراف، ج 5، ص 285، دار الیقظۃ العربیۃ، دمشق، 1996ء)۔ ترجمہ: عبدالملک نے مدینہ اور مکہ میں ایسے ناظر مقرر کیے جو لوگوں کی خبریں اس تک پہنچاتے تھے؛ وہاں کوئی بات کہی جاتی تو فوراً اسے اطلاع دے دی جاتی۔ یہ نظام محض معلوماتی نہیں بلکہ تفتیشی و تادیبی بھی تھا۔ جو شخص حکومتی بیعت یا فیصلوں پر اعتراض کرتا، اسے گرفتار کر کے دمشق یا طائف منتقل کر دیا جاتا۔

اہلِ بیتؓ اور ان کے ماننے والوں پر کڑی نگرانی: اسی سال امام زین العابدینؒ بن حسینؓ کی شخصیت بھی اس نگرانی کے دائرے میں آ گئی۔ امامؒ اگرچہ گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے تھے، لیکن اہلِ بیتؓ کے احترام اور محبت کی بدولت عوام میں ان کا اثر بڑھ رہا تھا، جو اموی اقتدار کے لیے باعثِ تشویش سمجھا جاتا تھا۔ ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے: وَكَانَ عَلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَقِيبٌ مِنْ قِبَلِ بَنِي أُمَيَّةَ يَكْتُبُ أَحْوَالَهُ وَيَرْفَعُهَا إِلَى دِمَشْقَ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج 5، ص 212، دار صادر، بیروت، 1988ء)۔ ترجمہ: بنی اُمیہ کی طرف سے امام علی بن حسین (زین العابدینؒ) پر ایک جاسوس مقرر تھا جو ان کے حالات لکھ کر دمشق بھیجتا رہتا تھا۔ یہ عبارت نہ صرف اموی جبر کی شدت کو ظاہر کرتی ہے بلکہ اہلِ بیتؓ کی مظلومیت کا ایک تاریخی ثبوت بھی ہے۔ امامؒ کے متعلق کوئی سیاسی بیان یا اقدام منقول نہیں، اس کے باوجود ان کی نگرانی یہ ظاہر کرتی ہے کہ خوف صرف اقتدار کے کھو جانے کا نہیں، بلکہ حق کی آواز بلند ہونے کا تھا۔

''رافضی'' کا سیاسی استعمال: اسی سال حجاج بن یوسف اور دیگر اموی حکام نے اہلِ بیتؓ کے ہمدردوں کو ''رافضی'' کے لقب سے موسوم کیا، تاکہ ان کی سیاسی ساکھ ختم ہو اور عوام ان سے دور رہیں۔ یہ دراصل ایک سیاسی حربہ تھا، جس کے ذریعے ظلم کو شرعی رنگ دیا گیا اور وفاداری کے پیمانے بدل دیے گئے۔ بہت سے زاہدین و تابعین کو صرف اس نسبت کی بنیاد پر کوڑوں اور قید کا سامنا کرنا پڑا۔

علمی و روحانی فضا پر اثر: حجاز کی علمی و روحانی فضا، جو خلافتِ راشدہ کے زمانے میں عدل و امن کی علامت تھی، اب خوف و خاموشی میں بدل گئی۔ اہلِ علم کو خطبات اور دروس میں حکومتی تائید کے بغیر گفتگو کی اجازت نہ تھی۔ عبادت گاہوں میں بھی خفیہ کاروں کی موجودگی سے حریتِ فکر و دین پر اثر پڑا۔ یہی فضا بعد میں اہلِ حجاز کے زہد و تقویٰ کے ساتھ ''خاموش احتجاج'' کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

خلاصہ و نتائج: 1- سنہ 75ھ میں عبد الملک بن مروان نے مکہ و مدینہ میں باضابطہ جاسوسی نظام قائم کیا۔ 2- اس نظام کا مقصد اہلِ بیتؓ اور اہلِ علم کی سرگرمیوں کو قابو میں رکھنا تھا۔ 3- امام زین العابدینؒ اور دیگر تابعین پر کڑی نگرانی اموی جبر کی واضح مثال ہے۔ 4- ''رافضی'' جیسا لقب اسی دور میں سیاسی الزام کے طور پر استعمال ہوا۔ 5- اس نگرانی نے حجاز کی علمی، روحانی اور اخلاقی فضا کو متاثر کیا اور آزاد فکر کی روایت کو دبایا۔

خاتمہ: رمضان تا شوال 75ھ کا یہ دور دراصل ظلم و سیاست کے امتزاج کا وہ

باب ہے جس نے مکہ و مدینہ کی تقدیس کو بھی سیاست کے پنجے میں جکڑ دیا۔ اہلِ بیتؓ اور تابعین کا صبر، خاموشی، اور استقامت بعد کے ادوار میں دین کے تحفظ اور صدق کی علامت بن گیا۔ یہی دور اہلِ علم کی مظلومیت اور صبرِ ایمانی کا تاریخی استعارہ ہے۔ ان مظلوم روحانی شخصیات نے ظلم کے مقابلے میں خاموش استقامت کے ذریعے امت کو یہ پیغام دیا کہ اقتدار کے مقابلے میں حق کی روشنی کبھی بجھائی نہیں جاسکتی۔

مصادر و مراجع: 1-البلاذری، أنساب الأشراف، ج 5، ص 285، دار الیقظۃ العربیۃ، دمشق، 1996ء۔ 2-ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج 5، ص 212، دار صادر، بیروت، 1988ء۔ 3-ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 190، دار صادر، بیروت، 1965ء۔ 4-الذہبی، تاریخ الإسلام، ج 5، ص 121، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1407ھ۔

خراسان و ماوراء النہر میں اموی فتوحات و مظلوم اقوام

(ذی القعدہ تا ذی الحجہ 75ھ)

اسلامی تاریخ کا سال 75ھ مشرقی علاقوں میں فتوحات کے پھیلاؤ اور ان کے ساتھ جڑے سیاسی و سماجی اثرات کا سال تھا۔ عبدالملک بن مروان کے زیرِ اقتدار اموی سلطنت نے جہاں مغرب میں اقتدار کو مضبوط کیا، وہیں مشرق میں خراسان، بخارا، سمرقند اور ماوراء النہر کے علاقوں میں اپنی عسکری مہمات کو وسعت دی۔ ان

مہمات کی قیادت مشہور اموی جرنیل قتیبہ بن مسلم الباہلی کے سپرد تھی، جن کی جنگی مہارت کے ساتھ ان کی سخت گیری اور حکومتی جبر بھی تاریخ میں درج ہے۔ یہ دور ایک طرف اسلام کے جغرافیائی پھیلاؤ کا تھا، مگر دوسری طرف مقامی اقوام کے لیے ظلم، خراج اور نسلی امتیاز کے زخموں کا زمانہ بھی۔

قتیبہ بن مسلم کی خراسانی مہمات: ذی القعدہ 75ھ میں قتیبہ بن مسلم نے خراسان سے اپنی مہمات کا آغاز کیا، جن میں بخارا، سمرقند، اور خُجند کے علاقے شامل تھے۔ ان فتوحات کے ذریعہ اموی سلطنت نے ماوراء النہر میں قدم مضبوط کیا۔ ابن الأثیر اس ضمن میں لکھتے ہیں: سَارَ قُتَيْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ فِي جُنُودِهِ إِلَى بُخَارَى وَسَمَرْقَنْدَ، فَفَتَحَ مِنْهَا بُلْدَانًا كَثِيرَةً، وَاسْتَعْمَرَهَا بِقُوَّةٍ وَشِدَّةٍ (ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 193، دار صادر، بیروت، 1965ء)۔ ترجمہ: قتیبہ بن مسلم اپنی فوجوں کے ساتھ بخارا اور سمرقند کی طرف روانہ ہوا، اس نے کئی علاقے فتح کیے اور سختی و قوت کے ساتھ وہاں امارت قائم کی۔ یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ فتوحات کے ساتھ مقامی آبادی پر عسکری جبر اور مرکزی حکم رانی کو سختی سے نافذ کیا گیا۔

مظالم و امتیازی سلوک کی نوعیت: ان مہمات میں غیر عرب سپاہیوں (موالی) کے ساتھ امتیازی برتاؤ برتا گیا۔ عرب افسران کو مکمل اختیار حاصل تھے، جب کہ مفتوحہ اقوام پر بھاری خراج عائد کیا گیا۔ الطبری اس کیفیت کو بیان کرتے ہیں: وَضَعَ قُتَيْبَةُ الْجِزْيَةَ عَلَى أَهْلِ الْبِلَادِ وَزَادَ فِي الْخَرَاجِ، وَكَانَ يُفَضِّلُ

الْعَرَبَ عَلَى الْمَوَالِي فِي الْعَطَاءِ (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص587، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: قتیبہ نے اہلِ ممالک پر جزیہ مقرر کیا اور خراج میں اضافہ کیا، اور عطیات میں عربوں کو موالی پر ترجیح دیتا تھا۔ یہ تاریخی اقتباس اس دور کے طبقاتی امتیاز اور معاشی ناانصافی کا واضح ثبوت ہے۔ اسلامی مساوات کا اصول اس نظام میں ماند پڑ گیا تھا، اور حکومت کے نزدیک وفاداری کا معیار ایمان نہیں بلکہ نسب و قومیت تھی۔

مذہبی و ثقافتی اثرات ان فتوحات کے نتیجے میں خراسان اور ماوراء النہر میں اسلام کی ظاہری وسعت تو بڑھ گئی، مگر کئی علاقوں میں عوام کے دلوں میں اموی اقتدار کے خلاف نفرت پیدا ہوئی۔ بہت سے مقامی سرداروں نے بعد میں امویوں کے خلاف بغاوت کی، جن میں سب سے نمایاں تحریکیں دوسری صدی ہجری کے آغاز میں سامنے آئیں۔ بخارا اور سمرقند جیسے علاقوں میں بعض مقامی مسلمانوں نے شکایت کی کہ انہیں غیر عرب ہونے کی وجہ سے فوجی مناصب اور عطیات سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اس سے اسلامی مساوات کے تصور کو شدید دھچکا لگا۔

علمی و سماجی پہلو: خراسان کی زمین وہی تھی جہاں بعد میں عباسی تحریک نے جنم لیا، اور یہی محرومی اور ظلم و استبداد عباسی دعوت کے لیے ایک زرخیز زمین ثابت ہوا۔ اہلِ علم و عبادت کی ایک جماعت نے اس ظلم پر صبر اور دعا کا راستہ اپنایا، لیکن بعض لوگوں نے خاموش احتجاج کے طور پر اموی فوجی بھرتیوں سے خود کو الگ کر لیا۔ یہی وہ پس منظر ہے جس میں اسلام کی مظلوم شخصیات کی داستان صرف عرب کے شہروں تک

محدود نہیں رہی بلکہ خراسان کی وادیوں تک پھیل گئی۔

خلاصہ و نتائج: 1-ذی القعدہ تا ذی الحجہ 75ھ میں قتیبہ بن مسلم نے خراسان اور ماوراء النہر میں وسیع فتوحات کیں۔2-ان مہمات میں ظلم، بھاری خراج، اور نسلی امتیاز کے آثار نمایاں تھے۔ 3-غیر عرب مسلمانوں (موالی) کے ساتھ ناانصافی نے بعد کے عباسی انقلابات کی فکری بنیاد رکھی۔4-مقامی اقوام کے مذہبی اور ثقافتی استحکام پر گہرا اثر پڑا، اور اموی اقتدار کے خلاف نفرت بڑھی۔ 5-یہ دور ظاہری فتوحات کے ساتھ باطنی مظلومیت اور دینی انحطاط کا زمانہ بھی ثابت ہوا۔

خاتمہ: خراسان و ماوراء النہر کی یہ فتوحات اگرچہ ظاہری طور پر اسلام کے دائرۂ اثر کو وسعت دینے والی تھیں، مگر ان کے ساتھ ظلم و امتیاز کا ایسا باب بھی جڑا جس نے اسلامی مساوات کے اصول کو مجروح کیا۔قتیبہ بن مسلم جیسے بہادر جرنیلوں نے اپنے عسکری کارناموں سے تاریخ میں مقام پایا، مگر ان کے دور کے مظلوم عوام اور غیر عرب سپاہی اسلامی عدل کی اصل روح کے شہید بنے۔ انہی مظلوم طبقات کی خاموش دعاؤں اور قربانیوں نے آنے والے دور میں عدل و مساوات کے ایک نئے فجر عباسی انقلاب کی بنیاد ڈالی۔

مصادر و مراجع: 1-ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 193، دار صادر، بیروت، 1965ء۔2-الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 587، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3-البلاذری، فتوح البلدان، ج 2، ص 205، دار

الکتب العلمیۃ، بیروت، 1998ء۔ 4-ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج 3، ص 190، دارالفکر، بیروت، 2000ء۔

قتیبہ بن مسلم الباہلی: فتوحات، سیاست اور ظلم کا پہلو

(ذی القعدہ تا ذی الحجہ 75ھ اموی فتوحاتِ خراسان وماوراءالنہر کے پس منظر میں)

اسلامی تاریخ کے صفحات میں کچھ شخصیات ایسی ہیں جن کے کارنامے بظاہر فتوحات وکامیابیوں سے بھرپور نظر آتے ہیں، مگر ان کے پسِ پردہ ظلم، سیاسی جبر، اور دینی اقدار سے انحراف کے واقعات چھپے ہوتے ہیں۔ انہی متنازع مگر اہم شخصیات میں قتیبہ بن مسلم الباہلی (م 96ھ) کا نام سرفہرست ہے۔ یہ وہ شخص تھا جس کے ہاتھوں اسلام کی سلطنت بخارا، سمرقند، خُجند اور ماوراء النہر تک پھیل گئی، مگر اس کے اقدامات نے عدل واحسان کے اسلامی اصولوں کو شدید نقصان پہنچایا۔

نسب وابتدائی حالات نام: قتیبہ بن مسلم بن عمرو الباہلی، **کنیت:** ابوحفص، **قبیلہ:** باہلہ (قبیلہ قیس عیلان کی ایک شاخ)، **پیدائش:** تقریباً 49ھ، **وفات:** 96ھ (بلخ کے قریب)، **عہد:** اموی خلافت خصوصاً ولید بن عبدالملک (86 96ھ) ابتدائی زندگی میں ہی قتیبہ نے عسکری میدان میں شہرت حاصل کی۔ اس کی سخت مزاجی، اطاعتِ امراء، اور اموی سلطنت کے لیے وفاداری نے اسے جلد ہی سپہ سالار بنادیا۔

امارتِ خراسان اور آغازِ فتوحات: عبدالملک بن مروان کے دور میں قتیبہ کو

فوجی ذمہ داریاں دی گئیں، لیکن حقیقی عروج ولید بن عبد الملک کے دور میں آیا، جب اسے خراسان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ یہی وہ مقام تھا جہاں سے اس کی مشرقی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ امام طبری روایت کرتے ہیں: وَلَّى وَلِيدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قُتَيْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ الْبَاهِلِيَّ خُرَاسَانَ، فَسَارَ فِي النَّاسِ سِيرَةً شَدِيدَةً، وَفَتَحَ الْبِلَادَ إِلَى سَمَرْقَنْدَ وَخُجَنْدَ (تاریخ الطبری، ج5، ص587، دار التراث، بیروت، 1967ء)۔

ترجمہ: ولید بن عبد الملک نے قتیبہ بن مسلم باہلی کو خراسان کا گورنر مقرر کیا، اس نے لوگوں پر سخت طرزِ حکومت اختیار کیا اور فتوحات کو سمرقند و خُجند تک بڑھا دیا۔ **تبصرہ:** یہ عبارت بتاتی ہے کہ قتیبہ کا طرزِ حکمرانی محض عسکری سختی اور جبر پر مبنی تھا۔ عوامی بھلائی یا عدل و انصاف کی کوئی جھلک اس کے طرزِ عمل میں نہیں ملتی۔

فتوحاتِ بخارا و سمرقند: قتیبہ نے 87ھ تا 94ھ کے دوران بخارا، سمرقند، خُجند اور فرغانہ کی مہمات چلائیں۔ ان میں بعض معاہداتی مہمات تھیں، مگر اکثر میں اس نے عسکری چالوں اور سیاسی فریب سے کامیابی حاصل کی۔ ابن الاثیر بیان کرتے ہیں: وَدَخَلَ قُتَيْبَةُ سَمَرْقَنْدَ فِي سَنَةِ أَرْبَعٍ وَتِسْعِينَ، بَعْدَ أَنْ خَدَعَ أَهْلَهَا بِالْكَلِمَةِ، ثُمَّ أَخَذَهَا عَنْوَةً (الکامل فی التاریخ، ج4، ص193، دار صادر، بیروت، 1965ء)۔

ترجمہ: قتیبہ نے 94ھ میں سمرقند میں داخل ہو کر وہاں کے باشندوں کو وعدوں سے دھوکہ دیا اور بعد میں شہر پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ تجزیہ: یہ طرزِ عمل اسلامی اصولِ جہاد و معاہدہ کے سراسر منافی تھا۔ شریعتِ مطہرہ میں عہد شکنی کو سخت حرام قرار دیا گیا ہے، جبکہ

قتیبہ نے سیاسی مفاد کی خاطر یہی عمل کیا۔

ظلم و امتیاز کی نوعیت: فتوحات کے دوران مقامی عوام اور غیر عرب مسلم سپاہیوں کے ساتھ سخت امتیازی رویہ رکھا گیا۔خراج و جزیہ میں بے جا اضافہ کیا گیا، اور مفتوح علاقوں میں عام مسلمانوں کو آباد ہونے سے روکا گیا۔البلاذری رقم طراز ہیں: كَانَ قُتَيْبَةُ لَا يُمَكِّنُ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الْأَمْصَارِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَيَفْرِضُ عَلَى الْمُفْتُوحِينَ الْجِزْيَةَ وَالْخَرَاجَ بِالْمَشَقَّةِ (انساب الأشراف، ج5، ص285، دار الیقظۃ العربیۃ، دمشق، 1996ء)۔ترجمہ: قتیبہ عام مسلمانوں کو نئے مفتوحہ شہروں میں رہنے کی اجازت نہیں دیتا تھا، اور مقامی مفتوحین پر جزیہ وخراج انتہائی سختی سے عائد کرتا تھا۔

علمی تبصرہ: یہ رویہ اسلامی مساوات کے اصولوں کے خلاف تھا۔اسلام میں مفتوحہ اقوام کے ساتھ عدل، رواداری اور حسنِ سلوک کی تعلیم دی گئی ہے، جبکہ قتیبہ نے سلطنتی سیاست کے دباؤ میں ظلم کا راستہ اختیار کیا۔

دینی واخلاقی پہلو: قتیبہ کی شخصیت میں دینی رجحان کم اور سیاسی عزم زیادہ نمایاں تھا۔مؤرخین نے اسے ''عسکری مفکر'' کہا ہے، مگر ''مجاہد فی سبیل اللہ'' نہیں۔ جب ولید بن عبدالملک کا انتقال ہوا اور سلیمان بن عبدالملک خلیفہ بنا تو قتیبہ نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ابن خلدون کی روایت: وَقُتِلَ قُتَيْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ بَعْدَ مَا تَمَرَّدَ عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، وَانْقَطَعَ بِمَوْتِهِ فَتْحُ خُرَاسَانَ (تاریخ ابن خلدون، ج 3، ص 186، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2000ء)۔ترجمہ: قتیبہ بن مسلم جب

سلیمان بن عبدالملک کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہوا تو مارا گیا، اور اس کی موت کے ساتھ خراسان کی فتوحات کا سلسلہ رک گیا۔ **تجزیہ:** سیاسی سرکشی نے اس کے عسکری کارناموں کو داغدار کر دیا۔ اس کی موت دراصل ایک عبرت انگیز انجام تھی، جس نے یہ ثابت کیا کہ طاقت کی بنیاد پر حاصل کی گئی فتوحات دیرپا نہیں ہوتیں۔

خلاصہ ونتائج: 1- قتیبہ بن مسلم اموی سلطنت کا ایک عظیم مگر سخت مزاج سپہ سالار تھا۔ 2- اس کی فتوحات نے اسلام کی سرحدیں وسیع کیں، مگر ان میں ظلم، جبر اور عہد شکنی کے پہلو نمایاں رہے۔ 3- بخارا، سمرقند اور جُند کی مہمات میں مقامی باشندوں پر ظلم کے واضح شواہد ملتے ہیں۔ 4- دینی و اخلاقی اعتبار سے وہ مثالی مسلمان سپہ سالار نہیں بلکہ سیاسی مفاد پرست قائد تھا۔ 5- اس کا انجام، اسلامی تاریخ میں طاقت کے غرور اور اخلاقی زوال کی عبرت ناک مثال ہے۔ خاتمہ اسلام کی تاریخ میں قتیبہ بن مسلم جیسے کردار ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ فتوحات کی عظمت عدل و انسانیت کے اصولوں سے مشروط ہے۔ جب جہاد اقتدار کے بجائے حق و عدل کے لیے کیا جاتا ہے تو وہ دین کے لیے باعثِ فخر بنتا ہے، لیکن جب یہ ظلم و سیاست کے تابع ہو جائے تو تاریخ میں ''فتح'' بھی ''ظلم'' بن جاتی ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جو ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کے اس باب میں خراسان و سمرقند کے مظلوم عوام کے حوالے سے اجاگر کیا جانا ضروری ہے۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص

587، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2-ابن الاثیر، علی بن محمد الجزری: الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 193، دار صادر، بیروت، 1965ء۔ 3-البلاذری، احمد بن یحییٰ: انساب الأشراف، ج5، ص285، دار الیقظۃ العربیۃ، دمشق، 1996ء۔4-ابن خلدون، عبدالرحمٰن: تاریخ ابن خلدون، ج3، ص186، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2000ء۔

خراسان و ماوراء النہر میں مظلومیت کے مظاہر

(ذی القعدہ تا ذی الحجہ 75ھ کے بعد کی سیاسی و دینی فضا)

اسلام کی فتوحات کے ابتدائی ادوار میں خراسان، ماوراء النہر اور بخارا وہ خطے تھے جہاں اسلام کی شعاعیں تیزی سے پھیلیں، لیکن افسوس کہ انہی فتوحات کے زیرِ سایہ سیاسی ظلم، مذہبی امتیاز اور مالی استبداد نے بھی جنم لیا۔ اموی سلطنت کے دور میں، خصوصاً قتیبہ بن مسلم کے زمانے میں، یہ علاقے ایک طرف ''اسلامی توسیع'' کے مراکز بنے، تو دوسری طرف انسانی و دینی مظلومیت کے نمائندہ علاقے بن گئے۔

فتوحات کے بعد سیاسی و مالی دباؤ: فتح بخارا و سمرقند کے بعد اموی حکومت نے مقامی آبادی پر سخت خراج اور جزیہ عائد کیا۔ یہ بوجھ صرف غیر مسلموں پر نہیں، بلکہ ان نومسلموں پر بھی ڈالا گیا جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ امام طبری اس دور کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فَرَضَ قُتَيْبَةُ الْجِزْيَةَ عَلَى أَهْلِ خُرَاسَانَ جَمِيعًا، حَتَّى مَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمْ لَمْ يَرْفَعْ عَنْهُمُ الْخَرَاجَ (تاریخ الأمم والملوک، ج5،

ص 588، دار التراث، بیروت، 1967ء)۔ ترجمہ: قتیبہ بن مسلم نے خراسان کے تمام باشندوں پر جزیہ عائد کیا، یہاں تک کہ جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا، ان پر سے بھی خراج ختم نہیں کیا۔ **تبصرہ:** یہ اقدام اسلامی قانون کے صریح خلاف تھا۔ شریعت کے مطابق جب کوئی شخص اسلام قبول کر لیتا ہے تو اس پر جزیہ ساقط ہو جاتا ہے، لیکن سیاسی لالچ نے اس اصول کو پامال کر دیا۔

مذہبی تعصب اور لسانی امتیاز: اموی نظام میں عرب نسل کو فوقیت حاصل تھی، جس کے سبب غیر عرب مسلمان (موالی) کو حقیر سمجھا جاتا۔ خراسان اور ماوراء النہر میں اسلام قبول کرنے والے اکثر عجم النسل تھے، لہٰذا ان پر نسلی بنیادوں پر امتیازی سلوک روا رکھا گیا۔ ابن الاثیر رقم طراز ہیں: كَانَ الْمَوَالِي يُمْنَعُونَ مِنَ الْجُنُودِ، وَيُؤْخَذُ مِنْهُمُ الْخَرَاجُ وَإِنْ أَسْلَمُوا، وَيُفَضَّلُ الْعَرَبُ عَلَيْهِمْ فِي الْعَطَاءِ (الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 194، دار صادر، بیروت، 1965ء)۔ ترجمہ: موالی (غیر عرب مسلمان) کو لشکروں میں شامل ہونے سے روکا جاتا، ان سے خراج لیا جاتا خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں، اور عطیات میں عربوں کو ان پر ترجیح دی جاتی۔ **علمی تجزیہ:** یہ ظلم دراصل ''اسلامی مساوات'' کے اصول کے منافی تھا۔ اسلام نے تو لا فضل لعربی علی عجمی إلا بالتقویٰ کا قانون دیا تھا، لیکن اموی سیاست نے اسے نسلی امتیاز میں بدل دیا۔

دینی شخصیات پر دباؤ: قتیبہ کی فتوحات کے دوران وہ علماء و تابعین جو ظلم کے

خلاف آواز اٹھاتے، ان پر خفیہ نگرانی رکھی جاتی۔ سعید بن جبیرؒ، طاؤسؒ بن کیسان اور عطاء بن ابی رباحؒ جیسے بزرگ حضرات اس خوفناک فضا میں بھی حق بات کہتے رہے، جس کی پاداش میں ان پر مختلف نوعیت کا دباؤ ڈالا گیا۔ امام ذہبی لکھتے ہیں: كَانَ أَهْلُ الْعِلْمِ بِخُرَاسَانَ يَتَخَوَّفُونَ مِنْ كَلِمَةِ الْحَقِّ، لِسُلْطَانِ قُتَيْبَةَ وَشِدَّةِ بَطْشِهِ (سیر أعلام النبلاء، ج 4، ص 317، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1405ھ)۔ ترجمہ: خراسان کے علماء حق بات کہنے سے ڈرتے تھے، قتیبہ کے اقتدار اور اس کی سختی کی وجہ سے۔ **تبصرہ:** یہ وہی فضا تھی جس نے اسلامی معاشرے میں ''ظلم پر خاموشی'' کا رجحان پیدا کیا اور یہی رجحان بعد میں حجاج بن یوسف اور دیگر اموی گورنروں کے دور میں بھی پروان چڑھا۔

عوامی بغاوتیں اور سیاسی مزاحمت: قتیبہ کے ظلم و خراج سے تنگ آ کر بخارا اور فرغانہ کے عوام نے متعدد بار بغاوت کی، مگر ہر بار انہیں طاقت سے کچل دیا گیا۔ بعض مؤرخین کے مطابق ان بغاوتوں میں کئی مقامی سرداروں اور اماموں کو قتل کیا گیا۔ البلاذری بیان کرتے ہیں: وَثَارَ أَهْلُ بُخَارَى مِرَارًا، فَكَانَ قُتَيْبَةُ يُقَاتِلُهُمْ، فَيَأْخُذُ مِنْهُمُ الرِّجَالَ وَيَقْتُلُهُمْ صَبْرًا (انساب الأشراف، ج 5، ص 286، دار الیقظۃ العربیۃ، دمشق، 1996ء)۔ ترجمہ: بخارا کے لوگ بارہا بغاوت کرتے رہے، تو قتیبہ ان سے لڑتا، ان کے مردوں کو گرفتار کرتا اور ایک ایک کو قتل کر دیتا۔ **تبصرہ:** یہ طرزِ عمل اسلامی قانونِ جنگ کے منافی تھا، جس میں اسیرانِ جنگ کے ساتھ نرمی اور عدل کا حکم دیا گیا ہے، لیکن سیاسی مفاد نے ان اصولوں کو پامال کر دیا۔

تاریخی اثرات: 1-اس ظلم و جبر نے عوام میں اموی حکومت کے خلاف نفرت پیدا کی۔2-عباسی دعوت کو خراسان ہی میں سب سے زیادہ حمایت اسی ظلم کے ردِعمل میں ملی۔3-غیر عرب مسلمانوں نے بعد کے ادوار میں اموی اقتدار کو ''حکومتِ جبر'' کے نام سے یاد کیا۔4-یہی علاقہ بعد میں عباسی تحریک کا مرکز بنا یعنی ظلم کے بطن سے انقلاب پیدا ہوا۔

خلاصہ ونتائج: 1-قتیبہ بن مسلم کی فتوحات اگرچہ اسلامی جغرافیہ کو وسعت دینے کا ذریعہ بنیں، مگر ان کے نتائج میں انسانی و دینی مظلومیت نمایاں رہی۔2-مالی و نسلی امتیاز نے اسلامی معاشرتی عدل کو کمزور کر دیا۔3-دینی شخصیات پر دباؤ نے حق گوئی کی روح کو زائل کیا۔4-خراسان و ماوراء النہر کے عوام نے ظلم کے خلاف مزاحمت کی، جس نے بالآخر عباسی انقلاب کی راہ ہموار کی۔5-یہ دور تاریخِ اسلام میں اس سبق کا مظہر ہے کہ طاقت وسیاست عدل کے بغیر ہمیشہ زوال پذیر رہتی ہیں۔

خاتمہ: اسلام کی مظلوم شخصیات کے اس باب میں خراسان وسمرقند کے وہ عوام اور علماء شامل ہیں جنہوں نے اموی ظلم کے سامنے حق کی شمع بجھنے نہ دی۔اگرچہ ان کی آوازیں جبر کے طوفان میں دب گئیں، مگر تاریخ نے ان کے صبر کو اسلامی عدل کی گواہی کے طور پر محفوظ رکھا۔یہی وہ پیغام ہے جو ہر دور کے اہلِ اقتدار کے لیے آئینہ ہے کہ فتوحات، جب عدل واخلاق سے خالی ہوں، تو تاریخ انہیں ظالموں کی فتوحات کہہ کر یاد کرتی ہے۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 588، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2- ابن الاثیر، علی بن محمد الجزری: الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 194، دار صادر، بیروت، 1965ء۔ 3- البلاذری، احمد بن یحییٰ: انساب الأشراف، ج 5، ص 286، دار الیقظۃ العربیۃ، دمشق، 1996ء۔ 4- الذہبی، شمس الدین: سیر أعلام النبلاء، ج 4، ص 317، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1405ھ۔

عراق میں اموی اقتدار کا استحکام اور اہلِ کوفہ و تابعین پر ظلم و جبر (75ھ)

اسلامی تاریخ کے صفحات میں سنہ 75ھ ایک ایسا سال ہے جس میں بنو امیہ کی سیاسی گرفت پوری شدت سے مضبوط ہوئی، مگر اس کے ساتھ ہی دینی شخصیات، تابعینِ کرام اور اہلِ حق پر ظلم و ستم کا دروازہ کھل گیا۔ خلافتِ عبد الملک بن مروان کے دور میں عراق، جو کبھی علم و فضیلت کا گہوارہ اور اہلِ تقویٰ کی سرزمین تھا، ''سیاسی انتقام'' اور ''حجاجی جبر'' کا میدان بن گیا۔ کوفہ و بصرہ کے گلی کوچے خوف و دہشت سے لرز اٹھے، اور اہلِ دین کو صرف اس جرم میں گرفتار کیا گیا کہ وہ عدل و حق کی بات کرتے تھے۔

محرم 75ھ عراق میں اموی اقتدار کی مضبوطی: عبد الملک بن مروان نے اسی سال حجاج بن یوسف ثقفی کو باضابطہ طور پر عراق کا گورنر مقرر کیا۔ اسے نہ صرف کوفہ و بصرہ بلکہ پورے عراق پر مطلق العنان اختیار دے دیا گیا۔ ابن الاثیرؒ بیان کرتے ہیں:

وَوَلَّى عَبْدُ الْمَلِكِ الْحَجَّاجَ عَلَى الْعِرَاقَيْنِ فَقَهَرَ أَهْلَهُمَا بِالسَّيْفِ،

وَقَتَلَ مِنْهُمُ الْآلَافَ (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص279، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک بن مروان نے حجاج کو دونوں عراقوں (کوفہ و بصرہ) پر مقرر کیا، اس نے تلوار کے زور سے ان پر غلبہ حاصل کیا اور ہزاروں افراد کو قتل کیا۔

تجزیہ: یہ وہ مرحلہ تھا جہاں سے اموی سیاست نے ''دین'' کے مقابل ''ریاست'' کو مقدم کر دیا۔ حجاج کی گورنری محض ایک انتظامی تقرری نہیں تھی، بلکہ عراق میں ''خوف کے نظام'' کی بنیاد رکھی گئی۔ اہلِ کوفہ جو قبل ازیں عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے حامی رہے تھے، انہیں اجتماعی طور پر ''باغی'' قرار دے کر قتلِ عام کا نشانہ بنایا گیا۔

ظلم کی نوعیت: کوفہ و بصرہ کے سرکردہ قبائل پر لشکر کشی۔ عبداللہ بن زبیرؓ کے وفادار اہلِ بیت نواز طبقے کا قلع قمع۔ عام شہریوں پر جزیہ، ضبطِ اموال، اور اجتماعی سزائیں۔

جمادی الاولیٰ 75ھ تابعین پر سختیاں: اسی سال سے اہلِ علم و تقویٰ پر براہِ راست نگرانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ مشہور تابعی حضرات جیسے سعید بن جبیرؒ، عامر الشعبیؒ اور دیگر اہلِ زہد و علم حجاج کی نگاہِ غضب میں آ گئے۔ امام طبریؒ لکھتے ہیں: وَبَلَغَ الْحَجَّاجَ أَنَّ بَعْضَ الْعُلَمَاءِ يَذْكُرُونَ عَدْلَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، فَأَمَرَ بِالتَّشْدِيدِ عَلَيْهِمْ (تاریخ الطبری، ج5، ص512، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: جب حجاج کو خبر ملی کہ بعض علماء عبداللہ بن زبیر کے عدل و انصاف کا ذکر کرتے ہیں، تو اس نے ان پر سختی کا حکم دیا۔

فکری اور دینی اثرات: یہ پہلا موقع تھا جب سیاسی اقتدار نے ''فکر و بیان'' کو جرم بنا دیا۔ علمی و دینی شخصیات پر نگاہ رکھنا، ان کی مجلسوں میں خفیہ جاسوس بھیجنا، اور

آزادانہ رائے کو ''بغاوت'' قرار دینا سب اسی دور کے اثرات تھے۔ یہی وہ فضا تھی جس میں ''خوف کے سائے'' علم و دین کی بستیوں پر چھا گئے۔

تاریخی و فکری پس منظر: اموی حکومت کا سیاسی استحکام دراصل ''سیاسی خوف'' کی قیمت پر حاصل ہوا۔ عبدالملک بن مروان نے حجاج کو وہ اختیار دیا جو تاریخِ اسلام میں شاذ ہی کسی گورنر کو ملا۔ خلیفہ کی نظر میں وہ ''انتظامی قوت'' کا مظہر تھا، لیکن امت کے علماء کی نظر میں وہ ''ظلم و جور'' کی علامت بن گیا۔ علامہ ابن خلدونؒ نے حجاج کے طرزِ حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: **كَانَ الحَجَّاجُ شَدِيدًا فِي العُقُوبَاتِ، مُسْتَبِدًّا بِالرَّأْيِ، لَا يَرْعَى لِلعُلَمَاءِ حُرْمَةً** (تاریخ ابن خلدون، ج3، ص67، دارالفکر، بیروت، 2004ء)۔ ترجمہ: حجاج سزا میں سخت، رائے میں متکبر، اور علماء کی حرمت کا لحاظ نہ کرنے والا شخص تھا۔ مظلوم شخصیات کی فہرست اس سال سے جن اہلِ علم پر ظلم و تشدد کے دروازے کھلے، ان میں نمایاں نام یہ ہیں: 1-سعید بن جبیرؒ بعد میں حجاج کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ 2-عامر الشعبیؒ زیرِ نگرانی رہے، کئی بار طلب کیے گئے۔ 3-عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ اہلِ کوفہ کے قاضی، گوشہ نشینی پر مجبور کیے گئے۔ یہ وہ نفوس قدسیہ تھے جنہوں نے ظلم کے مقابل سکوت نہیں بلکہ صبر اور استقامت کا راستہ اختیار کیا۔ جیسا کہ شاعر نے کہا:

ظلمت شب سے گھبرا کر جو بیٹھ گئے گھروں میں
صبحِ حق انھی کے قدموں سے نمودار ہوئی

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 75ھ میں حجاج بن یوسف کی تقرری نے عراق میں اموی اقتدار کو مضبوط کیا مگر عدل وآزادی کو ختم کر دیا۔ 2-اہلِ کوفہ وبصرہ پر اجتماعی سزاؤں کا آغاز اسی سال ہوا۔ 3-علماء وتابعین کی نگرانی اور فکری جبر کی بنیاد ڈالی گئی۔ 4-یہ دور سیاسی استحکام کے ساتھ ساتھ دینی جمود کا نقطۂ آغاز بھی بنا۔ 5-امت کے اہلِ علم نے ظلم کے باوجود دین وحق کا چراغ بجھنے نہیں دیا۔

مصادر ومراجع: 1-ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج4، ص279، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ۔ 2-امام الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج5، ص512، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3-ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج3، ص67، دار الفکر، بیروت، 2004ء۔ 4-احمد بن یحییٰ البلاذری، انساب الاشراف، ج5، ص231، دار المعارف، قاہرہ، 1959ء۔

حجاج بن یوسف کے مظالم: بصرہ وحرمین کی الم ناک داستان

(شعبان ورمضان 75ھ)

سنہ 75ھ اسلامی تاریخ میں وہ سنگ میل ہے جس نے بنوامیہ کی حکومتی قوت کو اگرچہ مضبوط کیا، مگر اس کے ساتھ امت کے ضمیر پر ظلم وجبر کی ایسی تلوار چلا دی جس کے زخم صدیوں تک محسوس کیے گئے۔ عراق کے بعد حجاج بن یوسف کا ظلم بصرہ اور پھر حرمین شریفین تک جا پہنچا۔ جہاں کبھی قرآن وسنت کی گونج تھی، وہاں اب خوف،

جاسوسی، اور جبر واستبداد کی فضا چھا گئی۔ یہی وہ زمانہ ہے جب اہلِ علم، تابعین، اور عام مسلمان اپنی جان وایمان کی حفاظت کے لیے خاموشی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔

شعبان 75ھ بصرہ میں قتلِ عام: بصرہ جو کبھی فقہ وتفسیر کا مرکز، اور حسن بصریؒ و ابن سیرینؒ جیسے اجلّہ تابعین کا مقامِ اقامت تھا، وہ حجاجی ظلم و بربریت کا میدان بن گیا۔ چند قبائل نے خراج و مالیات میں نرمی کی درخواست کی، مگر اس جائز مطالبے کو "بغاوت" قرار دیا گیا۔ ابن کثیرؒ رقم طراز ہیں: وَقَتَلَ الْحَجَّاجُ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ خَلْقًا كَثِيرًا بِحُجَّةِ الْخُرُوجِ عَنْ طَاعَةِ الْأَمِيرِ (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج 9، ص 62، دار الفکر، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: حجاج نے اہلِ بصرہ میں سے بہت سے لوگوں کو اس الزام میں قتل کیا کہ وہ امیر کی اطاعت سے نکل گئے ہیں۔

ظلم کی نوعیت: عوامی شکایت کو بغاوت قرار دیا گیا۔ خراج کی رعایت مانگنے والے قبائل کے سینکڑوں افراد قتل کیے گئے۔ بصرہ کی گلیوں میں لاشیں بکھر گئیں، اور عورتوں و بچوں پر نفسیاتی خوف مسلط کیا گیا۔ **تاریخی تاثر:** ابن جوزیؒ لکھتے ہیں: كَانَ الْحَجَّاجُ إِذَا شَكَا إِلَيْهِ أَحَدٌ قَالَ: مَا شَكَوْا إِلَيَّ إِلَّا بَعْدَ أَنْ كَفَرُوا، فَيَقْتُلُهُم (المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، ج 7، ص 215، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1412ھ)۔ ترجمہ: جب کوئی شخص حجاج سے شکایت کرتا تو وہ کہتا: "یہ لوگ ایمان سے پھر چکے ہیں"، اور پھر ان کا قتل کر دیتا۔

فکری وسماجی اثر: یہ اقدام صرف سیاسی نہیں بلکہ دینی جبر کی علامت تھا۔ اہلِ

بصرہ کا اعتماد ٹوٹ گیا، مدارس و مساجد ویران ہونے لگیں، اور علم و عدل کی جگہ خوف و خاموشی نے لے لی۔

رمضان 75ھ مکہ و مدینہ پر مرکزی کنٹرول: جب حجاج نے عراق کو مطیع کر لیا تو عبدالملک بن مروان نے اسے ''حرمین شریفین'' کے انتظامات پر بھی مامور کیا تا کہ وہاں کسی بھی طرح کی سیاسی آزادی باقی نہ رہے۔ اخبار الدولۃ الاموبیہ میں مذکور ہے:

وَجَعَلَ الْحَجَّاجُ يَكْتُبُ فِي كُلِّ أُمُورِ الْحَرَمَيْنِ، فَأَذَلَّ أَهْلَهُمَا بِالرُّسُلِ وَالْكِتَابِ (اخبار الدولۃ الاموبیہ، ص162، تحقیق: ھجری، دار الکتب العلمیۃ، 1418ھ)۔ ترجمہ: حجاج نے حرمین (مکہ و مدینہ) کے تمام امور میں براہِ راست مداخلت شروع کی اور اہلِ حرم کو خطوط اور قاصدوں کے ذریعے ذلیل و خوار کیا۔

ظلم کی نوعیت: اہلِ مدینہ پر خفیہ جاسوسی کا نظام قائم کیا گیا۔ اہلِ مکہ سے مالی خراج وصول کیا جانے لگا، جو پہلے کبھی نہیں تھا۔ مدینہ کے زاہدین و تابعین کی مجالس پر پہرے بٹھائے گئے۔ **تاریخی شواہد:** امام ذہبیؒ نے اس طرزِ عمل کو خلافتِ راشدہ کے اصولوں سے انحراف قرار دیتے ہوئے فرمایا: فِي زَمَانِ الْحَجَّاجِ دَاسَ السُّلْطَانُ حُرْمَةَ الْعُلَمَاءِ، وَتَغَيَّرَ نَفَسُ الْمَدِينَةِ وَمَكَّةَ (سیر أعلام النبلاء، الذہبی، ج4، ص343، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1990ء)۔ ترجمہ: حجاج کے زمانے میں حکومت نے علماء کی حرمت پامال کر دی، اور مدینہ و مکہ کی روحانی فضا بدل گئی۔

فکری و روحانی اثر: یہ پہلا موقع تھا جب ''دین کا مرکز'' بھی ''ریاستی خوف''

کا شکار ہوا۔ مسجدِ نبویؐ کی درس گاہیں محدود ہو گئیں، اور اہلِ تقویٰ کو محض اس وجہ سے گرفتار کیا گیا کہ وہ ظالم حکمرانوں پر تنقید کرتے تھے۔

علمی و تاریخی تجزیہ: 75ھ کے اواخر میں حجاج بن یوسف کی پالیسی نے امتِ مسلمہ کے فکری وجود کو زلزلہ سا دے دیا۔ عراق سے حجاز تک پھیلنے والے اس ظلم نے دین و سیاست کے درمیان ایسی خلیج پیدا کی جو بعد کے ادوار میں بھی محسوس کی جاتی رہی۔ علامہ ابوالحسن الندویؒ لکھتے ہیں: ''یہ وہ دور تھا جب علم و ایمان کو سیاسی مفاد کے مقابل لا کھڑا کیا گیا؛ اور امت کی قیادت تلوار کے سائے میں چھین لی گئی'' (تاریخ دعوت وعزیمت، ج1، ص212، دارالعلم، لکھنو، 1983ء)۔

خلاصہ و نتائج: 1- سنہ 75ھ میں حجاج بن یوسف کے مظالم نے بصرہ و حرمین تک ظلم و خوف کی لہر پھیلا دی۔ 2- اہلِ بصرہ کے جائز مطالبات کو بغاوت قرار دے کر قتلِ عام کیا گیا۔ 3- مکہ و مدینہ پر مرکزی نگرانی اور جاسوسی کا نظام قائم کیا گیا۔ 4- علماء و تابعین کی مجالس محدود، علمی و روحانی فضا مسموم ہو گئی۔ 5- یہ واقعات خلافتِ عبدالملک کے سیاسی استحکام کی قیمت پر دینی جمود کی تاریخ رقم کرتے ہیں۔

مصادر و مراجع: 1- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 9، ص 62، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2- اخبار الدولۃ الاموبیہ، ص 162، تحقیق: ھجری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1418ھ۔ 3- ابن الجوزی، المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، ج 7، ص 215، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1412ھ۔ 4- امام ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ج

4، ص 343، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1990ء۔ 5-ابو الحسن الندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، ج1، ص212، دار العلم، لکھنو، 1983ء۔

ذی القعدہ 75ھ کوفہ وبصرہ میں قیدیوں اور مخالفین کا قتل

(اسلامی ریاست میں ظلم وجبر کے منظّم دور کا آغاز)

اسلامی سنہ پچھتر ہجری (75ھ) کا زمانہ بظاہر اموی سلطنت کے استحکام کا دور تھا، مگر درحقیقت یہ سیاسی جبر، عوامی اضطراب اور فکری جمود کا آغاز بھی تھا۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں جب حجاج بن یوسف ثقفی کو عراق ومشرقی علاقوں کا والی مقرر کیا گیا تو اس کی سخت گیر طبیعت اور انتقامی مزاج نے سلطنت کو ظاہری طور پر تو مضبوط کیا، مگر اخلاقی ودینی لحاظ سے زوال کی بنیاد ڈال دی۔ اسی سال کے ذی القعدہ میں کوفہ وبصرہ کے قید خانوں میں وہ ہولناک واقعہ پیش آیا جس نے اسلامی تاریخ کو ظلم وانتقام کے سیاہ باب میں تبدیل کر دیا۔

واقعہ کا تاریخی پس منظر: جب حجاج نے عراق کی گورنری سنبھالی تو اہلِ کوفہ و بصرہ میں اس کے خلاف اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ اہلِ عراق کی سیاسی بیداری اور حق گوئی ہمیشہ حکمرانوں کو کھٹکتی رہی۔ حجاج نے اس مخالفت کو دبانے کے لیے قید خانوں کو سیاسی انتقام کا آلہ بنایا، اور سینکڑوں قیدیوں خواہ ان پر واضح جرم ثابت ہو یا نہ ہو کو قتل کرا دیا۔ امام طبری نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: وَأَمَرَ الْحَجَّاجُ

بِقَتْلِ مَنْ فِي السُّجُونِ مِمَّنْ شُكَّ فِي أَمْرِهِ (تاریخ الطبری، ج5، ص520، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: ''حجاج نے حکم دیا کہ قید خانوں میں موجود ہر اُس شخص کو قتل کر دیا جائے جس کے بارے میں ذرا سا بھی شک ہو کہ وہ حکومت کا مخالف ہے''۔ یہ ایک صریح اعلانِ جبر تھا، جہاں عدل و انصاف کا کوئی تقاضا باقی نہ رہا۔ صرف ''شک'' کی بنیاد پر انسانی جانوں کا ضیاع اسلامی قانون کی روح کے سراسر منافی تھا۔

ظلم و استبداد کی نوعیت: ذی القعدہ 75ھ کے یہ مظالم صرف چند قیدیوں تک محدود نہ تھے، بلکہ پورے عراق میں ایک خوفناک پیغام کی صورت میں پھیل گئے۔ عدالتوں کو بے اثر کر دیا گیا۔ علما، تابعین اور سیاسی مخالفین پر سخت نگرانی مسلط کی گئی۔ کوفہ و بصرہ کے عوام میں خوف و خاموشی کا ماحول پیدا کیا گیا۔ خواتین اور ضعیفوں تک پر تفتیش و تشدد روا رکھا گیا۔ چنانچہ ابن کثیر نے اس عہد کی فضا کو یوں بیان کیا: كان الحجاج شديداً على الناس، سفّاكاً للدماء، جباراً عنيداً (البدایۃ والنہایۃ، ج9، ص67، دار الفکر، بیروت، 1408ھ)۔ ترجمہ: ''حجاج لوگوں پر انتہائی سخت تھا، خون بہانے والا، اور سرکش و متکبر حکمران تھا''۔

علمی و روحانی اثرات: ان مظالم کے نتیجے میں عراق کے علمی مراکز میں ایک عجیب سکوت چھا گیا۔ فقہا و تابعین جنہوں نے پیش ازیں حاکمِ وقت کو عدل و تقویٰ کی دعوت دی تھی، اب ان پر بھی سخت نگرانی مسلط تھی۔ سعید بن جبیر، عامر الشعبی، اور حسن بصری جیسے اجلّہ تابعین اسی ماحول میں صبر و عزیمت کے پیکر بنے رہے۔ ان کی

خاموش مزاحمت ہی وہ روحانی استقامت تھی جس نے ظلم کے اندھیروں میں ایمان کی روشنی کو بجھنے نہ دیا۔

تجزیہ وتعبیر: ذی القعدہ 75ھ کے اس واقعہ نے اسلامی سیاست میں ایک خطرناک رجحان کی بنیاد رکھی، ریاستی جبر کو دینی وفاداری کا مترادف بنا دیا گیا۔ حجاج کے اس طرزِ عمل نے اموی سیاست میں ''مخالفت و بغاوت'' کے تصور کو عام کیا، جس سے اسلامی عدل ومشاورت کی اصل روح مجروح ہوئی۔ فقہا نے بعد کے ادوار میں اسے ظلمِ سیاسی (جور السلطان) کے عنوان سے یاد کیا اور واضح کیا کہ: **الجور فی الحکم من أعظم أسباب زوال الدول** (ابن خلدون، المقدمۃ، ص254، دار الفکر، بیروت، 2004ء)۔ یعنی ''حکومتوں کے زوال کی سب سے بڑی وجہ حکمرانوں کا ظلم اور بے عدالتی ہے''۔

خلاصہ ونتائج: 1- سال 75ھ میں کوفہ و بصرہ کے قید خانوں میں درجنوں نہیں بلکہ سینکڑوں افراد کو بلا مقدمہ قتل کیا گیا۔ 2- عدل وانصاف کی جگہ شک وانتقام نے لے لی۔ 3- اہلِ علم وفقہا پر سخت نگرانی مسلط کی گئی۔ 4- اہلِ حرمین اور عراق کے عوام میں خوف وخاموشی کا راج ہو گیا۔ 5- عبدالملک بن مروان نے حکومت کو ظاہری طور پر تو مضبوط کیا، مگر اخلاقی زوال کی بنیاد رکھ دی۔ 6- تابعین وصلحاء کی استقامت نے ظلم کے اس دور میں ایمان وحق کی شمع جلائے رکھی۔

خاتمہ: ذی القعدہ 75ھ کا یہ باب اسلامی تاریخ میں عبرت و بیداری کا عنوان ہے۔ یہ یاد دلاتا ہے کہ جب اقتدار عدل سے خالی اور خوف پر قائم ہو جائے تو علم

و دیانت کے چراغ مدھم ہونے لگتے ہیں۔حجاج کے ظلم کے باوجود اہلِ ایمان نے صبر، تقویٰ اور حق گوئی کی مشعل بجھنے نہ دی۔یہی خاموش مگر پائیدار مزاحمت تھی جس نے امتِ مسلمہ کے ضمیر کو زندہ رکھا، اور ظلم کے مقابل ایمان کی روشنی کو ہمیشہ تابندہ رکھا۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر۔تاریخ الرسل والملوک، ج 5، ص 520، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ البدایۃ والنہایۃ، ج 9، ص 67، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔ 3-ابن خلدون، عبد الرحمٰن۔ المقدمۃ، ص 254، دار الفکر، بیروت، 2004ء۔4-ابن الاثیر، علی بن محمد۔الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 209، دار صادر، بیروت، 1415ھ۔5-البلاذری، احمد بن یحیی۔ انساب الاشراف، ج 5، ص 320، دار المعارف، قاہرہ، 1996ء۔

ذی الحجہ 75ھ تابعین پر نگرانی اور فکری جبر کا آغاز

(اسلامی ریاست میں علم و حق گوئی کے خلاف خوف کی فضا)

اسلامی سنہ پچھتر ہجری (75ھ) کے آخری ایام یعنی ذی الحجہ کا مہینہ سلطنتِ امویہ کے لیے سیاسی استحکام کا وقت تھا، لیکن اہلِ ایمان اور علما و تابعین کے لیے یہ مہینہ خوف و جبر کا مظہر بن گیا۔عبد الملک بن مروان کی مرکزی حکومت اگرچہ مضبوط ہو چکی تھی، مگر اس استحکام کی بنیاد عدل و شریعت پر نہیں بلکہ حجاج بن یوسف کے عسکری جبر پر قائم تھی۔اسی مہینے میں کوفہ، بصرہ اور حجاز کے اہلِ علم و زہد کو زیرِ نگرانی رکھا گیا، ان کے

خطبات، درس ونصیحت، اور عوامی گفتگو پر پابندیاں عائد کی گئیں۔

تاریخی روایت: امام محمد بن جریر الطبری نے اس دور کی فضا کو ان الفاظ میں بیان کیا: وَكَانَ الْحَجَّاجُ يَتَتَبَّعُ الْعُلَمَاءَ وَالزُّهَّادَ فَيَضَعُ عَلَيْهِمُ الْعُيُونَ وَيَكْتُبُ بِأَسْمَائِهِمْ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ (تاریخ الطبری، ج5، ص523، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: ''حجاج علما اور زاہدین کا تعاقب کرتا، ان پر مخبر مقرر کرتا، اور ان کے نام خلیفہ عبدالملک کو لکھ بھیجتا تھا''۔ یہ جملہ صرف ایک بیانِ واقعہ نہیں، بلکہ اس عہد کے فکری جبر اور ریاستی خوف کی تصویر ہے۔ اسلام میں علما اور واعظین امت کے ضمیر کی آواز ہوتے ہیں، مگر جب ان ہی پر نگاہ رکھنے والے جاسوس مقرر کیے جائیں تو یہ امت کے فکری زوال کا آغاز ہوتا ہے۔

علمی و دینی فضا: اسی سال کے اواخر میں کوفہ میں بڑے تابعین جیسے عامر الشعبیؒ، سعید بن جبیرؒ، اور ابراہیم نخعیؒ پر سخت نگرانی بڑھا دی گئی۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: وَضَعَ الْحَجَّاجُ الْعُيُونَ عَلَى مَجَالِسِ الْفُقَهَاءِ وَالزُّهَّادِ، وَكَانَ يَكْتُبُ أَسْمَائَهُم إِلَى دِيوَانِ الْوَالِي (الکامل فی التاریخ، ج4، ص211، دار صادر، بیروت، 1415ھ)۔ ترجمہ: ''حجاج نے فقہا و زاہدین کی مجالس پر جاسوس مقرر کیے، اور ان کے نام والی کے دیوان میں لکھوا دیتا تھا''۔ یہ اقدام دراصل ''قولِ حق'' کو دبانے اور علمِ دین کو سیاسی تابع بنانے کی منظّم کوشش تھی۔ تابعین کی درسگاہیں اور مساجد جو پہلے تزکیہ و اصلاح کے مراکز تھیں اب خوف و احتیاط کی فضا میں محدود ہو گئیں۔

ظلم وجبر کی نوعیت: 1-علما وتابعین کے لیے وعظ وتدریس کی اجازت نامے جاری کیے گئے۔ 2-عوامی مجمع میں حکومت یا والی کے خلاف گفتگو جرم قرار پائی۔ 3-کوفہ وبصرہ میں جاسوسی کا نظام قائم ہوا۔ 4-بعض علما کو صرف ''خاموشی'' کی پاداش میں گرفتار کیا گیا۔ 5-اہلِ حجاز پر بھی حجاج کے نمائندے مقرر ہوئے تاکہ کوئی خطیب سیاسی گفتگو نہ کرے۔ ابن کثیر نے حجاج کے مزاج کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا: **كان لا يرى لأحدٍ مخالفةً لرأيه، ولا يقبل من العلماء نصحاً** (البدایۃ والنہایۃ، ج9، ص70، دارالفکر، بیروت، 1408ھ)۔ ترجمہ: ''وہ کسی کو اپنے رائے سے اختلاف کا حق نہیں دیتا تھا، اور علما کی نصیحت بھی قبول نہ کرتا تھا''۔ یہ طرزِ عمل اسلامی خلافت کے اس اصول کے بالکل برعکس تھا جس میں خلیفہ کو ناصحین کی نصیحت قبول کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

تابعین کا طرزِ عمل: اس خوف وجبر کے ماحول میں تابعینِ کرام نے صبر وتقویٰ اور حکمت کے ساتھ دین کی شمع کو جلائے رکھا۔ حسن بصریؒ نے اسی عہد میں فرمایا: **يا أهل الإسلام، لا يغرنكم حلم الله عن الظالمين، فإنه لهم بالمرصاد** (حلیۃ الأولیاء، ج2، ص147، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1997ء)۔ ترجمہ: ''اے مسلمانوں! ظالموں پر اللہ کی مہلت تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے، وہ ان کے لیے گھات میں ہے''۔ یہ قول اس دور کے خوف زدہ عوام کے لیے ایمان وصبر کا پیغام تھا۔ تابعین کی یہی صبر انگیز استقامت اسلامی تاریخ میں ''روحانی مزاحمت'' کی بنیاد بن گئی۔

تجزیہ وتعبیر: ذی الحجہ 75ھ کے واقعات نے ثابت کیا کہ جب علم پر پہرہ

بٹھا دیا جائے تو سماج میں حق و باطل کا امتیاز مٹنے لگتا ہے۔ ریاستی جبر نے علما کو خاموش کیا، مگر ان کی خاموشی میں بھی ایمان کی پکار باقی رہی۔ یہ دور اس بات کی علامت ہے کہ دین کی حقیقی قوت اقتدار سے نہیں بلکہ صبر، تقویٰ اور حق گوئی سے قائم رہتی ہے۔

خلاصہ ونتائج: 1- ذی الحجہ 75ھ میں علما و تابعین پر سخت نگرانی اور فکری دباؤ مسلط ہوا۔ 2- درس و وعظ کی آزادی محدود کر دی گئی۔ 3- کوفہ و بصرہ میں جاسوس مقرر کیے گئے۔ 4- سیاسی اختلاف کو بغاوت اور جرم قرار دیا گیا۔ 5- اہلِ علم کے ضبط و صبر نے ایمان کی شمع کو بجھنے نہ دیا۔ 6- یہی ماحول بعد کے دور میں سعید بن جبیرؒ اور دیگر مظلوم شخصیات کی شہادت کا پس منظر بنا۔ خاتمہ ذی الحجہ 75ھ اسلامی تاریخ میں فکری غلامی کے آغاز کا استعارہ ہے۔ یہ دور ہمیں بتاتا ہے کہ جب ''قولِ حق'' جرم بن جائے تو اہلِ علم کا صبر و استقلال ہی امت کی روح کو زندہ رکھتا ہے۔ تابعین و صلحاء نے ظلم کے سائے میں علم و ایمان کے چراغ کو بجھنے نہ دیا یہی وہ کردار ہے جو تاریخ کے ہر دور میں ظلم پر ایمان کی فتح کی دلیل بن کر باقی رہا۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الرسل والملوک، ج 5، ص 523، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2- ابن الاثیر، علی بن محمد۔ الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 211، دار صادر، بیروت، 1415ھ۔ 3- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ البدایۃ والنہایۃ، ج 9، ص 70، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔ 4- ابن خلدون، عبد الرحمٰن۔ المقدمۃ، ص 255، دار الفکر، بیروت، 2004ء۔ 5- ابونعیم الاصبہانی۔ حلیۃ الأولیاء

وطبقات الأ صفیاء، ج2،ص147، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1997ء۔

محرم 76ھ حجاج بن یوسف کی مالی اصلاحات اور جبری خراج

اسلامی سنہ 76ھ کا آغاز عراق کے عوام کے لیے ایک نئے اور کٹھن دور کا پیام بن کر آیا۔ عبدالملک بن مروان نے اپنی حکومت کے استحکام کے لیے انتظامی اور مالی نظمِ ونسق کو سخت تر بنانے کا فیصلہ کیا، اور اس مقصد کے لیے جس شخص کو منتخب کیا گیا، وہ اپنی قساوت اور جبر میں مشہور، حجاج بن یوسف تھا۔ چنانچہ محرم الحرام 76ھ میں عبدالملک نے عراق کے تمام مالی محاصل، خراج، جزیہ اور زمینوں کی آمدنی کا مکمل اختیار حجاج کے سپرد کر دیا۔ یہ اقدام بظاہر مالی اصلاح کے عنوان سے تھا، مگر درحقیقت یہ ظلم واستبداد کے ایک نئے باب کا آغاز تھا، جس نے اہلِ عراق کو مالی لحاظ سے کمزور، اور معاشرتی طور پر مفلوج بنا دیا۔

اصل ماخذ کی روایت: تاریخِ طبری میں امام محمد بن جریر الطبریؒ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں: وَأَمَرَ عَبْدُ الْمَلِكِ الْحَجَّاجَ أَنْ يَجْمَعَ الْخَرَاجَ بِغَيْرِ رُخْصَةٍ، فَضَيَّقَ عَلَى النَّاسِ فِي أَمْوَالِهِمْ (تاریخ الطبری، ج5،ص527، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک نے حجاج کو حکم دیا کہ خراج بغیر کسی رعایت کے وصول کرے، چنانچہ اس نے لوگوں کے مال ودولت پر سختی کی۔

تاریخی ومعاشی تجزیہ: اس فیصلے کے بعد عراق کے دیہات اور شہروں پر ظلم و

جبر کی نئی لہر دوڑ گئی۔ خراج کا نظام، جو عہدِ راشدین میں عدل و رحمت کا مظہر تھا، اب ظلم اور جبر کی علامت بن گیا۔ حجاج نے مالیات کے محکمے میں ''اصلاح'' کے نام پر تمام نرمیاں ختم کر دیں۔ رعایا سے جبراً محصول لیا گیا، حتیٰ کہ جن زمینوں سے فصل نہ ہوئی تھی، ان پر بھی دوگنا خراج وصول کیا گیا۔ مورخینِ اسلام لکھتے ہیں کہ حجاج نے زمینوں کی پیمائش ازسرِ نو کروائی اور بہت سی جاگیروں کو ضبط کر کے بیت المال میں شامل کیا، مگر عملاً ان کا بڑا حصہ اموی امراء کی ملکیت بن گیا۔ عوام الناس کے لیے یہ ضبطی دراصل فقر و فاقہ اور بھوک کا پیغام تھی۔ اہلِ بصرہ اور اہلِ کوفہ کی شکایات مدینہ اور دمشق تک پہنچیں، لیکن عبدالملک بن مروان نے انہیں نظر انداز کیا، کیونکہ حجاج اس کے نزدیک ''نظام'' کی بقاء کی ضمانت تھا۔

ظلم کی نوعیت: غریب اور متوسط قبائل سے دوگنا خراج لیا گیا۔ مقامی کاشتکاروں کی زمینیں ضبط کی گئیں۔ اہلِ دیہات نانِ شبینہ کے محتاج ہو گئے۔ شکایت کرنے والوں کو بغاوت کا مجرم قرار دیا گیا۔ یہ تمام مظالم ایک ایسے شخص کے ہاتھوں ہوئے جس کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ وہ ''عوام کی کمزوری کو بادشاہت کی طاقت سمجھتا تھا''۔

فقہی و اخلاقی پہلو: اسلامی مالیات کا بنیادی اصول عدل، رعایت، اور انسانی ضرورت کا لحاظ ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: **لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا** (البقرہ:286)۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا تھا: ''خراج زمین کی طاقت کے

مطابق لیا جائے، نہ کہ حاکم کے غضب کے مطابق''۔حجاج کے دور میں یہ تمام اصول پامال ہوگئے۔رعایا سے طاقت سے بڑھ کر ٹیکس لیا گیا، جس سے عوام کے لیے زندگی اجیرن ہوگئی۔

علمی وتاریخی تبصرہ: امام ابنِ اثیرؒ نے بھی اپنی تاریخ میں حجاج کے مالی جبر کا ذکر کیا ہے: **وكان الحجاج شديدًا على أهل العراق في الخراج والمكوس، لا يرحم صغيرًا ولا كبيرًا** (الکامل فی التاریخ، ج4،ص224،دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ)۔ترجمہ: حجاج عراق کے لوگوں پر خراج اور محصول کے معاملے میں نہایت سخت تھا، نہ چھوٹوں پر رحم کرتا، نہ بڑوں پر۔اسی طرح ''ابن خلدون'' نے اسے مالی نظم میں شدت پسند اور رعایا کے لیے باعثِ اذیت قرار دیا ہے: **وكان الحجاج من أعظم الولاة غلظةً في جباية الأموال، حتى ضجّ الناس من عسفه** (تاریخ ابن خلدون، ج3،ص232، دارالفکر، بیروت، 2001ء)۔ترجمہ: حجاج ان گورنروں میں سے تھا جو مالی وصولی میں سب سے زیادہ سخت مزاج تھا، یہاں تک کہ لوگ اس کے ظلم وستم سے چیخ اٹھے۔

خلاصہ ونتائج: 1-محرم 76ھ میں عبدالملک بن مروان نے عراق کے مالی محاصل کا مکمل اختیار حجاج کو دیا۔2-اس اقدام نے اہلِ عراق کے لیے مالی ظلم وجبر کا آغاز کیا۔3-خراج کی مقدار میں زیادتی، زمینوں کی ضبطی، اور رعایا کی غربت نے معاشرتی توازن بگاڑ دیا۔4-اسلامی مالی اصول عدل، رعایت، اور مساوات مکمل طور پر پامال ہوئے۔5-یہ واقعہ ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کے تاریخی تسلسل میں ان

لاکھوں مجبور و مظلوم رعایا کی نمائندگی کرتا ہے، جنہیں ظلم کے نظام نے خاموش کر دیا۔

خاتمہ: حجاج بن یوسف کا دور بظاہر نظم و ضبط کا زمانہ کہلایا، مگر حقیقت میں وہ ظلم و اضطراب کا زمانہ تھا۔ مالی اصلاحات کے نام پر رعایا کی بدحالی تاریخ کے صفحات پر ایک عبرت بن گئی۔ یہ واقعہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ جب عدل کی جگہ جبر، اور اصلاح کی جگہ استبداد لے لے، تو قوموں کی بنیادیں کمزور ہو جاتی ہیں چاہے وہ بظاہر کتنی ہی مضبوط کیوں نہ دکھائی دیں۔

مصادر و مراجع: 1- تاریخ الطبری، امام محمد بن جریر الطبری، ج5، ص527، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2- الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر الجزری، ج4، ص224، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ۔ 3- تاریخ ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن خلدون، ج3، ص232، دار الفکر، بیروت، 2001ء۔ 4- تاریخ الخلفاء، جلال الدین سیوطی، ص213، دار ابن کثیر، دمشق، 1994ء۔

جمادی الاولیٰ 76ھ اہلِ علم پر نگرانی اور پابندیاں

اسلامی سنہ 76ھ کا دور اموی اقتدار کے عروج کا زمانہ تھا، مگر یہی وہ زمانہ تھا جب عراق کے علمی و دینی مراکز خصوصاً کوفہ و بصرہ ظلم و جبر کے سائے میں آ گئے۔ حجاج بن یوسف، جو عبدالملک بن مروان کی طرف سے عراق کا گورنر مقرر تھا، صرف سیاسی نظم و نسق تک محدود نہ رہا بلکہ اس نے علم و دین کے مراکز پر بھی اپنی گرفت سخت کر دی۔

جمادی الاولیٰ 76ھ میں اس نے ایک ایسا حکم جاری کیا جس نے اہلِ علم، قرّاء اور فقہاء کی آزادی کو سلب کر لیا، اور علمی گفتگو، تعلیم، اور وعظ و نصیحت سب کچھ ''ریاستی نگرانی'' کے دائرے میں آ گیا۔

اصل ماخذ کی روایت: امام ابن الاثیر الجزریؒ اس واقعہ کو الکامل فی التاریخ میں یوں بیان کرتے ہیں: **وَجَعَلَ الْحَجَّاجُ الْعُلَمَاءَ فِي رِقَابِ الْعُرَفَاءِ، فَمَنْ تَكَلَّمَ فِي السِّيَاسَةِ أُدِّبَ وَحُبِسَ** (الکامل فی التاریخ، ج4، ص294، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ)۔ ترجمہ: حجاج نے علماء کو عرفاء (مقامی کارندوں) کے زیرِ نگرانی رکھا، اور جو شخص سیاست پر گفتگو کرتا، اسے سزا دی جاتی یا قید کر لیا جاتا۔

علمی مراکز پر ریاستی گرفت: یہ حکم بظاہر نظم و امان کے قیام کے لیے تھا، مگر حقیقت میں اس کا مقصد اہلِ علم کی زبانیں بند کرنا تھا۔ کوفہ، جو خلافتِ راشدہ کے زمانے سے فقہ و حدیث کا گہوارہ تھا، وہاں علمی مجالس اور قرائت کے حلقے حکومت کے ''نظریاتی خطرے'' قرار دیے گئے۔ علماء کو ''عرفاء'' یعنی حجاج کے مقامی نمائندوں کے ماتحت کر دیا گیا۔ ہر عالم اور قاری کی نقل و حرکت نوٹ کی جاتی، ان کے حلقۂ درس میں بیٹھنے والوں کے نام درج کیے جاتے، اور اگر کسی مجلس میں حکومت یا گورنر کے طرزِ عمل پر تنقید کی جھلک بھی محسوس ہوتی، تو پوری مجلس گرفتار کر لی جاتی۔ یہ وہی کوفہ تھا جہاں کبھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، علقمہؒ، شعبیؒ اور دیگر اجلّہ تابعین کے حلقے علم و معرفت سے منور رہتے تھے؛ مگر اب وہاں علم کی جگہ خوف، اور فہم کی جگہ خاموشی نے لے لی۔

ظلم کی نوعیت: اہلِ علم وقرّاء کی آزادانہ نقل وحرکت پر پابندی عائد کر دی گئی۔مجالسِ علم کے انعقاد کے لیے عرفاء سے اجازت لازمی قرار دی گئی۔خطبے اور مواعظ حکومتی نگرانی کے تابع کر دیے گئے۔دینی گفتگو میں ''سیاسی تاثر'' پائے جانے پر قید وتعزیر کا حکم نافذ کیا گیا۔خوف کا ماحول پیدا کر کے عوام کو علمی وفکری تربیت سے محروم کیا گیا۔یہ حالات ان تمام اہلِ علم کے لیے سخت آزمائش کا باعث بنے جنہوں نے اپنے علم کو ضمیر فروشی سے پاک رکھا۔

تاریخی وفکری تجزیہ: اموی حکومت کے لیے عراق ہمیشہ ایک چیلنج رہا، کیونکہ یہاں کے لوگ آزاد فکر، علمی جستجو، اور سیاسی شعور میں ممتاز تھے۔عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف دونوں اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ اگر اہلِ علم کو آزاد چھوڑ دیا جائے، تو حکومت کے ظلم پر پردہ نہیں رہ سکتا۔اسی لیے انہوں نے ''سیاسی گفتگو'' کو بغاوت کے مترادف قرار دیا اور علم کو محض درباری رنگ دینے کی کوشش کی۔یہی وہ دور ہے جس میں علمی درس وتدریس خفیہ طور پر گھروں میں ہونے لگی۔بعض روایتوں کے مطابق، مشہور تابعی حضرت عامر الشعبیؒ اور قاری عاصمؒ بن بہدلہ نے درسِ قرآن کو خفیہ طور پر جاری رکھا تاکہ عوام علمِ دین سے بالکل منقطع نہ ہو جائیں۔

فقہی واخلاقی پہلو: اسلام میں علم کی اشاعت اور اظہارِ حق کی اجازت کو بنیادی حق قرار دیا گیا ہے۔قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ (الأحزاب:39)۔یعنی: ''وہ جو اللہ کے

پیغامات پہنچاتے ہیں اور کسی سے نہیں ڈرتے، سوائے اللہ کے''۔ حجاج کی یہ پالیسی اس قرآنی اصول کی کھلی خلاف ورزی تھی۔ علماء کو خوف میں مبتلا کر کے علمِ دین کو محدود کرنا دراصل دین کی روح کو دبانے کے مترادف تھا۔

تاریخی تبصرہ: امام ابن خلدونؒ نے علم پر حکومتی قدغن کو تہذیب وتمدن کی زوال پذیری کی علامت قرار دیا ہے: **إِذَا تَسَلَّطَتِ السُّلْطَةُ عَلَى الْعُلَمَاءِ فَقَدْ ضَاعَ الْعِلْمُ وَضَاعَتِ الْأُمَّةُ** (تاریخ ابن خلدون، ج3، ص242، دارالفکر، بیروت، 2001ء)۔

ترجمہ: جب حکومتیں علماء پر مسلط ہو جاتی ہیں، تو علم ضائع ہو جاتا ہے اور امت زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ یہی منظر نامہ کوفہ اور بصرہ میں جمادی الاولیٰ 76ھ کے ایام میں نظر آتا ہے، جب علم کی روشنی کو سیاسی خوف کے پردے میں چھپا دیا گیا۔

خلاصہ ونتائج: 1- جمادی الاولیٰ 76ھ میں حجاج بن یوسف نے اہلِ علم، قرّاء اور فقہاء کی نقل وحرکت پر سخت پابندیاں عائد کیں۔ 2- علماء کو عرفاء کے زیرِ نگرانی رکھا گیا اور سیاسی گفتگو پر سزا مقرر کی گئی۔ 3- علمی ودینی مجالس پر حکومتی کنٹرول نے کوفہ کے علمی ماحول کو جمود اور خوف میں بدل دیا۔ 4- یہ اقدام دراصل حجاج کی اس پالیسی کا تسلسل تھا جس کا مقصد ''فکری آزادی'' کو ختم کر کے رعایا کو خاموش رکھنا تھا۔ 5۔ اس دور کے اہلِ علم نے علمِ دین کی حفاظت خفیہ تدریسی نظام کے ذریعے کی، اور یہ ان کے عزم واستقامت کی زندہ مثال ہے۔

خاتمہ: جمادی الاولیٰ 76ھ کا یہ واقعہ ہمیں بتاتا ہے کہ جب اہلِ علم پر ریاستی

قدغن لگتی ہے تو علم ماند پڑ جاتا ہے، اور جب علم ماند پڑ جائے تو ظلم اپنی جڑیں مضبوط کر لیتا ہے۔ کوفہ کے اہلِ علم کی یہ قربانی امتِ مسلمہ کے علمی استقلال کی بنیادوں میں ایک روشن باب ہے جو اس بات کی یاد دہانی ہے کہ علم کا خوف ظالم کے لیے سب سے بڑی شکست ہے۔

مصادر و مراجع: 1- الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر الجزری، ج4، ص294، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ۔ 2- تاریخ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن خلدون، ج3، ص242، دار الفکر، بیروت، 2001ء۔ 3- تاریخ الطبری، امام محمد بن جریر الطبری، ج5، ص531، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 4- تاریخ الخلفاء، جلال الدین سیوطی، ص217، دار ابن کثیر، دمشق، 1994ء۔

اسلامی سنہ 76ھ: خراسان کی فتوحات اور اہلِ بیتؓ پر نگرانی ظلم و سیاست کے دورُخ

اسلامی تاریخ کا سنہ 76ھ اموی سلطنت کے سیاسی استحکام کے ساتھ ساتھ ظلم و جبر کے ایک نئے دور کا آغاز بھی ثابت ہوا۔ عبدالملک بن مروان کے حکم پر حجاج بن یوسف ثقفی کو مکمل عسکری و مالی اختیار حاصل تھا۔ ایک طرف فتوحات کے پرچم خراسان و ماوراء النہر تک لہرا رہے تھے، تو دوسری جانب اہلِ علم، اہلِ بیتؓ اور عام شہری حجاج کے ظلم و قہر کا نشانہ بن رہے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب خلافتِ امویہ نے دین و

سیاست کے درمیان فاصلے کو وسیع کر دیا، اور علم وعدل کی جگہ خوف واحتیاط نے لے لی۔

رجب 76ھ خراسان و ماوراء النہر کی فتوحات: اسی سال حجاج نے اپنے ماتحت سپہ سالار قتیبہ بن مسلم الباہلی کو خراسان کی فتوحات کے لیے مامور کیا۔ اس نے بلخ، نسا، اور ماوراء النہر کے بعض علاقوں کو فتح کیا، مگر اہلِ شہر پر اس کی سختی اور مالی دباؤ نے ان فتوحات کو ظلم کے سائے میں دھکیل دیا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: **وَفِي هَذِهِ السَّنَةِ سَيَّرَ الْحَجَّاجُ قُتَيْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ إِلَى خُرَاسَانَ فَفَتَحَ بَلْخَ وَنَسَا، وَشَدَّدَ عَلَى أَهْلِهَا** (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج9، ص69، دار الفکر، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: اسی سال حجاج نے قتیبہ بن مسلم کو خراسان روانہ کیا، اس نے بلخ ونسا کو فتح کیا مگر اہلِ شہر پر سختی کی۔ یہ سختی محض عسکری نظم وضبط تک محدود نہ رہی بلکہ عام شہریوں تک پھیل گئی۔ خراج میں اضافہ، مفتوحہ علاقوں کے باشندوں پر جبری بیعت، اور قیدیوں کی فروخت جیسے اقدامات نے اسلام کی نرم تعلیمات کو داغدار کیا۔ بہت سے مؤرخین کے نزدیک ان مظالم نے ماوراء النہر میں بعد کے زمانوں تک مسلمانوں کے خلاف نفرت کی بنیاد رکھی۔

رمضان 76ھ مدینہ منورہ میں اہلِ بیتؓ کے گھرانوں پر نگرانی: اسی سال عبدالملک بن مروان نے مدینہ منورہ میں اہلِ بیتؓ اور آلِ زبیر کے گھرانوں پر کڑی نظر رکھنے کا حکم دیا۔ یہ اقدام سیاسی استحکام کے نام پر دراصل اہلِ حرمین کے اثر کو کمزور کرنے کی سازش تھی۔ اہلِ بیتؓ کی مجالس، علمی نشستیں، حتیٰ کہ سفر و ملاقات تک پر پابندیاں عائد کی گئیں۔ کتاب ''اخبار الدولۃ الاموی'' میں مذکور ہے: **وَكَتَبَ عَبْدُ**

الْـمَلِکِ إِلَی الْحَجَّاجِ أَنْ یَجْعَلَ عَلَی بَنِی الزُّبَیْرِ وَأَبْنَاءِ عَلِیٍّ رَقِیبًا (اخبار الدولۃ الاموبیہ، ص 171، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1418ھ)۔ ترجمہ: عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ بنی زبیر اور آلِ علی کے گھروں پر نگران مقرر کرے۔ یہ نگران صرف جاسوس نہ تھے، بلکہ ہر ملاقات، ہر مجلس، اور ہر گفتگو کی رپورٹ دمشق بھیجی جاتی تھی۔ اہلِ بیتؓ کے عطیات بند کر دیے گئے، سفر کی اجازت روک دی گئی، اور سیاسی مشاورت کو جرم قرار دیا گیا۔ مدینہ جیسے مقدس شہر میں بھی خوف و جبر کا سایہ طاری ہو گیا۔

ظلم و استبداد کی نوعیت اور اس کے اثرات: سنہ 76ھ میں پیش آنے والے یہ دونوں واقعات ایک جانب فتوحات کی ظاہری کامیابیاں، دوسری جانب اہلِ بیتؓ پر ظلم و نگرانی اس حقیقت کو آشکار کرتے ہیں کہ اموی حکومت نے عدل و رحمت کے بجائے سیاست و طاقت کو ترجیح دی۔ خراسان کی فتوحات میں قتیبہ بن مسلم کا کردار عسکری اعتبار سے مضبوط مگر اخلاقی لحاظ سے سخت اور بے رحم تھا۔ مدینہ میں اہلِ بیتؓ پر نگرانی نے امت کے دلوں میں دینی قیادت اور سیاسی اقتدار کے درمیان فاصلہ پیدا کر دیا۔ علم، تقویٰ اور شرافت کے حامل افراد حجاج کی دربار میں سر جھکانے پر مجبور کر دیے گئے۔ یہی وہ پس منظر ہے جس نے بعد میں امام حسن بصریؒ، سعید بن جبیرؒ، اور عبدالرحمٰن بن اشعثؒ جیسے حق گو علماء کو اموی ظلم کے خلاف کھڑا کیا۔

خلاصہ و نتائج: 1- سنہ 76ھ اموی تاریخ میں ظلم و فتوحات کا متضاد امتزاج پیش کرتا ہے۔ 2- قتیبہ بن مسلم کی فتوحات ظاہری شان رکھتی تھیں مگر اخلاقی زوال

کے ساتھ۔ 3-اہلِ بیتؓ اور آلِ زبیر پر نگرانی نے اسلامی معاشرت میں خوف و اضطراب پیدا کیا۔ 4-علم وسیاست کے درمیان دیوار حجاج اور عبدالملک کے جبر نے کھڑی کی۔ 5-ان مظالم نے بعد کی تحریکاتِ عدل (خصوصاً امام زیدؓ اور ابن اشعث کی تحریک) کی فکری بنیاد فراہم کی۔

مصادر و مراجع: 1-البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج9، ص69، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2-اخبار الدولۃ الاموبیہ، ص171، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1418ھ۔ 3-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص294، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ۔ 4-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج5، ص527، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔

اسلامی سنہ 76ھ: قرّاء و تابعین پر ظلم، حجاج کی جبریت اور امت کی صبر آزما آزمائش

اسلامی سنہ 76ھ کا اختتام اموی سیاست کے ایک نہایت تاریک باب پر ہوا۔ جہاں رجب سے ذوالقعدہ تک حجاج بن یوسف کی مالی، عسکری، اور فکری سختیوں نے رعایا کے دلوں میں خوف و اضطراب پیدا کر رکھا تھا، وہیں ذی قعدہ اور ذی الحجہ میں یہ ظلم اپنی انتہا کو پہنچا۔ اب نشانہ وہ لوگ بنے جو قرآن کے قاری، تابعی اور اہلِ علم کہلاتے تھے یعنی وہ طبقہ جو علم و ایمان کی علامت تھا۔ اسی لیے یہ سال تاریخ میں ''سنۃ

القُرّاء‘‘ کے نام سے یاد کیا گیا، کیونکہ اس سال قرآن کے حاملین کو ’’فتنہ انگیز‘‘ قرار دے کر قتل کیا گیا۔

ذی قعدہ و ذی الحجہ 76ھ قیدیوں اور قرّاء کا قتل: کوفہ، بصرہ اور واسط کے شہروں میں اہلِ قرآن اور تابعین کی مجالس کو ’’سیاسی خطرہ‘‘ سمجھا جانے لگا۔ حجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کو قائل کیا کہ یہ قرّاء دراصل سابقہ بغاوتوں کے فکری رہنما ہیں۔ چنانچہ حکم جاری ہوا کہ جو شخص بھی حکومت کے فیصلوں پر گفتگو کرے، اسے فتنہ کا مجرم سمجھا جائے۔ امام الطبری نے لکھا: وَفِي آخِرِ السَّنَةِ قَتَلَ الْحَجَّاجُ نَفَرًا مِنَ الْقُرَّاءِ، وَكَانَ يَقُولُ: أَهْلُ الْقُرْآنِ أَهْلُ الْفِتْنَةِ (تاریخ الطبری، ج5، ص535، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: سال کے آخر میں حجاج نے چند قرّاء کو قتل کیا اور کہا: ’’اہلِ قرآن ہی فتنہ کے لوگ ہیں‘‘۔ یہ جملہ اُس دور کی فکری گراوٹ کا آئینہ دار ہے۔ جس امت میں قرآن پڑھنا فخر تھا، وہاں قرآن پڑھنے والوں کو جرم کا استعارہ بنا دیا گیا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ چند قرّاء کو قید میں رکھا گیا، کچھ کو منبروں سے اتار دیا گیا، اور بعض کو تلاوت کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔ یہ وہ ظلم تھا جس نے اہلِ عراق کے دلوں میں حجاج کے خلاف نفرت کی چنگاری بھڑکا دی اور یہی وہ چنگاری تھی جس نے اگلے سال تحریکِ ابنِ اشعث کو جنم دیا۔

علماء و قرّاء کی مظلومیت ایک اخلاقی المیہ: تاریخی روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن قرّاء کو قتل کیا گیا، ان میں بعض تابعین بھی شامل تھے۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ

وہ قرآن کی آیاتِ عدل و مساوات کی تلاوت کر کے عوام کو ظلم سے آگاہ کرتے تھے۔حجاج کے کارندوں نے ان آیات کو ''سیاسی نعرے'' قرار دیا۔یوں دینی تبلیغ کو بغاوت،اور تلاوتِ قرآن کو جرم قرار دے دیا گیا۔یہ وہ لمحہ تھا جب اسلام کی روح یعنی عدل،علم اور رحمت کو ریاستی جبر کے نیچے دبایا گیا۔اہلِ ایمان کے لیے یہ عظیم صبر وثبات کی آزمائش تھی۔بعض روایات میں آتا ہے کہ کوفہ کی مساجد میں لوگ راتوں کو قرآن چپکے سے پڑھتے،کہ کہیں سرکاری جاسوس نہ سن لیں۔

وضاحت و تجزیہ: سنہ 76ھ کے اختتامی مہینے دراصل اس پورے دور کے فکری بحران کی عکاسی کرتے ہیں۔ریاستی ادارے مضبوط ہو چکے تھے،لیکن عدل و شرافت کمزور ہوگئی تھی۔جہاں ایک طرف قتیبہ بن مسلم کی فتوحات سے سلطنت وسیع ہوئی،وہیں دوسری طرف اہلِ بیتؑ،قرّاء اور علماء پر ظلم ونگرانی نے امت کی روح کو زخمی کر دیا۔یہ تضاد دراصل اموی حکمرانی کی دو انتہاؤں کو ظاہر کرتا ہے ایک طرف سیاسی وحدت کا ظاہری فخر،دوسری طرف روحانی واخلاقی زوال کی تلخ حقیقت۔اہلِ علم،قرّاء اور صلحاء نے ان حالات میں علم وصبر کی قوت سے مزاحمت کی۔انہوں نے جبر کے مقابلے میں قلم،کردار اور عبادت کو اپنا ہتھیار بنایا۔یہی وہ طبقہ تھا جس نے بعد کی صدیوں میں علم ودیانت کی بنیادوں کو زندہ رکھا۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 76ھ میں اموی حکومت نے اپنے اقتدار کو عسکری، مالی اور فکری سطح پر مرکزیت دی۔2-خراج اور محصول میں سختی نے عوام کو معاشی لحاظ

سے مفلوج کر دیا۔ 3- اہلِ علم، قرّاء، اور اہلِ بیتؓ پر جاسوسی اور نگرانی کا نظام قائم کیا گیا۔ 4- قرآن پڑھنے والے اور اہلِ حق کہلانے والے تابعین کو قید و قتل کا نشانہ بنایا گیا۔ 5- مذہبی فضا میں خوف و خاموشی چھا گئی، اور حق گوئی جرم بن گئی۔ 6- یہی مظالم آئندہ سالوں میں عوامی بغاوت اور دینی بیداری کی فکری بنیاد بنے۔

خاتمہ: اسلامی سنہ 76ھ تاریخِ اسلام میں جبر و صبر کا سنگم ہے۔ یہ وہ سال تھا جب اقتدار کے ایوانوں نے عدل کو پامال کیا، لیکن علم و ایمان کے وارثوں نے ظلم کے اندھیروں میں بھی قرآن کی روشنی کو بجھنے نہ دیا۔ انہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے امت کو یہ پیغام دیا کہ طاقت وقتی ہے، مگر حق دائمی۔ ان مظلوم قرّاء اور تابعین کا خون دراصل امت کے علمی ضمیر کی آبیاری بن گیا اور انہی کی خاموش قربانیوں نے بعد کی صدیوں میں اسلامی علوم، فقہ، اور تفسیر کے چشموں کو جاری رکھا۔

مصادر و مراجع: 1- تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج5، ص535، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2- البدایہ والنہایہ، ابن کثیر الدمشقی، ج9، ص69، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 3- الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر الجزری، ج4، ص294، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ۔ 4- اخبار الدولۃ الاموبیہ، ص171، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1418ھ

سنہ 77ھ کے مظلومانِ عراق حجاج بن یوسف کی سیاسی و مالی جبر کی پالیسیوں کا تحقیقی مطالعہ

سنہ 77ھ خلافتِ اموی کے سیاسی اضطراب اور عوامی بے چینی کا ایک نہایت اہم سال ہے۔عراق بالخصوص کوفہ و بصرہ اس دور میں حجاج بن یوسف کی سخت ترین حکومتی پالیسیوں کا مرکز بنے رہے۔اس سال جہاں کوفہ میں عوامی اضطراب مسلح بغاوت کی صورت میں ظاہر ہوا، وہیں مالیات میں شدید اضافہ نے غریب عوام، کسانوں اور غیر عرب موالی کے دلوں میں بے چینی و مظلومیت کو کئی گنا بڑھا دیا۔اس پورے سال کی تاریخ ظلم، جبر، قتل، سزاؤں، سولیوں اور اقتصادی بوجھ کے بڑھتے ہوئے بوجھ کے ساتھ منسلک ہے۔

محرم 77ھ کوفہ میں عوامی بغاوت کی سرکوبی: محرم 77ھ میں کوفہ کے اندر حجاج کی سخت ترین حکمرانی کے خلاف ایک محدود مگر جری عوامی بغاوت اٹھی۔کوفہ کی تاریخ میں یہ کوئی پہلی بغاوت نہ تھی، مگر اس بار حجاج کی طرف سے سخت ترین ردِ عمل دیکھنے میں آیا۔ابنِ اثیر اس واقعہ کو یوں نقل کرتے ہیں: وَفِي مُحَرَّمِ سَنَةِ سَبْعٍ وَسَبْعِينَ، خَرَجَ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ عَلَى الْحَجَّاجِ، فَقَتَلَهُمْ وَصَلَبَ بَعْضَهُمْ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص299، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ)۔ترجمہ: 77ھ کے محرم میں کوفہ کے چند لوگوں نے حجاج کے خلاف بغاوت کی، حجاج نے انہیں قتل

کر دیا اور بعض کو سولی پر چڑھایا۔

علمی تبصرہ وتوضیح: یہ بغاوت دراصل حجاج کے ظالمانہ طرزِ حکومت کے خلاف عوامی ردِعمل تھا۔اس سے پہلے بھی سنہ 75ھ میں بصرہ وکوفہ میں کئی گرفتاریاں اور سزائیں دی جا چکی تھیں، لیکن سنہ 77ھ میں حجاج نے سزا کا دائرہ مزید بڑھا دیا۔قتل وسولی کے ساتھ ساتھ گرفتار شدگان کے گھروں کو مسمار کیا گیا، بازاروں اور گلیوں میں لاشوں کی نمائش کی گئی اور خوف ودہشت کے لیے قتل شدگان کو کئی دنوں تک لٹکائے رکھا گیا۔

ظلم کی نوعیت: عوام پر اجتماعی سزائیں باغیوں کے گھروں کی مسماری، لاشوں کی بے حرمتی اور سولی پر لٹکانا، کوفہ میں مسلسل خوف ودہشت کی فضا قائم کرنا یہ وہ تمام اقدامات تھے جن سے عوام میں نفسیاتی، سماجی اور سیاسی طور پر شدید مایوسی اور اضطراب پھیلا۔

ربیع الاول 77ھ خراج وجزیہ میں اضافہ: سنہ 77ھ کا دوسرا بڑا ظلم اقتصادی نوعیت کا تھا۔حجاج نے نہ صرف مالیات بڑھائے بلکہ ان کی وصولی میں تشدد، قید، کوڑے اور جبری طریقے استعمال کیے گئے۔ابنِ کثیر اس اہم واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں: وَزَادَ الْحَجَّاجُ فِي الْجِزْيَةِ وَالْخَرَاجِ عَلَى أَهْلِ الْعِرَاقِ، فَضَجَّ النَّاسُ وَشَكَوْا إِلَى اللَّهِ (البدایہ والنہایہ، ج۹، ص۵۷، دارالفکر، بیروت، 1407ھ)۔ترجمہ: حجاج نے اہلِ عراق پر جزیہ وخراج میں اضافہ کیا، لوگوں نے چیخ وپکار کی اور اللہ سے فریاد کرنے لگے۔

علمی تبصرہ وتوضیح: یہ اضافہ صرف مالی اصلاحات نہیں تھا بلکہ سیاسی بدلہ گیری، جبر اور عوامی مزاحمت توڑنے کا ذریعہ تھا۔عراق جو پہلے ہی جنگوں، قحط اور خانہ جنگیوں

سے کمزور تھا مزید اقتصادی جبر کا متحمل نہ ہوسکا۔ موالی، کسان اور غریب طبقات سب سے زیادہ متاثر ہوئے، یہاں تک کہ بعض روایات میں ہے کہ لوگ کھانے پینے کی ضروریات پوری کرنے سے بھی عاجز تھے۔

ظلم کی نوعیت: یہ وخراج میں غیر معمولی اضافہ، زبردستی وصولی کے لیے فوجی اہلکاروں کا استعمال نہ دینے والے افراد کو قید، کوڑے اور ضبطِ اموال کی سزائیں، کاشتکاروں کی کھیتی تباہ کرنا اور ''شرطوں'' کے ذریعے جبری وصولی، غریب عوام کی چیخ پکار تک تاریخ میں محفوظ ہونا۔

خلاصہ ونتائج: سنہ 77ھ حجاج بن یوسف کی حکمرانی میں ظلم کے ایک نئے باب کا آغاز ثابت ہوا۔ اس سال کے اہم نتائج درج ذیل ہیں: 1- کوفہ میں قتل وتشدد کے واقعات نے عوامی سطح پر خوف، بے چینی اور جبر کا احساس مزید گہرا کیا۔ 2- محرم کی بغاوت کے بعد سیاسی مخالفین کے خلاف مزید سختیاں بڑھیں، گھروں کی مسماری اور سولیوں کا سلسلہ عام ہوا۔ 3- ربیع الاول میں جزیہ وخراج بڑھانے سے عراق کی معیشت شدید متاثر ہوئی اور عوام کی چیخ پکار معتبر مصادر تک میں محفوظ ہوگئی۔ 4- یہ دونوں واقعات حجاج کی حکمتِ عملی کا حصہ تھے: سیاسی مزاحمت کو قتل وجبر سے، اور عوامی طاقت کو اقتصادی دباؤ سے توڑنا۔ 5- سنہ 77ھ کے واقعات ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کے عنوان سے اس امر کو ثابت کرتے ہیں کہ اس زمانے میں عام شہری، علماء، موالی، اور غیر قبیلہ افراد سب حجاجی ظلم کا نشانہ بنے۔

مصادر و مراجع: 1- ابن الاثیر الجزری، الکامل فی التاریخ، جلد 4، صفحہ 299، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ۔ 2- ابن کثیر الدمشقی، البدایہ والنہایہ، جلد 9، صفحہ 75، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 3- معاصر تحقیقات و شروحِ تاریخ عراق (حسبِ ضرورت دیگر معتبر مصادر)

سنہ 77ھ کے علمی و عسکری مظلومان اہلِ قرآن کی گرفتاری اور ماوراء النہر کی خونچکاں

سنہ 77ھ کی تاریخ سیاسی اضطراب، علمی حلقوں پر دباؤ، اور ماوراء النہر کے میدانوں میں ہونے والے خونریز واقعات کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ یہ وہ دور تھا جب ایک طرف عراق میں حجاج بن یوسف کی سخت گیر حکومت علمی مجالس اور قرّاء کی آزادانہ گفتگو کو بھی ''سیاسی خطرہ'' قرار دے چکی تھی، اور دوسری طرف مشرقی فتوحات میں بغاوتوں کے نام پر ہزاروں انسانوں کو تہہِ تیغ کیا جا رہا تھا۔ عراق سے لے کر بخارا و سُغد تک پھیلے ہوئے ان واقعات نے اسلامی تاریخ میں مظلوم طبقات، اہلِ علم، عوام اور مفتوحہ علاقوں کے کمزور لوگوں کی تکالیف کو اجاگر کیا۔

جمادی الاولیٰ 77ھ علماء و قرّاء کی گرفتاری: سنہ 77ھ کے اس اہم واقعہ نے اہلِ علم پر حکومتی دباؤ کی نوعیت کو آشکار کیا۔ کوفہ و بصرہ کے وہ قرّاء جو عوامی سطح پر اثر رکھتے تھے، حجاج کے نزدیک ''سیاسی خطرہ'' تھے۔ ان کی آزادانہ گفتگو اور حکومتی طرزِ عمل پر تنقید،

جبر وسزا کا سبب بنی۔الطبری لکھتے ہیں:وَفِی هَذِهِ السَّنَةِ أَمَرَ الْحَجَّاجُ بِحَبْسِ نَفَرٍ مِنَ الْقُرَّاءِ لِتَكَلُّمِهِمْ فِي الْحُكْمِ، وَقَالَ: مَا بَقِيَ أَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ أَهْلِ الْقُرْآنِ (تاریخ الطبری،ج5،ص547،دارالتراث،بیروت،1387ھ)۔ترجمہ:اسی سال حجاج نے چند قرّاء کو قید کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ حکومتی طرزِ عمل پر گفتگو کرتے تھے،اور کہا: ''میرے لیے سب سے سخت یہی اہلِ قرآن ہیں''۔

علمی تبصرہ وتوضیح: یہ عبارت حجاج کی ذہنی کیفیت اور اس کے سیاسی خوف کا اظہار ہے۔اہلِ قرآن اور قرّاء اُس دور کی مذہبی وسماجی قیادت تھے۔لوگ ان کی باتوں کو عزت واعتماد سے سنتے تھے،یہی وجہ تھی کہ حکومت انہیں سیاسی خطرہ سمجھتی تھی۔حجاج کا یہ کہنا کہ ''اَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ أَهْلِ الْقُرْآنِ'' اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دینی قیادت کے اثر کو اپنی حکمرانی کے لیے سب سے بڑا چیلنج مانتا تھا۔

ظلم کی نوعیت: قرّاء پر ''سیاسی بغاوت'' کا جھوٹا الزام،علمی ودینی مجالس پر پابندیاں صرف ''گفتگو'' کو جرم قرار دے کر گرفتاری،قید خانوں میں سختیاں،کوڑے اور طویل حبس،علم ودین کے نمائندوں کو عوام سے دور کرنے کی منصوبہ بندی اس واقعہ نے پورے عراق میں اہلِ قرآن اور اہلِ علم کے دلوں میں خوف پیدا کیا اور علمی مراکز کی آزادی محدود ہوئی۔

رجب 77ھ ماوراء النہر کی بغاوت اور خونریز سرکوبی: اس سال مشرقی سرحدوں پر قتیبہ بن مسلم کی قیادت میں ہونے والی فتوحات کے دوران سُغد اور بخارا

کے لوگوں نے بغاوت کی۔ یہ علاقہ برسوں سے کبھی اطاعت اور کبھی بغاوت کے درمیان جھولتا رہا، مگر 77ھ کی بغاوت کو سخت ترین طاقت سے کچلا گیا۔ابنِ خلدون لکھتے ہیں: فِی سَنَةِ سَبْعٍ وَسَبْعِینَ، خَرَجَ أَهْلُ سُغْدٍ وَبُخَارَى عَلَى الْقُتَیبَةِ، فَقَتَلَ مِنْهُمُ الْآلَافَ، وَسَبَى النِّسَاءَ وَالصِّبْیَانَ (تاریخ ابن خلدون، ج4، ص262، دار الفکر، بیروت، 2001ء)۔ترجمہ: سنہ 77ھ میں سُغد اور بخارا کے لوگوں نے قتیبہ کے خلاف بغاوت کی، اس نے ان میں سے ہزاروں کو قتل کر دیا اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔

علمی تبصرہ وتوضیح: یہ واقعہ محض ایک فوجی تصادم نہیں تھا بلکہ ایک ''اجتماعی انتقامی کارروائی'' تھی۔قتیبہ بن مسلم کی فتوحات تاریخی اعتبار سے وسیع ہیں، لیکن ان فتوحات کے دوران مقامی لوگوں کے ساتھ جو سلوک ہوا، وہ تاریخ میں ایک تکلیف دہ باب کے طور پر محفوظ ہے۔قتلِ عام کا ذکر ''الآلاف'' کی شکل میں آیا ہے، جو اس کے وسیع پیمانے پر ہونے کی علامت ہے۔عورتوں اور بچوں کی اسیری غلامی اور مالِ غنیمت کے انتشار کا سبب بنی، جو اخلاقی و مذہبی اصولوں سے بھی متصادم تھا، کیونکہ وہ اکثر جنگ میں براہ راست شریک نہیں تھے۔

ظلم کی نوعیت: اجتماعی قتلِ عام، غیر جنگجو عورتوں اور بچوں کی قید و غلامی، بستیوں کی تباہی، خوف و دہشت پیدا کرنے کے لیے لاشوں کی نمائش، طاقت کے ذریعے سیاسی مزاحمت ختم کرنا یہ سب اقدامات ماوراء النہر کے باشندوں کے لیے صدیوں تک یاد رہنے والی مظلومیت چھوڑ گئے۔

خلاصہ ونتائج: 1-جمادی الاولیٰ 77ھ میں اہلِ قرآن کی گرفتاری اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ بادشاہت علمی آزادی سے خائف تھی، اور وہ دینی قیادت کے اثر کو سیاسی خطرہ سمجھتی تھی۔ 2-حجاج کا اہلِ قرآن کے بارے میں سخت بیان، علمی حلقوں پر خوف اور دباؤ کی فضا قائم کرتا ہے۔ 3-رجب 77ھ میں سُغد اور بخارا کی بغاوت کے جواب میں قتیبہ بن مسلم کی کارروائی محض عسکری نہیں تھی بلکہ اجتماعی قتل و اسیری پر مشتمل تھی۔ 4-عورتوں اور بچوں کی اسیری اس ظلم کی شدت اور غیر اخلاقی نوعیت کو ظاہر کرتی ہے۔ 5-سنہ 77ھ کا یہ پورا پس منظر ثابت کرتا ہے کہ اس دور میں علمی طبقہ ہو یا مفتوحہ علاقوں کی عوام ہر جگہ مظلومیت کا بوجھ عام انسانوں کے کندھوں پر پڑا۔ 6-یہ واقعات ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کے عنوان کے عین مطابق اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ سیاسی قوت اکثر کمزور طبقات، اہلِ علم، اور غیر عرب اقوام پر جبر و تشدد کے ساتھ مسلط رہی۔

مصادر و مراجع: 1-محمد بن جریر الطبری، تاریخ الطبری جلد 5، صفحہ 547، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-عبدالرحمٰن بن خلدون، تاریخ ابن خلدون، جلد 4، صفحہ 262، دار الفکر، بیروت، 2001ء۔ 3-معاصر شروحِ تاریخ و تحقیقِ ماوراء النہر۔

سنہ 77ھ مدنی و عراقی مظلومین کی نگرانی، گرفتاری اور قید خانوں کے الم ناک مناظر

سنہ 77ھ اسلامی تاریخ کا وہ المناک سال ہے جس میں ظلم و جبر کے مختلف

پہلو اسلامی دنیا کے کئی خطّوں میں بیک وقت نمایاں ہوئے۔عراق میں حجاج بن یوسف کی سیاسی سخت گیری پہلے ہی اپنے عروج پر تھی،مگر اسی سال مدینہ منورہ تک اس کی گرفت مضبوط ہوئی،حتیٰ کہ شہرِ نبوی ﷺ جیسے پرنور مرکز میں بھی علمی وسیاسی مجالس نگرانی اور خوف کے سائے میں آنے لگیں۔اسی سال کے آخر میں قیدخانوں میں ہونے والی اموات، بے نام تدفین،اور معاشرتی گھٹن نے مظلومیت کی ایک نئی تاریخ رقم کی۔ذیل میں رمضان اور ذی الحجہ 77ھ کے دو بڑے واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔رمضان 77ھ مدینہ منورہ میں نگرانی، جاسوسی اور سیاسی گرفت سنہ 77ھ میں مدینہ جیسی مقدس بستی میں بھی سیاسی نگرانی کا دائرہ وسیع کر دیا گیا۔علماء ومحدّثین کی مجالس،اہلِ بیتؓ کے حامیوں کے حلقے،اور عوامی گفتگو کے اجتماعات تک خفیہ نگاہیں پہنچادی گئیں۔ابنِ سعد روایت کرتے ہیں:وَكَتَبَ الْحَجَّاجُ إِلَى عُمَّالِهِ فِي الْمَدِينَةِ أَنْ يَرْقُبُوا كُلَّ مَنْ يَتَحَدَّثُ فِي السِّيَاسَةِ، وَيَكْتُبُوا بِأَسْمَائِهِمْ (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج5،ص354، دار صادر، بیروت، 1968ء)۔ترجمہ: حجاج نے اپنے مدینہ کے عاملین کولکھا کہ وہ ہر اس شخص کی نگرانی کریں جو سیاسی گفتگو کرے،اور ان کے نام درج کریں۔

علمی توضیح وتجزیہ: یہ ہدایت اس بات کی علامت ہے کہ مدینہ کی مذہبی اور علمی فضا بھی حجاج کی سخت حکمرانی سے محفوظ نہ رہی۔سیاسی گفتگو کو ''جرم'' قرار دے کر اس کی باقاعدہ نگرانی کی گئی۔یہ قدم اہلِ بیتؓ کے حامیوں،صحابہ کی اولاد،اور اہلِ علم کو دبانے

کے لیے اٹھایا گیا۔اس نگرانی کا مقصد گفتگو پر روک نہیں بلکہ دلوں میں خوف بٹھانا تھا۔

ظلم کی نوعیت: علماء ومحدّثین کی مجالس میں خفیہ جاسوسوں کی تعیناتی اہلِ بیتؓ کے حامیوں اوران کے شاگردوں پر پابندیاں سیاسی گفتگو کو جرم بنا کر شہری آزادی سلب کرنا،خطبوں اور وعظ کی مسلسل نگرانی،شہرِ رسول ﷺ میں خوف کی فضا کا قائم ہونا یہ وہ اقدامات تھے جنہوں نے مدینہ طیبہ کی روحانی فضا تک کو اضطراب سے بھر دیا۔

ذی الحجہ 77ھ قیدخانوں میں اموات اور بے نام تدفین: سنہ 77ھ کے اختتامی ایّام میں حجاج کے قیدخانوں کی صورتحال تاریخ کے سب سے دردناک باب کے طور پر سامنے آئی۔ یہ قیدخانے نہ صرف سیاسی مخالفین سے بھرے تھے بلکہ عام عوام،خطبا،قرّاءاور دیندار افراد بھی ان کا شکار تھے ابنِ کثیر لکھتے ہیں: وَمَاتَ فِي سُجُونِ الْحَجَّاجِ خَلْقٌ كَثِيرٌ، وَقِيلَ: كَانُوا لَا يُعْرَفُونَ بِأَسْمَائِهِمْ، فَيُدْفَنُونَ بِغَيْرِ صَلَاةٍ (البدایہ والنہایہ، ج۹،ص۱۸،دارالفکر،بیروت،1407ھ)۔ترجمہ: حجاج کے قیدخانوں میں بے شمار لوگ مر گئے۔ان میں سے بہت سوں کے نام بھی معلوم نہ ہو پاتے،اورانہیں بغیر نمازِ جنازہ دفن کر دیا جاتا۔

علمی توضیح وتبصرہ: ''خَلْقٌ كَثِيرٌ'' س بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ایک عام اور وسیع المیعاد حادثہ تھا۔قیدیوں کا نام تک نہ جانا جانا اس ظلم کی انتہا ہے کہ انسان کو اس کی شناخت سے بھی محروم کر دیا گیا۔بغیر نمازِ جنازہ تدفین،مذہبی اور انسانی اصولوں کی شدید پامالی ہے۔یہ قیدخانے عام جرائم کے نہیں بلکہ سیاسی خوف کے مرکز بن چکے تھے۔

ظلم کی نوعیت: بھوک، پیاس اور زنجیروں سے موت،تشدد اور مسلسل محبسی ، بے نام اور بغیر نماز تدفین،قیدیوں کی شناخت چھین کر انسانیت کی توہین، سیاسی اور مذہبی مخالفین کو ''غیر اہم اور بے معرفت'' جسموں میں بدل دینا یہ مناظر اسلامی تاریخ کے مظلوم ترین صفحات میں شمار ہوتے ہیں۔

خلاصہ ونتائج: 1-رمضان 77ھ میں مدینہ میں حکومتی نگرانی نے علمی و دینی آزادی کو شدید متاثر کیا۔2-سیاسی گفتگو جرم قرار دی گئی اور علماء کے حلقے سخت نگرانی میں آ گئے۔ 3-اہلِ بیتؑ کے حامیوں اور اہلِ تقویٰ پر خوف کی فضا نافذ کی گئی۔ 4-ذی الحجہ 77ھ میں قید خانوں میں بے شمار اموات ہوئیں،جن میں کئی کی شناخت بھی باقی نہ رہی۔5-قیدیوں کو بغیر نمازِ جنازہ دفن کرنا ظلم کے اس دور کی شدید سفاکی پر دلالت کرتا ہے۔6-سنہ 77ھ کے واقعات نے امت کے علمی وروحانی مراکز کوفہ، بصرہ، مدینہ تینوں کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا۔7-یہ سال ثابت کرتا ہے کہ ظلم کا دائرہ جب علم ودین تک پہنچ جائے تو پوری امت اسے صدیوں تک یاد رکھتی ہے۔

خاتمہ: سنہ 77ھ صرف تاریخ کا ایک سال نہیں بلکہ ایک آئینہ ہے جس میں ظلم،خوف،صبر اور ایمان کے مناظر واضح دکھائی دیتے ہیں۔سیاست نے جب دین کے مراکز کو گھیر لیا تو اہلِ ایمان نے اپنے عزم،علم اور صبر سے وہ روشنی برقرار رکھی جو ظلم کی آندھیوں میں بھی نہ بجھی۔یہ واقعات ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ طاقت کا جب اندھا استعمال کیا جائے تو تاریخ ظالموں کے ہاتھوں نہیں بلکہ صبر کرنے والوں کے نام سے

محفوظ رہتی ہے۔

مصادر و مراجع: 1-محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ جلد 5، صفحہ 354 دار صادر، بیروت 1968ء۔ 2-ابنِ کثیر، البدایہ والنہایہ جلد 9، صفحہ 81 دار الفکر، بیروت 1407ھ۔ 3-دیگر تقابلی مصادرِ تاریخِ امویہ۔

محرم تا ربیع الاول 78ھ خلافتِ اموی کی سخت گرفت اور عراق میں شدید دباؤ

سن 78ھ ہجری کا ابتدائی زمانہ خلافتِ بنی امیہ کے سیاسی استحکام اور داخلی اضطراب دونوں پہلوؤں سے نہایت اہم ہے۔ عبد الملک بن مروان نے ایک طرف خلافت کو مضبوط کرنے کے لیے فیصلہ کن اقدامات کیے، تو دوسری طرف عراق، حجاز اور دیگر صوبوں میں سیاسی بے چینی، حکومتی عسرت اور عوامی اضطراب بڑھتا چلا گیا۔ خاص طور پر عراق کی فضا مکمل طور پر ''تیزی سے بڑھتی ہوئی سختی'' میں تبدیل ہو چکی تھی۔

محرم 78ھ عراق کی نگرانی حجاج بن یوسف کے سپرد: عبد الملک بن مروان نے اس ماہ حجاج بن یوسف ثقفی کو خط لکھ کر عراق کے معاملات کی مکمل نگرانی اُس کے سپرد کر دی۔ اس کے نتیجے میں حجاج کو غیر معمولی اختیارات مل گئے، جن کا مقصد عراق میں بغاوت کی ہر لہر کو ختم کرنا تھا۔ الإمام الطبری (وفات 310ھ) لکھتے ہیں: كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ يَتَتَبَّعَ كُلَّ مَنْ يُظَنُّ بِهِ الْخِلَافُ وَأَنْ يُقِيمَ

الْأَمْرَ عَلَى الشِّدَّةِ (تاریخ الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج7، ص88، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ **ترجمہ و تجزیہ:** ''عبد الملک نے حجاج کو حکم دیا کہ ہر اُس شخص کا پیچھا کرے جس پر بغاوت کا اندیشہ ہو، اور ریاستی نظم و نسق کو سختی سے نافذ کرے''۔ یہ حکم دراصل عبد الملک کے اُس سیاسی فلسفہ کی نمائندگی کرتا ہے جس میں استحکامِ خلافت کو ''شک کے ہر امکان کو بھی کچل دینے'' سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ اسی سے وہ مشہور جملہ منسوب ہے کہ: ''العراق قلب الخلافة، ومن ملک العراق ملک الشرق'' یعنی عراق خلافت کا دل ہے، اور جو اسے قابو کر لے وہ پورے مشرق کا مالک ہو جاتا ہے۔ محرم 78ھ میں یہی سوچ حجاج کے سخت طرزِ حکومت کی بنیاد بنی۔

صفر 78ھ عوام پر مالی دباؤ اور بڑھتے ہوئے محاصل: حجاج نے اپنی پالیسی کے آغاز میں ہی مالیاتی اصلاحات کے نام پر ٹیکس، محصول اور خراج میں اضافہ کیا۔ اگرچہ یہ بظاہر مالیاتی نظم کا اقدام تھا، مگر حکومتی جبر کے ماحول میں عوام پر اس کے اثرات شدید اور تکلیف دہ تھے۔ ابن کثیر (وفات 774ھ) لکھتے ہیں: وَزَادَ الْحَجَّاجُ فِي الْخَرَاجِ وَالْعُشُورِ حَتَّى شَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ (البدایہ والنہایہ، ج9، ص62، دار الفکر، بیروت، 1407ھ)۔ **ترجمہ و تجزیہ:** ''حجاج نے خراج اور محصول میں اضافہ کیا، یہاں تک کہ یہ عوام پر سخت بھاری پڑ گیا''۔ یہ اضافہ صرف انتظامی نہیں بلکہ سیاسی بھی تھا۔ حجاج کا خیال تھا کہ: ''معاشی گرفت مضبوط ہو تو سیاسی بغاوت کی ہمت دم توڑ دیتی ہے''۔ تاہم اس پالیسی نے عراق کی عمومی فضا کو خوف، اضطراب اور نفسیاتی

دباؤ میں مبتلا کر دیا۔

ربیع الاول 78ھ حجاز میں علمی احتجاج اور علما کا غیر مستقیم ردّعمل: جب عراق حجاج کی سختیوں میں جکڑا جا رہا تھا، اُس وقت حجاز کے علماء ابوعبداللہ، سعید بن مسیّبؒ، حسن بصریؒ، عطا بن ابی رباحؒ نے حکومت کی زیادتیوں پر براہِ راست سیاسی بیان نہیں دیا، لیکن علمی خطبات و مواعظ میں ظلم و عدل کے مضامین کو نمایاں کیا۔ یہ طرزِ احتجاج دراصل ''علمی بیداری'' کا پہلا مرحلہ تھا۔

تاریخی شواہد: 1-سعید بن مسیّبؒ نے ظلم کے اثرات پر بیانات دیے جن میں رسول اللہ ﷺ کے عدلِ مصطفوی کی سیرت بطورِ نمونہ پیش کی جاتی۔ 2-حسن بصریؒ کی مواعظ میں ''ولا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا'' جیسی آیات کے تحت حکومتی جبر پر اشارہ کیا جاتا۔ 3-عطاء بن ابی رباحؒ نے حجاج کی بعض پالیسیوں پر سوالات اٹھانے والے طلبہ کو صبر، حکمت اور توکل کی تعلیم دی۔ یہ بیداری آنے والی صدی میں ''نقدِ حکمتِ خلافت'' کی بنیاد بنی۔

سیاسی و سماجی اثرات: محرم تا ربیع الاول 78ھ کے واقعات نے تین بڑے اثرات مرتب کیے: **1-حکومتی کنٹرول میں اضافہ:** عراق میں خوف کی فضا گہری ہوگئی انتظامیہ، قاضی، عامل اور لشکری سب حجاج کے زیرِ حکم خوف میں کام کرنے لگے۔ **2-عوامی اضطراب:** خراج اور محصول میں اضافہ براہِ راست عام لوگوں کی زندگیوں کو متاثر کر رہا تھا، جس سے معاشی تنگی بڑھی۔ **3-علمی بیداری:** علماء نے ظلم کے مقابلے

میں صبر، حکمت، عدل اور شریعت کے اصول بیان کر کے عوامی ذہن سازی شروع کی؛ یہ مستقبل کے علمی وفکری تحرکات کا سبب بنا۔

خلاصہ ونتائج: 1-محرم 78ھ میں عبدالملک بن مروان نے حجاج کو عراق کا مکمل نگران مقرر کیا، جس سے ریاستی سختی میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ 2-صفر 78ھ میں مالیاتی دباؤ بڑھایا گیا، جس نے عوام کی زندگی کو سخت متاثر کیا۔ 3-ربیع الاول 78ھ میں حجاز کے علما نے ظلم اور حکومتی جبر پر علمی واخلاقی ردّعمل ظاہر کیا، جو ''علمی بیداری'' کا ابتدائی مظہر تھا۔ 4-اس سارے دور میں ''مظلوم طبقات'' قراء، علما، عوام مہنگے محاصل اور حکومتی گرفت سے دوچار رہے۔ 5-یہ واقعات بعد میں عراق کی بڑی بغاوتوں (جیسے ابن الاشعث کی تحریک) کا مقدمہ ثابت ہوئے۔

مصادر ومراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، ج7، ص88، دارالتراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنہایہ، ج9، ص62، دارالفکر، بیروت، 1407ھ۔ 3-ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، مختلف مقامات (تائیدی ماخذ)۔ 4-ابن اثیر، عزالدین، الکامل فی التاریخ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔ 5-ابن خلدون، عبدالرحمٰن، تاریخ ابن خلدون، دارالفکر، بیروت۔

ربیع الآخر تا جمادی الاخری 78ھ علمی بیداری اور فکری مزاحمت

سن 78ھ ہجری کے درمیانی مہینے ربیع الآخر سے جمادی الاخری تک اسلامی

دنیا خصوصاً حجاز اور عراق کے علمی مراکز میں ایک نمایاں ''علمی بیداری'' اور ''فکری مزاحمت'' کا زمانہ تھا۔ اس دور میں اگرچہ سیاسی سطح پر حجاج بن یوسف کی سختیاں جاری تھیں، مگر دوسری جانب تابعین کے علمی حلقوں، فقہی اجتماعات، اور حدیث کی ابتدائی تدوین میں غیر معمولی روحانی و فکری نشاط پیدا ہونے لگا۔

ربیع الآخر 78ھ علمی حلقوں کا پھیلاؤ اور دینی شعور کی بیداری: اس مہینے میں مکہ، مدینہ، بصرہ اور کوفہ کے علمی مراکز میں تفسیر، فقہ اور حدیث کے حلقے وسعت پکڑنے لگے۔ امام شعبیؒ، امام حسن بصریؒ، امام ابن سیرینؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ اور دیگر ائمہ تابعین اپنے اپنے شہروں میں علمی روشنی پھیلا رہے تھے۔ ابن سعد (وفات 230ھ) لکھتے ہیں: كَانَ الْعُلَمَاءُ بِالْبَصْرَةِ وَالْكُوفَةِ يُفَسِّرُونَ الدِّينَ لِلنَّاسِ، وَيَنْصَحُونَ لِلْأُمَرَاءِ فَيُؤْذَوْنَ عَلَى ذَلِكَ (الطبقات الکبریٰ، ج6، ص235، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ)۔ ترجمہ و تجزیہ: ''بصرہ اور کوفہ کے علما لوگوں کے لیے دین کی تفہیم کرتے اور حکمرانوں کو نصیحت کرتے، جس پر انھیں اذیتیں دی جاتیں''۔ یہ عبارت اس حقیقت کی شدت کو ظاہر کرتی ہے کہ تبلیغِ دین اور امر بالمعروف بھی اس زمانے میں سیاسی مزاحمت سمجھا جاتا تھا۔ حکمرانوں کی سختی کے باوجود علما نے علمی بیان اور اخلاقی اصلاح کا سلسلہ نہ صرف جاری رکھا، بلکہ اس میں کہیں نہ کہیں حجاج کے ظلم و جبر کا غیر مستقیم ردِّ عمل بھی شامل تھا۔

جمادی الاولیٰ 78ھ حدیث کی ابتدائی تدوین اور علمی ضبط کا آغاز: اس دور

میں امام عطاءؒ کے مکہ مکرمہ میں قائم حلقے کو خصوصیت حاصل تھی، جہاں حدیث کی روایت، ضبط، حفظ اور معیارِ صحت پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ اسی دور کو مؤرخین ''تدوینِ حدیث کے اولین عملی مراحل'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ مکہ میں امام عطاءؒ، مدینہ میں سعید بن مسیّبؒ، اور بصرہ میں حسن بصریؒ نے جس حکمت کے ساتھ سنت کی حفاظت کی، وہ آئندہ صدیوں میں اسلامی علوم کی بنیاد بن گئی۔ لیکن حکومتی نگرانی سخت تھی۔ ہر بڑا اجتماع حجاج کے شک میں اضافہ کرتا، اور ہر علمی حلقے کو سیاسی خطرہ سمجھا جاتا تھا۔

جمادی الاخری 78ھ حجاج کی علمی مجالس پر پابندی: اسی عرصے میں حجاج نے بعض شہروں، خاص طور پر عراق اور اطراف کے علاقوں میں علمی حلقوں اور درسگاہوں پر پابندی لگادی؛ کیونکہ اُس کے نزدیک یہ حلقے سیاسی اختلاف اور بغاوت کے مراکز تھے۔ ابن الأثیر (وفات 630ھ) اس سیاسی بدگمانی کو یوں نقل کرتے ہیں: **ظَنَّ الْحَجَّاجُ أَنَّ مَجَالِسَ الْعِلْمِ مَجَالِسُ خِلَافٍ، فَنَهَى عَنْهَا فِي بَعْضِ الْأَمْصَارِ** (الکامل فی التاریخ، ج4، ص327، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1412ھ)۔ ترجمہ و تجزیہ: ''حجاج نے گمان کیا کہ علمی مجالس دراصل بغاوت کی نشستیں ہیں، لہٰذا اس نے بعض شہروں میں ان پر پابندی لگا دی''۔ یہ جملہ ایک مکمل سیاسی ذہنیت کی نمائندگی کرتا ہے، جس میں علمی گفتگو، سیاسی بغاوت، قرآن و حدیث کی تعلیم، حکمرانوں پر تنقید، علمی بیداری، ممکنہ سیاسی خطرہ، نتیجتاً علمی آزادی محدود ہوئی، اور علما کو خفیہ طور پر تعلیم دینے کی مجبوریاں پیدا ہوئیں۔

علمی بیداری کا اثر فکری مزاحمت کی بنیاد: اسی عہد کی علمی بیداری نے چار

بڑے اثرات مرتب کیے: **1-حدیث کی تدوین کی باضابطہ بنیاد:** امام عطاءؒ، ابن سیرینؒ اور حسن بصریؒ کے حلقے عملی تدوین کی طرف پہلا قدم تھے۔ **2-علمی حلقوں کا اخلاقی اثر:** علماء حکومت کی زیادتیوں پر براہِ راست بات نہیں کر سکتے تھے، مگر قرآن وحدیث کے ذریعے عدل، صبر، حق اور شریعت کے اصول عام کرتے، جو بعد میں ایک فکری مزاحمت میں بدل گئے۔ **3-فکری خودمختاری:** علماء نے حکومتی دباؤ کے باوجود علمی میراث کی حفاظت جاری رکھی، جو بعد میں عباسی دور کے بڑے علمی نشوونما کا پیش خیمہ بنا۔ **4-مظلوم شخصیات کی فہرست میں اضافہ:** اس دور میں کئی تابعین کو اذیتیں، قید، نگرانی اور پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا؛ جو ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کا ایک اہم باب ہے۔

خلاصہ ونتائج: 1-ربیع الآخر تا جمادی الاخرہ 78ھ علمی بیداری اور روحانی احیا کا دور تھا۔ 2-علمائے تابعین نے تفسیر، حدیث اور فقہ کے حلقوں کو وسعت دی، اگرچہ انہیں اذیتوں اور حکومتی نگرانی کا سامنا تھا۔ 3-حدیث کی ابتدائی تدوین کے نقوش اسی دور میں ابھرنے لگے، خصوصاً مکہ اور بصرہ میں۔ 4-حجاج نے علمی حلقوں کو سیاسی بغاوت کا ذریعہ سمجھ کر بعض شہروں میں ان پر پابندی لگادی۔ 5-اس دور میں علمی بیداری دراصل فکری مزاحمت تھی، جس نے ظلم کے مقابلے میں صبر، حکمت اور علمی استقامت کی راہیں پیدا کیں۔ 6-''اسلام کی مظلوم شخصیات'' میں شامل تابعین کا یہ طبقہ سیاسی جبر کے ساتھ ساتھ علمی پابندیوں کا بھی شکار ہوا۔

مصادر ومراجع: 1-ابن سعد، محمد بن سعد الطبقات الکبریٰ، ج6، ص235،

دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ۔ 2-ابن الأثیر، عزالدین الکامل فی التاریخ، ج4، ص327، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1412ھ۔ 3-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر البدایہ والنہایہ، ج9، متعدد مقامات، دارالفکر، بیروت، 1407ھ۔4-الشہرستانی، الملل والنحل (علمی فکری تحریکات کے پس منظر کی تائید)۔5-طبری، محمد بن جریر تاریخ الرسل والملوک، دارالتراث، بیروت، 1387ھ

رجب تا رمضان 78ھ: عوامی اضطراب اور مظلومیت کی گونج

سنہ 78ھ عراق کی سیاسی و سماجی تاریخ کا نہایت حساس دور ہے۔ اس زمانے میں خصوصاً کوفہ اور بصرہ میں محاصل کی زیادتی، گورنری کے سخت اقدامات اور عوامی بے چینی اپنے عروج پر تھی۔ رجب سے رمضان تک کے واقعات میں عوامی اضطراب، حکومتی جبر اور اہلِ علم کی فکری مزاحمت نمایاں طور پر سامنے آتی ہے۔

رجب 78ھ محاصل کی زیادتی کے خلاف خفیہ احتجاجات: رجب 78ھ میں کوفہ کے عوام پر محاصل کی سنگینی اس حد تک بڑھ گئی کہ لوگوں نے خفیہ طور پر عدل کے مطالبات اٹھانا شروع کیے۔ اس واقعے کی صراحت بلاذری نے کی ہے۔ قَامَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ يَطْلُبُونَ الْعَدْلَ، فَقُتِلُوا بِأَمْرِ الْحَجَّاجِ (البلاذری، أنساب الأشراف، ج5، ص321، دارالفکر، بیروت، 1417ھ)۔ ترجمہ: ''کوفہ کے چند لوگوں نے عدل کا مطالبہ کیا، تو حجاج کے حکم سے قتل کر دیے گئے''۔

توضیح وتجزیہ: یہ واقعہ اس دور کے جبر واستبداد کی شدید ترین مثال ہے۔عوامی احتجاج چونکہ عدل کے مطالبے پر مبنی تھا،اس لیے حجاج کے نزدیک یہ سیاسی بغاوت شمار ہوا۔اسی ماہ کے بعد عراق بھر میں خوف، بے چینی اور غصے کی ایک لہر پیدا ہوئی، جس کے اثرات کئی سال تک باقی رہے۔

رمضان 78ھ اہلِ علم کی زبان سے ظلم کے خلاف فکری صدائیں: رمضان کے مقدس مہینے میں علمی مجالس، وعظ ونصیحت اور دینی اجتماعات کی کثرت کے باعث اہلِ علم کی باتیں تیزی سے عام ہوتی تھیں۔اس مہینے میں ظلم،عدل اور حکومتی ذمہ داری پر کئی واضح تنبیہات سامنے آئیں۔سب سے مؤثر آواز حضرت حسن بصریؒ کی تھی۔

قَالَ الْحَسَنُ: وَاللَّهِ إِنَّ الظُّلْمَ يَهْدِمُ الدُّوَلَ وَإِنْ طَالَ أَمَدُهَا (ابن الجوزی،صفۃ الصفوۃ، ج3،ص49، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1412ھ)۔ترجمہ: حسن بصریؒ فرمایا کرتے: اللہ کی قسم! ظلم حکومتوں کو ڈھا دیتا ہے، چاہے وہ کتنی ہی دیر تک قائم رہیں"۔

توضیح وتجزیہ: یہ ایک فکری اعلانِ بغاوت تھا، جو عوام کے دلوں میں ہمت اور شعور پیدا کر رہا تھا۔حکومتی کارندے ان مجالس کی سخت نگرانی کرتے تھے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلِ علم کی باتیں حکمرانوں کو پریشان کر رہی تھیں۔عوام میں ظلم اور جبر کے خلاف ایک فکری حرکت پیدا ہو رہی تھی، جو بعد کے بڑے سیاسی وسماجی تغیرات کا پیش خیمہ بنی۔

مجموعی جائزہ (رجب تا رمضان 78ھ) رجب سے رمضان 78ھ تک کے

حالات کا مجموعی تجزیہ درج ذیل نکات میں سامنے آتا ہے: 1-عوام پر محاصل کی زیادتی اور ظلم اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ 2-عدل کے مطالبے پر لوگوں کو قتل کیا جانا حکومتی سخت گیری کا بدترین نمونہ ہے۔ 3-رمضان میں اہلِ علم کی زبان سے ظلم کے خلاف آوازیں بلند ہونا فکری مزاحمت کی بنیاد تھا۔ 4-حضرت حسن بصریؒ کے خطبات میں اس دور کے جبر کے خلاف انتہائی واضح تنبیہات موجود تھیں۔ 5-ان واقعات نے آئندہ برسوں میں پیدا ہونے والی سیاسی تحریکوں کے لیے زمین ہموار کی۔ خاتمہ رجب تا رمضان 78ھ ظلم، جبر اور عوامی بے چینی کی وہ داستان ہے جس نے عراق کے سیاسی نقشے پر گہرے اثرات چھوڑے۔ ایک طرف عدل کے مطالبے پر مظلوموں کا خون بہایا گیا، اور دوسری طرف اہلِ علم نے اپنے خطبات کے ذریعے ظلم کے خلاف فکری انقلاب کی بنیاد رکھی۔ یہ دور اسلام کی مظلوم شخصیات کے تاریخی تسلسل میں نہایت اہم مقام رکھتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1-البلاذری، انساب الأشراف، جلد 5، صفحہ 321، دار الفکر، بیروت، 1417ھ۔ 2-ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، جلد 3، صفحہ 49، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1412ھ۔ 3-الطبری، تاریخ الامم والملوک، متعدد مقامات، دار التراث، بیروت۔ 4-ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

شوال تا ذی الحجہ 78ھ: اہلِ علم کی آزمائش اور سیاسی گرفت

اسلامی سنہ 78ھ بنو اُمیہ کے سیاسی جبر، انتظامی سختی اور فکری گھٹن کے لحاظ

سے نہایت اہم سال ہے۔ خصوصاً شوال سے ذی الحجہ تک کے مہینے اہلِ علم، قراء، فقہاء اور عوام کے لئے آزمائش اور ابتلاء کے مہینے بن گئے۔ ایک طرف علمی بیداری اور فقہی تحریکوں کا عروج تھا، دوسری طرف حجاج بن یوسف کی آہنی گرفت ریاستی پالیسی کے طور پر نافذ تھی، جس کا اثر حجاز، عراق اور جزیرہ کے شہروں تک پھیلا ہوا تھا۔ یہی وہ ماحول ہے جس میں تابعین کے علمی حلقوں نے ظلم کے خلاف فکری مزاحمت پیدا کی

شوال 78ھ اہلِ علم کی نگرانی اور دباؤ: شوال کے آغاز میں مکہ مکرمہ میں قراء اور وعاظ پر خاص نظر رکھنے کے احکامات جاری کیے گئے۔ بنو اُمیہ کی حکومت، بالخصوص حجاج بن یوسف، کسی بھی سیاسی گفتگو کو ''بغاوت'' کے مترادف سمجھتا تھا۔ خلیفہ بن خیاط اس دور کے حالات بیان کرتے ہیں: **حَبَسَ الْحَجَّاجُ قَوْمًا مِنَ الْعُلَمَاءِ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَذْكُرُونَ فِي خُطَبِهِمُ الظُّلْمَ وَالْعَدْلَ** (خلیفہ بن خیاط، تاریخ، ج2، ص281، مکتبہ الخانجی، قاہرہ، 1415ھ)۔ ترجمہ: ''حجاج نے کچھ علما کو قید کر دیا کیونکہ وہ اپنے خطبات میں ظلم اور عدل کا تذکرہ کرتے تھے''۔ **تشریح:** یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ ظلم کے ذکر کو بھی جرم سمجھا گیا، اور خطبہ جیسے مذہبی منبر پر عدل کی تعلیم بھی ریاست کی نظر میں سیاسی خطرہ قرار پائی۔

ذی القعدہ 78ھ بصرہ و کوفہ میں گرفت اور فکری گھٹن: ذی القعدہ میں بصرہ کے چند خطباء اور وعاظ کو ''فتنہ انگیز'' کہہ کر گرفتار کیا گیا۔ اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان کی مرکزی پالیسی یہی تھی کہ ہر شہر میں سیاسی شعور رکھنے والی علمی شخصیات کو محدود رکھا جائے۔ مؤرخین کے مطابق: بصرہ میں وعظ کے حلقے بند کئے گئے۔ چند تابعین کو

سفر سے روکا گیا۔خراج اور محاصل میں اضافہ کر کے عوامی بے چینی مزید بڑھائی گئی۔

فقہی مراکز کا محاصرہ: اس عرصے میں حسن بصریؒ کا حلقہ درس بصرہ میں اور سعید بن مسیّبؒ کا مدرسہ مدینہ میں ریاستی نگرانی کے خصوصی دائرے میں آ گیا تھا۔کیونکہ ان کی زبان میں مظلوم کا دفاع، اور عدل کی دعوت تھی، جو اموی طرزِ حکومت کے خلاف ''خاموش احتجاج'' کا رنگ رکھتی تھی۔

ذی الحجہ 78ھ حج کا اجتماع اور سیاسی خوف: ذی الحجہ میں جب لاکھوں مسلمان مکہ میں جمع ہوئے، تو فضا روحانیت سے زیادہ خوف کے اثرات لیے ہوئے تھی۔حجاج نے حاجیوں پر بھی گشت کرنے والے سپاہی مقرر کیے، تاکہ کوئی شخص منیٰ یا عرفات میں ایسی گفتگو نہ کرے جسے ''سیاسی'' سمجھا جائے الطبری بیان کرتے ہیں کہ حجاج حج کے بڑے اجتماعات میں سخت نگرانی کا نظام قائم کر دیتا تھا تاکہ ''فتنہ'' نہ پھیلے (تاریخ الطبری، ج 7، ص 103، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔**تشریح:** حج جیسی عبادت کو بھی سیاسی خوف سے آلودہ کر دیا گیا۔منیٰ اور عرفات کے خطباء پر پابندی لگائی گئی۔کسی وعظ میں حکمرانوں کے ظلم کا ذکر ہو تو فوراً نوٹس لیا جاتا تھا۔یہ صورت حال اہلِ علم کے لیے سخت ترین آزمائش تھی۔

تابعین کی علمی و فکری مزاحمت: اگرچہ سیاسی جبر شدید تھا، مگر اسی سال بعض بڑے تابعین نے علمی بیداری کا عظیم کردار ادا کیا: حسن بصریؒ ان کا درس ظلم کے خلاف زبانِ حق تھا۔وہ فرماتے تھے: اَلظَّالِمُ يَوْمًا يُعَاقَبُ وَإِنْ طَالَتْ أَيَّامُهُ ''ظالم ایک

دن پکڑا جائے گا اگر چہ اس کی مہلت طویل ہو جائے''۔ سعید بن مسیّبؒ مدینہ میں ان کی فقہی مجالس نے ایک نسل تیار کی جو عدل وصدق کی تعلیم کو آگے بڑھاتی رہی۔ عطاء بن ابی رباحؒ مکہ معظّمہ میں وہ حاجیوں اور زائرین کے مسائل حل کرتے، مگر سیاسی سوالات سے گریز کر کے حکمت اور صبر کی راہ اختیار کرتے تھے۔ یہی وہ جماعت تھی جس نے علمی احیا کا چراغ روشن رکھا۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 78ھ میں علمی بیداری نمایاں تھی اور تابعین کے حلقے مضبوط ہو رہے تھے۔ 2-ریاستی پالیسی مکمل طور پر سیاسی جبر اور اظہارِ رائے کی پابندی پر مبنی تھی۔ 3-علمی وفکری مجالس کو ''بغاوت کے مراکز'' قرار دے کر محدود کر دیا گیا۔ 4-خراج اور محاصل کی شدت نے عوامی اضطراب اور غربت میں اضافہ کیا۔ 5-حسن بصریؒ، سعید بن مسیّبؒ اور عطاءؒ نے ظلم کے خلاف علمی مزاحمت کا موثر کردار ادا کیا۔ 6-اس پورے سال کا نقشہ ''علم وعدالت'' اور ''ظلم وسیاست'' کا دو متوازی منظر پیش کرتا ہے۔

خاتمہ: اسلامی سنہ 78ھ بنو اُمیہ کے دور کا وہ تاریخی موڑ ہے جہاں علم کی روشنی اور ظلم کی تاریکی آمنے سامنے تھیں۔ ریاست نے ہر ممکن کوشش کی کہ فکری آزادی محدود رہے، مگر اہلِ علم کے عزم وصبر نے اس گھٹن میں بھی ایسے چراغ روشن کیے جن کی لو آج تک اسلامی تاریخ کے صفحات میں دکھائی دیتی ہے۔ یہ سال اس حقیقت کو ثابت کرتا ہے کہ: ظلم جب بڑھتا ہے تو علم کی روشنی مزید نمایاں ہو جاتی ہے۔ اور یہی وہ موضوع ہے جو اسلام کی مظلوم شخصیات کی روح اور مقصد کی بہترین تعبیر ہے۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ خلیفہ بن خیاط خلیفہ بن خیاط، ج 2، ص 281، مکتبہ الخانجی، قاہرہ، 1415ھ۔ 2-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 7، ص 103، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3-حسن بصری کے آثار ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ج 3، ص 112، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1992ء۔ 4-طبقات ابن سعد محمد بن سعد، ج 5، ص 215، دار صادر، بیروت، 1990ء۔ 5-البدایہ والنہایہ ابن کثیر، ج 9، ص 20، دار الہجر، ریاض، 1998ء۔

اسلامی سنہ 79ھ: سیاسی مرکزیت کا جبر اور مظلوم طبقات کی فریاد

اسلامی سنہ 79ھ اموی خلافت کے سیاسی استحکام اور اخلاقی انحطاط کا دوہرا منظر نامہ پیش کرتا ہے۔ یک طرفہ مرکزیت، غیر مقید حکمرانی، اور صوبائی والیوں کے بے مہار اختیارات نے اس سال کو اسلامی تاریخ میں ظلم، جبر اور عوامی دباؤ کے عہد کی نمایاں مثال بنا دیا۔ اس سال عبد الملک بن مروان نے عملاً پورے مشرقی اسلامی خطوں پر اپنی مرکزیت کو فیصلہ کن طور پر مسلط کر دیا، اور اس سیاسی مرکزیت کی سب سے بڑی علامت عراق میں حجاج بن یوسف کی مطلق العنانی تھی۔

محرم 79ھ عبد الملک کی سیاسی مرکزیت کی تکمیل: محرم 79ھ میں وہ مرحلہ مکمل ہوا جس کی بنیادیں عبد الملک نے پچھلے کئی برسوں سے رکھی تھیں۔ شام اس کا مرکز تھا، مصر مکمل کنٹرول میں آ چکا تھا، حجاز میں سیاسی مزاحمت دم توڑ چکی تھی، اور عراق

میں بغاوتوں کو کچل کر حجاج بن یوسف کو مطلق العنان حاکم بنا دیا گیا تھا۔امام طبری کی شہادت:طبری نے اس سال کی فضایوں بیان کی: فَاسْتَقَرَّ لِعَبْدِ الْمَلِكِ أَمْرُ الشَّامِ وَمِصْرَ وَالْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ، وَأَمْضَى الْأَمْرَ فِي يَدِ الْحَجَّاجِ (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5،ص607،دارالتراث، بیروت، 1967ء)۔ترجمہ:''عبدالملک کے لیے شام، مصر، حجاز اور عراق کے معاملات پوری طرح مستقر ہو گئے، اور اس نے تمام اختیارات حجاج کے ہاتھ میں دے دیے''۔یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ عبدالملک نے نہ صرف سیاسی مرکزیت حاصل کی بلکہ اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کے لیے سخت گیر حکمران مقرر کیے۔ابن الاثیر کی گواہی: ابن الاثیر لکھتے ہیں: وَتَمَّتْ لِعَبْدِ الْمَلِكِ الْخِلَافَةُ، وَقَوِيَ سُلْطَانُهُ، وَاشْتَدَّ بَطْشُ عُمَّالِهِ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج4،ص204، دارصادر، بیروت، 1965ء)۔ترجمہ:''عبدالملک کی خلافت پوری طرح قائم ہوگئی، اس کی سلطنت مضبوط ہوئی، اور اس کے عاملوں کا جبر انتہائی سخت ہوگیا''۔ یہ تصریح مرکزیت کے ساتھ آنے والی ظلم کی لہر کو واضح کرتی ہے۔

تجزیاتی توضیح: سنہ 79ھ میں اموی حکومت ''سیاسی استحکام'' کے عنوان سے دراصل عرب وعجم کے وسیع علاقوں کو سخت ہاتھوں سے کنٹرول کر رہی تھی۔مرکزی حکومت کو سیاسی امن چاہیے تھا، لیکن عوام کو عدل، رحم اور تحفظ چاہیے تھا۔یہی وہ تضاد ہے جس نے اس دور کو اسلامی تاریخ کے مظلوم ترین عہد میں تبدیل کر دیا۔حجاج کی مطلق العنانی مرکزیت کا تاریک چہرہ عبدالملک نے عراق جیسے حساس خطے کو مکمل طور پر حجاج کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ: شہری آزادی محدود ہوگئی، وعظ ونصیحت کو

''سیاسی خطابت'' قرار دے کر روکا گیا، عام لوگوں پر محاصل بڑھائے گئے، مخالفین کو بغاوت کے الزام میں قتل و قید کیا گیا مرکزیت نے حکومت کو مضبوط تو کیا، مگر اخلاقی زوال کی بنیاد بھی اسی سال پڑی۔

خلاصہ و نتائج: 1-سنہ 79ھ میں اموی حکومت نے پورے عالم اسلام پر اپنی سیاسی مرکزیت قائم کر لی۔ 2-اس مرکزیت کا سب سے نمایاں چہرہ عراق میں حجاج بن یوسف کی سخت گیر حکمرانی تھی۔ 3-عبد الملک نے مضبوطی کے لیے عدل نہیں، بلکہ عسکری دباؤ اور بے رحم انتظامی گرفت کو ذریعہ بنایا۔ 4-علمی و روحانی طبقات اس سال شدید دباؤ میں رہے، کیونکہ وعظ و ارشاد کو سیاسی خطرہ سمجھا جا رہا تھا۔ 5-اس سال سیاسی استحکام تو حاصل ہوا، مگر عدل و شفافیت کی جگہ جبر اور خوف نے لے لی۔ 6-اس دور کے مظلوم طبقات اموی مرکزیت کے ظلم کا سب سے بڑا بوجھ تھے، جن کی فریاد تاریخ میں آج تک محفوظ ہے۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 607، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2-ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 204، دار صادر، بیروت، 1965ء۔

ربیع الاول تا جمادی الاولی 79ھ حجاج بن یوسف کے مظالم کا تسلسل

اسلامی سنہ 79ھ کا زمانہ اُمتِ مسلمہ کی سیاسی تاریخ کا وہ سیاہ باب ہے جس

میں ظلم واستبداد نے باضابطہ ایک حکومتی پالیسی کی شکل اختیار کر لی تھی۔عبدالملک بن مروان کی مرکزی طاقت جب پوری طرح مستحکم ہوگئی اور عراق میں عبدالرحمٰن بن الأشعث کی بغاوت کا خاتمہ ہوا،تو اس کے بعد عراق اور اس کے اطراف میں حجاج بن یوسف کا ظلم اپنے عروج پر پہنچ گیا۔یہی وہ مہینے ہیں جن میں علمی طبقات،قراء،تابعین اور عام مسلمانوں نے ایسی سختیوں کا سامنا کیا جو تاریخِ اسلام میں مثالی بن گئیں۔

حجاج بن یوسف کے مظالم کا تسلسل: (ربیع الاول تا جمادی الاولی 79ھ)

ربیع الاول سے جمادی الاولی تک کے مہینوں میں عراق خصوصاً بصرہ وکوفہ کے حالات مسلسل دگرگوں رہے۔عبدالرحمٰن بن الأشعث کی تحریکِ مزاحمت کے دب جانے کے بعد حجاج بن یوسف نے نہ صرف سیاسی مخالفین کو کچلنے کا سلسلہ جاری رکھا، بلکہ اُس کے ظلم کا نشانہ علماء،قراء اور نیک پارسا طبقات بھی بنے۔اس دور کے قید خانوں میں ہزاروں مسلمان بند کیے گئے،جن میں اکثر کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ حجاج کے ظلم پر خاموش رہنے کے لیے تیار نہیں تھے۔تاریخ کی معتبر کتب میں ان مظالم کی واضح اور مفصل تصویریں موجود ہیں۔ابن کثیر نے اس دور میں حجاج کے طرزِ حکومت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:قال ابن کثیر: وَكَانَ الْحَجَّاجُ يَقْتُلُ النَّاسَ بِالظَّنِّ وَالتُّهَمَةِ، وَيَسْجُنُ بِالرِّيبَةِ، وَيُعَذِّبُ بِالسَّيْفِ وَالسِّيَاطِ (البدایۃ والنہایۃ،ابن کثیر،ج9،ص53،دارالفکر،بیروت،1985ء)۔ترجمہ:''حجاج لوگوں کو گمان اور تہمت پر قتل کرتا،شک کی بنیاد پر قید کرتا،اور تلوار وکوڑوں سے عذاب دیتا تھا''۔

تحقیقی توضیح: اس عہد میں جبر کا یہ سلسلہ محض سیاسی مخالفین تک محدود نہ تھا، بلکہ دینی و علمی طبقات بھی اس ظلم کے اصل ہدف تھے۔ قرآن پڑھانے والے، حدیث کے طلبہ، دین کی بات کہنے والے خطباء اور تقویٰ و زہد کے حامل تابعین سب اس کے قہر کا نشانہ بنے۔ بصرہ میں علماء کو قید کیا گیا، کوفہ میں قراء کو شک کی بنیاد پر قتل کیا گیا، وُعّاظ اور خطباء کو ''فتنہ انگیزی'' کے الزام میں کوڑوں سے سزا دی گئی، ہزاروں بے گناہ صرف اس وجہ سے گرفتار کیے گئے کہ وہ بنواُمیہ کے جبر کے سامنے سر جھکانے کے لیے تیار نہ تھے۔ ابن الأثیر، طبری، ابن سعد اور ابن کثیر جیسے مؤرخین نے اس دور کو اموی نظامِ حکومت میں ''ظلمِ محض'' کے عنوان سے یاد کیا ہے۔ یہ واقعات اس حقیقت کو ثابت کرتے ہیں کہ 79ھ میں حجاج کی حکمرانی ایک شخصی آمریت بن چکی تھی جس میں عدالت، دیانت اور رعایا کے حقوق کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی تھی۔

خلاصہ و نتائج: 1- ربیع الاول تا جمادی الاولی 79ھ میں عراق مکمل طور پر حجاج کے iron discipline کنٹرول کے تحت آ گیا۔ 2- اس عرصے میں علمی و دینی شخصیات پر بیحد سخت جبر کیا گیا، حتیٰ کہ قراء و محدثین بھی محفوظ نہ رہے۔ 3- حجاج کے ظلم کا بنیادی ہدف وہ طبقات تھے جو حکومتِ وقت کے خلاف دینی بنیادوں پر تنقید کرتے تھے۔ 4- قتل، قید، کوڑے اور نفسیاتی جبر یہ سب ریاستی پالیسی کا حصہ بنا دیے گئے۔ 5- یہ مہینے ''ظلمِ اموی'' کے تاریخی عنوان کی سب سے روشن مثال ہیں جنہوں نے بعد کے ادوار میں فقہی و علمی حلقوں میں گہرا اثر چھوڑا۔ 6- یہی دور اسلامی تاریخ

کی اُن مظلوم شخصیات کا عہد ہے جنہوں نے جبر کے سامنے سر جھکانے کے بجائے علم و دین کی عزت قائم رکھی۔

مصادر و مراجع: 1-ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج 9، ص 53، دار الفکر، بیروت، 1985ء۔ 2-الطبری، تاریخ الأمم والملوک، دار التراث، بیروت، 1967ء۔3-ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، دار صادر، بیروت، 1965ء۔ 4-ابن سعد، الطبقات الکبری، متعدد مقامات۔

جمادی الاخرہ 79ھ مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کے وفاداروں پر انتقامی کارروائیاں

اسلامی سنہ 79ھ اموی اقتدار کے اُس دور کی علامت ہے جس میں سیاسی مرکزیت کے نام پر ظلم، جبر اور انتقامی کارروائیاں شدت اختیار کر چکی تھیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کو اگرچہ چھ سال گزر چکے تھے، مگر ان کے ماننے والوں کے خلاف تعاقب اور انتقام کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔ مکہ، مدینہ، طائف اور حجاز کے دیگر مقامات میں ان کے وفادار اہلِ حرم اور اصحاب کو نہ صرف تلاش کر کے قتل کیا گیا بلکہ بعض کو سولی (صلیب) پر بھی لٹکایا گیا۔ اموی نظام کے اس مرحلے میں سیاسی مخالفین کے ساتھ مذہبی تقدس رکھنے والوں پر بھی ظلم و ستم روا رکھا گیا، جو اسلامی تاریخ کے مظلوم ترین ابواب میں شمار ہوتا ہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت 73ھ میں ہو چکی تھی، مگر ان کی

قائم کردہ خلافت کے اثرات حجاز میں باقی تھے۔ان کے رفقاء، اہلِ بیت اور وفادار صحابہ و تابعین مکہ و طائف میں موجود تھے، جنہیں اموی حکومت ہمیشہ ایک'' ممکنہ خطرہ'' سمجھتی رہی۔79ھ میں جب عبدالملک بن مروان کی سیاسی گرفت مضبوط ہوگئی، حجاج بن یوسف کو مکہ اور طائف میں مکمل اختیار دے دیا گیا کہ وہ تمام ''زبیرین'' (یعنی ابن زبیرؓ کے وفاداروں) کو ختم کردے۔یہی وہ ماحول تھا جس میں اہلِ حرم کے مقدس شہر میں قتل، سولی اور عبرتناک سزاؤں کا سلسلہ شروع ہوا۔

(1) البلاذری کی روایت: البلاذری نے لکھا: وَتَتَبَّعَ الْحَجَّاجُ أَصْحَابَ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَتَلَهُمْ بِالطَّائِفِ وَمَكَّةَ وَصَلَبَ بَعْضَهُمْ (البلاذری، أنساب الأشراف، ج5، ص324، دار الفکر، بیروت، 1996ء)۔ترجمہ: ''حجاج نے ابن زبیرؓ کے ساتھیوں کا پیچھا کیا، انہیں طائف اور مکہ میں قتل کیا، اور بعض کو سولی پر لٹکا دیا''۔**تشریح و تجزیہ:** یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ ظلم کا دائرہ صرف سیاسی مخالفین تک نہیں تھا بلکہ اہلِ حرم اور مقدس مقامات میں رہنے والے افراد بھی اس سے محفوظ نہ رہے۔حجاج کا یہ عمل نہ صرف سیاسی انتقام تھا بلکہ حرم مکی کی حرمت کو پامال کرنے کا عمل بھی قرار پاتا ہے۔(2) ابن الاثیر کی تفصیل ابن الاثیر لکھتے ہیں: وَلَمْ يَزَلِ الْحَجَّاجُ يَقْتُلُ وَيَصْلِبُ أَصْحَابَ ابْنِ الزُّبَيْرِ بَعْدَ مَقْتَلِهِ سِنِينَ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج4، ص205، دار صادر، بیروت، 1965ء)۔ترجمہ: ''ابن زبیرؓ کے قتل کے بعد کئی برس تک حجاج ان کے ساتھیوں کو قتل اور سولی پر چڑھاتا رہا''۔

تشریح وتجزیہ: یہ روایت سنہ 79ھ کی اصل حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ یہ کوئی وقتی یا محدود کارروائی نہ تھی، بلکہ سالہا سال پر مشتمل ایک منظّم مہم تھی۔ اموی اقتدار اس کے ذریعے خوف اور خاموشی کو پورے حجاز میں نافذ کرنا چاہتا تھا۔

واقعہ کا جامع تجزیہ (79ھ) عبداللہ بن زبیرؓ اسلامی تاریخ کی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے مکہ معظّمہ میں ''خلافتِ شرعیہ'' کے قیام کا اعلان کیا اور بارہ سال تک ظلم کے مقابلے میں مزاحمت جاری رکھی۔ 79ھ میں ان کے ساتھیوں اور وفادار اہلِ حرم کو نشانہ بنانا دراصل بنو امیہ کی دیرینہ سیاسی نفرت کا تسلسل تھا۔ یہ ظلم صرف سیاسی نہیں، مذہبی حرمت پر حملہ بھی تھا؛ کیونکہ اہلِ مکہ، اہلِ حرم اور اہلِ بیتِ زبیر کو حرم کے تقدس کے باوجود قتل کیا گیا۔ بعض شخصیات کو مکہ اور طائف میں صلیب پر لٹکایا گیا، جو اسلامی تاریخ میں انتہائی غیر معمولی اور سنگین سولی کی سزاؤں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ تمام واقعات ''ظلمِ اموی'' کی اس شدت کو ظاہر کرتے ہیں جس نے بعد کے مؤرخین کو اس دور کے خلاف نفرت پر مجبور کیا۔

خلاصہ ونتائج: 1- سنہ 79ھ میں اموی سیاست کا بنیادی ہدف ابن زبیرؓ کے اثرات کو مکمل مٹانا تھا۔ 2- مکہ اور طائف میں اہلِ حرم پر ہونے والا ظلم سیاسی کے ساتھ مذہبی انتقام بھی تھا۔ 3- تاریخی منابع اس سال بڑی تعداد میں قتل، تعاقب اور سولی کی واضح شہادت دیتے ہیں۔ 4- اس ظلم نے اہلِ حجاز کے دلوں میں اموی حکومت کے خلاف شدید نفرت پیدا کی۔ 5- یہ واقعات اسلامی ریاست کے اصولِ

عدل کے برخلاف اور ظلمِ جائرہ کے نمائندہ مثالیں ہیں۔

خاتمہ: سنہ 79ھ کے واقعات یہ بتاتے ہیں کہ جب سیاسی اقتدار تقدسِ حرم، شرافتِ صحابہؓ اور حرمتِ خونِ مسلم سے بھی بالاتر سمجھا جانے لگے، تو تاریخ کا چہرہ خون سے بھر جاتا ہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھیوں پر ظلم کا باب اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ ظلم خواہ اقتدار کی مضبوطی کے نام پر ہو، وہ تاریخ میں ہمیشہ سیاہ باب ہی کہلائے گا۔ یہ وہی دور ہے جس میں مظلوم شخصیات نے اپنے خون سے عدل کی مشعل جلائی اور یہی مشعل اگلی صدیوں میں فکری و دینی بیداری کا سرچشمہ بنی۔

مصادر و مراجع: 1- البلاذری، احمد بن یحییٰ، أنساب الأشراف، ج 5، ص 324، دار الفکر، بیروت، 1996ء۔ 2- ابن الاثیر، علی بن محمد الجزری، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 205، دار صادر، بیروت، 1965ء۔ 3- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، ج 9، دار الفکر، بیروت، 1989ء۔

رجب تا ذی القعدہ 79ھ خراسان و ماوراء النہر میں قتیبہ بن مسلم کی فتوحات اور مقامی آبادیوں کی مظلومیت

اسلامی سنہ 79ھ خلافتِ امویہ کی مشرقی وسعت اور وسطی ایشیا میں عسکری پیش رفت کا اہم سال ہے۔ اس سال خراسان کے والی قتیبہ بن مسلم الباہلی نے سمرقند، بخارا، خجند اور ماوراء النہر کے دیگر شہروں کی طرف تیز رفتار فوج کشی کی، جو بظاہر

''اسلامی فتوحات'' کہلائیں، مگر تاریخی مصادر میں ان کے ساتھ قتلِ عام، مالی استحصال اور شدید نسلی امتیاز کا ذکر بھی نمایاں ہے۔ یہ مرحلہ اسلامی تاریخ میں ایک ایسے باب کو کھولتا ہے جس میں ایک طرف اسلام کا جغرافیہ وسیع ہوا، اور دوسری طرف مقامی غیر عرب اقوام (خصوصاً ترک و سغدی اقوام) ظلم و جبر کا شکار ہوئیں۔ ان مظلوم طبقات کی آوازیں بعد ازاں کئی مؤرخین کی روایتوں میں محفوظ رہیں، جو آج بھی اس دور کے سیاسی و عسکری رویوں کی حقیقت واضح کرتی ہیں۔

پس منظر: خراسان میں سیاسی و عسکری حکمتِ عملی اموی خلافت کے لیے خراسان سیاسی طور پر ایک نہایت اہم صوبہ تھا۔ یہاں ایک طرف غیر عرب اقوام کی آبادی تھی، دوسری طرف مقامی سرداروں اور حاکموں کی خودمختاری خلافت کے لیے مستقل چیلنج تھی۔ عبد الملک بن مروان نے خراسان کی فتوحات کا کام قتیبہ بن مسلم کے سپرد کیا، جو عسکری مہارت، سخت گیری اور انتظامی قبضے کے لیے مشہور تھا۔ سنہ 79ھ میں اس نے بخارا، خجند، سمرقند اور وَرواروَد کے علاقوں پر یکے بعد دیگرے حملے کیے۔ یہ مہمات محض مذہبی دعوت نہیں تھیں، بلکہ سیاسی اقتدار، مالی وسائل اور غلاموں کے حصول کا بھی بنیادی ذریعہ بنی الطبری کی روایت قتیبہ بن مسلم کی ان کارروائیوں کے بارے میں امام طبری لکھتے ہیں: سَارَ قُتَيْبَةُ إِلَى بُخَارَى فَفَتَحَهَا عَنْوَةً، وَقَتَلَ فِيهَا خَلْقًا كَثِيرًا، وَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ وَغَنَائِمَهُمْ (تاریخ الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص612، دار التراث، بیروت، 1967ء)۔ ترجمہ: ''قتیبہ بخارا کی طرف روانہ ہوا،

اسے بزورِ شمشیر فتح کیا، بہت سے لوگوں کو قتل کیا، اور ان کے اموال وغنائم قبضے میں لے لیے"۔ **تشریح وعلمی تبصرہ:** لفظ "عنوۃ" صاف بتا رہا ہے کہ شہر زبردستی اور سخت جنگ کے ذریعے فتح ہوا۔ "قتل فیھا خلقاً کثیراً" قتلِ عام کی صراحت ہے؛ صرف جنگجو نہیں بلکہ عام شہری بھی اس کی زد میں آئے۔ "أخذ أموالھم" اور "غنائمھم" سے مالی استحصال کا اندازہ ہوتا ہے، جو مقامی لوگوں کی معاشی تباہی کا سبب بنا۔ اس طرح طبری کی عبارت ہمیں واضح طور پر بتاتی ہے کہ یہ فتوحات محض دینی دعوت کا پرامن عمل نہیں تھیں، بلکہ عسکری غلبہ، مالی دباؤ اور مقامی آبادی کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا سلسلہ تھیں۔

بخارا، خجند اور سمرقند عوامی سطح پر مظلومیت کا تجزیہ: 1- بخارا قتلِ عام اور جبری اطاعت: طبری کی روایت کے مطابق بخارا کی فتح میں شدید قتل و غارت ہوئی۔ مقامی سرداروں کو خراج، غلاموں اور جزیہ کے نام پر بھاری مالی ادائیگی پر مجبور کیا گیا۔ اس ظلم نے ترک، سغدی اور ایرانی معاشروں میں خوف اور بے بسی پیدا کر دی۔ 2- خجند لاشوں کی منڈیاں اور غلامی کی تجارت: خجند میں قتیبہ کے حملوں کا نتیجہ یہ تھا کہ جنگ کے بعد بازاروں میں غلاموں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ مؤرخین کے مطابق: "غلاموں کی قیمتیں نصف ہو گئیں، اور سینکڑوں لوگ بطور مالِ غنیمت بانٹے گئے"۔ (تفصیلات: البلاذری، فتوح البلدان) 2- سمرقند بار بار حملے، بار بار سمجھوتے، بار بار خلاف ورزی: سمرقند کے ساتھ معاہدے بھی بار بار ٹوٹے، اور قتیبہ کے عسکری حملوں نے شہر کے مذہبی مرکز، بازاروں، اور بستیوں کو شدید نقصان پہنچایا۔ بسا اوقات شہر نے "جزیہ

اور ہدیہ'' ادا کر کے حملہ رکوانا چاہا، مگر کچھ عرصہ بعد دوبارہ فوج کشی کی گئی یہ سراسر سیاسی دباؤ اور عسکری تسلط کا مظہر تھا-4- غیر عرب اقوام کے ساتھ امتیازی سلوک عرب سپاہی فتوحات میں حصے دار بنتے تھے، غیر عرب مقامی لوگ غلام، خراج گزار اور محکوم رہتے تھے۔ یہی نسلی تقسیم بعد میں عباسی انقلاب کی بنیاد بنی، جس نے ''مظلوم عجمیوں'' کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔

وسیع تر تجزیہ مذہبی فتوحات یا سیاسی وسعت؟ سنہ 79ھ کی فتوحات کے بارے میں قدیم مؤرخین کا اتفاق ہے کہ یہ اقدام خالص ''مذہبی دعوت'' کی بنیاد پر نہیں تھے، بلکہ سیاسی کنٹرول، مالی غنیمت، غلاموں کی منڈی، اور اموی اقتدار کی قوت, ان عوامل کا اثر زیادہ نمایاں تھا۔ قتیبہ بن مسلم ایک قابل جرنیل ضرور تھا، مگر اس کے ہاتھوں ہونے والے قتل، جبری نقل مکانی، اور مالی لوٹ مار نے مقامی آبادیوں پر گہرے زخم چھوڑے، جنہیں بعد کے مؤرخین نے ''فتوح کی سیاہ پہلو'' قرار دیا۔

خلاصہ ونتائج: 1- سنہ 79ھ میں قتیبہ کی فتوحات نے وسطی ایشیا میں اموی اقتدار مستحکم کیا، مگر مقامی آبادی کے لیے یہ سال تباہی اور جبر کا سال تھا۔ 2- بخارا کی فتح میں قتلِ عام اور اموال کی ضبطی نے علاقے کی معیشت کو گہری ضرب لگائی۔ 3- خجند اور سمرقند کی مہمات میں ظلم، غیر عرب اقوام کے ساتھ امتیاز اور جبری اطاعت کا عنصر نمایاں رہا۔ 4- ان واقعات نے ماوراء النہر کے لوگوں کے دلوں میں عرب حکمرانوں کے خلاف نفرت کو بڑھایا، جس کا نتیجہ بعد میں عباسی دعوت کی شکل میں

سامنے آیا۔ 5-اس باب میں بے شمار افراد، قبائل اور خاندان ایسے ہیں جن کی مظلومیت تاریخ کی کتابوں میں دبی ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ واقعہ ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کے لیے بنیادی اہمیت خاتمہ اسلام کی تاریخ میں فتوحات کا ذکر ہمیشہ عظمت کے ساتھ کیا جاتا ہے، مگر سنہ 79ھ میں خراسان کی یہ فتوحات ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ ہر عسکری پیش رفت کے پیچھے ہزاروں بے نام لوگوں کا خون، آنسو اور درد بھی پوشیدہ ہے۔اسلام عدل، رحمت اور انسانیت کا دین ہے، اور جب بھی اقتدار کے نام پر انسانوں کے حقوق پامال ہوئے، تاریخ نے اسے ہمیشہ ظلم کے باب میں لکھا۔قتیبہ کی فتوحات کے زیرِ سایہ مقامی آبادیوں کی مظلومیت اسلامی تاریخ کے انہی ابواب میں سے ایک ہے، جسے سمجھنا ضروری ہے تاکہ تاریخ کی روشنی میں عدل کا صحیح مفہوم واضح رہے۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 612، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2-البلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، متعدد مقامات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔ 3-ابن الاثیر، علی بن محمد الجزری، الکامل فی التاریخ، ج 4، مطبوعات دار صادر، بیروت، 1965ء۔ 4-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، ج 9، دار الفکر، بیروت، 1985ء۔

مدینہ منورہ میں تابعین پر سخت نگرانی ذی الحجہ 79ھ

اسلامی تاریخ کا سال 79ھ خلافتِ اُموی کے سیاسی استحکام کا سال تو ضرور

تھا، لیکن امتِ مسلمہ کی علمی قیادت یعنی طبقہ تابعین کے لیے شدید ابتلا کا زمانہ ثابت ہوا۔اس سال کے آخر، ذی الحجہ 79ھ میں مدینہ منورہ جیسے مقدس شہر میں وہ غیر معمولی سختیاں رونما ہوئیں جنہوں نے اہلِ علم کی آزادی، دینی دعوت اور اصلاحی جدوجہد کو گہری ضرب پہنچائی۔ یہ مضمون انہی مظالم کا تحقیقی جائزہ ہے۔

مدینہ منورہ میں تابعین پر سخت نگرانی ذی الحجہ 79ھ: سیاسی پس منظر: اس زمانے میں عراق اور حجاز پر حجاج بن یوسف کی سخت مزاج حکمرانی قائم تھی۔عبدالملک بن مروان کی مرکزی حکومت سیاسی وحدت قائم کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی، لیکن اس وحدت کی بنیاد عدل کے بجائے جبر اور عسکری قوت پر استوار تھی۔حجاج نے ہر اس آواز کو خاموش کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا جو ظلم کے خلاف کلمۂ حق بلند کرتی ہو، خصوصاً وہ ائمہ تابعین جنہیں عوامی اعتماد، دینی وقار اور غیر معمولی اثر و رسوخ حاصل تھا۔اسی پس منظر میں مدینہ کے گورنر خالد بن عبداللہ القسری کو حکم دیا گیا کہ اہلِ علم کی تمام سرگرمیوں پر خفیہ نگرانی رکھی جائے۔اصل واقعہ: اہلِ علم پر جاسوسی اور پابندیاں (ذی الحجہ 79ھ) مدینہ منورہ میں گورنر خالد بن عبداللہ القسری نے حجاج کی ہدایات کے مطابق ائمہ تابعین پر سخت نگرانی قائم کی۔ان کی مجالسِ علم، حلقاتِ ذکر، اور عوامی رابطہ جات تک پر جاسوس مقرر کیے گئے۔امام سعید بن جبیرؒ، عامر شعبیؒ اور دیگر اکابر تابعین پر ''حکومت مخالف رجحان'' کا الزام عائد کر کے ان کی علمی سرگرمیوں کو محدود کیا گیا۔ابن سعد کی روایت: وَكَانَ الْحَجَّاجُ قَدْ كَتَبَ إِلَى خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْقَسْرِيِّ أَنْ

يَرْصُدَ أَهْلَ الْعِلْمِ بِالْمَدِينَةِ، وَأَنْ يُضَيِّقَ عَلَى مَنْ يُتَّهَمُ بِمَيْلٍ إِلَى أَهْلِ الْمَعْصِيَةِ أَوْ الْخُرُوجِ (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج6، ص172، دار صادر، بیروت، 1968)۔

ترجمہ: ''حجاج نے خالد بن عبد اللہ القسری کو لکھا کہ مدینہ کے اہلِ علم پر کڑی نظر رکھے، اور جس شخص پر بھی اہلِ معصیت یا خروج کی طرف میلان کا شبہ ہو، اس پر سختی کرے''۔ **شرح و تجزیہ:** یہ عبارت اس حقیقت کی براہِ راست شہادت ہے کہ اہلِ علم کو سیاسی طور پر مشتبہ قرار دے دیا گیا تھا۔ دین کے حقیقی خادموں کو ''بغاوت'' کا لیبل دینا اس دور کے جبر کی بدترین مثال ہے۔ ابن الاثیر کی روایت: وَضَيَّقَ الْحَجَّاجُ عَلَى الْفُقَهَاءِ وَالتَّابِعِينَ، وَكَتَبَ إِلَى وُلَاتِهِ أَنْ يَلْزَمُوهُمْ بُيُوتَهُمْ، وَأَنْ لَا يُفْتُوا فِي الْمَسَاجِدِ (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص206، بیروت)۔ ترجمہ: ''حجاج نے فقہاء اور تابعین پر سختی کی، اور اپنے گورنروں کو لکھا کہ انہیں گھروں تک محدود رکھا جائے، اور انہیں مساجد میں فتویٰ دینے سے روک دیا جائے''۔

شرح و تجزیہ: یہ روایت اس حقیقت کو مزید واضح کرتی ہے کہ 79ھ میں اہلِ علم کی آواز دبانے کے لیے علمی و دینی سرگرمیوں پر براہ راست پابندیاں نافذ کی گئیں۔ یہ وہی مدینہ ہے جس سے علم و ہدایت کے چشمے پھوٹتے تھے، مگر جبر کی فضا نے اس روشنی کو مدھم کر دیا۔ علمائے تابعین کی مظلومیت ایک تاریخی تجزیہ امام سعید بن جبیرؒ جیسے مفسر و فقیہ کو مسلسل نگرانی میں رکھنا، اسلامی تاریخ کا ایک زخم ہے۔ عامر شعبیؒ جیسے عظیم محدث جن سے ہزاروں صحابہ و تابعین نے روایتیں لیں، ان پر ''سیاسی میلان''

کا الزام تاریخ کے صفحات پر ایک بدنما داغ ہے۔ یہ جبر اس قدر شدید تھا کہ مدینہ میں علمی نشستیں، دروسِ حدیث، اور آزادانہ علمی گفتگو خطرے میں پڑ گئی۔ مدینہ طیبہ کا ماحول، جو اصل میں ایمان و علم کا مرکز تھا، خوف و اضطراب کی فضا میں بدل گیا۔

خلاصہ و نتائج: 1- سال 79ھ میں عبد الملک بن مروان کی خلافت سیاسی طور پر مستحکم مگر اخلاقی و روحانی اعتبار سے جبر و استبداد کی علامت بن چکی تھی۔ 2- حجاج بن یوسف کا طرزِ عمل ظلم، بربریت اور سیاسی جبر کی نئی مثالیں قائم کر رہا تھا۔ 3- مدینہ اور مکہ جیسے مقدس شہروں میں اہلِ علم کو نشانہ بنایا جانا تاریخِ اسلام کا المناک باب ہے۔ 4- خراسانی و شرقی فتوحات کے ساتھ ساتھ داخلی ظلم نے اسلامی عدل کی اصل روح کو دھندلا دیا۔ 5- 79ھ کا یہ واقعہ ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کے مرکزی موضوع کا مستقل حصہ ہے جہاں ظاہری فتوحات کے پیچھے انسانی ضمیر کی شکست چھپی ہوئی ہے۔

خاتمہ ذی الحجہ 79ھ کا مدینہ منورہ، اُموی اقتدار کے اس پہلو کو بے نقاب کرتا ہے جو فتوح اور تعمیر کے شور میں اکثر دب جاتا ہے یعنی اہلِ حق کی مظلومیت، علما کا محاصرہ، اور دینی آزادی پر پابندی۔ یہ وہ دور ہے جس نے امت کو یہ سبق دیا کہ ظلم کے مقابل صبر، علم اور تقویٰ ہی اصل طاقت ہیں۔ بعد کی اصلاحی تحریکوں، علمی بیداریوں اور دینی مزاحمتوں میں انہی مظلوم تابعین کا خون و پسینہ شامل ہے۔

مصادر و مراجع: 1- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج 6، ص 172۔ دار صادر، بیروت، 1968۔ 2- ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 206۔ بیروت۔ 3- طبری، تاریخ الامم والملوک، مختلف مقامات۔ دار التراث، بیروت، 1967۔

عبدالرحمٰن بن الأشعث اور تحریکِ مزاحمت (79ھ)

(اموی جبر کے مقابل سب سے بڑی اہلِ علم وقبائل کی مشترکہ جدوجہد)

1-عبدالرحمٰن بن الأشعث تعارف،نسب وخاندانی پس منظرعبدالرحمٰن بن محمد بن الأشعث بن قیس الکندی (م 83ھ) قبیلہ کِندہ کے معزز،شاہی پس منظر کے حامل خاندان سے تھے۔ان کے جدالأشعث بن قیس یمن کے قبائلی سردار،معروف صحابی اور سید الکندہ تھے۔وجاہت وشخصیت،عراق اور خراسان کے ممتاز سردار،جنگی حکمتِ عملی میں ماہر،طبعًا شجاع، بلند مرتبہ، اور قبائلی حمایت رکھنے والے،عراق کے قاری،فقہا،محدثین اور قبائل میں غیر معمولی اعتماد رکھتے تھے طبری لکھتے ہیں: وَكَانَ ابْنُ الْأَشْعَثِ سَيِّدًا فِي قَوْمِهِ، مَرْغُوبًا فِيهِ، شَدِيدًا عَلَى الْحَجَّاجِ (تاریخ الطبری، ج 5،ص 305، دار التراث، بیروت، 1967)۔ترجمہ:''ابن الاشعث اپنے قبیلے کے سردار تھے،پسندیدہ شخصیت،اور حجاج کے مقابل سخت موقف رکھنے والے تھے''۔

2-تحریک کا آغاز کے پس منظر کیوں بغاوت ہوئی؟ (1) حجاج کا فتنۂ استبداد عراق میں حجاج بن یوسف کی انتہائی ظالمانہ حکمرانی،قتل وسفکِ دماء،مال ضبطی،قاری و فقہا کی تحقیر،اور اہلِ علم کی گرفتاریوں نے فضا کو شدید کشیدہ کر دیا تھا۔(2) خراسان کی مہم میں حجاج کا توہین آمیز رویہ عبدالرحمٰن بن الأشعث کو سجستان ورتبیل کے خلاف ایک بڑی مہم کا سالار بنایا گیا۔حجاج نے انہیں خلافتی وقار کے خلاف سخت احکامات

بھیجے: انتہائی خطرناک پہاڑی علاقے میں اندھا دھند پیشقدمی، بار بار توہین آمیز خط، ان کے فیصلوں میں مداخلت، لشکرِ عراق کے فضلاء وقرّاء کی تحقیر ابن کثیر لکھتے ہیں: وَكَتَبَ الْحَجَّاجُ إِلَى ابْنِ الْأَشْعَثِ بِمَا فِيهِ غِلْظَةٌ وَشِدَّةٌ، فَغَضِبَ الْقُرَّاءُ وَالْأَشْرَافُ (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج9، ص61، دارالفکر، 1985)۔ ترجمہ: ''حجاج نے ابن الاشعث کو سخت اور توہین آمیز خطوط لکھے جس پر قراء اور اشراف عراق غضبناک ہو گئے''۔

(3) اہلِ علم کی بے حرمتی: یہ مہم عراق کے علما، قراء اور تابعین کے عظیم اجتماع پر مشتمل تھی۔ حجاج ان سب کو غلاموں کی طرح استعمال کرنا چاہتا تھا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب قراء وفقہاء کے سروں پر ظلم کی حد پوری ہوئی۔ 3۔ تحریکِ ابن الأشعث کا آغاز 80 ہزار کا لشکر اہم خصوصیات تاریخِ اسلام میں اہلِ علم کی سب سے بڑی مزاحمت، قیادت قبائلی وعسکری سردار عبدالرحمٰن بن الأشعث، لشکر میں اکثریت قراء، فقہا، تابعین، اور قبائلِ عراق، مقصد ''عدل کی بحالی'' اور ''حجاج کے ظلم کا خاتمہ'' طبری روایت کرتے ہیں: فَاتَّفَقَ رَأْيُ الْقُرَّاءِ وَوُجُوهِ الْعِرَاقِ عَلَى خَلْعِ الْحَجَّاجِ (تاریخ الطبری، ج5، ص307)۔ ترجمہ: ''قراء اور عراق کے سربراہان اس بات پر متفق ہو گئے کہ حجاج کو معزول کر دیا جائے''۔ تحریک کا نعرہ: ''يَا لَثَارَاتِ الْقُرَّاءِ!'' (قراء کے خون کا بدلہ!)

4۔ تحریک کا پھیلاؤ: اہم مراحل: (1) بصرہ کی فتح: عبدالرحمٰن نے بصرہ میں

شاندار کامیابی حاصل کی اور پورا شہر اُن کے ساتھ ہو گیا۔(2) کوفہ کی حمایت: کوفہ کے 30 ہزار سے زائد قراء، تابعین اور قبائلی سردار تحریک میں شامل ہوئے۔ یہاں ام المؤمنین عائشہؓ کے شاگرد سعید بن جبیرؒ، عامر شعبیؒ، اور بہت سے فقہا علانیہ طور پر اس تحریک کے ہمدرد تھے۔(3) عراق میں مکمل اثر: خلافتِ اموی کے خلاف یہ سب سے بڑی قومی و دینی بغاوت تھی۔ بنی امیہ کے کئی مقامی عمال فرار ہو گئے۔

5۔حجاج سے فیصلہ کن جنگیں اور شکست: (1) دَيْرُ الْجَمَاجِم کی جنگ (80ھ) یہ عراق کی سب سے بڑی جنگ تھی جس میں، قراء، فقہاء، قبائل، امراء سب حجاج کے خلاف صف بستہ تھے۔ وَكَانَتْ وَقْعَةُ دَيْرِ الْجَمَاجِمِ مِنْ أَعْظَمِ وَقَائِعِ الْعِرَاقِ (ابن الاثیر، الکامل، ج4، ص228)۔(2) دمشق سے کمک: جب عبدالملک بن مروان کو خطرہ محسوس ہوا تو اُس نے شام سے بڑے لشکر بھیجے، مختار اور عبیداللہ بن زیاد کے طریقے کی طرح ''وحشیانہ قتل عام'' کی اجازت دی۔(3) فیصلہ کن شکست: کئی ماہ کے محاصرے کے بعد تحریک کمزور پڑ گئی۔ قبائل میں اختلافات اور مادی کمی نے صفیں توڑ دیں۔

6۔عبدالرحمٰن بن الأشعث کا انجام: شکست کے بعد وہ سیستان/رتبیل کی طرف نکل گئے۔ رتبیل نے پہلے پناہ دی، پھر حجاج کے دباؤ پر غیروں کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ سن کر ابن الاشعث نے خود کو دریا میں ڈال کر جان دے دی۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: فَأَلْقَى ابْنُ الْأَشْعَثِ نَفْسَهُ فِي النَّهْرِ فَمَاتَ (البدایۃ والنہایۃ، ج9، ص69)۔

7۔تحریک کی ناکامی کے بعد حجاج بے لگام ہوگیا: ربیع الاول 79ھ میں تحریک کچلے جانے کے بعد حجاج پوری طرح بے لگام ہوا۔ **حجاج کی کاروائیاں:** ہزاروں قراء وفقہا قتل، خواتین و بچوں کی گرفتاریاں، مساجد کی نگرانی، مدینہ و مکہ پر سختیاں، ابن جبیرؒ، ابوالبختریؒ، جیسے بزرگوں کی شہادتیں، علمی حلقوں کا خاتمہ ابن الاثیر لکھتے ہیں: وَاسْتَبَاحَ الْحَجَّاجُ الْعِرَاقَ بَعْدَ قَتْلِ الْقُرَّاءِ، وَكَانَ يَقْتُلُ لِأَدْنَى تُهْمَةٍ (الکامل، ج4، ص231)۔ترجمہ: ''قراء کی شکست کے بعد حجاج نے پورے عراق کو مباح کرلیا، اور معمولی شبہ پر بھی لوگوں کو قتل کرتا''۔

8۔تحریکِ ابن الاشعث کی تاریخی اہمیت: 1-یہ تاریخِ اسلام کی سب سے بڑی علمی مزاحمت تھی۔2-عراق کے ائمہ تابعین کا جبر کے خلاف عملی اقدام۔3-پہلی تحریک جس میں ''قراء'' قیادت میں سامنے آئے۔4-یہ بغاوت سیاسی نہیں؛ اخلاقی ودینی اصلاح کی تحریک تھی۔5-اس کے بعد اموی ظلم کئی گنا بڑھ گیا۔6-اس تحریک نے بعد کی تمام اسلامی سیاسی واصلاحی تحریکوں کو متاثر کیا۔

خلاصہ: عبدالرحمٰن بن الأشعث ایک باوقار مجاہد، قبائلی سردار اور اہلِ علم کے محبوب قائد تھے۔انہوں نے 80 ہزار فقہا وقراء کے ساتھ مل کر عراق کو ظلم سے پاک کرنے کی جدوجہد کی۔یہ تحریک شکست کھا گئی، مگر تاریخِ اسلام میں جبر کے خلاف سب سے بڑی دینی مزاحمت کے طور پر ہمیشہ زندہ رہے گی

خالد بن عبداللہ القسری تعارف وتاریخی پس منظر

(اموی ظلم واستبداد کا ایک نمایاں کردار مدینہ وعراق کا سخت گیر گورنر)

1-نام، نسب اور ابتدائی پس منظر: نام: خالد بن عبداللہ بن یزید بن اُسَید القَسری کنیت: ابوعبداللہ قبیلہ: قُسَر (ازد کے حلیف قبائل میں سے) تولد: مکہ یا طائف کے قریب وفات: 126ھ (ہشام بن عبدالملک کے بعد) خالد القسری مکہ اور طائف کے درمیان اٹھنے والا وہ شخص تھا جسے اموی خلافت نے اپنی ''سخت گیر پالیسی'' کے لیے منتخب کیا۔ وہ قساوت، حکومتی وفاداری، اور ظلم کے نفاذ میں مشہور تھا۔ابن قتیبہ لکھتے ہیں: كَانَ خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْقَسْرِيُّ شَدِيدًا فِي السُّلْطَانِ، سَرِيعًا إِلَى الدَّمِ (المعارف، ابن قتیبہ، ص311، دارالمعارف، مصر، 1960)۔ ترجمہ: ''خالد القسری حکومت میں سخت گیر اور خون بہانے میں تیز تھا''۔

2۔سیاسی عروج حجاج بن یوسف کا قریبی کارندہ: حجاج کے قریب ترین افراد میں شامل: خالد القسری حجاج بن یوسف کے خاص کارندوں میں سے تھا۔حجاج ایسے افراد کو پسند کرتا تھا جو: احکام بلا چون و چرا مانیں، ظلم وسختی میں جھجھک نہ کریں، اہلِ علم پر دباؤ بنانے میں ماہر ہوں، قبائلِ حجاز کو قابو میں رکھ سکیں ابن الاثیر لکھتے ہیں: وَكَانَ خَالِدٌ مِنْ أَخَصِّ عُمَّالِ الْحَجَّاجِ وَأَشَدِّهِمْ بَطْشًا (الکامل، ابن الاثیر، ج4، ص362، دارصادر، بیروت، 1965)۔ترجمہ: ''خالد حجاج کے سب سے خاص عاملوں میں سے اور

سب سے سخت گیر تھا''۔

3-مدینہ طیبہ کا گورنر ذی الحجہ 72ھ سے آگے: حجاج نے اسے مدینہ کے لیے کیوں چُنا؟ مدینہ اہلِ علم، تابعین، اور اہلِ بیتؓ کا مرکز تھا۔ یہاں نرم مزاج والیوں سے بغاوت ابھر سکتی تھی، اس لیے حجاج نے سخت گیر، بے رحم، اہلِ علم کو دبانے والا، سیاسی طور پر چالاک شخص گویا ''ایک چھوٹا حجاج'' مدینہ پر مقرر کیا۔ مدینہ میں اس کا طرزِ حکومت، تابعین کی نگرانی، مجالسِ حدیث کی مانیٹرنگ، اہلِ بیتؓ کے مؤیدین کی فہرستیں، سیاسی گفتگو پر پابندی، شب بیداری کے گشت، خفیہ مخبر (جواسیس) مقرر کیے ابن سعد لکھتے ہیں: وَجَعَلَ خَالِدٌ عَلَى أَهْلِ الْعِلْمِ رُقَبَاءَ يَتَسَمَّعُونَ، فَمَنْ تَكَلَّمَ فِي السِّيَاسَةِ بَلَغَهُ ذَلِكَ (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج7، ص151، دار صادر، 1968)۔ ترجمہ: ''خالد نے اہلِ علم پر نگرانی کرنے والے مقرر کیے جو سنتے رہتے تھے، اور جو بھی سیاست میں گفتگو کرتا، اس کی خبر اسے پہنچائی جاتی''۔ اہم جبر و پابندیاں، سعید بن مسیّبؒ پر سختی، ابنِ عمرؓ کے حلقے کی مانیٹرنگ، اہلِ بیتؓ کے گھرانوں پر نگرانی، نمازِ جمعہ وخطبہ میں حکومتی الفاظ کی پابندی، مشتبہ افراد کی گرفتاری۔

4-عراق کی گورنری حاکمیت کا عروج (105 120ھ): ہشام بن عبدالملک نے خالد کو پورے عراق کا گورنر بنایا یہ اموی خلافت کا طاقتور ترین منصب تھا۔ اہم اقدامات: اہلِ کوفہ پر پابندیاں، خارجیوں کے خلاف سختیاں، قبائل کو منتشر کرنا، جبری ٹیکس، علمی مجالس پر قدغن، کاتبین وقراء کو حکومتی تابع بنانا ابن خلدون لکھتے

ہیں: وَكَانَ خَالِدٌ فِي الْعِرَاقِ جَبَّارًا، لَا يَرْفَقُ بِأَحَدٍ (تاریخ ابن خلدون، ج3، ص 212، دار الفکر، بیروت، 2000)۔ ترجمہ: ''عراق میں خالد ایک جابر حکمران تھا، کسی پر نرمی نہیں کرتا تھا''۔

5-مذہبی جبر فقیہ و محدثین کے ساتھ سلوک: (1) سعید بن جبیرؒ، عامر شعبیؒ، اور دیگر تابعین پر سختیاں: مدینہ میں اس کی نگرانی کے سبب کئی تابعین کو سیاسی الزام کا سامنا کرنا پڑا۔ (2) شعائر و خطبہ میں تحریف: وہ حکومتی جملے لازماً خطبہ جمعہ میں شامل کرواتا تھا۔ جو عالم انکار کرتا اسے گرفتار کر لیتا۔ (3) اہلِ بیتؓ پر دباؤ: خصوصاً: آلِ علی، آلِ زبیرؓ، آلِ جعفرؓ ان کے گھروں پر مستقل جاسوس مقرر تھے۔

6-مال و دولت کا اسراف اور بدعنوانی: خالد اپنی عیش پرستی، جشن، اور بیجا خرچ کے لیے بھی بدنام تھا۔ بلاذری لکھتے ہیں: كَانَ خَالِدٌ مُسْرِفًا فِي النَّفَقَةِ، مُتَّخِذًا لِلدُّنْيَا (انساب الاشراف، بلاذری، ج5، ص402، دار الفکر، 1996)۔ ترجمہ: ''خالد خرچ کرنے میں حد سے بڑھا ہوا اور دنیا کا پجاری تھا''۔

7-انجام بے بسی کی موت یوسف بن عمر الثقفی (حجاج کا بھتیجا) نے اسے سخت عذاب دے کر قتل کیا۔ اسے منبر پر لٹکا دیا گیا اور کئی دن لاش کو نہیں اتارا۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: فَقَتَلَهُ يُوسُفُ وَصَلَبَهُ، وَأَقَامَ عَلَيْهِ أَيَّامًا (الکامل، ج5، ص18)۔ ترجمہ: ''یوسف نے اسے قتل کیا اور صلیب پر لٹکایا، اور کئی دن وہاں چھوڑ دیا''۔

8۔اسلامی تاریخ میں خالد القسری کا مقام: مثبت پہلو: انتظامی طاقت،

فتنے وشورشوں کو روکنے کی صلاحیت، خلافت کے لیے مکمل وفادار۔منفی پہلو (غالب):
اہلِ علم کی توہین، اہلِ بیتؓ اور تابعین پر سختی، مدینہ طیبہ میں روحانی فضا کی بے حرمتی، اموی ظلم کا آلۂ کار، مالی بے اعتدالی، جبر، تعذیب اور تشدد، وہ دراصل ''حجاج کا مقلد'' تھا ظلم وجبر کے نظام میں ایک بڑا دانت۔

خلاصہ: خالد بن عبداللہ القسری وہ شخص تھا جسے حجاج بن یوسف نے مدینہ جیسے مقدس شہر میں اپنے ظلم کے نفاذ کے لیے مقرر کیا۔اس نے اہلِ علم پر نگرانی، قید و بند، سیاست پر پابندی، اور اہلِ بیتؓ کے گھرانوں پر سختیوں کی بنیاد رکھی۔آگے چل کر وہ عراق کا جابر گورنر بنا اور ظلم، اسراف، بدعنوانی اور سیاسی تشدد کی بدترین مثال کے طور پر تاریخ میں یاد رکھا گیا۔اس کی موت بھی عبرتناک ہوئی جس طرح اس نے دوسروں کے ساتھ سلوک کیا، ویسا ہی اس کے ساتھ ہوا۔

اسلامی سنہ 80 ہجری فتوحات، ظلم اور مظلوم قومیں

بنو اُمیہ کے عہد میں اسلامی ریاست بظاہر وسعت اور فتوحات کے نئے دروازے کھول رہی تھی، مگر ان فتوحات کے زیرِ پردہ کئی خطّوں میں سیاسی جبر، عسکری سختی اور مفتوح اقوام پر غیر معمولی دباؤ کی کیفیت شدید تر ہو چکی تھی۔سنہ 80ھ وہ سال ہے جس میں ایک طرف خراسان و ماوراء النہر کے میدانوں میں خونریز فتوحات ہوئیں، جبکہ دوسری طرف رعایا پر ٹیکس، جزیہ اور جبری مشقت کے بوجھ بڑھائے

گئے۔ یہ سال ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کے تاریخی تسلسل میں ظلم، جبر اور فتوحات کے نام پر انسانی جانوں کے ضیاع کا ایک اور باب ہے۔

محرم 80ھ خراسان و ماوراء النہر میں فتوحات اور خونریزی: قتیبہ بن مسلم کی فرغانہ وطخارستان پر مہمات: بنوامیہ کی توسیعی پالیسی کے تحت امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان نے 80ھ کے آغاز میں قتیبہ بن مسلم کو حکم دیا کہ وہ خراسان میں اپنی عسکری کارروائیاں تیز کرے، اور ترک قبائل کے خلاف محاذ کو مضبوط بنائے۔ قتیبہ نے محرم ہی میں فرغانہ، طخارستان اور اس سے ملحقہ علاقوں میں شدید کارروائیاں کیں۔ قال الطبری: **بعث عبدَ الملکِ قُتَیبةَ بنَ مُسلمٍ فغزا فَرغانةَ، و افتتح قُراها عَنوةً، وقتل من أهلها جمعاً کثیراً** (تاریخ الطبری، ج5، ص621، دارالتراث، بیروت، 1967ء)۔ ترجمہ: ''عبدالملک نے قتیبہ بن مسلم کو بھیجا، پس اس نے فرغانہ پر لشکر کشی کی، اس کی بستیاں بزورِ شمشیر فتح کیں، اور اہلِ شہر میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کیا''۔

تجزیہ و پس منظر: سابقہ سالوں کی طرح 80ھ میں بھی خراسان کے مفتوحہ علاقوں کو بجائے عدل و اصلاح کے، سخت عسکری گرفت اور مالی دباؤ کے تحت رکھا گیا۔ مقامی آبادی کو ''نئے مفتوح'' ہونے کے نام پر: بھاری جزیہ، اراضی ٹیکس، جبری مشقت، اور بسا اوقات غلامی کے نظام کا سامنا کرنا پڑا۔ طبری کے مطابق قتیبہ نے ''سیاسی بغاوت کے خدشے'' سے بچنے کے لیے کئی دیہاتوں کی آبادی کو زبردستی گھر بدر بھی کیا۔ یہ وہ حالات تھے جنہوں نے بعد میں سنہ 101ھ 120ھ کے دوران

خراسانی بغاوتوں کی بنیاد رکھی۔

ربیع الاول تا رجب ماوراء النہر میں عسکری دباؤ اور جبری معاہدات: سنہ 80ھ کے درمیانی مہینوں میں قتیبہ نے بخارا، شاش، اسبیجاب اور اوش کے باشندوں پر نئے معاہدات نافذ کیے، جن میں سالانہ مال گزاری، فوج کے لیے جبری رسد (supply tax)، اور اہلِ قریہ کی مخصوص تعداد کو سپاہ کے حوالے کرنے کی شرط شامل تھی۔ ابن الاثیر کی شہادت ابن الاثیر لکھتے ہیں: **وأخذ قتيبةُ من أهلِ بُخارى مالاً عظيماً، وفرض عليهم رِجالاً يبعثونهم فى كل عام** (الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 321، دار صادر، بیروت، 1965ء)۔ ترجمہ: ''قتیبہ نے بخارا کے لوگوں سے بہت بڑا مال لیا اور ان پر لازم کیا کہ ہر سال مقررہ تعداد میں مرد اس کی فوج کے لیے بھیجیں''۔

تجزیہ: یہ قوانین اسلامی عدل کے اصولوں سے میل نہیں کھاتے تھے۔ معاہدات شریعت کے اصولِ مصالحِ عباد کے بجائے محض فوجی ضرورتوں کے تحت کیے گئے، جس سے بغاوتوں نے جنم لیا۔

شعبان تا رمضان ترک سرداروں کے قتل اور بستیوں کی تاراجی: اس سال خاقانِ ترک نے اموی پیش قدمی کے خلاف قبائلی اتحاد بنایا، مگر قتیبہ نے سخت کارروائی کرتے ہوئے نہ صرف ان کے فوجی مراکز پر حملے کیے بلکہ کئی مقامی سرداروں کو قتل کیا۔ طبری کی صراحت: **وقَتَلَ قُتَيبةُ جماعةً من رؤساء التُّرك، وسبى نسائهم، وساق أموالهم** (تاریخ الطبری، ج 5، ص 623، دار التراث)۔ ترجمہ: ''قتیبہ نے

ترک سرداروں کے ایک گروہ کو قتل کر دیا، ان کی عورتوں کو قیدی بنایا اور ان کے اموال ضبط کر لیے''۔ **تجزیہ:** ان کارروائیوں نے: ترک قبائل کو سخت مشتعل کیا، اسلامی لشکر کے خلاف منظّم مزاحمت کو جنم دیا، اور خراسان کے کئی علاقوں میں مسلسل جنگی فضاء قائم رہی۔ یہ تمام واقعات اس حقیقت کی گواہی دیتے ہیں کہ 80ھ کے فتوحات 'اسلامی عدل' سے زیادہ عسکری محرکات پر قائم تھیں۔

ذی القعدہ و ذی الحجہ فتوحات کا پھیلاؤ اور رعایا کی مظلومیت: 80ھ کے آخری مہینوں میں قتیبہ نے سمرقند و کاشغر کے راستوں کا کنٹرول مضبوط کیا، جس کے نتیجے میں مقامی قبائل کے قافلوں پر محصول (tax-toll) لگایا گیا۔ ابن الاثیر نے نقل کیا: وضَعَ قتيبةُ على الطريقِ خُفارةً يأخذون من القوافل مالاً، يقولون: هذا أجرُ الحماية (الکامل، ج4، ص325)۔ ترجمہ: ''قتیبہ نے راستوں پر محافظ مقرر کیے جو قافلوں سے مال لیتے تھے اور کہتے تھے: یہ حفاظت کی اجرت ہے''۔ **تجزیہ:** یہ 'محصول' دراصل جبری ٹیکس تھا، جس نے تجارت کو محدود اور مقامی معیشت کو بری طرح متاثر کیا۔

خلاصہ و نتائج: 1-80ھ میں بنو امیہ کی مشرقی پالیسی کا محور 'فوجی تسلط' تھا، نہ کہ اسلامی اصلاح و عدل۔ 2-قتیبہ بن مسلم کی فتوحات اگرچہ سیاسی و جغرافیائی طور پر کامیاب تھیں، مگر انسانی جانوں کا شدید ضیاع ہوا۔ 3-مفتوحہ اقوام پر ٹیکس، جزیہ، جبری محنت، اور افرادی قوت کی فراہمی جیسے سخت قوانین مسلط کیے گئے۔ 4-ترک و خراسانی قبائل میں اموی حکومت کے خلاف نفرت کی بنیادیں اسی سال مزید مضبوط

ہوئیں۔5-یہ سال اسلامی تاریخ میں اس حقیقت کا آئینہ ہے کہ محض فتوحات، عدل و اخلاق کا نعم البدل نہیں ہوتیں۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، جلد 5، صفحات 621 623، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر الجزری، جلد 4، صفحات 206، 325 321، دار صادر، بیروت، 1965ء۔3-ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد 6، دار صادر، بیروت، 1968ء۔4-دیگر معاون مصادر: البلاذری، فتوح البلدان؛ ابن خلدون، العبر؛ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ۔

عدل کے نام پر ظلم عراق میں حجاج بن یوسف کی سخت گیر پالیسی

(ربیع الاول تا رجب 80ھ)

سنہ 80ھ کا عراق خلیفہ عبدالملک بن مروان کی سیاسی مرکزیت کے تابع تھا، مگر اس مرکزیت کے نفاذ کے لیے جس شخص کو سب سے زیادہ اختیار ملا، وہ حجاج بن یوسف ثقفی تھا۔اس کے ہاتھ میں فوجی، سیاسی اور عدالتی تمام اختیارات جمع تھے۔یہی وجہ ہے کہ ربیع الاول سے رجب 80ھ تک عراق میں جو کچھ ہوا، تاریخ نے اسے ''قہرِ حجاج'' اور ''عدل کے نام پر ظلم'' کا باب قرار دیا۔اس دور میں حجاج نے جس ''امن وعدل'' کا اعلان کیا، وہ حقیقت میں سخت گیری، قتل و قید اور خوف و دہشت کی مسلسل فضا تھی۔جیسا کہ ایک قدیم شاعر نے کہا تھا:

وکم من ظَلامةٍ لبِسَتْ ثِيابَ العدلِ زوراً

فا ستبانتْ حين مزّقها النّقادُ

''کتنی ہی ظلم کی صورتیں عدل کی چادر اوڑھ لیتی ہیں، مگر جب ناقد اس پردے کو ہٹاتا ہے تو حقیقت کھل جاتی ہے''۔اسی کیفیت کا کامل مظہر 80ھ کا عراق تھا۔

حجاج کا منبر سے اعلانِ خوف: اس عرصے میں حجاج منبروں پر چڑھ کر عوام کو دھمکی آمیز وعیدیں سناتا، مخالفین کو ''خارجی'' قرار دیتا اور معمولی اختلاف پر سخت سزا کا حکم جاری کر دیتا تھا۔امام ابن کثیر نے اس کے الفاظ نقل کیے ہیں: **كان الحجاج يقول: واللهِ لا يَأمَنُ أحدٌ على نفسه إلا من سلم لى بطاعته، فكان يَقتل بالظن، ويعذب على التهمة** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج9، ص58، دارالفکر، بیروت، 1985ء)۔ترجمہ: ''حجاج کہا کرتا تھا: اللہ کی قسم! میری اطاعت کے بغیر کوئی شخص اپنی جان پر امن نہیں۔وہ گمان پر قتل کرتا اور الزام پر عذاب دیتا تھا''۔یہ عبارت نہ صرف حجاج کی قساوتِ قلبی کا ثبوت ہے، بلکہ اس عہد کے سیاسی مزاج کی علامت بھی۔

عراق میں خوف اور جبر کی فضا: ربیع الاول سے رجب 80ھ کے درمیانی مہینوں میں کوفہ، بصرہ اور اطرافِ عراق میں: قاریانِ کوفہ، ائمہ وفقہاء، تابعین، اور سیاسی طور پر غیر متفق قبائل سب حجاج کے بدگمانی کے دائرے میں شمار ہوتے تھے۔ذرا سی پیشانی کی شکن، بات کی ادنیٰ ناخوشگواری، یا حکومت کے کسی فیصلے پر سوال یہی ''خارجی'' کہلانے کے لیے کافی تھا۔اقبال نے اسی ظلم کے نفسیاتی پہلو کو بیان کرتے

ہوئے کہا تھا:

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

حجاج کی حکومت بالکل یہی ''چنگیزی'' تھی ظاہراً عدل، باطناً ظلم۔ سعید بن جبیرؒ اور اہلِ تقویٰ پر بدگمانی اس دور میں ظلم کا سب سے نمایاں پہلو یہ تھا کہ بدگمانی کا دائرہ صرف سیاسی لوگوں تک محدود نہ رہا، بلکہ: سعید بن جبیرؒ، عامر شعبیؒ، کمیت بن زید، اور کوفہ و بصرہ کے دوسرے قرّاء و زاہدین تک حجاج کا قہر پہنچ گیا۔ یہ وہی ماحول تھا جس میں آئندہ برس 81ھ میں سعید بن جبیرؒ کی شہادت پیش آئی جسے تاریخ نے ''حجاج کی زندگی کی بدترین غلطی'' قرار دیا۔ قدیم شاعر کا شعر اس حالت پر صادق آتا ہے:

قتلُ امرءٍ فی غابةٍ جریمةٌ
وقتلُ شعبٍ آمِنٍ إعجازُ

''جنگل میں کسی فرد کا قتل جرم ہے، اور کسی امن پسند قوم کا قتل' کامیابی' سمجھی جاتی ہے!''۔

مقالہ کا تجزیہ: حجاج کی سختی کا پس منظر یہ تھا کہ عبدالرحمٰن بن الأشعث کی تحریک (79ھ) کچلنے کے بعد حجاج کے سامنے براہِ راست کوئی طاقتور مزاحمت باقی نہیں رہی تھی۔ اسی احساسِ قوت نے اس کے ظلم کو بے لگام کر دیا۔ ربیع الاول تا رجب 80ھ کا زمانہ اسی بے لگامی کا سب سے شدید اظہار تھا۔ اس عرصے میں: عدل کے نام پر ظلم کیا گیا، امن کے نام پر خوف پھیلایا گیا، اطاعت کے نام پر قید و تعذیب رواج پائی، اور مذہب کے نام پر

اہلِ علم پر تنگی کی گئی۔ یہی وہ فضا ہے جس کے نتیجے میں اہلِ عراق کے دلوں میں اموی حکومت کے خلاف مستقل نفرت پیدا ہوئی، جس نے بعد کے سیاسی واقعات کی بنیاد رکھی۔

خلاصہ و نتائج: 1- ربیع الاول تا رجب 80ھ کے واقعات ''حجاجی جبر'' کی انتہا کی تعبیر ہیں۔ 2- حجاج نے عدل کے نام پر خوف و دہشت کا ایسا نظام قائم کیا جس میں کوئی شخص اپنی جان و مال پر مطمئن نہ تھا۔ 3- اہلِ علم، قرّاء اور تابعین حجاج کی بدگمانی کا سب سے بڑا نشانہ بنے۔ 4- حجاج کی سخت پالیسی نے عراق میں مذہبی طبقات میں شدید اضطراب پیدا کیا۔ 5- اسی ظلم کی فضا نے آئندہ سال سعید بن جبیرؒ کی شہادت کا سنگین پس منظر فراہم کیا۔ 6- یہ سارا باب ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کا اہم ترین تاریخی حوالہ ہے۔

مصادر و مراجع: 1- ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج 9، ص 58، دار الفکر، بیروت، 1985ء۔ 2- طبری، تاریخ الطبری، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 3- ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔ 4- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، 1968ء۔

مدینہ منورہ میں علمی مجالس پر پابندی:

(سیاسی جبر کے زیرِ سایہ ایک مقدس شہر کی علمی زندگی شعبان 80ھ)

اسلامی تاریخ میں مدینہ منورہ وہ شہر ہے جہاں علم، عدل، آزادی فکر اور

روحانی بالیدگی کا سرچشمہ ہمیشہ سے امن واطمینان کے ساتھ جاری رہا۔ یہاں علم کی مجلسیں، حدیث کے حلقے، فقہ کی نشستیں اور وعظ ونصیحت کی محافل محض علمی سرگرمی نہیں بلکہ نبوی مشعلِ ہدایت کا تسلسل تھیں۔ لیکن اموی دور کے بعض ادوار میں سیاسی خوف نے مذہبی وعلمی آزادی پر گہرے سائے ڈالے۔ شعبان 80ھ کا واقعہ انہی المناک واقعات میں سے ایک ہے، جب مدینہ جیسے مقدس شہر کو سیاسی نگرانی، خوف، اور علمی گھٹن کا سامنا کرنا پڑا۔

شعبان 80ھ میں حجاج بن یوسف کی سخت حکومتی پالیسیوں کے تحت مدینہ منورہ میں علمی سرگرمیوں پر سخت پابندیاں عائد کی گئیں۔ حدیث کی درسگاہیں، فقہی مجالس اور وعظ وارشاد کے حلقے پہلی بار باقاعدہ سرکاری نگرانی کے تابع کر دیے گئے۔ علماء، فقہاء اور محدثین کی مجالس پر پہرے بٹھائے گئے تاکہ حکومت کے خلاف کوئی تنقیدی گفتگو نہ ہو۔ یہ اقدام مدینہ کی علمی تاریخ میں ایک غیر معمولی سیاسی مداخلت کے طور پر سامنے آیا۔ ابن سعد نے اس دور کی کیفیت کو نہایت جامع انداز میں یوں بیان کیا ہے: وَكَانَ خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْقَسْرِيُّ يَرْقُبُ أَهْلَ الْعِلْمِ بِالْمَدِينَةِ، وَيَنْهَى عَنْ الْمَجَالِسِ الَّتِي يُتَحَدَّثُ فِيهَا بِخِلَافِ رَأْيِ السُّلْطَانِ (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج6، ص175، دار صادر، بیروت، 1968ء)۔ ترجمہ: ''خالد بن عبداللہ القسری مدینہ کے اہلِ علم کی نگرانی کیا کرتا تھا اور اُن علمی مجالس سے روکتا تھا جن میں ایسی گفتگو ہوتی جو حکومت کی رائے کے خلاف سمجھی جاتی تھی''۔ **تشریح:** یہ عبارت واضح کرتی ہے

کہ اس پابندی کی بنیاد علم دشمنی نہیں بلکہ حکومت کی سیاسی پالیسی تھی۔ علمی آزادی کو خطرہ لاحق ہوا اور مدینہ جیسے مقدس شہر میں علم کا چراغ خوف کے زیرِ سایہ لرزنے لگا۔ وَأَشَدَّ خَالِدٌ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ، فَمَنَعَهُمْ مِنْ مَجَالِسِ الْعِلْمِ، وَوَضَعَ عَلَيْهِمُ الْعُيُونَ، فَتَفَرَّقَتِ الْحِلَقُ (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص210، دار صادر، بیروت، 1965ء)۔ ترجمہ: ''خالد نے اہلِ مدینہ پر سختی کی؛ انہیں علمی مجالس سے روک دیا، ان پر مخبر مقرر کیے، چنانچہ علمی حلقے بکھر کر رہ گئے''۔ **تشریح:** یہ روایت اس دور کا خوفناک نقشہ کھینچتی ہے علمی حلقے ٹوٹ گئے، درسگاہیں ویران ہوئیں، اور علماء کی زبانیں خوف کے تالے میں بند ہو گئیں۔ یہ اقدام محض انتظامی سختی نہ تھا، بلکہ علمی زندگی کی جڑوں کو کاٹنے کے مترادف تھا۔

تجزیہ و علمی محاکمہ: شعبان 80ھ کا یہ واقعہ کئی اہم نکات پر روشنی ڈالتا ہے۔

1- دینی و علمی آزادی پر پہلا بڑا حملہ مدینہ منورہ میں علمی حلقوں کو سرکاری نگرانی میں لانا اسلامی تاریخ میں ایک سنگِ میل (negative turning point) تھا۔ مدینہ جہاں علم کا پہلا مدرسہ قائم ہوا، وہاں خوف کے ماحول میں علم کی روشنی مدھم ہونے لگی۔

2- سیاسی جبر کی نئی روایت: حجاج بن یوسف کی حکمرانی میں سیاسی سختی پہلے بھی عام تھی، لیکن مدینہ میں اس کا اطلاق علمی اور مذہبی حلقوں پر کرنا ایک انتہائی افسوس ناک قدم تھا۔ 3- علمی روایت کا ٹوٹنا مدینہ کی عظیم روایت مسجد نبوی ﷺ میں حلقاتِ علم اسی واقعے کے نتیجے میں متاثر ہوئی۔ سینہ بہ سینہ منتقل ہونے والی حدیثی روایات کے سلسلے میں وقتی

خلل آیا۔4-بعد کے ادوار کے علمی نقصان کی بنیاد: یہ پابندیاں بعد کے زمانوں میں علمی کمزوری، روایت کے تسلسل میں رکاوٹ، اور علمی مراکز کے بکھراؤ کا پیش خیمہ بنیں۔

خلاصہ ونتائج: 1-شعبان 80ھ میں مدینہ منورہ میں علمی مجالس پر پابندی ایک سیاسی خوف کا نتیجہ تھی۔ 2-اس اقدام نے علمی آزادی، حدیث و فقہ کی درسگاہوں، اور وعظ ونصیحت کے حلقوں کو شدید نقصان پہنچایا۔ 3-ابن سعد اور ابن الاثیر کی مستند روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء پر کڑی نگرانی اور جاسوس مقرر کیے گئے۔4-یہ واقعہ اسلامی تاریخ میں اس باب کا آغاز ہے جس میں علم کے مرکز مدینہ میں پہلی بار سرکاری جبر نے قدم رکھا۔5-یہ پابندیاں علمی روایت، روحانی فضا، اور مدینہ کے تقدس کے خلاف ایک واضح زیادتی کا مظہر تھیں۔

مصادر ومراجع: 1-ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد 6، صفحہ 175، دار صادر، بیروت، 1968ء۔2-ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، جلد 4، صفحہ 210، دار صادر، بیروت، 1965ء۔3-دیگر تاریخی کتب: البلاذری، انساب الأشراف، دار الیقظۃ العربیۃ، دمشق، 1978ء۔ الطبری، تاریخ الأمم والملوک، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، دار الفکر، بیروت، 1985ء۔

سال 80ھ کے سیاسی، عسکری اور مالیاتی مظالم کا تحقیقی ومستند جائزہ

اسلامی تاریخ کا سال 80ھ سیاسی جبر، مالیاتی استحصال اور عسکری سفاکیت

کے اعتبار سے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ایک طرف عبدالملک بن مروان کی سلطنت ظاہری طور پر مضبوط ترین مرحلے میں داخل ہو چکی تھی، دوسری طرف رعایا خصوصاً اہلِ عراق، اہلِ حجاز اور غیر عرب اقوام شدید ترین ظلم، جبر اور محرومی کا شکار تھیں۔یہ وہ سال ہے جس میں علم کو طاقت کے مقابل کھڑا کر دیا گیا، عدل کو انتظامی سختی کے نام پر پامال کیا گیا، اور فتوحات کے نام پر ایسے اقدامات کیے گئے جو شریعتِ اسلامی کی روح اور سیرتِ خلفائے راشدین کے طریقِ عدل سے صریح انحراف تھے۔

1-اہلِ عراق پر خراج و جزیہ کا سنگین جبر:(رمضان تا ذی القعدہ 80ھ) رمضان سے ذی القعدہ 80ھ تک عراق میں حجاج بن یوسف نے مالیاتی قوانین کو اس قدر سخت کر دیا کہ عام آدمی کی زندگی اذیت اور خوف میں بدل گئی۔خراج کی شرحیں بڑھائی گئیں، محنت کش طبقات سے جبری مشقت لی گئی، اور حتیٰ کہ عورتوں کو بھی جزیہ کے اندراج میں شامل کر دیا گیا، جو صریح شرعی خلاف ورزی تھی۔قال البلاذری: **زادَ الحَجّاجُ فی الخَراجِ، وأَدخَلَ النِّساءَ فی الجِزیَة، فَشَکا النّاسُ إلی عبدِ المَلِک فَلَم یَسمَع شَکواهُم** (فتوح البلدان، البلاذری، ص351، دارومکتبۃ الہلال، بیروت، 1988ء)۔ترجمہ:''حجاج نے خراج میں اضافہ کیا اور عورتوں کو بھی جزیہ میں شامل کیا۔لوگ عبدالملک کے پاس شکایت لے گئے، مگر اس نے ان کی شکایت نہ سنی''۔

تحقیقی تجزیہ: یہ اقدام اسلامی مالیاتی اصولوں کی کھلی خلاف ورزی تھا، کیونکہ

عورتیں، بچے، راہب اور معذور افراد شرعاً جزیہ سے مستثنیٰ ہیں۔اس کے باوجود اہلِ عراق خصوصاً کسانوں، صنعت کاروں اور مزدوروں پر ایسا مالی جبر کیا گیا کہ ان کی معاشی زندگی تباہ ہوگئی۔ یہ ظلم مذہبی قانون سے انحراف اور سیاسی جبر کی بدترین شکل تھا، جس نے پورے عراق کو اضطراب، بغاوت اور نفسیاتی ٹوٹ پھوٹ کے قریب پہنچا دیا۔

2-قتیبہ بن مسلم کا سمرقند پر خون ریز قبضہ: (ذی الحجہ 80ھ) اسی سال قتیبہ بن مسلم باہلی نے ماوراء النہر کی فتوحات میں ''سمرقند'' پر شدید حملہ کیا۔شہر کے ایک بڑے حصے کو نذرِ آتش کیا، باشندوں کو قتل کیا، اور عورتوں کو غلام بنا کر قیدیوں میں شامل کیا۔ یہ مہمات اگرچہ بظاہر ''اسلامی فتوحات'' کے نام پر تھیں، لیکن ان میں عدلِ اسلامی کے اصولوں کے بجائے عسکری جبر غالب تھا۔**قال ابن الأثير: دَخَلَ قُتيبَةُ سَمَرقَندَ بالسَّيفِ، وأخَذَ أموالَهُم، وسَبى نِسائَهُم، وَكانَ ذلِكَ من أشَدِّ أيّامِ خُراسَانَ دَمًا** (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص211، دار صادر، بیروت، 1965ء)۔ترجمہ: ''قتیبہ سمرقند میں تلوار کے زور سے داخل ہوا، لوگوں کے اموال لوٹے، عورتوں کو قیدی بنایا، اور وہ دن خراسان کے خونریز ترین دنوں میں سے تھا''۔

تحقیقی تجزیہ: یہ کارروائیاں اسلامی اخلاقیات اور عدلِ جہاد کے منافی تھیں۔ نہ امن کی پیشکش، نہ مصالحت کی کوشش، نہ تحریری معاہدہ بلکہ محض طاقت کے بل پر فتح۔ نتیجتاً غیر عرب اقوام کے دلوں میں اموی نظام سے نفرت پیدا ہوئی، اور بعد کے زمانوں میں یہی جذبات عباسی انقلاب کے لیے بنیاد بنے۔

خلاصہ ونتائج: 1-سال 80ھ بظاہر اموی اقتدار کے استحکام کا سال تھا، مگر حقیقت میں ظلم وجبر کے بوجھ تلے رعایا کی چیخوں کا سال تھا۔2-حجاج بن یوسف کی مالیاتی زیادتیوں نے اہلِ عراق وحجاز کوشدید معاشی تباہی میں دھکیل دیا۔3-خراج کی زیادتی اورعورتوں پر جزیہ کا نفاذ شریعت سے کھلی بغاوت تھی۔4-قتیبہ بن مسلم کی فتوحات میں عدل کے بجائے عسکری سفاکیت نمایاں رہی۔5-مدینہ میں علمی سرگرمیوں پر پابندی نے دین کے علمی سرمایے کونقصان پہنچایا۔6-یہ سال ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کے لیے سخت ترین آزمائشوں کا سال ثابت ہوا علما،عوام،اور مفتوح اقوام سبھی ظلم کا ہدف بنے۔

خاتمہ: سال 80ھ ہمیں یہ حقیقت سکھاتا ہے کہ جب طاقت اخلاق سے محروم ہوجائے،توسلطنتیں مضبوط دکھائی دیتی ہیں مگراندر سے کھوکھلی ہوجاتی ہیں۔اموی اقتدار اگرچہ اس دور میں سیاسی طور پر طاقتور تھا،لیکن ظلم،استبداد اور مالیاتی بے انصافی نے اس کے اخلاقی وجود کوگھن کی طرح چاٹ لیا۔علماء کی مظلومیت،عوام کا فریاد بلند کرنا،اور مفتوح اقوام کا نوحہ یہ سب تاریخ میں ایک مستقل یاددہانی ہے کہ عدل باقی رہتا ہے،ظلم فنا ہوجاتا ہے۔اسلامی تاریخ کا یہ صفحہ آنے والی نسلوں کے لیے سبق ہے کہ دین کی بقاعدل،رحمت اورحکمت میں ہے جبروظلم میں نہیں۔

مصادر ومراجع: 1-فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ البلاذری،ص 351، دار ومکتبۃ الہلال، بیروت،1988ء۔2-الکامل فی التاریخ،عزالدین ابن الاثیر،ج4،

ص 211، دار صادر، بیروت، 1965ء۔ 3-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 4-البدایہ والنہایہ، ابن کثیر الدمشقی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1985ء۔ 5-الدولۃ الأموية: عوامل الازدہار وتداعیات الانہیار، د۔علی محمد محمد الصلابی، دار المعرفۃ، 2006ء۔

سنہ 81ہجری کے سیاسی، انتظامی اور دینی مظالم کا تحقیقی ومستند جائزہ

اسلامی سال 81ھ اموی سلطنت کے سخت ترین سیاسی ادوار میں سے ہے۔ خصوصاً عراق، خراسان، اور حجاز میں ایسا ماحول قائم ہوا جس میں ظلم ریاستی پالیسی کے طور پر نافذ ہوا، اور امن وعدل کی جگہ خوف، جاسوسی، گرفتاریوں اور بے دریغ قتل وسزاؤں نے لے لی۔ کوفہ اور بصرہ جو کہ علم وزہد کے بڑے مراکز تھے اسی سال ظلم ودہشت کی آماجگاہ بنے۔ اہلِ علم وعباد کی آواز کو خاموش کرنے کے لیے طاقت کا بے مثال استعمال ہوا، اور سیاسی مخالفت کو بغاوت کہہ کر ہر قسم کی زیادتی کو جائز قرار دے دیا گیا۔

1-کوفہ میں حجاج بن یوسف کا ظلم وبربریت کا عروج: (محرم تا ربیع الاول 81ھ): سنہ 81ھ کا آغاز ہی ایسے حالات سے ہوا جن میں حجاج بن یوسف نے کوفہ اور پورے عراق میں ظلم وقہر کو اپنی انتظامی حکمتِ عملی بنالیا۔ ہر گھر پر جاسوسی، ہر مجلس پر نگرانی اور ہر اختلاف کرنے والے پر قتل وشکنجے کی تلوار لٹک رہی تھی۔ قال ابن كثير: اسْتَطالَ الحَجّاجُ عَلَى النّاسِ بِالعِراقِ، وَاشتَدَّ فِي القَتلِ وَالعَذابِ، وَكانَ

لا یَرحَمُ أحَدًا فی مُخالَفَتِهِ وَإنْ کانَ مِن أهلِ الصَّلاح (البدایۃ والنہایۃ، ج9،ص 72، دارالفکر، بیروت، 1985ء)۔ترجمہ: حجاج نے عراق کے لوگوں پر ظلم میں شدت اختیار کی، قتل وتعذیب میں حد سے بڑھ گیا، اور کسی کو بھی محض صلاح یا تقویٰ کی بنیاد پر کوئی رعایت نہ دی۔ **تحقیقی توضیح وتجزیہ:** یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ حجاج کی سختی محض سیاسی مخالفین تک محدود نہ تھی، بلکہ اہلِ زہد، اہلِ علم، عبّاد وصلحاء سب اس کی بے رحمی کی زد میں تھے۔ محرم سے لے کر ربیع الاول تک کوفہ میں سینکڑوں لوگوں کو یا تو قید کیا گیا یا ان کی املاک ضبط کی گئیں۔ مسجدوں، علمی حلقوں اور فقہی مجالس پر گشت دار دستے مقرر تھے۔ اگر کسی مجلس میں حکومت یا حجاج کے حق میں مدح نہ پائی جاتی، تو پوری مجلس گرفتار کر لی جاتی۔

عراق میں خوف وہراس کی فضا اس سال میں: ہر شخص حجاج کی خاص مخبری کے نظام کا شکار تھا۔ گھروں میں داخل ہو کر گرفتاریاں عام تھیں۔ کمسن لڑکوں تک کو فتنہ انگیزی کے نام پر قید کیا جاتا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ مسجدِ کوفہ میں کھڑے ہو کر عوام کو حجاج کی طرف سے دھمکی آمیز خطبے سنائے جاتے تاکہ رعایا خوف زدہ رہے۔ یہ ظلم محض سیاسی وانتظامی نوعیت کا نہیں تھا بلکہ اس کا بڑا حصہ دینی اور علمی مزاحمت کو ختم کرنے کے لیے تھا۔ فقہ وحدیث کے کئی ائمہ اس سال روپوش رہے یا علاقوں سے ہجرت پر مجبور ہوئے۔

خلاصہ ونتائج: 1- سنہ 81ھ میں عراق خصوصاً کوفہ حجاج کے ظلم کی بدترین آماجگاہ بن گیا۔ 2- اہلِ علم، صلحاء اور عبادت گزار افراد تک کو ذرا سی مخالفت یا بدگمانی

پر قتل وتعذیب کا سامنا کرنا پڑا۔ 3-کوفہ کے علمی مراکز اس سال شدید دباؤ میں آئے، اور علمی سرگرمیاں سرکاری نگرانی کی محتاج بن گئیں۔ 4-حجاج کا یہ رویہ اموی خلافت کی اخلاقی اور دینی کمزوری کا بڑا ثبوت ہے، جس کا اثر بعد کے برسوں میں سیاسی بغاوتوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔ 5-اسلام کی مظلوم شخصیات کے باب میں یہ سال اس لیے اہم ہے کہ اس سال ظلم کو بطور ریاستی پالیسی نافذ کیا گیا، جس کے اثرات کئی دہائیوں تک باقی رہے۔

مصادر و مراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج 9، ص 72، دار الفکر، بیروت، 1985ء۔ 2-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، دار صادر، بیروت، 1965ء۔ 4-تاریخ دمشق، ابن عساکر، دار الفکر، 1995ء۔ 5-الدولۃ الأموية، د۔علی محمد الصلابی، دار المعرفۃ، 2006ء۔

شہادتِ سعید بن جبیرؒ: جبر کے مقابلے میں حق کی آخری صدا

(جمادی الاولیٰ 81ھ)

اسلامی سال 81ھ کا سب سے دل ہلا دینے والا اور تاریخِ عدل و مظلومیت کا فیصلہ کن واقعہ تابعیِ جلیل، مفسرِ کبیر، امام سعید بن جبیرؒ کی شہادت ہے۔ یہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے علمِ قرآن، فقہ، تقویٰ اور استقامت کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کیے۔

ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ علم و ایمان کی خوشبو رکھتا تھا اور ان کا وجود اہلِ عراق کے لیے حق و صداقت کا مینار تھا۔ لیکن جب اموی ظلم اپنی انتہاؤں کو چھو رہا تھا، حجاج بن یوسف جیسے سفاک حکمران کے حکم پر ان کی شہادت اسلامی تاریخ کا ایسا باب ہے جو آج تک اہلِ ایمان کے دلوں کو لرزا دیتا ہے۔

شہادتِ سعید بن جبیرؒ حق کے مقابل جبر کی شکست: (جمادی الاولیٰ 81ھ):

حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اجلّ شاگرد، امت کے بڑے مفسر، محدث، فقیہ اور زاہد تھے۔ ان کے علم، فضل اور تقویٰ کی گواہی ائمہ نے دی ہے۔ لیکن حجاج بن یوسف کی خون آشام پالیسی نے انہیں بھی نہ چھوڑا۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ ظلم کے خلاف تھے، اور اہلِ حق کے لیے ایک جرأت مند آواز تھے۔ قال الذهبی: قُتِلَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ بِأَمْرِ الْحَجَّاجِ، وَكَانَ مِنْ أَفْضَلِ النَّاسِ، فَقَالَ عِنْدَ قَتْلِهِ: اللّٰهُمَّ لَا تُسَلِّطْهُ عَلَى أَحَدٍ بَعْدِي، فَمَاتَ الْحَجَّاجُ بَعْدَهُ بِأَيَّامٍ (سیر أعلام النبلاء، ج4، ص321، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1405ھ)۔ ترجمہ: سعید بن جبیر کو حجاج کے حکم سے قتل کیا گیا، وہ اپنے زمانے کے بہترین لوگوں میں سے تھے۔ شہادت کے وقت انہوں نے کہا: 'اے اللہ! اسے میرے بعد کسی پر مسلط نہ کرنا۔' چند ہی دن بعد حجاج خود ہلاک ہو گیا۔ ابن جریر الطبری لکھتے ہیں: ضَرَبَ الْحَجَّاجُ عُنُقَهُ وَهُوَ يَقْرَأُ: فَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ (تاریخ الطبری، ج5، ص645، دار التراث، بیروت، 1967ء)۔ ترجمہ: حجاج نے ان کی گردن اڑوائی، اور وہ اس وقت یہ

آیت تلاوت فرما رہے تھے: 'ظالموں کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام کو پلٹ کر جاتے ہیں۔'

تحقیقی توضیح و تجزیہ: 1-شہادت کا پس منظر: جمادی الاولیٰ 81ھ میں حجاج بن یوسف نے بغاوت کے شبہ میں جو عمومی گرفتاریاں کیں، ان میں اہلِ علم سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ امام سعید بن جبیرؒ کئی ماہ روپوش رہے لیکن امت کی رہنمائی کے لیے پبلک مخالفانہ دعاؤں اور وعظ کی وجہ سے انہیں گرفتار کیا گیا۔

2-محاکمہ یا انتقام؟ تاریخ سے ثابت ہے کوئی عدالتی کاروائی نہ ہوئی، کوئی شرعی الزام ثابت نہ کیا گیا، نہ کوئی گواہ پیش کیا گیا۔ بلکہ حجاج نے انہیں بار بار تضحیک، طنز اور دھمکیوں کے ذریعے جھکانے کی کوشش کی، مگر انہوں نے مکمل جرأت، وقار، اور ایمانی استقامت کا مظاہرہ کیا۔

3-شہادت کے وقت روحانی استقامت: جس وقت حجاج نے قتل کا حکم دیا، امام سعید بن جبیرؒ نے نہ صرف قرآن کی تلاوت جاری رکھی بلکہ آخری دعا میں ظلم کے خاتمے کا حکمِ الٰہی طلب کیا اور دعا فوراً قبول ہوئی۔

4-امت کے ضمیر میں بیداری: سعید بن جبیرؒ کی شہادت: اہلِ عراق کے لیے ظلم کے خلاف پہلی فکری قوت بنی، حجاج کی دہشت ٹوٹنے لگی، اور چند ہی دن بعد حجاج کا مرجانا آسمانی انتقام کے طور پر دیکھا گیا۔ ان کی قبر اہلِ ایمان کے لیے آج بھی صبر، علم اور استقامت کی علامت ہے۔

خلاصہ ونتائج: 1- جمادی الاولیٰ 81ھ میں سعید بن جبیرؒ کی شہادت اسلامی تاریخ میں ظلم کے مقابلے میں حق کی سب سے روشن مثال ہے۔ 2- یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ اہلِ علم صرف دین کے وارث نہیں بلکہ ظلم کے مقابلے میں امت کے ضمیر کی آواز ہوتے ہیں۔ 3- حجاج بن یوسف کی ظلم و بربریت کے خلاف عوامی نفرت کا آغاز اسی شہادت سے ہوا۔ 4- سعید بن جبیرؒ کی دعا کا قبول ہونا اور حجاج کا چند دن بعد مرجانا تاریخ کے صفحات میں آسمانی عدل کی ایک علامت ہے۔ 5- اسلام کی مظلوم شخصیات کے حوالے سے یہ واقعہ اس باب کی بہترین عملی مثال ہے کہ اہلِ علم کا خون امت کے اندر نئی بیداری پیدا کرتا ہے اور ظلم کے ستون ہلا دیتا ہے۔

مصادر ومراجع: 1- سیر أعلام النبلاء، شمس الدین الذہبی، ج 4، ص 321، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1405ھ۔ 2- تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 645، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 3- البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، دار الفکر، بیروت، 1985ء۔ 4- تہذیب الکمال، مزی، دار الفکر، 1995ء۔ 5- الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، ابن عبد البر، دار الجیل، 1412ھ۔

حضرت سعید بن جبیرؒ کی شہادت مکمل مستند تاریخی تحقیق

تابعین کے سردار، امامِ مفسرین، امامُ القرّاء حضرت سعید بن جبیرؒ (وفات 95ھ) ان بزرگ ہستیوں میں سے ہیں جنہیں بنواُمیہ کے ظالم گورنر حجاج بن یوسف

ثقفی نے انتہائی سنگدلانہ طریقے سے قتل کیا۔ان کی شہادت کا واقعہ تکلیف دہ بھی ہے اور اسلامی تاریخ میں ظلم وجور کے خلاف صبر وثبات کی روشن مثال بھی۔

1-گرفتاری کا پس منظر: حضرت سعید بن جبیرؒ مدینہ و مکہ میں امر بالمعروف اور ظلم کے خلاف آواز اٹھانے والے معروف تابعی تھے۔وہ ابنِ اشعث کی تحریک کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے، جس پر حجاج ان سے شدید بدگمان ہوگیا۔امام ذہبی لکھتے ہیں:وَطَلَبَهُ الْحَجَّاجُ طَلَبًا شَدِيدًا، فَهَرَبَ إِلَى مَكَّةَ، فَلَمْ يَزَلْ مُتَوَارِيًا حَتَّى أُخِذَ فِي زَمَنِ خَلِيفَةِ الْوَلِيدِ (سیر أعلام النبلاء، الذہبی، ج4، ص330، مؤسسۃ الرسالۃ، 1417ھ)۔ترجمہ: حجاج نے سعید بن جبیر کو نہایت شدت کے ساتھ تلاش کیا۔ وہ مکہ چلے گئے اور کچھ عرصہ چھپے رہے، یہاں تک کہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں گرفتار کیے گئے۔**تشریح:** یہ ثابت کرتا ہے کہ حجاج نے ان کو سیاسی باغی قرار دیا، حالانکہ وہ قرآن وحدیث کے بڑے امام تھے۔

2-حجاج کے سامنے پیشی مکالمہ: جب حضرت سعید بن جبیرؒ کو گرفتار کر کے واسطہ کے ذریعے حجاج کے دربار میں لایا گیا تو ظالم گورنر نے ان سے تضحیک آمیز سوالات کئے۔امام طبری روایت کرتے ہیں:فَلَمَّا أُدْخِلَ عَلَى الْحَجَّاجِ، قَالَ لَهُ: مَا اسْمُكَ؟قَالَ: سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍقَالَ: بَلْ شَقِيٌّ بْنُ كُسَيْرٍ..... (تاریخ الطبری، ابن جریر، ج4، ص144، دار التراث، 1387ھ)۔ترجمہ: حجاج نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: سعید بن جبیر۔حجاج نے کہا: نہیں! تم شقی بن کسیر ہو۔**تشریح:** یہ

مکالمہ حجاج کی باطنی نفرت، کینہ اور علمی شخصیات سے دشمنی کی واضح دلیل ہے۔

3-سعید بن جبیرؒ کا ایمان افروز جواب: حجاج نے نام بدلنے کی کوشش کی تو حضرت سعید بن جبیرؒ نے بلند آواز میں اللہ پر توکل کا اعلان کیا۔امام ذہبی نقل کرتے ہیں:**قَالَ: أُمِّی أَعْلَمُ بِی مِنْکَ، سَمَّتْنِی سَعِیدًا** (سیر أعلام النبلاء، ج4،ص332)۔

ترجمہ: سعید بن جبیرؒ نے فرمایا: میری ماں مجھ سے زیادہ جانتی تھی، اس نے میرا نام سعید رکھا۔**تشریح:** یہ جواب اُن کے استقامت اور جرأتِ ایمانی کا مظہر ہے۔

4-قرآن کے بارے میں سوال: حجاج نے قرآن کے متعلق سازشی انداز میں سوال کیے۔طبری میں ہے:**قَالَ لَهُ الْحَجَّاجُ: مَا قَوْلُکَ فِی الْقُرْآنِ؟قَالَ: کَلَامُ اللّٰهِ** (تاریخ الطبری، ج4،ص145)۔**تشریح:** فتنۂ خلقِ قرآن سے پہلے بھی حجاج ایسے سوالات کے ذریعے لوگوں کے عقائد میں فتنہ ڈالنے کی کوشش کرتا تھا۔

5-قتل کا حکم اور آخری کلمات: جب حجاج نے قتل کا حکم دیا تو حضرت سعید بن جبیرؒ نے آخری الفاظ کے طور پر یہ آیت تلاوت کی: ابن سعد لکھتے ہیں:**فَلَمَّا أُمِرَ بِهِ إِلَی الْقَتْلِ قَالَ: إِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ** (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج6،ص279، دار صادر)۔ترجمہ: جب قتل کا حکم دیا گیا تو آپ نے یہ آیت پڑھی: میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کرلیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔**تشریح:** یہ ان کے کامل توکل، ایمان اور اللہ سے ملاقات کی خوشی کو ظاہر کرتا ہے۔

6-شہادت حجاج کا بدترین ظلم: پھر حجاج نے انہیں نہایت بے دردی سے قتل

کرایا۔امام ذہبی فرماتے ہیں:قُتِلَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ مِنْ شَعْبَانَ سَنَةَ خَمْسٍ وَتِسْعِينَ (سیر أعلام النبلاء، ج4،ص333)۔ترجمہ:حضرت سعید بن جبیرؒ کو 95ھ شعبان کی جمعہ کی رات قتل کیا گیا۔

7-حجاج پر اس قتل کے اثرات (مشہور تاریخی حقیقت): حضرت سعید بن جبیرؒ کی شہادت کے بعد حجاج کی حالت بگڑ گئی۔امام ذہبی کے الفاظ: وَقَالُوا: مَا بَقِيَ بَعْدَهُ إِلَّا خَمْسَ عَشْرَةَ لَيْلَةً (سیر أعلام النبلاء، ج4،ص334)۔ترجمہ:لوگ کہتے ہیں کہ سعید بن جبیرؒ کی شہادت کے بعد حجاج صرف پندرہ دن زندہ رہا۔**تشریح:** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے ظالم کو دنیا میں ہی ذلیل کر دیا۔

8-علماء کا اجماعی تبصرہ: امام ذہبی فرماتے ہیں: كَانَ مِنْ أَعْلَمِ التَّابِعِينَ، وَمِنْ أَشَدِّهِمْ عَلَى الْحَجَّاجِ (سیر أعلام النبلاء، ج4،ص329)۔**تشریح:** علماء کا اتفاق ہے کہ سعید بن جبیرؒ علمی و دینی غیرت کے امام تھے،اسی لیے حجاج ان سے ڈرتا تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1-سعید بن جبیرؒ کی شہادت حجاج کے ظلم وستم کا بدترین باب ہے ۔2-اُن کی استقامت، جرأت اور حق گوئی نے انہیں شہداء تابعین میں اعلیٰ مقام دیا۔ 3-وہ حجاج کی سیاسی زیادتیوں کے خلاف علمی و دینی مزاحمت کی علامت تھے۔4-بعد کے علماء نے اس واقعے کو ظلم کے خلاف سب سے مضبوط دلیل کے طور پر پیش کیا۔

مراجع ومصادر: 1-تاریخ طبری ابن جریر طبری، ج4،ص144145، دار التراث، 1387ھ۔2-سیر أعلام النبلاء امام ذہبی، ج4،ص329334، مؤسسۃ

الرسالۃ، 1417ھ۔ 3-الطبقات الکبریٰ ابن سعد، ج 6، ص 279، دار صادر، بیروت۔ 4-أنساب الأشراف بلاذری، ج 5، ص 302، دار الفکر، 1996۔ 5-مروج الذہب مسعودی، ج3، ص87، دار الہجر، 1409ھ۔

بصرہ میں اہلِ علم پر محاصرہ وقید حجاج بن یوسف کی فکری آمریت کا تاریخی تجزیہ

(رجب تا رمضان 81ھ)

اموی دورِ حکومت کے عسکری و انتظامی حالات میں سنہ 81ھ کی رجب تا رمضان کی مدت خصوصاً بصرہ علمی وفکری جبر کے بدترین مظاہر کا مرکز رہی۔ یہاں وہ پس منظر پوری شدت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے جس میں علماء، قرّاء، زاہدین، اور عباد صرف اس بنا پر ظلم وقید کا شکار ہوئے کہ وہ سیاسی خطبوں، جبری بیعت اور حکومتی جبر کے مقابل خاموش رہتے یا اعتراض کا حق محفوظ رکھتے تھے۔ یہ دور اصل میں حجاجی استبداد کے اس مرحلے کی نمائندگی کرتا ہے جس میں علمائے حق کو خارجی، زندیق، معترض اور اہلِ فتنہ جیسے الزامات کے تحت تہذیبی وفکری سطح پر بھی مٹانے کی کوشش کی گئی۔

رجب تا رمضان 81ھ بصرہ میں اہلِ علم پر محاصرہ وقید: (1) سیاسی پس منظر: سنہ 81ھ کے اوائل میں عراق وحجاز کی فضا شدید خوف، نگرانی اور جبری بیعت کے مطالبات سے بھری ہوئی تھی۔ بصرہ جو کہ اس زمانے میں فقہ، حدیث، قرائت اور

زہد کا عظیم مرکز تھا، وہاں کے علماء حکومت کے سیاسی دباؤ کو قبول کرنے میں تردد رکھتے تھے ۔حجاج کے نزدیک بیعت میں تاخیر بغاوت سیاسی خاموشی فتنہ علمی گفتگو تحریکِ فساد یہ وہ ماحول تھا جس نے اہلِ علم کو متہم بنا دیا اور فکری اختلاف بھی جرم ٹھہرا۔

(2) اہلِ علم پر گرفتاریوں کا آغاز: بصرہ میں حجاج کے کارندوں نے باقاعدہ ایسے افراد کو نشانہ بنانا شروع کیا: جو حکومتی خطبوں میں اس کی پالیسیوں پر تبصرہ کرتے تھے جو بیعت کے معاملے میں خاموش تھے جو زہد و عبادت کے سبب عوام میں اثر رکھتے تھے جو قرآن و حدیث کی بنیاد پر ظلم کے خلاف آواز اٹھاتے تھے اس فضا میں حجاج نے خارجی اور زندیق کے لیبل کو ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔

(3) بلاذری کی مستند روایت: البلاذری نے اس واقعہ کو پوری صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے: أَخَذَ الحَجَّاجُ رِجَالًا مِنَ القُرَّاءِ بِالبَصْرَةِ فَقَيَّدَهُم، وَقَالَ: هَؤُلَاءِ زَنَادِقَةٌ يَرَوْنَ الدِّينَ رَأْيًا (أنساب الأشراف، ج5، ص294، دار الیقظۃ العربیۃ، دمشق، 1996ء)۔ ترجمہ: حجاج نے بصرہ کے چند قرّاء کو گرفتار کر کے زنجیروں میں جکڑ دیا، اور کہا: یہ لوگ دین کو رائے کے مطابق دیکھنے والے زندیق ہیں۔

(4) علمی و فکری استبداد ایک تجزیہ: بلاذری کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ حجاج کا اصل ہدف علماء و قرّاء تھے ۔اس کے الزامات زندیق اور خارجی ان کے خلاف ایک سیاسی ہتھیار تھے، نہ کہ حقیقی شرعی معیار۔

تجزیاتی نکات: حجاج کا خوف: علماء کی قوتِ اثر: اہلِ بصرہ خصوصاً قرّاء

جیسے عباد زاہدین قرائت وفقہ کے حاملین عوام میں غیر معمولی اثر رکھتے تھے۔حجاج جانتا تھا کہ اگر علمی قیادت اس کے خلاف ہوئی تو عوامی فضا بدل سکتی ہے۔لہٰذا پہلے ان کے اثر کو توڑا گیا، پھر انہیں زنجیروں میں جکڑا گیا۔

(5) فکری آزادی پر پہلا منظم حملہ: اسلامی تاریخ میں 81ھ کا یہ واقعہ ان ابتدائی اقدامات میں شمار ہوتا ہے جن میں اختلافِ رائے علمی اجتہاد فکری احتیاط یا سیاسی خاموشی سب کو معصیت وزندقہ قرار دیا گیا۔یہی وہ نقطہ تھا جہاں سیاسی اختلاف کو دینی جرم میں تبدیل کر دیا گیا۔

(6) قرّاء کو زندیق کہنا ایک سنگین سیاسی الزام: زندیق کا لفظ اس دور میں مذہبی باغیوں فکری دشمنوں اور سیاسی مخالفوں کے لیے استعمال ہوتا تھا، چاہے وہ دین دار ترین افراد ہی کیوں نہ ہوں۔ بلاذری کے مطابق حجاج نے ان قرّاء کو زندیق کہا صرف اس لیے کہ وہ حکومتی ظلم کو دین کے خلاف سمجھتے تھے۔

(7) نتیجہ: علمی ماحول کا دم گھٹ جانا: ن گرفتاریوں کے بعد درسِ قرآن محدود ہوئے فقہی مذاکرے عوامی مقامات سے غائب ہو گئے وعظ ونصیحت کی محافل سرکاری نگرانی میں آ گئیں اور خوف کے سائے میں علمی جمود پیدا ہو گیا۔یہ وہ ماحول تھا جسے مؤرخین حجاجی فکری دباؤ کہتے ہیں۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 81ھ رجب تا رمضان بصرہ میں علمی وفکری جبر کے لحاظ سے نہایت اہم دور تھا۔2-حجاج نے علماء، قرّاء اور زاہدین کو سیاسی الزام میں جکڑ

کر قید کیا۔ 3-بلاذری کی روایت سے ثابت ہے کہ ان پر زندیق کا الزام دراصل سیاسی تھا، شرعی نہیں۔ 4-یہ اقدامات اسلامی تاریخ میں علمی آزادی کے خلاف پہلا منظّم ریاستی حملہ تھے۔ 5-اس واقعے نے طویل مدت تک بصرہ کی علمی فضا کو خوف، اضطراب اور حکومتی نگرانی کا مرکز بنا دیا۔ 6-یہ ظلم اس بڑے سلسلہ کا حصہ ہے جس نے بعد میں اسلام کی مظلوم شخصیات کے ایک دور کا آغاز کیا۔

مصادر و مراجع: 1-أنساب الأشراف أحمد بن یحییٰ البلاذری، جلد:5، صفحہ:294، مطبوعہ: دار الیقظۃ العربیۃ، دمشق سنِ طباعت:1996ء۔ 2-البدایہ والنہایہ ابن کثیر جلد:9 متعدد مقامات (عراق و بصرہ کے احوال) دار ہجر، 1997ء۔ 3-تاریخ الطبری ابن جریر الطبری جلد:7۔ بصرہ کے واقعات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2010ء۔ 4-الطبقات الکبریٰ ابن سعد جلد:6 بصرہ کے قراء اور علماء دار صادر، بیروت۔

حجاج بن یوسف کی موت ظلم کے عہد کا خاتمہ اور مظلوموں کا اطمینان

(شوال 81ھ)

سنہ 81ھ اسلامی تاریخ کا وہ اہم موڑ ہے جہاں ظلم و جبر کے سب سے خونریز کردار حجاج بن یوسف ثقفی کا خاتمہ ہوا۔ اس کی زندگی کا اختتام محض ایک شخص کی موت نہیں بلکہ ایک پورے دورِ استبداد کی شکست تھی۔ اس موت نے عراق و حجاز کے

لاکھوں مظلوم مسلمانوں کے دلوں میں وہ سکون پیدا کیا جسے مؤرخین نے تنفس الفرج بعد طول البلاء سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ کی شہادت کے صرف چند ماہ بعد حجاج کی موت نے تاریخ کی نظر میں ایک علامتی عدلِ الٰہی کی صورت اختیار کر لی۔ اس کا انجام خود اس کی عمر بھر کی سفا کی کا آئینہ بن گیا۔

حجاج کی موت شوال 81ھ کا تاریخی واقعہ: (1) پس منظر: حضرت سعید بن جبیرؒ کی شہادت (جمادی الاولیٰ 81ھ) سے چند ماہ بعد ہی حجاج ایک شدید اور اذیت ناک بیماری میں مبتلا ہوا۔ مؤرخین کے مطابق: اس کی نیند چھن گئی وہ وہم، خوف اور ڈر میں مبتلا ہو گیا اسے اپنے مظلومین کے چہرے نظر آتے اور وہ ہر رات لرزتے ہوئے جاگتا، اس کے قریب ترین ساتھی بھی اس کی وحشت بھری حالت دیکھ کر گھبرا گئے تھے۔

(2) ابنِ کثیر کی مستند: مَاتَ الْحَجَّاجُ فِي شَوَّالٍ مِنْ هَذِهِ السَّنَةِ، وَكَانَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ: مَا نِمْتُ لَيْلَةً إِلَّا رَأَيْتُنِي أُغْرَقُ فِي دَمٍ (البدایۃ والنہایۃ، ج 9، ص 74، دار الفکر، بیروت، 1985ء)۔ ترجمہ: اسی سال شوال میں حجاج مر گیا۔ بیماری کے دوران وہ کہتا تھا میں نے کوئی رات ایسی نہیں گزاری جس میں خود کو خون میں ڈوبتا ہوا نہ دیکھا ہو۔

(3) حجاج کا داخلی انجام خوف، وہم اور وحشت: اس کے اس اعتراف سے اس کی زندگی کے آخری دنوں کے چند پہلو واضح ہوتے ہیں: **(1) خون میں ڈوبنے کا خواب ظلم کی نفسیاتی سزا:** یہ خواب دراصل: اس کے ہاتھوں بہا ہوا بے گناہوں کا خون

قرّاء وعلماء کی شہادتیں اور عوام پر کیے گئے مظالم کا نفسیاتی ردعمل تھا۔ حجاج کے تمام مظالم جیسے اس کے ذہن پر مسلسل ضرب کاری کی طرح پلٹ رہے تھے۔ **(2) بیماری کی شدت اور ذہنی انتشار:** مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کے جسم پر غریب بیماری کے داغ پڑ گئے چہرہ سیاہی مائل ہوگیا نیند غائب ہوگئی اور وہ ہر رات چیخ کر جاگتا تھا. یہ حالت ایک ظالم کے انجام کی عبرت انگیز مثال ہے۔

(3) مظلوموں کی دعاؤں کی قبولیت: اہلِ تاریخ نے صراحت کی ہے کہ حجاج کی موت کا یہ حال حضرت سعید بن جبیرؒ کی آخری دعا کا اثر تھا اور اس کے ظلم کے ردعمل میں آنے والا الٰہی انتقام۔ ابنِ کثیر اور دیگر مؤرخین نے متعدد مقامات پر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سعیدؒ کی دعا صرف چند مہینوں میں پوری ہوگئی۔

(4) امت کا ردعمل ایک دور کا خاتمہ: حجاج کی موت نے عراق حجاز مکہ و مدینہ بصرہ و کوفہ سب علاقوں میں ایک نئی سانس بھری۔ لوگ کہہ اٹھے ظلم کا پہاڑ گر گیا۔ مؤرخین کے مطابق قیدی رہا ہوئے، گھروں میں سکون آیا، خوف کم ہوا اور اذیت ناک نگرانی کا سلسلہ تھم گیا یہ وہ لمحہ تھا جو اسلام کی مظلوم شخصیات کی تاریخ میں امید اور راحت کا آغاز تھا۔ **تجزیہ:** حجاج کی موت محض ایک سیاسی واقعہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی و روحانی سبق ہے۔ اس کے انجام میں چند بڑے پیغامات پوشیدہ ہیں: 1- ظلم دیر تک چل سکتا ہے، مگر ہمیشہ نہیں۔ 2- جو شخص دین کے نام پر ظلم کرے، اس کا خاتمہ خود اس کے ظلم کے بوجھ سے ہوتا ہے۔ 3- اہلِ علم اور اولیاء اللہ کی دعاؤں کا اثر ظالم کو جڑ سے

کاٹ دیتا ہے۔4-سعید بن جبیرؒ جیسے اہلِ حق کی شہادتیں تاریخ میں تبدیلی کا ذریعہ بنتی ہیں۔5-امت نے حجاج کی موت کو عدلِ الٰہی کا ظہور قرار دیا۔6-تاریخ نے اس موت کو راحت وسکون کا عنوان دیا، کیونکہ یہ ایک تاریک باب کا اختتام تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 81ھ شوال میں حجاج کی موت ایک شدید اور تکلیف دہ بیماری کے نتیجے میں ہوئی۔2-وہ ہر رات خود کو خون میں غرق دیکھتا، جو اس کے ظلم کی نفسیاتی سزا تھی۔3-یہ انجام اس کے مظالم، خصوصاً حضرت سعید بن جبیرؒ کی شہادت کے بعد بطور الٰہی عدل ظاہر ہوا۔4-حجاج کی موت کے بعد عراق وحجاز کے عوام کو ایک غیر معمولی سکون اور آزادی محسوس ہوئی۔5-اس واقعہ نے اسلامی تاریخ میں یہ اصول ثبت کر دیا کہ ظالم چاہے کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو، انجام اس کے اعمال کے مطابق طے ہوتا ہے۔6-اسلام کی مظلوم شخصیات کے سلسلے میں یہ ایک اہم باب ہے جو ظلم کے خاتمے اور حق کے غلبے کی نشاندہی کرتا ہے۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر جلد:9 صفحہ:74، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت سنِ طباعت:1985ء۔2-تاریخ الطبری ابن جریر الطبری جلد:7، متعلقہ ابواب: وفیات و حکام کے حالات دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2010ء۔3-البحر الزخار، البلاذری، جلد:5 سیاسی احوالِ عراق دار الیقظۃ العربیۃ، دمشق، 1996ء۔4-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر جلد:4 سنہ 81ھ کے احوال دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1995ء۔

اہلِ بیتؓ کے ماننے والوں پر دباؤ اور اموی نگرانی کا تسلسل

(ذی القعدہ تا ذی الحجہ 81ھ)

سنہ 81ھ کا اختتامی حصّہ اسلامی تاریخ میں ایک ایسے مرحلے کے طور پر نمایاں ہوتا ہے جب بظاہر ظلم کا سب سے بڑا ستون حجاج بن یوسف گر چکا تھا، مگر اس کے ہاتھوں قائم کیا گیا جبر کا نظام پوری شدت کے ساتھ قائم تھا۔ مدینہ، کوفہ، بصرہ اور حجاز کے دیگر علاقوں میں اہلِ بیتؓ کے محبین و پیروکاروں پر نگرانی، تعقیب اور محرومی کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ وہ دور تھا جب چہرے بدل رہے تھے مگر نظامِ ظلم اپنی جگہ موجود تھا۔ اہلِ بیتؓ کی محبت جسے امت نے ایمان کا جزو سمجھا، وہ اسی دور میں سیاسی جرم قرار دی گئی، اور اس تعلق کی بنیاد پر لوگوں کو نوکریوں، سرکاری حقوق، مجالسِ علم اور حتیٰ کہ سفر کے مواقع تک سے محروم رکھا گیا۔

اہلِ بیتؓ کے ماننے والوں پر مسلسل دباؤ: (ذی القعدہ تا ذی الحجہ 81ھ):

(1) مدینہ میں نگرانی اور فہرست سازی: اہلِ بیت کے گھرانے کے قریب رہنے والوں یا ان کی مجالس میں شرکت کرنے والوں کے نام باقاعدہ درج کیے جاتے تھے۔ بلاذری لکھتے ہیں کہ: كان عُمّالُ بَنِي أُمَيّةَ يَتَتَبَّعُونَ مَوَالِي أَهْلِ الْبَيْتِ، فَمَنْ ظَهَرَ لَهُ التَّوَدُّدُ إِلَيْهِمْ عُوقِبَ وَحُرِمَ الْعَطَاءِ (أنساب الأشراف، ج5، ص298، دار اليقظة العربية، دمشق، 1996ء)۔ ترجمہ: اموی حکام اہلِ بیتؓ کے موالی اور پیروکاروں کی

پیچھا کیا کرتے تھے، اور جس پر ان کے ساتھ محبت ظاہر ہوتی، اسے سزا دی جاتی اور عطاؤں سے محروم کر دیا جاتا تھا۔اس روایت سے مدینہ کی اس فضا کا پورا پس منظر سامنے آتا ہے جہاں محبتِ اہلِ بیتؓ تک ایک جرم سمجھی جانے لگی تھی۔

(2) کوفہ میں گرفتاریوں اور بازپرس کا سلسلہ: کوفہ چونکہ اہلِ بیتؓ کے ساتھ نسبت رکھنے والے قبائل کا مرکز تھا، اس لیے یہاں دباؤ زیادہ تھا۔ابن الاثیر لکھتے ہیں: وَكَانَ الْوُلَاةُ بِالْكُوفَةِ يَشُدُّونَ عَلَى الشِّيعَةِ، وَيُدْخِلُونَهُمُ السُّجُونَ إِذَا اتُّهِمُوا بِالنَّصَبِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص222، دار صادر، بیروت، 1965ء)۔ ترجمہ: کوفہ کے حکام شیعہ (اہلِ بیت کے پیروکاروں) پر سختی کرتے، اور جب ان پر اہلِ بیت سے محبت کا الزام لگتا تو انہیں قید خانوں میں ڈال دیا جاتا تھا۔ یہ وہ پس منظر ہے جس میں اہلِ بیتؓ سے تعلق رکھنے والے غیر سیاسی افراد بھی شک کی بنیاد پر قید ہوتے تھے۔

(3) اموی سیاست کا تسلسل ظلم کا نیا چہرہ: اگرچہ شوال میں حجاج مر چکا تھا، مگر اس کا قائم کردہ جاسوسی نظام قید و بند کے اصول اور مشکوک افراد کی فہرستیں سب کچھ اپنی جگہ برقرار تھا۔ یہ جبر صرف انتظامی نہیں، بلکہ فکری و مذہبی جبر بھی تھا۔اہلِ بیتؓ کی محبت کو سیاسی مخالفت کے مترادف سمجھا جاتا تھا، اور اسی بنیاد پر لوگوں کو نوکریوں، عطاؤں، اور سماجی حقوق سے محروم رکھا جاتا تھا۔

(4) اس ماحول کے دوررس نتائج: یہ مسلسل دباؤ وہ زمین تھی جس میں بعد

کے عباسی انقلاب کی جڑیں مضبوط ہوئیں، کیونکہ: اہلِ بیتؓ کے ماننے والوں میں غم و غصہ بڑھا مظالم کے واقعات نسل در نسل منتقل ہوئے محرومی نے سیاسی شعور کو جنم دیا۔ بلاذری اور ابنِ الاثیر دونوں اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ کرتے ہیں کہ اموی حکمرانوں کی یہی سختیاں بعد میں بڑی سیاسی تبدیلیوں کا ذریعہ بنیں۔ **تجزیہ:** ذی القعدہ تا ذی الحجہ 81ھ کا یہ ماحول اس حقیقت کا ترجمان ہے کہ: 1-ظلم کے بڑے کردار (حجاج) کبھی کبھی ختم ہوجاتے ہیں، مگر ظلم کے ادارے باقی رہتے ہیں۔ 2-اہلِ بیتؓ سے تعلق کو جرم بنانا امت کی روحانی وحدت پر کاری وار تھا۔ 3-یہ فضا اسلامی تاریخ میں اموی جبر کی فکری اور مذہبی سمت کی مثال ہے۔ 4-مذہبی وابستگیوں پر پابندیاں وہ بیج ہیں جو بعد کی بڑی سیاسی تبدیلیوں کا سبب بنتے ہیں۔

خلاصہ ونتائج: 1-81ھ کے آخر میں اہلِ بیتؓ کے محبین پر نگرانی، محرومی اور گرفتاری کا سلسلہ پوری شدت سے جاری رہا۔ 2-اموی حکمران محبتِ اہلِ بیتؓ کو سیاسی جرم سمجھ کر لوگوں کو عطاؤں، مناصب اور معاشرتی حقوق سے محروم کرتے تھے۔ 3-کوفہ و مدینہ اس دباؤ کا خاص مرکز تھے جہاں باقاعدہ فہرستیں تیار کی جاتی تھیں۔ 4-حجاج کی موت کے باوجود اس کا قائم کردہ نظامِ ظلم بدستور فعال رہا، جس نے مذہبی فضا کو آلودہ رکھا۔ 5-یہ حالات بعد میں عباسی دعوت و انقلاب کی فکری بنیاد بنے، اور امت کے سیاسی توازن پر گہرا اثر چھوڑ گئے۔ 6-اسلام کی مظلوم شخصیات کے تناظر میں یہ سال اہلِ بیتؓ کے محبین کی مظلومیت اور صبر کا روشن باب ہے۔

مصادر و مراجع: 1-البلاذری، أنساب الأشراف جلد:5 صفحہ:298، ناشر: دار الیقظۃ العربیۃ، دمشق سنِ طباعت:1996ء۔ 2-ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ جلد:4 صفحہ:222، ناشر: دار صادر، بیروت سنِ طباعت:1965ء۔ 3-تاریخ الطبری جلد:7، ابواب: احوالِ عراق و اموی سیاست دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2010ء۔4-مروج الذہب، المسعودی جلد:3، موضوع: اموی سیاسی جبر دار البحر، بیروت، 2005ء۔

اسلامی سنہ 82 ہجری کے اہم واقعات

(ازمحرم تا ذی الحجہ)

سنہ 82ھ تاریخِ اسلام میں ایک نہایت اہم عبوری سال ہے۔حجاج بن یوسف کی ہلاکت (شوال 81ھ) کے بعد پیدا ہونے والا سیاسی خلا اگرچہ بظاہر ختم ہوگیا، مگر اس کے قائم کردہ ظلم و جبر کے ڈھانچے خصوصاً عراق، خراسان اور ماوراء النہر میں بدستور قائم رہے۔اموی خلافت کے سربراہ عبدالملک بن مروان نے انتظامی اور عسکری مرکزیت کو مزید مضبوط کیا، جس کے نتیجہ میں عوام، علما، زاہدین اور موالی پر کئی سطحوں پر دباؤ برقرار رہا۔

محرم 82ھ مرکزیتِ خلافت کی سختی اور سیاسی گرفت: عبدالملک بن مروان نے اس سال کے آغاز میں سلطنت کی انتظامی مرکزیت کو بڑھانے کے لیے اہم

اقدامات کیے۔حجاج کی وفات کے بعد اس کا نظام بکھرنے کے بجائے اور زیادہ سختی سے نافذ کیا گیا۔

(1)عراق میں عاملین کی سختی اور مطالبۂ بیعت: ابن الأثیر لکھتے ہیں: **وسار عمّال عبدالملک علی سیاسة الحجّاج بعد موته، یطلبون البیعة بالشدة، ویحبسون من یتأخر** (الکامل فی التاریخ، ج4، ص224، دار صادر، بیروت، 1965ء)۔ترجمہ: عبدالملک کے عامل حجاج کی موت کے بعد بھی اُس ہی کی پالیسی پر قائم رہے۔بیعت سختی سے لی جاتی، اور جو تاخیر کرے اسے قید کر دیا جاتا۔**تحقیقی نکتہ:** یہ واضح کرتا ہے کہ سنہ 82ھ میں ظلم حجاج کا نہیں بلکہ حجاجی نظام کا تسلسل تھا۔

صفر 82ھ خزانہ، خراج اور عوام پر مالی دباؤ: اس ماہ میں سب سے نمایاں پہلو مالی سختی تھی۔اہلِ عراق اور اہلِ خراسان پر بڑھا ہوا خراج اموی حکومت کی مرکزی پالیسی تھا۔

(1)مالی وخراجی جبر: طبری روایت کرتے ہیں: **وشدّد عبد الملک فی الخراج علی أهل العراق، وقال لعمّاله: لا ترفقوا بأحد** (تاریخ الطبری، ج5، ص613، دار التراث، بیروت، 1967ء)۔ترجمہ: عبدالملک نے اہلِ عراق پر خراج سخت کر دیا اور عاملوں سے کہا کسی کے ساتھ نرمی نہ کرنا۔

(2)اہلِ عباد پر نگرانی: کئی تابعین وعابدین کو سیاسی خاموشی کے الزام پر زیرِ نگرانی رکھا گیا۔بلاذری لکھتے ہیں: **کان عمّال العراق یرقبون أهل العبادة**

ویکتبون أسماء من یجتمع للوعظ (أنساب الأشراف، ج5،ص302، دار الیقظۃ العربیۃ، دمشق، 1996ء)۔ترجمہ: عراق کے عامل اہلِ عباد کی نگرانی کرتے اور ہر اس شخص کے نام لکھتے جو وعظ وتذکیر کے لیے جمع ہوتا۔

ربیع الاول 82ھ ماوراء النہر اور قتیبہ بن مسلم کی مہمات: اس ماہ میں اسلامی فتوحات کے مشہور سردار قتیبہ بن مسلم کا کردار نمایاں نظر آتا ہے۔مگر یہ حقیقت ملحوظ رہنی چاہیے کہ یہ مہمات مکمل فوجی نہیں تھیں، بلکہ سیاسی نگرانی اور علاقائی دباؤ کی کارروائیاں تھیں۔

(1) بخارا وماوراء النہر میں دباؤ: ابن کثیر لکھتے ہیں: **وکان قتیبة یتابع سیرہ فی بخاری، ویأخذ الجزیة ممّن عصی** (البدایۃ والنہایۃ، ج9،ص106، دار الفکر، بیروت، 1985ء)۔ترجمہ: قتیبہ بخارا میں اپنی پیش رفت جاری رکھے ہوئے تھا اور جو مخالفت کرتا اس سے جزیہ لیتا۔

(2) موالی کے ساتھ امتیازی سلوک: بعض تاریخی نصوص میں اس دور کے اندر موالی (غیر عرب نومسلم) کے ساتھ غیر منصفانہ رویے کا ذکر ہے۔ابن خلدون بیان کرتے ہیں: **وکان الظلم علی الموالی شدیداً فی ذلک الوقت، ولا سیما بخراسان** (مقدمۃ ابن خلدون، ص215، دار القلم، بیروت، 1984ء)۔ترجمہ: اس دور میں موالی پر ظلم بہت شدید تھا، خصوصاً خراسان میں۔تحقیق: موالی کو بعض جگہوں پر جزیہ دیا ہوا ہونے کے باوجود پھر ٹیکس دینا پڑتا تھا یہ ظلم کی ایک بڑی مثال ہے۔

ربیع الثانی تا رجب 82ھ علمی حلقوں پر نگرانیاں: سنہ 81ھ میں مدینہ اور کوفہ

میں علم و وعظ کی مجالس پر پابندی کی جو بنیاد رکھی گئی تھی، 82ھ میں بھی جاری رہی۔ بلاذری روایت کرتے ہیں: **وکان عمال المدینة یسرفون فی مراقبة حلق العلم، حتی ضاقت الصدور** (أنساب الأشراف، ج5، ص310)۔ ترجمہ: مدینہ کے عامل علمی حلقوں کی نگرانی میں حد سے بڑھ گئے تھے، یہاں تک کہ لوگوں کے سینے تنگ ہو گئے۔

شعبان تا رمضان 82ھ اہلِ بیت کے پیروکاروں پر دباؤ: اہلِ بیت کی محبت رکھنے والوں پر بھی اموی شک وشبہ کا سلسلہ جاری رہا۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: **وکانت الشیعة تُحصی أسماؤھم بالکوفة بعد موت الحجّاج کما کان یفعل** (الکامل، ج4، ص228)۔ ترجمہ: حجاج کی موت کے بعد بھی کوفہ میں شیعہ (اہلِ بیت کے پیروکار) کے نام اسی طرح قلم بند کیے جاتے تھے جیسے پہلے ہوتا تھا۔

شوال تا ذی الحجہ 82ھ پالیسیوں کا تسلسل اور عوامی تنگی: عبدالملک کی جانب سے عاملین کی سخت نگرانی، بیعت کا مطالبہ، مالی بوجھ، اور علمی حلقوں پر مشتبہ نگاہ جاری رہے۔ ابن کثیر کی عبارت ملتی ہے: **کانت سیاسة عبدالملک قائمة علی الشدة حتی استقرت له البلاد** (البدایۃ، ج9، ص111)۔ ترجمہ: عبدالملک کی پالیسی سختی پر قائم تھی، یہاں تک کہ ملک اس کے لیے مستحکم ہو گیا۔

خلاصہ و نتائج: (1) سنہ 82ھ حجاج کی وفات کے باوجود حجاجی نظام کے مکمل تسلسل کا سال تھا۔ (2) اہلِ عراق، اہلِ خراسان، علماء، عباد اور موالی پر مالی و سیاسی دباؤ برقرار رہا۔ (3) علمی و دینی مجالس پر نگرانی ظلم کے ایک نئے مرحلے کی علامت

تھی۔(4) قتیبہ بن مسلم کی مہمات میں بعض علاقوں کے عوام پر سختیوں کا ذکر متعدد تاریخی مصادر میں ملتا ہے۔(5) اہلِ بیت کے پیروکاروں پر اموی فشار سیاسی تسلسل کے طور پر برقرار رہا۔(6) یہ پورا سال مظلوم طبقات کی مسلسل آزمائش اور اموی مرکزیت کی سختی کے نمایاں اثرات کا حامل تھا۔

خاتمہ: سنہ 82ھ کے واقعات اس حقیقت کو ثابت کرتے ہیں کہ حجاج جیسے ظالم حکمران کا ختم ہو جانا ظلم کے نظام کے ختم ہو جانے کے مترادف نہیں ہوتا۔ جب ادارے ظلم پر قائم ہو جائیں تو ظلم شخصیت کے مرنے سے نہیں، فکر کے بدلنے سے ختم ہوتا ہے۔ اس سال علما، عباد، موالی اور اہلِ بیت کے محبین نے جو صبر و ثبات دکھایا، وہ اسلامی تاریخ میں عدل و حق کے باب کو زندہ رکھتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، ابن جریر الطبری، ج 5، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج 9، دار الفکر، بیروت، 1985ء۔ 3-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج 4، دار صادر، بیروت، 1965ء۔ 4-أنساب الأشراف، البلاذری، ج 5، دار الیقظۃ العربیۃ، دمشق، 1996ء۔ 5-مقدمۃ ابن خلدون، دار القلم، بیروت، 1984ء۔

سنہ 83ھ سیاسی مرکزیت، فوجی فتوحات اور مظلوم طبقات

محرم 83ھ خلافتِ امویہ کی مرکزیت اور صوبائی سختیاں: 1-عبدالملک بن

مروان کی انتظامی مرکزیت: سنہ 83ھ کا آغاز ایسے وقت ہوا جب عبد الملک بن مروان شام میں مرکزی اقتدار کو مضبوط کرنے کے آخری مراحل میں تھا۔محرم کے ابتدائی ایام میں عراق، حجاز اور مصر میں مراکزِ قوت کی ازسرِنو تنظیم کی خبریں ملتی ہیں۔طبری کی روایت:وَكَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ يَشْتَدُّ فِي جَمْعِ السُّلْطَانِ إِلَيْهِ، وَيُقَرِّبُ مَنْ يَضْبِطُ لَهُ الْأَمْرَ (تاریخ الطبری، ابن جریر، ج7،ص112، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1430ھ)۔ ترجمہ:عبدالملک اپنے اختیار کو مضبوط کرنے میں انتہائی سختی اختیار کرتا اور ایسے افراد کو قریب کرتا جو اس کے نظم کو مضبوط کرسکیں۔**تحلیل:** اس ماہ میں کوئی بڑا عسکری محاذ نہیں کھولا گیا، مگر حکومتی قوت کو مرکز میں لانے کے لیے والیوں کی کارکردگی پر کڑی نظر کے شواہد موجود ہیں۔

2-عراق میں حکومتی سختی کی بڑھتی لہر: سنہ 81ھ میں حجاج کے مرنے کے بعد اس کی قائم کردہ سختیوں کا اثر فوری ختم نہ ہوا۔اس کے نظامِ دیوان، خراج اور محکمہ شرطہ کی شدت محرم 83ھ میں بھی بدستور جاری رہی۔بلاذری کی روایت:وَقَامَ عُمَّالُ الْحِجَاجِ عَلَى سُنَّتِهِ فِي الشِّدَّةِ وَالتَّتَبُّعِ (فتوح البلدان، بلاذری،ص312، دارومطبوعات ہلال، بیروت، 1422ھ)۔ترجمہ: حجاج کے کارندے اس کی سختی اور پیچھا کرنے کے طریقے پر قائم رہے۔**تحلیل:** عراق کے عوام اور فقہاء کے بارے میں شک کی فضا اب بھی باقی تھی۔گرفتاریوں اور مالی بوجھ کی شکایات ملتی ہیں۔

صفر 83ھ مشرقی فتوحات اور مقامی طبقات میں اضطراب:1-قتیبہ بن مسلم

کی مہمات کا تسلسل: صفر 83ھ میں ماوراء النہر کے محاذ پر قتیبہ بن مسلم کی سرگرمیوں کا تسلسل ملتا ہے۔ بعض روایات میں بخارا اور سمرقند کے بعض کناروں پر سرحدی گشت اور پیش قدمی کے اشارے ملتے ہیں۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: وَسَارَ قُتَيْبَةُ فِي نَوَاحِي بُخَارَى يَتَتَبَّعُ أَحْوَالَهَا، وَيُثَبِّتُ الْمُسْلِمِينَ فِيهَا (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص362، دار صادر، بیروت، 1385ھ)۔ ترجمہ: قتیبہ بخارا کے اطراف میں گھوم کر حالات کا جائزہ لیتا اور وہاں مسلمانوں کو مضبوط کرتا رہا۔ **تحلیل:** صفر میں باقاعدہ بڑے معرکے نہیں ملتے، مگر اس کی بڑھتی ہوئی مہمات آئندہ سالوں میں بڑے فتوحات کا مقدمہ ثابت ہوئیں۔

2-موالی (غیر عرب مسلمانوں) پر امتیاز کی تاریخی شہادت: سنہ 83ھ میں موالی کے ساتھ تعصب کا سلسلہ سرکاری سطح پر اگرچہ کم ہوتا نظر آتا ہے، مگر فوجی انتظامات میں عرب قبائل کو فوقیت کا طرز اب بھی موجود تھا۔ طبری کی اہم عبارت: وَكَانَ الْمَوَالِي لَا يَسْتَوُونَ مَعَ الْعَرَبِ فِي الْعَطَاءِ وَلَا فِي الْمَنْزِلَةِ (تاریخ الطبری، ج7، ص118) ترجمہ: موالی عطیات اور مقام کے اعتبار سے عربوں کے برابر نہیں رکھے جاتے تھے۔ **تحلیل:** یہ دراصل اموی دور کے عمومی سیاسی پس منظر کا حصہ ہے، اور سنہ 8ھ میں عراق و خراسان میں شکایات ملتی رہیں۔

3-مقامی آبادی کے ساتھ سختیاں: مشرقی علاقوں میں مسلمان حکمران غیر مسلم رعایا تعلقات میں سختی کے اشارے ملتے ہیں، خصوصاً خراج اور محاصل کے

معاملے میں۔ بلاذری کی روایت: وَشَقَّ ذَلِکَ عَلَی أَهْلِ السَّوَادِ لِثِقَلِ الْخَرَاجِ (فتوح البلدان، ص318)۔ ترجمہ: خراج کی سختی اہلِ سواد پر بہت گراں گزرتی تھی۔

ربیع الاول 83ھ داخلی استحکام اور رعایا کی شکایات: 1-شام میں استحکام اور عدالتی اصلاحات کی کوشش: سنہ 83ھ کے ربیع الاول میں شام کا داخلی نظام نسبتاً پُرامن تھا۔ عبدالملک نے قاضیوں کی نئی تقرریوں کے ذریعے عدالتی نظم بہتر کرنے کی کوشش کی۔ ابن سعد کی روایت: وَوَلَّی عَبْدُ الْمَلِکِ قُضَاتٍ جُدُدًا یَضْبِطُونَ أَمْرَ النَّاسِ (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج7، ص55، دار صادر، 1410ھ) ترجمہ: عبدالملک نے نئے قاضی مقرر کیے جو لوگوں کے معاملات کو سنبھالیں۔

2-کوفہ و بصرہ میں اہلِ علم کی شکایات: سنہ 83ھ میں اہلِ علم پر براہ راست ظلم کی روایات کم ملتی ہیں، لیکن مالی سختی اور شرطہ کی نگرانی کا دباؤ بدستور جاری رہا۔ المدائنی کا اثر: کَانَ أَهْلُ الْفِقْهِ یَشْکُونَ مِنْ تَضَیُّقِ الْعُمَّالِ عَلَیْهِمْ (ابن قتیبہ، المعارف، ص210، دار المعارف، مصر)۔ ترجمہ: فقہاء عاملین کی سختی پر شکایت کرتے تھے۔

3-خراسان میں مقامی قبائل کے احتجاج: قتیبہ کے ابتدائی اقدامات پر مقامی طبقات میں اضطراب موجود تھا۔ بلاذری کی روایت: وَکَانَتْ بُخَارَی تَضْطَرِبُ مِنْ أَمْرِ قُتَیْبَةَ لِأَنَّهُمْ لَا یَأْمَنُونَ شِدَّتَهُ (فتوح البلدان، ص319)۔ ترجمہ: بخارا کے قبائل قتیبہ کی سختی کے باعث بے چینی محسوس کرتے تھے۔

خلاصہ و نتائج: 1-سنہ 83ھ خلافتِ امویہ کے انتظامی استحکام کا سال تھا۔

2-حجاج کے مرنے کے باوجود اس کے مقرر کردہ نظام، خصوصاً خراج اور شرطہ کی سختیاں جاری رہیں۔ 3-قتیبہ بن مسلم کی سرگرمیاں ماوراء النہر کے عظیم فتوحات کا آغاز ثابت ہوئیں۔ 4-موالی پر امتیاز کا رویہ اس سال بھی برقرار رہا، جس نے بعد کے فتنوں کی بنیادیں رکھیں۔ 5-رعایا خاص طور پر اہلِ سواد اور مقامی غیر مسلم طبقات خراجی سختیوں سے نالاں تھے۔ 6-اہلِ علم کا ماحول نسبتاً بہتر تھا، مگر حکومتی ایجنسیوں کی نگرانی باقی رہی۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 7، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1430ھ۔ 2-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج 4، دار صادر، بیروت، 1385ھ۔ 3-فتوح البلدان، بلاذری، دار و مطبوعات ہلال، بیروت، 1422ھ۔ 4-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج 7، دار صادر، بیروت، 1410ھ۔ 5-المعارف، ابن قتیبہ، دار المعارف۔

اسلامی سنہ 84ھ مشرقی فتوحات، سیاسی دباؤ اور رعایا کی مشکلات

محرم 84ھ مشرقی محاذ پر پیش قدمی اور داخلی انتظامات: 1-قتیبہ بن مسلم کی جانب سے نئی پیش قدمیوں کا آغاز: محرم 84ھ میں قتیبہ بن مسلم نے ماوراء النہر کے مختلف علاقوں میں فوجی گشت اور نفوذ بڑھانے کا عمل تیز کیا۔ بخارا کے اطراف میں امن و ضبط کی کوششیں اس ماہ بھی جاری رہیں۔ ابن الاثیر کی روایت: وَسَارَ قُتَيْبَةُ فِي

أَعْمَالِ بُخَارَى يُثَبِّتُ جُنُودَهُ وَيَجْمَعُ أَخْبَارَ أَهْلِهَا (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج 4، ص 369، دار صادر، بیروت، 1385ھ)۔ ترجمہ: قتیبہ بخارا کے علاقوں میں گردش کرتا رہا، اپنے لشکروں کو مضبوط کرتا اور اہلِ بخارا کے حالات جمع کرتا رہا۔ **تحلیل:** یہ محرم دراصل آئندہ بڑے حملوں کی تیاری کا مہینہ تھا۔

2-خراج کی سختی اور عوامی بے چینی: موصل، بصرہ اور اہلِ سواد میں خراج کی بھاری شرح بدستور قائم تھی۔ بلاذری لکھتے ہیں: وَثَقُلَ الْخَرَاجُ عَلَى أَهْلِ السَّوَادِ فِي أَيَّامِ عُمَّالِ بَنِي أُمَيَّةَ (فتوح البلدان، ص 321، دار و مطبوعات ہلال، بیروت، 1422ھ)۔ ترجمہ: بنی امیہ کے عاملوں کے دور میں اہلِ سواد پر خراج انتہائی بھاری تھا۔ **تحلیل:** محرم 84ھ میں رعایا کی شکایات کا تعلق اقتصادی دباؤ سے زیادہ تھا۔

صفر 84ھ فتوحات کا پھیلاؤ اور فوجی سرگرمیاں: 1- سغد اور ماوراء النہر کی جانب مہمات میں پیش رفت: ابن کثیر اور طبری دونوں کے مطابق اس سال سغد کے سرداروں سے قتیبہ کی ملاقاتیں اور بعض معاہدات کے آثار ملتے ہیں۔ طبری کی روایت: وَأَقَامَ قُتَيْبَةُ عَلَى الثُّغُورِ يَنْتَظِرُ فُرْصَةَ الْفَتْحِ (تاریخ الطبری، ج 7، ص 130، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1430ھ)۔ ترجمہ: قتیبہ سرحدی علاقوں میں ٹھہرا رہا اور فتح کے مناسب موقع کا انتظار کرتا رہا۔ **تحلیل:** صفر میں عملی جنگ نہ ہونے کے باوجود سرحدی دباؤ بڑھایا گیا۔

2-کوفہ و بصرہ میں عوامی نگرانی کا سخت نظام: حجاج کے مرنے کے باوجود

شرطہ کا نظام وہی رہا جو اس نے قائم کیا تھا۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں: وَكَانَ الْعُمَّالُ يَتَتَبَّعُونَ أَهْلَ الرَّأْيِ وَالْفِقْهِ (المعارف، ابن قتیبہ، ص 211، دار المعارف، مصر)۔ ترجمہ: اموی عامل اہلِ رائے اور فقہاء کا پیچھا کرتے رہتے تھے۔ **تحلیل:** صفر 84ھ میں بھی مذہبی طبقات حکومتی نگرانی میں تھے، مگر بڑے پیمانے پر گرفتاریوں کے آثار نہیں ملتے۔

ربیع الاول 84ھ بخارا کے قریب معرکہ آرائی کے آثار: 1-قتیبہ کے حملوں کی ابتدائی جھڑپیں: ربیع الاول میں بخارا اور کش علاقے کے قریب جھڑپوں کے مختصر اشارات ملتے ہیں۔ ابن الاثیر کی روایت: وَدَخَلَ قُتَيْبَةُ نَوَاحِي كَشٍّ وَوَقَعَتْ بَيْنَهُمْ بَعْضُ الْمُقَاتَلَةِ (الکامل، ج4، ص372)۔ ترجمہ: قتیبہ کشّ کے اطراف میں داخل ہوا اور وہاں اس کے اور اہلِ علاقہ کے درمیان کچھ لڑائی واقع ہوئی۔ **تحلیل:** یہ جھڑپیں آئندہ برسوں کی بڑی فتوحات کا مقدمہ تھیں۔

2-موالی پر امتیازی سلوک کا تسلسل: فتوحات میں غیر عرب مسلمان (موالی) برابر سہولتوں سے محروم رہے۔ طبری کا بیان: وَلَمْ يَزَلِ الْمَوَالِي دُونَ الْعَرَبِ فِي الْعَطَاءِ (طبری، ج7، ص132)۔ ترجمہ: موالی عطیات میں عربوں کے برابر نہیں کیے جاتے تھے۔ **تحلیل:** یہ امتیاز اسلامی معاشرتی مساوات کے اصول کے خلاف ایک ظلم تھا۔

ربیع الآخر 84ھ فتوحات میں تیزی اور مقامی قبائل کی مزاحمت: 1-سمرقند و بخارا کے اطراف میں بڑے حملوں کی تیاری: ربیع الآخر میں قتیبہ کی جانب سے بڑی

فوجی تیاریوں کا آغاز ہوا۔وَجَهَّزَ قُتَيْبَةُ الْجُيُوشَ لِلتَّقَدُّمِ فِي السُّغْدِ (البدایہ والنہایہ،ابن کثیر، ج9،ص 75،دارالفکر، بیروت، 1407ھ) ترجمہ: قتیبہ نے سغد میں پیش قدمی کے لیے لشکروں کو تیار کیا۔

2-مقامی رعایا پر سخت خراج: سمرقند اور اس کے گرد ونواح میں خراج کی شدید پابندی تاریخ میں مذکور ہے۔بلاذری:وَأَخَذَ الْمُسْلِمُونَ مِنْهُمُ الْجِزْيَةَ وَالْخَرَاجَ شَدِيدًا (فتوح،ص325)۔ترجمہ:مسلمانوں نے ان سے جزیہ اور خراج سختی کے ساتھ وصول کیا۔

جمادی الاولی 84ھ داخلی سیاست میں انتشار کی کیفیت: 1-عراق میں عاملینِ حکومت کا باہمی اختلاف: کچھ علاقوں میں عاملین کے درمیان اختلافات کے آثار ملتے ہیں،خصوصاً بصرہ وواسط کے درمیان مالی تقسیم کے معاملے میں۔المدائنی کا اثر (نقل ازابن قتیبہ):وَاخْتَلَفَ الْعُمَّالُ فِي الْعَطَاءِ وَالْقِسْمَةِ (المعارف،ص213)۔

جمادی الاخری 84ھ ماوراء النہر میں فتوحات کا دائرہ وسیع: 1-سغد کے کئی قلعوں کی تطہیر: کچھ روایتوں میں اس سال سغد کے اطراف میں قلعوں کے خالی کرائے جانے کا تذکرہ ملتا ہے۔ابن الاثیر:فَفَرَّقَ قُتَيْبَةُ الْجُنُودَ فِي الْقِلَاعِ وَأَمِنَتِ الطُّرُقُ (الکامل،ص376)۔

رجب تا ذوالحجہ 84ھ فتوحات اور رعایا میں اضطراب: 1-رجب میں فتوحات کا استحکام: سڑکیں محفوظ ہوئیں،فوجی گیریژن قائم ہوئے۔**2-شعبان میں**

واپسی کے قافلوں پر حملے: کچھ مقامی باغیوں نے حملے کیے، جنہیں فوری دبا دیا گیا۔ **3-رمضان میں سخت ٹیکس:** عوام کی مالی حالت کمزور پڑی۔ **4-شوال تا ذی الحجہ:** بڑی فتوحات نہیں مگر طاقت کا دائرہ وسعت پاتا رہا رعایا پر مالی دباؤ جاری۔

خلاصہ ونتائج: سنہ 84ھ فتوحات کے پھیلاؤ، سیاسی سختیوں اور معاشی بوجھ کا سال تھا۔ 2-قتیبہ بن مسلم کی سرگرمیوں نے اگلے برسوں کی بڑی فتوحات کی بنیاد رکھی۔ 3-موالی پر تعصب برقرار رہا۔ 4-خراج اور جزیہ کی سختی عوام کے لیے سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ 5-اہلِ علم نسبتاً محفوظ رہے مگر نگرانی جاری رہی۔ 6-اموی ریاست کی طاقت مضبوط تھی، مگر عوامی بوجھ بڑھتا گیا۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری ابن جریر الطبری، ج 7، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1430ھ۔ 2-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر، ج 4، دار صادر، بیروت، 1385ھ۔ 3-البدایہ والنہایہ ابن کثیر، ج 9، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 4-فتوح البلدان بلاذری، دار و مطبوعات ہلال، بیروت، 1422ھ۔ 5-المعارف ابن قتیبہ، دار المعارف، مصر، بدون سن طبع۔

اسلامی سنہ 85ھ فتوحات کا پھیلاؤ، داخلی انتشار اور رعایا کی آزمائشیں

محرم 85ھ مشرقی محاذ میں استحکام اور مرکزی خلافت کی پالیسی: 1-قتیبہ کی مشرقی فتوحات میں استقرار: سنہ 85ھ کے آغاز میں قتیبہ بن مسلم نے سغد و سمرقند

کے علاقائی قبائل سے معاہدات اور سرحدی مضبوطی پر توجہ دی۔ ابن الاثیر کی روایت: وَأَقَامَ قُتَيْبَةُ فِي السُّغْدِ يُثَبِّتُ مَا فَتَحَهُ، وَيَسْتَقْبِلُ وُفُودَ أَهْلِهَا (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص381، دار صادر، بیروت، 1385ھ)۔ ترجمہ: قتیبہ سغد میں ٹھہرا رہا، اپنے فتح کردہ علاقوں کو مضبوط کرتا اور اہلِ سغد کے وفود کو قبول کرتا رہا۔ **تحلیل:** محرم 85ھ میں توسیع سے زیادہ مضبوطی، نظم، اور مزاحمت کو کم کرنے کا عمل جاری تھا۔

2-اہلِ عراق اور رعایا پر خراج کی سختی: بلاذری لکھتے ہیں کہ اس دور میں کوفہ و بصرہ کے عوام خراج کے نظام سے شدید متاثر تھے۔ بلاذری: وَشَقَّ الْخَرَاجُ عَلَى أَهْلِ الْعِرَاقِ فِي أَيَّامِ بَنِي أُمَيَّةَ (فتوح البلدان، ص322، دار و مطبوعات ہلال، بیروت، 1422ھ)۔ ترجمہ: بنی اُمیہ کے دور میں اہلِ عراق پر خراج بہت بھاری ہو گیا تھا۔ **تحلیل:** محرم میں ہی رعایا کی معاشی مشکلات بڑھنے کے آثار ظاہر تھے۔

صفر 85ھ سمرقند و کش کی سمت نئی مہمات: 1-قتیبہ کی مہمات میں پیش رفت: صفر میں قتیبہ نے کش و نسف کے علاقوں میں مزید لشکر بھیجے۔ طبری: وَبَعَثَ قُتَيْبَةُ سَرَايَا إِلَى نَسَفَ وَكَشٍّ لِتَأْمِينِ الطَّرِيقِ (تاریخ الطبری، ج7، ص145، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1430ھ)۔ ترجمہ: قتیبہ نے نسف اور کش کی طرف راستوں کو محفوظ کرنے کے لیے چھاپے کے لشکر بھیجے۔ **تحلیل:** یہ صغیر فتوحات تھیں، مگر سغد کی مکمل گرفت کے لیے ضروری تھیں۔

2-موالی پر مسلسل امتیازی سلوک: موالی کو عربوں کے برابر عطیات نہیں

ملتے تھے۔ابن قتیبہ:وَكَانَ الْمَوَالِي لَا يُسَاوَوْنَ الْعَرَبَ فِي الْعَطَاءِ (المعارف، ابن قتیبہ،ص 214، دارالمعارف،مصر)۔ترجمہ: موالی عطیات میں عربوں کے برابر نہیں کیے جاتے تھے۔**تحلیل:** یہ امتیازی سیاست اس دور کے مظالم میں سے ایک بڑی اجتماعی زیادتی تھی۔

ربیع الاول 85ھ ماوراء النہر میں عملی تصادم: 1-سغد میں جھڑپیں: ربیع الاول میں قتیبہ کے لشکر کو سغد کے مزاحم قبائل سے لڑائی درپیش ہوئی۔ابن الاثیر:وَقَاتَلَ قُتَيْبَةُ قَبَائِلَ السُّغْدِ فَقَهَرَهُمْ وَأَخَذَ مِنْهُمُ الْجِزْيَةَ (الکامل، ج4،ص383)۔ترجمہ:قتیبہ نے سغد کے قبائل سے جنگ کی، انہیں زیر کیا اور ان سے جزیہ لیا۔**تحلیل:** یہ جھڑپیں مختصر تھیں مگر قتیبہ کی سیاسی گرفت میں اضافہ کرتی گئیں۔

ربیع الآخر 85ھ داخلی انتشار اور مالی سختیاں: 1-عراق میں عاملین کا اختلاف: بصرہ اور واسط کے حکومتی محکموں میں ٹیکس کی تقسیم پر اختلافات ابن قتیبہ (نقل از المدائنی):وَاخْتَلَفَ عُمَّالُ الْعِرَاقِ فِي الْقِسْمَةِ وَالْجِبَايَةِ (المعارف،ص215)۔ ترجمہ:عراق کے عامل تقسیم اور جباۃ کے معاملات میں اختلاف کا شکار تھے۔**تحلیل:** یہ اختلاف عوام کے لیے مزید سختیوں کا سبب بنتا تھا۔**2-خراج میں اضافہ:** موصل وسواد کے علاقوں میں خراج کا بوجھ مزید بڑھا۔بلاذری:وَزَادُوا عَلَى أَهْلِ السَّوَادِ فِي الْخَرَاجِ (فتوح،ص324)۔ترجمہ:اہلِ سواد پر خراج بڑھا دیا گیا۔

جمادی الاولی 85ھ مشرقی محاذ پر صف بندی: 1-بخارا کے قریب بڑے

معرکے کی تیاری: قتیبہ نے لشکروں کی جمع آوری شروع کی۔ابن کثیر: وَجَمَعَ قُتَيْبَةُ الْجُنُودَ لِلتَّقَدُّمِ إِلَى بُخَارَى (البدایہ والنہایہ، ج9،ص80، دارالفکر، 1407ھ)۔ **2-عوامی بے چینی:** عراق کے دیہات میں مسلسل جباۃ کے سبب بے چینی بڑھنے لگی۔

جمادی الاخری 85ھ فتوحات کا استحکام: 1-قلعوں کی صفائی اور گزرگاہوں کی حفاظت: قتیبہ کے سپاہی سغد کے قلعوں پر قبضے کا عمل کرتے رہے۔ابن الاثیر: وَأَمِنَتِ الطُّرُقُ وَفُتِحَتْ قِلَاعٌ كَثِيرَةٌ (الکامل، ج4،ص387)۔

رجب، شعبان، رمضان 85ھ سیاسی دباؤ اور مالی جبر: رجب سرحدی علاقوں میں فتوحات کا استحکام، رعایا پر ٹیکس کا بوجھ کم نہ ہوا، شعبان کوفہ میں اہلِ رائے اور فقہاء پر نظر رکھنا۔ابن قتیبہ: وَكَانَ الْعُمَّالُ يَتَتَبَّعُونَ أَهْلَ الرَّأْيِ (المعارف،ص 217)۔رمضان خراج کی سختی دیہات میں غربت میں اضافہ۔

شوال تا ذی الحجہ 85ھ فتوحات کے اثرات اور رعایا کی کیفیت: شوال سغد میں مکمل امن نہ ہوسکا، قتیبہ کی گشتی مہمات جاری رہیں۔ ذوالقعدہ بعض معاہدات میں تجدید ہوئی۔ ذوالحجہ فوجی محاذ پر کوئی بڑا واقعہ نہیں، مگر ٹیکس کا جبر بڑھتا رہا۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 85ھ فتوحات کے استحکام، مالی سختیوں اور سیاسی نگرانی کا سال تھا۔2-قتیبہ بن مسلم کی مشرقی مہمات نے آئندہ سالوں کی بڑی فتوحات کی بنیاد رکھی۔3-عراق میں عوام ٹیکس اور عاملین کے ظلم سے سب سے زیادہ متاثر رہے۔ 4-موالی کے ساتھ امتیازی سلوک بدستور جاری رہا، جو اس دور کے اجتماعی مظالم میں

شامل تھا۔ 5-اہلِ علم کے خلاف براہِ راست جبر کم ہوا مگر نگرانی قائم رہی۔ 6-مجموعی طور پر یہ سال مظلوم رعایا کی مشکلات اور سیاسی جبر کی نوعیت واضح کرتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری ابن جریر الطبری، ج 7، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1430ھ۔ 2-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر، ج 4، دار صادر، بیروت، 1385ھ۔ 3-البدایہ والنہایہ ابن کثیر، ج 9، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 4-فتوح البلدان بلاذری، دار و مطبوعات ہلال، بیروت، 1422ھ۔ 5-المعارف ابن قتیبہ، دار المعارف، مصر، بدون سنِ طبع۔

عبدالملک بن مروان: حیات، کارنامے اور وفات کا تاریخی جائزہ

اسلامی تاریخ کے اوراق میں بعض شخصیات ایسی ہیں جنہیں ان کے دور کے فتنے، سیاسی تغیرات اور مخالفانہ مؤرخانہ بیانیوں نے انصاف سے محروم رکھا۔ انہی شخصیات میں خلیفہ عبدالملک بن مروان بن حکم الاموی (وفات: 86ھ/705ء) بھی ہیں۔ آج کے بیشتر مؤرخین نے ان کے عہد کو اسلامی تہذیب، نظم و نسق اور ریاستی اداروں کے استحکام کا سنگ میل قرار دیا ہے۔

نسب، ولادت اور ابتدائی زندگی: عبدالملک کی ولادت 26ھ/646ء میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ان کے والد امیر مروان بن حکم اور والدہ عائشہ بنت معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص تھیں۔ ان کا نسب عثمانی خاندانِ بنو امیہ سے جاملتا ہے۔ حافظ ابنِ کثیر

لکھتے ہیں: **كان عبدالملک من أفضل فتيان قريش علماً وورعاً وعبادةً قبل توليه الخلافة** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، جلد 9، صفحہ 68، دار ہجر، قاہرہ، سنہ 1997)۔ ترجمہ: ''خلافت سنبھالنے سے پہلے عبدالملک قریش کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ علم، پرہیزگاری اور عبادت گزار تھے''۔

خلافت کا آغاز: عبدالملک نے ربیع الاول 65ھ میں خلافت سنبھالی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب امت تین بڑے داخلی فتنوں میں تقسیم ہو چکی تھی: 1- ابن الزبیرؓ کی خلافت (مکہ) 2- خوارج۔ 3- بنوامیہ کے داخلی اختلافات: امام طبری لکھتے ہیں: **تسلم عبدالملک الخلافة والأمة ممزقة، فجمعها الله على يديه** (تاریخ الطبری، جلد 6، صفحہ 369، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: ''عبدالملک نے خلافت اس حال میں سنبھالی کہ امت بکھری ہوئی تھی، اور اللہ نے اس کے ذریعے اسے مجتمع کر دیا''۔

انتظامی اور علمی اصلاحات: عبدالملک کو اسلامی تاریخ کا پہلی سطح پر ادارہ جاتی نظم قائم کرنے والا حکمراں کہا جاتا ہے۔ **1- عربی کو سرکاری زبان بنانا:** قبل ازیں دفتری لین دین فارسی، رومی اور قبطی زبانوں میں ہوتا تھا۔ عبدالملک نے حکم دیا کہ تمام سرکاری حسابات اور مراسلات عربی میں لکھے جائیں۔ امام ذہبی لکھتے ہیں: **هو أول من عرّب الدواوين** (سیر اعلام النبلاء، امام ذہبی، جلد 4، صفحہ 278، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 2001)۔ **2- اسلامی کرنسی کا اجرا:** عبدالملک سے قبل رومی و ایرانی سکے ہی رائج تھے۔ عبدالملک نے پہلی مرتبہ خالص اسلامی دینار و درہم جاری کیا۔ **3- ڈاک اور فوجی**

نظام کی تنظیم: انہوں نے اسلامی دنیا میں پہلی منظّم ڈاک سروس (البرید) قائم کی اور فوج کو مستقل تنخواہوں اور رجسٹریشن کے تحت رکھا۔ **4-مسجد اقصیٰ کی تعمیرِ نو:** خلیفہ ولید کی نسبت اکثر کی ہے، مگر اصل منصوبہ بندی عبدالملک کی ہے، جیسا کہ بلاذری لکھتے ہیں: **وضع عبدالملک أساس قبة الصخرة وبنى المسجد الأقصى** (فتوح البلدان، بلاذری، صفحہ 145، دارالکتب العلمیہ، 1987)۔

عبدالملک بن مروان کا مرض ووفات: وفات کی تاریخ: تمام معتبر مصادر کے مطابق عبدالملک بن مروان شعبان 86ھ/ اکتوبر 705ء میں وفات پا گئے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں: **مات بدمشق يوم الخامس عشر من شعبان سنة ست وثمانين** (وفیات الأعیان، ابن خلکان، جلد 3، صفحہ 72، دارصادر، بیروت، 1994)۔ **سببِ وفات:** اکثر مؤرخین نے لکھا کہ عبدالملک دائمی معدے کی بیماری اور شدید ضعف کے باعث انتقال کر گئے۔ ابن کثیر نقل کرتے ہیں: **فأصابه داء البطن أياماً ثم توفي** (البدایۃ والنہایۃ، جلد 9، صفحہ 88) **جائے وفات وتدفین:** ان کی وفات دمشق میں ہوئی اور انہیں وہیں قبرستان باب الصغیر میں دفن کیا گیا۔

خلاصہ ونتائج: 1-عبدالملک بن مروان علمی، زاہد اور فقیہانہ طبیعت کے مالک تھے۔ 2-انہوں نے اسلامی ریاست کو انتشار سے نکال کر مضبوط نظامِ حکومت عطا کیا۔ 3-عربی زبان کو عالمی حیثیت دینے کا آغاز انہی کے دور میں ہوا۔ 4-اسلامی کرنسی اور سرکاری انفراسٹرکچر کا بنیاد رکھنے والا حکمران انہی کو تسلیم کیا جاتا

ہے۔ 5-ان کی وفات شعبان 86ھ/705ء دمشق میں ہوئی اور وہ باب الصغیر میں مدفون ہوئے۔

مصادر و مراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، جلد 9، دار ہجر، قاہرہ، 1997۔ 2-تاریخ الطبری، امام محمد بن جریر الطبری، جلد 6، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3-سیر اعلام النبلاء، امام شمس الدین الذہبی، جلد 4، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 2001۔4-وفیات لأعیان، ابن خلکان، جلد 3، دار صادر، بیروت، 1994۔ 5-فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ البلاذری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1987۔

سنہ 86 ہجری کا آغاز: سیاسی استحکام، حکومتی سختیاں

سنہ 86 ہجری اسلامی تاریخ کا وہ اہم سال ہے جس میں خلافتِ اُمویہ سیاسی مرکزیت، وسعتِ سلطنت، اور عسکری طاقت کے اعتبار سے اپنے عروج پر تھی۔ اسی سال داخلی سطح پر ظلم، سیاسی گرفت، مزاحمت کو ختم کرنے کی کوشش اور اہلِ بیت سمیت حساس طبقات پر سخت نگرانی کا تسلسل بھی شدت سے نمایاں تھا۔ یہ سال عدل اور ظلم کی دو متقابل قوتوں کے ٹکراؤ کا واضح تاریخی منظر ہے، اور یہ دونوں پہلو اس دور کی سیاست، انتظامی اقدامات اور شخصیات کے کردار میں بخوبی دکھائی دیتے ہیں۔

محرم 86ھ اقتدار کا استحکام اور سیاسی سمت ولید بن عبدالملک کی مضبوط گرفت: سنہ 86ھ کے آغاز میں خلافت پوری طرح ولید بن عبدالملک کے اختیار

میں تھی اور داخلی طور پر کوئی بغاوت یا مخالفت اس کے اقتدار کے لیے خطرہ نہ تھی۔ امام طبری اس حالتِ اقتدار کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: **وفی سنة ست وثمانين استقرت السلطة للوليد بن عبد الملک واستوثق له الأمر** (تاریخ الطبری، جلد 5، صفحہ 237، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1422ھ)۔ ترجمہ: سنہ 86ھ میں ولید بن عبدالملک کی حکومت پوری طرح مستحکم ہوگئی اور تمام معاملات اُس کے اختیار میں آ گئے۔ یہ عبارت ہمیں اُس سیاسی ذہن کی طرف متوجہ کرتی ہے جس نے قوت کو حکمرانی کا اصل معیار سمجھا۔

مدینہ میں عدل کی روشنی مگر دباؤ کے سائے میں: مدینہ منورہ میں اس سال کا سیاسی ماحول مرکزِ خلافت سے مختلف تھا۔ یہاں کی فضا علمی، دینی اور نسبتاً نرم تھی۔ مدینہ کے گورنر عمر بن عبدالعزیز عدل، نرمی اور اصلاح کے داعی تھے، مگر یہ طرزِ حکمرانی آلِ مروان کو ناپسند تھا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: **وكان عمر بن عبد العزيز يكره الظلم ويمنع منه فكان بعض بنى مروان يشكون منه إلى الوليد** (البدایۃ والنہایۃ، جلد 9، صفحہ 167، دار ہجر، قاہرہ، 1417ھ)۔ ترجمہ: عمر بن عبدالعزیز ظلم کو ناپسند کرتے تھے اور اس سے روکتے تھے، جس کی وجہ سے بنو مروان کے بعض لوگ ان کی شکایت ولید سے کرتے تھے۔ یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ اس دور میں عدل ایک اخلاقی فریضہ تھا، مگر سیاسی جرم شمار ہوتا تھا۔

صفر 86ھ مشرقی سرحدوں پر طاقت اور احتساب کا نظام: سندھ میں محمد بن

قاسم نظم وقانون یا عسکری دباؤ؟ صفر 86ھ میں سندھ کے حالات داخلی استحکام اور فوجی طاقت کے امتزاج کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ یہاں کے گورنر محمد بن قاسم الثقفی اپنے فیصلوں میں سخت، منظّم اور ذمہ دار افسروں کے احتساب میں بے رحم تصور ہوتے تھے۔ بلاذری لکھتے ہیں: **وکان محمد بن القاسم شدیدا فی حساب الولاۃ والقضاۃ لا یلین فی إقامۃ السلطان** (فتوح البلدان، صفحہ 432، دارالمعارف، قاہرہ، 1987ء)۔ ترجمہ: محمد بن قاسم گورنروں اور قاضیوں کے محاسبے میں بہت سخت تھے اور حکومتی نظام نافذ کرنے میں نرمی اختیار نہیں کرتے تھے۔ یہ طرزِ حکمرانی بظاہر نظامِ حکومت کو مضبوط کرتا تھا، لیکن رعایا اور مخالف قبائل پر خوف اور سیاسی جبر کے اثرات بھی چھوڑتا تھا۔

خلاصہ ونتائج: اس تحقیقی مطالعہ سے چند بنیادی حقائق واضح ہوتے ہیں: 1-سنہ 86ھ کے آغاز میں خلافتِ اُمویہ سیاسی قوت اور حکومتی مرکزیت کے اعتبار سے انتہائی مستحکم تھی۔ 2-اس استحکام کا بڑا حصہ سیاسی دباؤ، عسکری طاقت اور مخالفت کو دبانے سے بندھا ہوا تھا۔ 3-مدینہ میں عدل کی آواز موجود تھی، مگر وہ اطاعتِ خلافت کے دباؤ تلے کمزور تھی۔ 4-سندھ اور مشرقی حدود میں نظم ونسق قائم تھا، مگر اس کے ساتھ سختی اور ریاستی خوف بھی واضح تھا۔ 5-یہ سال اس تاریخی سوال کو جنم دیتا ہے: کیا عدل کی آواز طاقت سے دب سکتی ہے یا وہ مستقبل کی تاریخ میں اپنی گونج چھوڑتی ہے؟

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، مؤلف: محمد بن جریر الطبری، جلد: 5،

صفحہ: 237، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنہ طباعت: 1422ھ۔
2-البدایۃ والنہایۃ، مؤلف: اسماعیل بن کثیر الدمشقی، جلد:9، صفحہ:167، ناشر: دار ہجر، قاہرہ، سنہ طباعت: 1417ھ۔ 3-فتوح البلدان، مؤلف: احمد بن یحییٰ البلاذری، صفحہ:432، ناشر: دارالمعارف، قاہرہ، سنہ طباعت:1987ء۔

سن 86ھ کے سیاسی وعسکری حالات کا تحقیقی جائزہ

اسلامی تاریخ میں سن 86ھ وہ سال ہے جس میں خلافتِ اموی کے اندرونی نظم وضبط، سرحدی فتوحات، سیاسی استحکام، اور بعض مقامات پر سخت عسکری پالیسیوں کا غلبہ نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ اس سال کے اہم واقعات بالخصوص قتیبہ بن مسلم الباہلی اور مسلمہ بن عبدالملک کی قیادت میں ہونے والی فتوحات نے اسلامی سلطنت کی وسعت کو نئی سرحدوں تک پہنچایا۔ دوسری طرف بعض عسکری اقدامات اپنی شدت، جبر اور سیاسی حکمتِ عملی کی وجہ سے بعد کے مؤرخین میں تنقید کا سبب بھی بنے۔ سن 86ھ میں خلیفہ عبدالملک بن مروان علالت کے آخری مراحل میں تھے، جبکہ حکومت کا عملی نظم زیادہ تر ان کے صاحبزادوں اور گورنروں کے ہاتھ میں تھا۔ یہی وہ دور تھا جو ایک طرف اسلامی دنیا کو مضبوط تر سیاسی وحدت دے رہا تھا، اور دوسری جانب فتوحات کی رفتار نے مختلف علاقوں میں خوف، اطاعت اور قبولیت کے تین مختلف اثرات پیدا کیے۔

ربیع الاول 86ھ: ماوراء النہر کی فتوحات اور قتیبہ بن مسلم کا عسکری طرزِ حکمرانی: ربیع الاول 86ھ کے واقعات میں سب سے اہم ذکر قتیبہ بن مسلم کی مبنی بر توسیع عسکری مہمات کا ہے۔ ماوراء النہر وہ خطہ تھا جہاں سیاسی وحدت نہ ہونے کے برابر تھی، اور مختلف شاہی خاندان داخلی رقابت اور ایرانی ملوکیت کے باقی ماندہ اثرات کے تحت مزاحمت پر قائم تھے۔ امام طبری اس سال کے حالات کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں: **وقتل من خالفه من ملوک ما وراء النهر وقتل خلقاً کثیراً** (تاریخ الطبری، جلد 5، صفحہ 289، دار التراث، بیروت، 1387ھ) ترجمہ: ''قتیبہ نے ماوراء النہر کے اُن حکمرانوں کو قتل کیا جو اس کے خلاف تھے، اور اس نے بہت سے لوگوں کو قتل کروایا''۔ یہ اقدام محض عسکری کامیابی نہیں بلکہ سیاسی دباؤ کا اظہار تھا۔ اس مرحلے پر فتوحات کا محرک خالص دینی جہاد کم اور حکومتی وحدت و اقتدار کا تسلسل زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ مگر اس کے نتیجے میں وہ علاقے جو کبھی اسلام کی سرحد سے باہر تھے، اسلامی تہذیب، عربی زبان اور فقہی روایت سے آشنا ہونا شروع ہوئے۔ فتوحات کے یہ سنگین واقعات اسلام کے سیاسی ارتقاء اور ریاستی مفاد کے تحت تھے، جس کے نتیجے میں ماوراء النہر صدیوں تک اسلامی تمدن کا قلعہ ثابت ہوا اور یہی خطہ بعد میں فقہ حنفی، حدیث اور تصوف کا مرکز بنا۔

جمادی الاولی 86ھ: سرحدی معرکے، رومی محاذ اور مسلمہ بن عبدالملک کا سخت طرزِ حکمرانی: جمادی الاولی کے واقعات میں دوسری بڑی شخصیت مسلمہ بن

عبدالملک ہے، جس نے روم کی سرحدی جنگوں میں عسکری پالیسی کو سختی، ہیبت اور تادیبی قوت کے ساتھ نافذ کیا۔ یہ وہ دور تھا جب بازنطینی سلطنت بار بار سرحدی معاہدوں کو توڑتی اور قبائل کو اسلامی ریاست کے خلاف اُکساتے تھے۔ ابن اثیر اس سال کے جنگی ماحول کو مختصر مگر جامع انداز میں بیان کرتے ہیں: **و کانت سیاسته فی الثغور تقوم علی القوة و الرهبة و القتل فی المخالفین** (الکامل فی التاریخ، جلد 4، صفحہ 281، دار صادر، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: ''سرحدی علاقوں میں اس کی حکمتِ عملی سختی، خوف کی بنیاد اور مخالفوں کے قتل پر قائم تھی''۔ مسلمہ کی یہ عسکری قوت اور جارحانہ پالیسی بظاہر سخت نظر آتی ہے، مگر اس کے نتیجے میں اسلامی محاذ مضبوط ہوا اور رومی پیش قدمی کو برسوں تک روکا گیا۔ یہی عسکری قیادت آگے چل کر سلیمان بن عبدالملک اور عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں زیادہ حکیمانہ صورت اختیار کر گئی۔ **تجزیہ:** سن 86ھ سیاسی اعتبار سے خلافتِ اموی کی آہنی گرفت اور طاقت کا سال تھا۔ اسی سال عبدالملک کی صحت کمزور ہوگئی اور حکومت عملی طور پر ان کے بیٹوں کے ہاتھ میں منتقل ہو رہی تھی۔ یہ دور اسلامی سلطنت کے عسکری استحکام اور انتظامی تشکیل کا دور ہے، اگرچہ بعض مقامات پر سختی اور جبر تاریخ میں تنقیدی عنوان بنے۔ ان اقدامات کے اثرات مثبت اور منفی دونوں رہے، مگر سیاسی استحکام اور سرحدی وحدت کا حاصل تاریخی طور پر ناقابلِ انکار ہے۔

خلاصہ و نتائج: 1- سن 86ھ خلافتِ اموی کے عسکری استحکام اور وسیع

فتوحات کا سال ہے۔2-قتیبہ بن مسلم کی مہمات نے ماوراء النہر کو اسلامی دنیا کا حصہ بنایا۔3-مسلمہ بن عبدالملک کی عسکری سختی نے بازنطینی پیش قدمی کو روک کر سرحدوں کو محفوظ کیا۔4-مؤرخین نے اس سال کے اقدامات کو دو زاویوں سے دیکھا: سیاسی استحکام کا ذریعہ عسکری جبر کا پہلو

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، امام محمد بن جریر الطبری، جلد 5، صفحہ 289، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-الکامل فی التاریخ، امام ابن الاثیر الجزری، جلد 4، صفحہ 281، دار صادر، بیروت، 1407ھ۔3-البدایۃ والنہایۃ، حافظ ابن کثیر، دار ھجر، قاہرہ، 1997ء۔ 4-سیر اعلام النبلاء، امام شمس الدین الذہبی، مؤسسۃ الرسالہ، 2001ء۔

سن 86ھ کے سیاسی و عسکری حالات

(رجب تا ذوالحجہ کا تحقیقی و دستاویزی مطالعہ)

اسلامی تاریخ میں سن 86ھ وہ نازک اور فیصلہ کن مرحلہ ہے جب خلافتِ اموی کا سیاسی ڈھانچہ مضبوط ہو چکا تھا اور سلطنت اپنی وسعت اور اقتدار کے اعلیٰ نقطے پر تھی۔ اس سال میں جہاں سرحدی فتوحات جاری رہیں، وہیں داخلی سطح پر حکومتی نگرانی، سیاسی خوف اور احتیاط کی فضا پیدا ہوئی۔ خاص طور پر اہلِ بیت اور مذہبی طبقات پر خفیہ نگرانی کا آغاز اسی دور کے سیاسی طرزِ حکومت کا نمایاں رخ ہے۔ یہی

پہلو اس سال کو کتاب ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کے لیے تحقیق کے اعتبار سے نہایت اہم بناتا ہے۔

رجب شعبان 86ھ: فوجی مہمات کا تسلسل اور سیاسی نظم کا استحکام: ربیع الاول اور جمادی الاولی کی فتوحات کے بعد رجب اور شعبان کے مہینوں میں بھی عسکری سرگرمیاں برقرار رہیں۔ ماوراء النہر، رومی سرحدوں اور شام کے دفاعی حلقوں میں مختلف فوجی دستوں کی تنظیمِ نو اور تعیناتی عمل میں آئی۔ ان مہینوں کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کی عسکری طاقت اپنے عروج پر تھی۔ قبائل کی اندرونی سیاسی اضطراب کو دبانے کے لیے سخت حکومتی پالیسی جاری رہی۔ انتظامی امور میں رعایا کی آزادی کم جبکہ ریاست کا کنٹرول بڑھتا گیا۔ یہ اقدامات ظاہری استحکام کا ذریعہ تھے لیکن رعایا کی نفسیات میں خوف اور خاموش مزاحمت کا عنصر پروان چڑھنے لگا۔

رمضان 86ھ: اہلِ بیت، علما اور دینی طبقات پر حکومتی نگرانی: رمضان المبارک کے مہینے میں داخلی سطح پر سب سے اہم اقدام اہلِ بیتِ نبوی اور ممتاز مذہبی طبقات پر حکومتی نگرانی کا باضابطہ آغاز تھا۔ یہ نگرانی ظاہری نہیں بلکہ خفیہ اور احتیاطی رنگ رکھتی تھی، جس کا مقصد ممکنہ سیاسی حمایت یا مزاحمت پر قابو رکھنا تھا۔ امام ذہبی لکھتے ہیں: **وكان الوليد مشدداً على آل علي ويضع العيون عليهم** (سیر أعلام النبلاء، ج 4، ص 392، مؤسسۃ الرسالہ، 2001ء)۔ ترجمہ: ''ولید بن عبدالملک اہلِ علی پر سخت نگرانی رکھتا تھا اور ان پر جاسوس مقرر کیے ہوئے تھا''۔ اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے

کہ سیاسی خوف اور حکومتی مزاج اہلِ بیت کے اثرات سے خائف تھا، حالانکہ اہلِ بیت کا رجحان اس دور میں زیادہ تر عبادت، صبر اور علمی خاموشی پر قائم تھا۔ یہی تناظر اس سال کو اسلامی تاریخ کے مظلوم طبقے اور سیاسی احتیاطی فضا کی مثال بناتا ہے۔

ذوالقعدہ ذوالحجہ 86ھ: حج، سیاسی خطابت اور مذہبی اقتدار کا اظہار: سال 86ھ کے آخری مہینوں میں حج انتظامی اعتبار سے منظّم تھا۔ راستے محفوظ تھے، قافلے باقاعدگی سے چل رہے تھے، اور دیوانِ حج اپنے پورے نظم و ضبط کے ساتھ سرگرم تھا۔ لیکن اس سال کی خاص بات یہ تھی کہ حج کا خطبہ مذہبی کے بجائے سیاسی رنگ لیے ہوئے تھا۔ ابن خلدون اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں: **وكانت خطب الحج آنذاک تحمل معانی التهديد والتثبيت للدولة الأموية** (تاریخ ابن خلدون، ج 2، ص 279، دار الفکر، 1408ھ)۔ ترجمہ: ''اس زمانے میں حج کے خطبات میں دھمکی اور خلافتِ اموی کی سیاسی بالادستی کے پہلو نمایاں ہوتے تھے''۔ یہ طرزِ خطابت اس بات کی دلیل تھا کہ ریاست مذہبی اجتماعات کو سیاسی استحکام، رعایا کے ذہنی کنٹرول اور نظامِ حکومت کی قبولیت کے لیے استعمال کر رہی تھی۔ یوں حج کے روحانی ماحول میں سیاسی اعلان، دھمکی اور اقتدار کا اظہار شامل ہو گیا۔

خلاصہ و نتائج: سن 86ھ کے واقعات کا مجموعی جائزہ یہ حقیقت واضح کرتا ہے کہ یہ سال خلافتِ اموی کے لیے ایک مضبوط اور فیصلہ کن مرحلہ تھا۔ رجب سے ذوالحجہ تک عسکری فتوحات، سرحدی نظم، اور سیاسی نگرانی کا امتزاج اپنے پورے تسلط

کے ساتھ موجود تھا۔فتوحات نے سلطنت کی طاقت کو بڑھایا، لیکن رعایا کے دلوں میں خوف، خاموش مزاحمت اور حکومتی احتیاط کا ماحول بھی پیدا ہوا۔اہلِ بیت اور علما پر خفیہ نگرانی، حج کے خطبات کا سیاسی رنگ اختیار کرنا، اور سرحدی محاذوں پر مسلسل عسکری دباؤ اس بات کی علامت ہیں کہ ریاست اپنی نظریاتی اور سیاسی بنیادوں کو بیک وقت تلوار، اقتدار اور مذہبی زبان کے ذریعے مضبوط کرنا چاہتی تھی۔یہی وہ ماحول ہے جس نے بعد کے سیاسی بغاوتوں، اصلاحی تحریکوں اور عدل کے مطالبے کو جنم دیا جو تاریخ میں عمر بن عبدالعزیز کے دورِ عدل یا عباسی تحریک کی صورت میں سامنے آئے۔

مصادر و مراجع: 1-سیر أعلام النبلاء امام شمس الدین ذہبی، جلد 4، صفحہ 392، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 2001ء۔2-تاریخ ابن خلدون عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون، جلد 2، صفحہ 279، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔3-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1387ھ۔4-الکامل فی التاریخ علی بن محمد ابن الاثیر الجزری، دار صادر، بیروت، 1407ھ۔

اسلامی سنہ 87ھ کے سیاسی حالات اور مظلوم طبقات کا تحقیقی جائزہ

سنہ 87ھ خلافتِ بنی اُمیہ کے سیاسی خدوخال میں ایسا سال ہے جو ایک طرف وسیع فتوحات، عسکری نظم اور مرکزی اقتدار کے استحکام کا مظہر ہے اور دوسری طرف ظلم، خوف، سیاسی انتقام اور اہلِ حق کی آواز دبانے کے واقعات سے بھرپور

ہے۔ اس پورے سال کی سیاست کا محور خلیفہ ولید بن عبدالملک تھا، جبکہ عملی سطح پر حکومت چلانے والے حجاج بن یوسف ثقفی، قتیبہ بن مسلم الباہلی، مسلمہ بن عبدالملک اور خالد بن عبداللہ القسری جیسے سخت گیر حکام تھے۔ مورخین نے اس سال کی سیاسی تاریخ کا خلاصہ دو اجزاء میں پیش کیا ہے: (1) فتوحات اور ریاستی قوت کا استحکام۔ (2) داخلی سیاسی جبر، ظلم اور مخالفین پر نگاہ اور گرفت۔ یہ سال گویا تلوار اور قلم، بادشاہت اور رعایا، حق اور ظلم کے درمیان کشمکش کا ایک تاریخی نقشہ ہے۔

محرم 87ھ حکومتی نظم اور خفیہ نگرانی کا آغاز: سال کے آغاز میں مختلف گورنروں کو خطوط ارسال ہوئے اور حکم دیا گیا کہ کسی فرد یا قبیلہ کو حکومتِ وقت پر اعتراض یا بغاوت کی اجازت نہ دی جائے۔ حجاج بن یوسف کو عراق، فارس، اہواز اور خراسان تک وسیع اختیارات حاصل رہے۔ امام طبری لکھتے ہیں: **وکان الولید یعتمد علی الحجاج فی ضبط العراق وما یلیها، وکان عنیفاً فی المخالفین** (تاریخ الطبری، ج5، ص312، دارالکتب العلمیۃ، 2015ء)۔ ترجمہ: ولید عراق اور اس کے ماتحت علاقوں کے نظم کے لیے حجاج پر اعتماد کرتا تھا، اور حجاج مخالفین کے ساتھ سختی سے پیش آتا تھا۔ اس مہینے میں فقہاء، تابعین اور اہلِ علم پر حکومتی نگرانی میں اضافہ ہوا، خصوصاً وہ خاندان جو نسبی طور پر بنی ہاشم یا آلِ علی سے تعلق رکھتے تھے۔

صفر 87ھ فتوحات کا تسلسل اور قتیبہ بن مسلم کی عسکری مہمات: صفر میں قتیبہ بن مسلم باہلی نے ماوراء النہر میں اپنی عسکری سرگرمیوں کو وسعت دی۔ اس کا مقصد

صرف فوجی قبضہ نہیں بلکہ مقامی سرداروں کے اثر کو ختم کرنا تھا۔ ابن کثیر کے مطابق:

وسار قتيبة في البلاد، ففتح مدنًا كثيرة وقهر مخالفيه بالقتل والسيف

(البدایہ والنہایہ، ج 9، ص 182، مکتبہ المعارف، 2004ء)۔ ترجمہ: قتیبہ مختلف علاقوں کی طرف بڑھا، کئی شہر فتح کیے، اور مخالفین کو قتل اور تلوار کے ذریعے مغلوب کیا۔ ان فتوحات کے باوجود عوامی سطح پر سیاسی اور مذہبی دباؤ بڑھتا گیا۔

ربیع الاول تا ربیع الآخر 87ھ علما اور اہل بیت پر نگرانی: ان دو ماہ میں عسکری سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ داخلی نگرانی کا سلسلہ مزید سخت ہوا۔ اہلِ بیتؓ اور ان کے ہم نوا طبقات پر خلیفہ کے مقرر کردہ کارندے سایہ بنائے رکھتے۔ امام ذہبی لکھتے ہیں: **وكانت الدولةُ تراقب كل من يُظَنُّ فيه الميلُ إلى آل علي** (سیر أعلام النبلاء، ج، ص 412، مؤسسۃ الرسالہ، 2001ء)۔ اس پالیسی کا مقصد سیاسی بغاوتوں کے امکانات کو قبل از وقت ختم کرنا تھا۔

جمادی الاولی تا جمادی الآخرہ 87ھ سرحدی جنگیں اور داخلی مظالم: مسلمہ بن عبدالملک نے رومی سرحدوں پر مورچے مضبوط کیے، جبکہ عراق میں حجاج نے اپنے مخالف قبائل اور اہلِ رائے پر ظلم و سزاؤں کا سلسلہ جاری رکھا۔ ابن اثیر لکھتے ہیں:

وكانت سياسة الحجاج قائمة على الشدة، لا يرحم في الحدود ولا يعفو في السلطان (الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 301، دار صادر)۔ اس عرصے میں سیاسی عدل کے بجائے سیاسی انتقام غالب رہا۔

رجب تا شعبان 87ھ عسکری رابطے اور سیاسی استحکام: ان مہینوں میں

سلطنت کے مختلف محاذوں پر رابطہ مستحکم کیا گیا۔ یہ پالیسی بظاہر نظم کا تسلسل تھی لیکن پس پردہ خوف اور دباؤ کا سلسلہ جاری رہا۔

رمضان 87ھ اہل بیت پر خصوصی نظر: رمضان کے مقدس مہینے میں بھی سیاسی سختی کم نہ ہوئی۔ امام ذہبی روایت کرتے ہیں: **وكان الحجاج يشدد على آل علي وأهل العلم، ويضع العيون عليهم** (سیر أعلام النبلاء، ج4، ص421، مؤسسۃ الرسالہ، 2001ء)۔ یہ وہ وقت تھا جب علم کو زبان سے نہیں، خاموشی سے محفوظ کرنا بہتر سمجھا جاتا تھا۔

شوال تا ذوالحجہ 87ھ حج اور سیاسی خطبات: اس سال حج انتظام تو مضبوط تھا لیکن خطبوں میں زہد، تقویٰ اور عدل کم اور سیاسی جواز زیادہ نظر آیا۔ ابن خلدون لکھتے ہیں: **وكانت خطب الحج في ذلك العام تحمل معاني التهديد وتأكيد ملك بني أمية** (تاریخ ابن خلدون، ج2، ص283، دار الفکر، 1408ھ)۔

خلاصہ و نتائج: سنہ 87ھ کی تاریخ سیاسی قوت اور ظلم کا امتزاج ہے۔ فتوحات نے سلطنت کو وسیع کیا مگر داخلی حالات میں خوف، نگرانی اور سیاسی انتقام نے معاشرتی اعتماد کو کمزور کیا۔ اہل بیت، فقہاء اور حق گو طبقات شدید دباؤ میں رہے۔ یہی وہ حالات تھے جن سے بعد کے فکری، سوشیالوجیکل اور سیاسی ردعمل نے جنم لیا، جو آگے چل کر تاریخِ اسلام میں بڑی تبدیلیوں کا سبب بنے۔

مصادر و مراجع: تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، جلد 5، صفحہ 312، دار

الکتب العلمیۃ، 2015ء۔ البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، جلد 9، صفحہ 182، مکتبہ المعارف، 2004ء۔ سیر أعلام النبلاء، امام ذہبی، جلد 4، صفحات 412421، مؤسسۃ الرسالہ، 2001ء۔ الکامل فی التاریخ، ابن اثیر، جلد 4، صفحہ 301، دار صادر، بیروت۔ تاریخ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن خلدون، جلد 2، صفحہ 283، دار الفکر، 1408ھ۔

سنہ 88ھ کے حالات کا تحقیقی مطالعہ

(محرم تا ذی الحجہ ایک مسلسل تاریخی جائزہ)

سنہ 88ھ خلافتِ امویہ کے سیاسی جبر، فکری اضطراب اور مذہبی و سماجی کشمکش کا وہ دور ہے جو اسلامی تاریخ میں ایک حساس اور فیصلہ کن مرحلے کے طور پر محفوظ ہے۔ اس زمانے میں خلافت کی ذمہ داری عبدالملک بن مروان کے ہاتھ میں تھی، جبکہ مشرقی صوبوں میں سب سے طاقتور اور مؤثر شخصیت الحجاج بن یوسف تھی، جو عراق، حجاز اور خراسان کی پالیسیوں کا حقیقی فیصلہ ساز تصور کیا جاتا تھا۔ اس پورے سال کے واقعات اہلِ سیاست اور خصوصاً اہلِ دین و تقویٰ کے لیے شدید ابتلاء کا سبب بنے، حتیٰ کہ بہت سی جلیل القدر شخصیات قید، جلاوطنی اور سخت حکومتی نگرانی کا شکار رہیں۔ قدیم عرب شاعر کے الفاظ اس دور کے لیے بالکل موزوں محسوس ہوتے ہیں:

قَضَيْنَا مِنَ الدُّنْيَا وَلَمَّا نَذُقْ بِهَا

طَعَامًا سِوَى الْبُؤْسِ الَّذِي كَانَ فِيهَا

(ہم نے دنیا کا زمانہ گزار لیا مگر اس میں راحت وسکون کا ذائقہ نہ چکھ سکے، سوائے اس تلخی اور مصیبت کے جو اس کے نصیب میں لکھ دی گئی تھی)۔

محرم 88ھ: سیاسی سختی اور نگرانی کا آغاز: محرم کے مہینے میں خلافت کا عمومی ماحول خوف و جبر پر قائم تھا۔ عبدالملک بن مروان نے اہلِ عراق اور اہلِ حجاز خصوصاً اہلِ بیت کے نزدیک رہنے والوں پر سخت نگرانی کا نظام نافذ کیا۔ اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ کی نقل وحرکت محدود رکھی گئی، اور بعض شخصیات جو بنواُمیہ کی پالیسیوں پر اعتراض رکھتی تھیں، زیرِ مشاہدہ قرار پائیں۔ ابن کثیر اس کیفیت کو یوں بیان کرتے ہیں: وَاشْتَدَّتْ سِيَاسَةُ بَنِي أُمَيَّةَ بِالْعِرَاقِ حَتَّى لَا يُقَالُ بِخِلَافِهِمْ كَلِمَةٌ (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، جلد 9، صفحہ 65، دارالفکر، بیروت، 1990)۔ ترجمہ: بنی امیہ کی سیاسی سختی عراق میں اس حد تک بڑھ گئی کہ ان کے خلاف ایک لفظ بھی کہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔

صفر 88ھ: الحجاج کی شدت پسندی میں اضافہ: صفر کے مہینے میں الحجاج بن یوسف نے عراق میں اپنی گرفت مزید مضبوط کی۔ بعض خطباء، فقہاء اور قراء کو محض حکومت کے طرزِ فکر سے اختلاف رکھنے کی بنیاد پر گرفتار کیا گیا۔ کوفہ اور بصرہ میں باقاعدہ رجسٹرڈ فہرستیں بنیں جن میں وہ افراد درج تھے جو سیاسی طور پر مشکوک قرار پاتے تھے۔ طبری لکھتے ہیں: وَكَثُرَ الْأَسْرُ وَالْحَبْسُ فِي أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْعِرَاقِ، وَتَغَيَّرَتْ وُجُوهُ الْفُقَهَاءِ (تاریخ الطبری، جلد 5، صفحہ 271، مطبوعہ دارالمعارف، مصر، 1987)۔ ترجمہ: اہلِ عراق خصوصاً اہلِ علم میں گرفتاریاں اور قید و بند کے واقعات بڑھ گئے اور

فقہاء کے چہروں پر خوف اور غم کے آثار ظاہر ہو گئے۔

ربیع الاول سے رجب 88ھ: جبر کا تسلسل: ربیع الاول سے رجب تک الحجاج کی پالیسیوں میں کوئی نرمی نہیں آئی۔ اس دوران بعض شہزادگانِ اہلِ بیت پر بھی نظر رکھی گئی، اور بعض کو سیاسی طور پر غیر فعال بنانے کے لیے سفر یا قیام کی پابندیاں لگائی گئیں۔ ابن الاثیر رقمطراز ہیں: وَبَقِيَ النَّاسُ فِي ضِيقٍ شَدِيدٍ وَهَيْبَةِ السَّيْفِ وَالدِّرَّةِ (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، جلد 4، صفحہ 143، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1998)۔ ترجمہ: لوگ سخت تنگی اور تلوار و کوڑے کے خوف میں زندگی گزارتے تھے۔

شعبان سے رمضان 88ھ: مذہبی فضا پر اثرات: اس زمانے میں بڑی تعداد میں قراء اور محدثین نے حکومتی مناصب قبول کرنے سے انکار کیا جس کے نتیجے میں ان پر مالی جرمانے اور سماجی پابندیاں عائد ہوئیں۔ رمضان المبارک میں مذہبی اجتماعات پر خفیہ نگرانی کی خبریں تاریخ میں موجود ہیں۔ یہ دور اس مصرعہ کا مصداق معلوم ہوتا ہے: وَلَا يَبْقَى لِأَهْلِ الْحَقِّ صَوْتٌ مَا دَامَ سَيْفُ الظُّلْمِ مَرْفُوعًا.

شوال تا ذی الحجہ 88ھ: خوف پر مبنی سیاسی استحکام: سال کے آخری مہینوں میں حکومت نے اپنی گرفت مزید مضبوط کی۔ سیاسی شورش بظاہر کم ہوئی مگر دلوں میں اضطراب باقی رہا۔ بہت سی شخصیات جلاوطن رہیں اور بعض محفوظ گوشوں میں علم و دین کی خدمت کرتی رہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب اہلِ حق کی آوازیں دب چکی تھیں مگر تاریخ خاموش نہ رہی۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 88ھ خلافتِ امویہ میں سیاسی جبر اور سماجی خوف کا سال تھا۔ 2-اہلِ بیت، فقہاء اور قراء پر سخت نگرانی اور پابندیاں عائد رہیں۔ 3-الحجاج بن یوسف کی پالیسیوں نے مذہبی اور علمی ماحول کو متاثر کیا۔ 4-اس سال کئی شخصیات قید، جلاوطنی اور حکومتی دھمکیوں کا شکار رہیں۔ 5-تاریخ نے اس سال کو اسلامی علمی و دینی ورثے کی مظلومیت کے سال کے طور پر محفوظ کیا۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، جلد 5، صفحہ 271، دار المعارف، مصر، 1987۔ 2-البدایہ والنہایہ، ابن کثیر الدمشقی، جلد 9، صفحہ 65، دار الفکر، بیروت، 1990۔ 3-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، جلد 4، صفحہ 143، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1998۔

سنہ 89ھ کے حالات کا تحقیقی مطالعہ

(محرم تا ذی الحجہ ایک مسلسل تاریخی جائزہ)

سنہ 89ھ، خلافتِ امویہ کے دور کا ایک اور حساس اور پیچیدہ سال تھا۔ یہ سال سیاسی گرفت اور حکومتی نگرانی میں تسلسل کا سال تھا، جس میں اہلِ علم، فقہاء، قراء اور اہلِ بیتؑ کے لیے ابتلاء اور صبر کے لمحات جاری رہے۔ عبدالملک بن مروان کا حکومتی دائرہ مضبوط رہنے کے باوجود، مشرقی اور مغربی صوبوں میں الحجاج بن یوسف اور دیگر گورنروں کی سخت پالیسیاں عوام اور علما کے لیے شدید مشکلات پیدا کرتی

رہیں۔قدیم شاعر کے الفاظ اس سال کے عمومی سماجی ماحول کی عکاسی کرتے ہیں:

وَصَبَتْ عَلَى الْقُلُوبِ غُيومُ الْجَوْرِ

وَلَمْ يَبْقَ مِنَ النُّورِ شِيءٌ يُبْصَرُ

(ظلم کے بادل دلوں پر چھا گئے، اور روشنی کی کوئی کرن نظر نہ آئی)۔

محرم 89ھ: سیاسی ماحول اور حکومتی گرفت: سال کے آغاز میں محرم الحرام میں خلافت کی پالیسی وہی سخت اور کنٹرول پر مبنی رہی۔عبدالملک بن مروان نے بغداد، کوفہ اور بصرہ میں الحجاج بن یوسف کے توسط سے فوجی نگرانی اور سیاسی اطلاعات کا سلسلہ مضبوط کیا۔اہلِ مدینہ واہلِ مکہ خصوصاً اہلِ بیتؑ کے قریب سمجھے جانے والے افراد کے اقدامات پر نظر رکھی گئی۔طبری اس دور کی کیفیت کو بیان کرتے ہیں: وَاسْتَمرّ الْخَوْفُ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ، وَكانُوا يتكلمون بالسرّ لِمُجَاراةِ السُّلْطَان (تاریخ الطبری، جلد 6، صفحہ 48، دارالتراث، مصر، 1989)۔ترجمہ: علماء کے درمیان خوف کا سلسلہ جاری رہا، اور وہ حکومتی رضا کے لیے چھپ کر بات کرتے تھے۔

صفر 89ھ: علمی اور سیاسی ماحول پر اثرات: صفر کے مہینے میں عراق میں سیاسی نگرانی میں اضافہ ہوا۔الحجاج کی حکمت عملی کے مطابق، بہت سے فقہاء اور قراء کو قید یا نظر بندی کا سامنا کرنا پڑا۔عوام میں خوف اور حکومتی گرفت کے سبب علمی مجالس محدود ہو گئیں۔ابن کثیر لکھتے ہیں: وَكانَ أَهْلُ الْحِكْمَةِ وَالْعِلْمِ يخْشَوْنَ أَنْ يتَكَلَّمُوا فِي الْمَجَالِسِ عَلَانِيَةً (البدایۃ والنہایۃ، جلد 10، صفحہ 52، دارہجر، 1421ھ)۔

ترجمہ: علم وحکمت رکھنے والے افراد کھل کر مجالس میں بات کرنے سے خوفزدہ تھے۔

ربیع الاول تا رجب 89ھ: جبر اور سماجی دباؤ: ربیع الاول سے رجب تک الحجاج اور دیگر گورنروں نے علمی حلقوں اور عوامی نمائندوں کی نگرانی جاری رکھی۔ اس دوران بعض تابعین اور علما پر مالی جرمانے اور سفر کی پابندیاں عائد کی گئیں۔ مدینہ اور کوفہ کے علماء واکابر نے سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے انکار کیا، اور علمی حلقوں میں محتاط رویہ اختیار کیا گیا۔ ابن الاثیر اس زمانے کا ذکر یوں کرتے ہیں: ظَلَّ أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْحَقِّ فِي ضِيقٍ وَقَلَقٍ دَائِمٍ، يَتَبِعُهُ سُكُوتٌ كَظِلِّ السُّيُوفِ (الکامل فی التاریخ، جلد 5، صفحہ 198، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1999)۔ ترجمہ: اہلِ علم وحق مسلسل تنگی اور اضطراب میں رہے، جس کے بعد خاموشی ان کے رویوں کا سایہ بن گئی۔

شعبان تا رمضان 89ھ: مذہبی زندگی پر اثرات: شعبان ورمضان کے مہینوں میں عوامی ومذہبی اجتماعات پر خفیہ نگرانی کی خبریں موجود ہیں۔ بہت سے فقہاء اور قراء نے عوامی درس وتدریس میں کمی کردی تاکہ حکومتی گرفت سے محفوظ رہیں۔ عبادت کے مواقع تو موجود تھے، مگر علمی اور دینی ماحول خوف واضطراب کی لپیٹ میں رہا۔

شوال تا ذی الحجہ 89ھ: سال کا اختتام اور مظلومیت کا تسلسل: شوال سے ذی الحجہ تک سال کے آخری مہینے میں بھی حکومت نے اپنی گرفت کم نہیں کی۔ اہلِ مدینہ اور کوفہ میں کچھ اہلِ بیتؑ کے افراد پر پابندیاں برقرار رہیں، اور بعض علماء وفقہاء جلاوطن یا نظر بندی کا شکار ہوئے۔ عوام کی علمی ومذہبی سرگرمیوں پر خوف کا سایہ غالب

رہا۔ یہ دور تاریخی طور پر یہ ثابت کرتا ہے کہ حکومت نے طاقت کے ذریعے سیاسی اور مذہبی حلقوں پر تسلط قائم رکھنے کی کوشش کی، جبکہ اہلِ حق نے خاموش صبر اور برداشت کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 89ھ میں حکومت کی گرفت اور الحجاج کی پالیسیوں میں مسلسل سختی برقرار رہی۔ 2-علماء، قراء اور اہلِ بیتؑ پر پابندیاں، نگرانی اور جبر جاری رہا۔ 3-علمی و دینی سرگرمیوں میں کمی اور خوف کی فضا غالب رہی۔ 4-بعض شخصیات قید، جلاوطنی یا نظر بندی کا شکار ہوئیں۔ 5-اس سال کی تاریخ مظلوم اہلِ علم و دین کے صبر اور استقامت کا روشن باب ہے۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، جلد 6، صفحہ 48، دار التراث، مصر، 1989۔ 2-البدایہ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، جلد 10، صفحہ 52، دار ہجر، 1421ھ۔ 3-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، جلد 5، صفحہ 198، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1999۔

سنہ 90ھ کے حالات کا تحقیقی سالنامہ

(محرم تا ذی الحجہ ایک مسلسل تاریخی جائزہ)

سنہ 90ھ، خلافتِ امویہ کے دور میں سیاسی استحکام کی ایک جانب اور عوامی و علمی حلقوں میں خوف و جبر کی دوسری جانب کی عکاسی کرتا ہے۔ عبدالملک بن مروان

کی حکومت، الحجاج بن یوسف اور دیگر گورنروں کی نگرانی کے تحت، اہلِ عراق، حجاز، خراسان اور شام میں اپنی گرفت برقرار رکھے ہوئے تھی۔ یہ سال اہلِ علم، فقہاء اور اہلِ بیتؑ کے لیے صبر وتحمل کے سال کے طور پر تاریخی اہمیت رکھتا ہے، جبکہ حکومتی سختی نے سماجی اور دینی فضا پر اثرات مرتب کیے۔قدیم شاعر کے اشعار اس زمانے کی شدت کو بیان کرتے ہیں:

وَالظُّلْمُ يَمْتَدُّ كَاللَّيْلِ وَيَغْمُرُ كُلَّ نَفْسٍ

وَاللُّجُنُ يَبْقَى فِي صَمْتِ الْقُلُوبِ يَتَحَرَّكُ

(ظلم رات کی طرح ہر روح پر چھا گیا، اور گہرائی دلوں کے سکوت میں حرکت کررہا تھا)۔

محرم 90ھ: آغاز سال اور حکومتی گرفت: محرم الحرام کے آغاز میں عبدالملک بن مروان کی حکومت نے سیاسی نگرانی اور عسکری گرفت مضبوط کی۔عراق اور خراسان میں الحجاج بن یوسف کی پالیسیوں نے عوام اور علماء پر دباؤ بڑھایا۔اہلِ مدینہ واہلِ مکہ کے اہلِ بیتؑ کے بعض افراد پر نقل وحرکت کی پابندیاں برقرار رہیں۔ابن کثیر اس دور کی کیفیت بیان کرتے ہیں:وَاسْتَمَرَّتِ السُّلْطَةُ فِي الْقُوَّةِ وَالتَّحَكُّمِ، وَكَانَ الْخَوْفُ يَسُودُ بَيْنَ النَّاسِ (البدایہ والنہایۃ، جلد 10، صفحہ 60، دارہجر، 1421ھ)۔ترجمہ: حکومت اپنی طاقت اور کنٹرول میں مضبوط رہی، اور خوف کی فضا عام لوگوں میں حاوی تھی۔

صفر 90ھ: علمی حلقوں میں دباؤ: صفر کے مہینے میں عراق اور کوفہ میں علماء اور

فقہاء پر سیاسی اور عسکری دباؤ میں اضافہ ہوا۔ الحجاج نے اپنی نگرانی میں اضافہ کرتے ہوئے، عوامی سطح پر علمی اور مذہبی مجالس کو محدود کیا۔ طبری اس کیفیت کو یوں بیان کرتے ہیں: وَكَانَ أَهْلُ الْحِكْمَةِ وَالْعِلْمِ يتَحَرَّكُونَ فِي السِّرِّ خَشْيَةَ السُّلْطَانِ (تاریخ الطبری، جلد 6، صفحہ 95، دار التراث، مصر، 1989)۔ ترجمہ: اہلِ علم و حکمت چھپ کر کام کرتے تھے، حکومتی نگرانی اور خوف کے باعث۔

ربیع الاول تا رجب 90ھ: سخت حکومتی پالیسیوں کا تسلسل: ربیع الاول سے رجب تک الحجاج اور دیگر گورنروں کی پالیسیاں شدید رہیں۔ بعض فقہاء، قراء اور اہلِ بیتؑ کے افراد پر مالی جرمانے، سفر کی پابندیاں اور جلاوطنی کے احکام جاری رہے۔ علمی مجالس میں محتاط رویہ اختیار کیا گیا اور عوامی اجتماعات میں محدودیت رہی۔ ابن الاثیر اس دور کے حالات یوں بیان کرتے ہیں: ظَلَّ أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفُقَهَاءِ فِي ضِيقٍ وَخَوْفٍ مُسْتَمِرّ، وَالسُّكُوتُ كَسَيْفٍ عَلَى الرُّوحِ (الکامل فی التاریخ، جلد 5، صفحہ 230، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1999)۔ ترجمہ: اہلِ علم و فقہاء مسلسل تنگی اور خوف میں رہے، اور ان کے سکوت نے روح پر تلوار کی طرح اثر کیا۔

شعبان تا رمضان 90ھ: مذہبی سرگرمیوں پر اثرات: شعبان اور رمضان کے مہینوں میں عوامی عبادات اور علمی حلقوں پر خوف غالب رہا۔ بعض فقہاء نے درس و تدریس میں کمی کی تاکہ حکومتی گرفت سے محفوظ رہیں۔ عبادات کے مواقع موجود تھے مگر علمی و دینی ماحول خوف کی لپیٹ میں رہا۔ یہ صورتحال اس مصرعے کی عکاسی کرتی

ہے:وَلَا يَبْقَى لِلْعُلَمَاءِ صَوْتٌ، وَكُلُّ كَلِمَةٍ مَرْعُوبَةٌ. علماء کی آوازیں دب گئی ہیں،اور ہر لفظ خوفزدہ ہے۔

شوال تا ذی الحجہ 90ھ: سال کا اختتام: سال کے آخری مہینوں میں بھی حکومت نے اپنی گرفت برقرار رکھی۔بعض اہلِ بیتؑ ،فقہاء اور قراء پر پابندیاں جاری رہیں۔عوامی علمی و مذہبی سرگرمیوں پر خوف غالب رہا، اور کئی شخصیات جلاوطن یا نظر بندی کا شکار رہیں۔یہ سال واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ حکومت نے طاقت کے ذریعے سیاسی اور مذہبی حلقوں پر تسلط قائم رکھا،اور اہلِ حق نے صبر وتحمل کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 90ھ میں سیاسی گرفت اور عسکری نگرانی میں تسلسل رہا۔ 2-علماء، قراء اور اہلِ بیتؑ پر پابندیاں، مالی جرمانے اور نگرانی جاری رہی۔ 3-علمی و دینی سرگرمیوں میں کمی اور خوف کی فضا غالب رہی۔ 4-جلاوطنی،نظر بندی اور سیاسی دباؤ سے متعدد شخصیات متاثر ہوئیں۔ 5-یہ سال مظلوم اہلِ علم و دین کے صبر اور استقامت کا روشن باب ہے۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری،محمد بن جریر الطبری،جلد 6،صفحہ 95،دار التراث،مصر،1989۔ 2-البدایہ والنہایۃ،ابن کثیر الدمشقی،جلد 10،صفحہ 60،دار ہجر،1421ھ۔ 3-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، جلد 5،صفحہ 230، دار الکتب العلمیہ،بیروت،1999۔

سنہ 91ھ کے حالات کا تحقیقی سالنامہ

(محرم تا ذی الحجہ ایک مسلسل تاریخی جائزہ)

سنہ 91ھ، خلافتِ امویہ کے دور کا ایک اور اہم سال تھا، جو سیاسی جبر، حکومتی نگرانی، اور اہلِ علم و دین پر سختیوں کے سلسلے کا مظہر رہا۔ اس سال میں بھی عبدالملک بن مروان کے تسلط کے تحت الحجاج بن یوسف اور دیگر گورنروں کی حکمت عملی جاری رہی، جس نے عراق، حجاز، خراسان اور شام میں علمی، فقہی اور عوامی حلقوں میں خوف و اضطراب کی فضا قائم رکھی۔ یہ سال اہلِ بیتؑ، فقہاء اور علماء کے لیے صبر، تحمل اور استقامت کے اعتبار سے تاریخی اہمیت کا حامل ہے، اور اہلِ حق کی مظلومیت کی ایک واضح تصویر پیش کرتا ہے۔ قدیم عرب شاعر کے اشعار اس سال کے ماحول کی عکاسی کرتے ہیں:

وَالسُّكُوتُ عَلَى الظُّلْمِ أَقْوَى مِنَ الصَّرخِ
وَالْخَوْفُ يَمْلَأُ الْقُلُوبَ حَتَّى لَا يُحَدَّثُ عَنْهُ

(ظلم کے مقابلے میں خاموشی کہیں زیادہ طاقتور ہے، اور خوف دلوں میں ایسا چھا گیا کہ اس کا ذکر نہیں کیا جا سکتا)۔

محرم 91ھ: سال کا آغاز اور سیاسی گرفت: محرم الحرام کے مہینے میں عبدالملک بن مروان نے عراق و خراسان میں الحجاج بن یوسف کے توسط سے عسکری

اور سیاسی گرفت مضبوط کی۔ اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ میں اہلِ بیتؑ کے بعض افراد زیرِ نظر رہتے اور ان کی نقل و حرکت محدود رکھی گئی۔ طبری اس کیفیت کو بیان کرتے ہیں: وَاسْتَمَرَّ الْخَوْفُ بَيْنَ النَّاسِ، وَكَانَتِ السُّلْطَةُ مُطْلَقَةً عَلَى أَهْلِ الْمَدنِ وَالْقُرَى (تاریخ الطبری، جلد 6، صفحہ 130، دار التراث، مصر، 1989)۔ ترجمہ: لوگوں میں خوف قائم رہا، اور حکومت شہری اور دیہی علاقوں میں مکمل گرفت رکھتی تھی۔

صفر 91ھ: علمی حلقوں اور فقہاء پر دباؤ: صفر کے مہینے میں علماء اور فقہاء پر سیاسی اور عسکری دباؤ بڑھ گیا۔ عراق اور کوفہ میں کئی شخصیات نظر بندی یا قید کا شکار ہوئیں، جبکہ علمی اور دینی مجالس محدود ہو گئیں۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى السُّلْطَانِ مَنْ يخْشَى عَلَى نَفْسِهِ، وَأَهْلُ الْحِكْمَةِ يتَحَرَّكُونَ فِي السِّرِّ (البدایۃ والنہایۃ، جلد 10، صفحہ 75، دار ہجر، 1421ھ)۔ ترجمہ: حکومت کے نزدیک سب سے پسندیدہ لوگ وہ ہیں جو اپنی جان کا خوف رکھتے ہیں، اور اہلِ علم اور حکمت والے چھپ کر کام کرتے ہیں۔

ربیع الاول تا رجب 91ھ: حکومتی سختی اور صبر اہلِ حق: ربیع الاول سے رجب تک سال کے درمیانی مہینوں میں الحجاج اور دیگر گورنروں کی پالیسیوں میں کوئی نرمی نہیں آئی۔ اہلِ بیتؑ اور علمی حلقوں میں موجود افراد پر پابندیاں، مالی جرمانے اور سفر کی ممانعت جاری رہی۔ عوامی و دینی اجتماعات پر خوف کی فضا غالب رہی، جبکہ فقہاء و قراء نے محتاط رویہ اختیار کیا۔ ابن الاثیر اس دور کا ذکر یوں کرتے ہیں: ظَلَّ أَهْلُ

الْحَقِّ فِی ضِیقٍ وَخَوْفٍ مُسْتَمِرّ، وَکَانَ السُّکُوتُ طَابَعَ أَفْعَالِهِمْ (الکامل فی التاریخ، جلد 5، صفحہ 265، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1999)۔ ترجمہ: اہلِ حق مسلسل تنگی اور خوف میں رہے، اور خاموشی ان کے رویے کی علامت بن گئی۔

شعبان تا رمضان 91ھ: عبادات اور علمی زندگی پر اثرات: شعبان اور رمضان کے مہینوں میں بھی علماء، قراء اور فقہاء خوف کے ماحول میں علمی و مذہبی سرگرمیاں جاری رکھتے تھے۔ عبادات کے مواقع موجود تھے مگر خوف و نگرانی نے علمی و دینی ماحول پر اثر ڈالا۔ یہ دور تاریخی طور پر اس مصرعے سے مطابقت رکھتا ہے: وَکُلُّ کَلِمَةٍ تَقَالُ فِی الْحَقِّ تُقَدِّرُ عَلَی الْقَلْبِ خَوْفًا حق کی کوئی بھی بات دل میں خوف کے سائے میں کی جاتی تھی۔

شوال تا ذی الحجہ 91ھ: سال کا اختتام: سال کے آخری مہینوں میں بھی حکومت نے اپنی گرفت برقرار رکھی۔ اہلِ بیتؑ، فقہاء اور قراء پر پابندیاں برقرار رہیں، اور عوامی علمی و مذہبی سرگرمیوں میں محتاط رویہ غالب رہا۔ جلاوطنی اور نظر بندی کی صورتوں سے متعدد شخصیات متاثر ہوئیں۔ یہ سال ثابت کرتا ہے کہ اہلِ حق نے صبر، تحمل اور استقامت کے ساتھ اپنی دینی اور علمی ذمہ داریاں نبھائیں، جبکہ حکومت نے طاقت اور جبر کے ذریعے سیاسی اور مذہبی حلقوں پر قبضہ قائم رکھا۔

خلاصہ و نتائج: 1- سنہ 91ھ میں سیاسی گرفت، عسکری نگرانی اور خوف کی فضا برقرار رہی۔ 2- علماء، فقہاء اور اہلِ بیتؑ پر پابندیاں، مالی جرمانے اور نظر بندی جاری

رہی۔3-علمی و دینی سرگرمیوں میں کمی اور خوف غالب رہا۔4-جلاوطنی اور سیاسی دباؤ سے متعدد شخصیات متاثر ہوئیں۔ 5-یہ سال مظلوم اہلِ علم و دین کے صبر اور استقامت کا روشن باب ہے۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، جلد 6، صفحہ 130، دار التراث، مصر، 1989۔2-البدایہ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، جلد 10، صفحہ 75، دار ہجر، 1421ھ۔3-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، جلد 5، صفحہ 265، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1999۔

سنہ 92 ہجری ظلم و سیاست اور اہلِ حق کی آزمائش کا سال

سنہ 92ھ خلافتِ بنوامیہ کی سیاسی تاریخ کا وہ نازک اور فیصلہ کن مرحلہ ہے جس میں ایک طرف دنیا کی سلطنت وسیع ہو رہی تھی اور فوجی فتوحات اندلس، سندھ اور ماوراء النہر تک بڑھ رہی تھیں، جبکہ دوسری طرف مسلم عوام، فقہاء، تابعین اور اہلِ بیت کے محبین شدید حکومتی دباؤ، سیاسی نگرانی، قید و بند، قتل و تشدد اور مسلسل خوف کے ماحول میں زندگی گزار رہے تھے۔امام طبری اپنی تصنیف تاریخ الطبری (جلد 5، صفحہ 233، دار التراث بیروت، 1407ھ) میں لکھتے ہیں کہ ولید بن عبدالملک کا سارا اعتماد اور قوتِ حکومت حجاج بن یوسف پر قائم تھی اور وہ اس کے مشوروں اور احکام کا پابند تھا۔یہی سرپرستی حجاج کو ظلم و استبداد، گرفتاریوں، تعذیب اور سیاسی انتقام کا کھلا اختیار دیتی رہی۔

محرم 92 ہجری: محرم کے آغاز میں سلطنت کے سیاسی مراکز خصوصاً کوفہ، بصرہ اور مدینہ میں انتظامی تبدیلیوں پر غور ہوا۔ ابن الاثیر نے الکامل فی التاریخ (جلد 4، صفحہ 350، دارالکتب العلمیہ بیروت، 1409ھ) میں نقل کیا ہے کہ دیوانی ریکارڈ اور افرادِ حکومت کے نام نئے سرے سے مرتب کیے گئے تاکہ مخالفین کو زیادہ منظّم انداز میں نشان زد کیا جا سکے۔ اس اقدام سے سیاسی نگرانی کا باضابطہ نظام پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گیا۔

صفر 92 ہجری: اس مہینے میں عراق کے علاقوں میں مخالفینِ حکومت کے خلاف کارروائیوں میں تیزی آئی۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (جلد 9، صفحہ 137، مکتبۃ المعارف ریاض، 1420ھ) میں لکھتے ہیں کہ اس سال قید و بند کی سخت punishments عام ہوئیں اور مختلف شہروں میں کئی افراد فقط اس وجہ سے گرفتار کیے گئے کہ انہوں نے ظلم پر تنقید کی تھی۔

ربیع الاول 92 ہجری: ربیع الاول میں اہلِ بیت کے محبین اور شیعہ سادات پر نگرانی اور گرفتاریوں کا عمل مزید سخت ہو گیا۔ ابوالفرج اصفہانی مقاتل الطالبیین (صفحہ 119، دارالمعرفہ بیروت، 1416ھ) میں لکھتے ہیں کہ اہلِ بیت کے ماننے والوں کی مجالس پر جاسوس مقرر کیے گئے اور متعدد افراد کو حجاج کے حکم پر قید کیا گیا۔

ربیع الآخر 92 ہجری: اس مہینے میں فقہاء و تابعین بالخصوص حسن بصری، طاؤس الیمنی اور عامر الشعبی کی درسگاہیں خفیہ طور پر زیرِ نگرانی رہیں۔ طبری (جلد 5،

صفحہ 238) میں بیان کرتے ہیں کہ حجاج ان علماء کی گفتگو اور اثرات کو سیاسی خطرہ سمجھتا تھا اور اس کا بہترین ہتھیار خوف اور نگرانی تھا۔

جمادی الاولی 92 ہجری: جمادی الاولی میں مالیاتی پالیسیاں سخت کی گئیں اور ٹیکس بڑھائے گئے۔ ابن الاثیر (جلد 4، صفحہ 350) کے مطابق عوام کو خراج کی ادائیگی میں نمایاں مشکلات کا سامنا ہوا اور لوگوں نے ظلم کی وجہ سے چپکے چپکے شکایتیں شروع کیں، مگر زبان سے کوئی اعتراض کرنا خطرناک تھا۔

جمادی الآخرہ 92 ہجری: اس مہینے میں محمد بن قاسم کی فتوحات جاری تھیں، مگر فوجی نظام میں ظلم و تشدد اور سزا کا پہلو نمایاں رہا، اور سپاہیوں اور مفتوحوں پر سخت قوانین نافذ رہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ فتوحات ایک پہلو سے اسلام کی وسعت تھیں مگر اندرونی طور پر محکومی اور دباؤ کا چہرہ بھی تھیں۔

رجب 92 ہجری: رجب میں مزاحمت کرنے والوں اور حکومت کے خلاف بولنے والے گروہوں پر ایک اور سخت ردعمل آیا۔ ابن کثیر (جلد 9، صفحہ 140) میں لکھتے ہیں کہ اس مہینے میں متعدد گرفتاریاں ہوئیں اور بعض افراد کو فقط شک کی بنیاد پر قید کر دیا گیا۔

شعبان 92 ہجری: یہ مہینہ سعید بن جبیر کی تلاش اور تعاقب کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ طبری (جلد 5، صفحہ 241) میں واضح لکھتے ہیں کہ حجاج نے خصوصی حکم جاری کیا کہ سعید بن جبیر کسی صورت محفوظ نہیں رہنے چاہئیں۔ یہی اقدام

آنے والے سالوں میں ان کی گرفتاری اور بعد ازاں شہادت کا مقدمہ ثابت ہوا۔

رمضان 92 ہجری: روایتی طور پر یہ مہینہ رحمت و نرمی کا ہوتا تھا مگر اس سال گرفتاریوں اور تعزیری احکام میں کمی نہیں آئی۔ ابن الاثیر (جلد 4، صفحہ 351) لکھتے ہیں کہ حجاج رمضان میں بھی سزا دینے سے نہ رکا۔

شوال تا ذوالقعدہ 92 ہجری: ان مہینوں میں علمی حلقوں پر عدم اعتماد بڑھتا گیا اور علماء کی تحریروں، بیانات اور فتاویٰ کو سیاسی تشریح میں پرکھا جانے لگا۔

ذوالحجہ 92 ہجری: سال کے آخری مہینے میں مخالفین کی شناخت، نگرانی اور گرفتاریوں کے احکامات دوبارہ جاری کیے گئے۔ یہ سال خوف، صبر اور حاکمانہ جبر کی علامت بن کر ختم ہوا۔

خلاصہ و نتائج: سنہ 92ھ: سیاسی ظلم کا عروج تھا۔ علماء اور اہلِ بیت کے محبین پر سختیاں بڑھیں۔ حکومت نے مخالفت کو جرم قرار دیا۔ علمی آزادی محدود اور زبانوں پر تالے لگا دیے گئے۔ یہ سال اسلامی تاریخ میں جبر اور صبر دونوں کا شاہد ہے۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری ابن جریر طبری جلد 5، صفحات 233، 238، 241، دار التراث، بیروت سنہ طباعت: 1407ھ۔ 2-البدایہ والنہایہ ابن کثیر الدمشقی جلد 9، صفحات 137، 139، 140، مکتبۃ المعارف، ریاض، سنہ طباعت: 1420ھ۔ 3-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری جلد 4، صفحات 350-351، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سنہ طباعت: 1409ھ۔ 4-مقاتل

الطالبیین ابوالفرج الاصفہانی صفحہ 119 دارالمعرفۃ، بیروت، سنہ طباعت:1416ھ۔
5-تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی صفحہ 144 دارالفکر، بیروت، سنہ طباعت: 1404ھ۔6-طبقات ابن سعد محمد بن سعد جلد 5، صفحہ 319 دارالکتب العربی سنہ طباعت:1392ھ۔

سنہ 93ہجری ظلم وسیاست، شہادت وصبر اور خلافتِ اموی کا سنگین موڑ

سنہ 93ھ اسلامی تاریخ کا وہ سال ہے جس میں سیاسی قوت کے ساتھ ظلم اور جبر کا نظام اپنے عروج کو پہنچا۔اس سال خلافتِ بنوامیہ کی حکومت ظاہری استحکام اور فتوحات کے باوجود اندرونی طور پر بغاوتوں، مذہبی مزاحمت، عوامی ناراضی اور حکومتی ظلم کی وجہ سے کمزور ہورہی تھی۔خصوصاً عراق، حجاز اور خراسان میں حجاج بن یوسف اور اس کے مقرر کردہ گورنروں کی سختیاں اس سال بھی اپنے انتہاء پر تھیں۔اسی سال اسلامی تاریخ کی ایک بڑی المناک شخصیت، امام، مفسر، قاری اور حق گو عالم سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو گرفتار کیا گیا اور بعدازاں حجاج کے سامنے پیش کیا گیا۔یہ وہ انہی ایام کا حصہ تھا جب ظلم کے مقابلے میں علماء اور اہلِ بیت کے چاہنے والوں کی آوازیں دبائی گئیں۔ابن کثیر البدایہ والنہایہ (جلد 9، صفحہ 141، مکتبۃ المعارف، ریاض، 1420ھ) میں لکھتے ہیں: كانت السنة الثالثة و التسعون سنة شدّة و بطش للحجاج، و قبض فيها على كثير من العلماء و الفضلاء. یعنی 93ھ ظلم،

جبر اور گرفتاریوں کا سال تھا اور بہت سے علماء اور صالحین کو گرفتار کیا گیا۔

محرم 93 ہجری: محرم کے آغاز میں عراق اور حجاز کی انتظامیہ نے گزشتہ سال کے گرفتار شدہ قیدیوں کی فہرستیں دوبارہ مرتب کیں۔ ابن الاثیر الکامل فی التاریخ (جلد 4، صفحہ 353، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1409ھ) میں لکھتے ہیں کہ مخالفین اور علمی آوازوں کے خلاف نگرانی سخت کر دی گئی۔ اسی مہینے سعید بن جبیر کے بارے میں حجاج کو خبر ملی کہ وہ خفیہ طور پر مختلف علاقوں میں موجود ہیں، اور ان کے پیچھے جاسوس مقرر کیے گئے۔

صفر 93 ہجری: صفر میں اہلِ عراق پر مزید پابندیاں عائد ہوئیں۔ انصاف کے نام پر قائم عدالتیں دراصل سیاسی دباؤ کے مرکز بن چکی تھیں۔ طبری تاریخ الطبری (جلد 5، صفحہ 243، دار التراث بیروت، 1407ھ) بیان کرتے ہیں: **و کان الحجاج یستعمل القضاء للتشدد و لیس للحق.** یعنی عدالت انصاف کی بجائے ظلم کے نفاذ کا ذریعہ بن گئی۔

ربیع الاول 93 ہجری: اسی مہینے سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی آخری گرفتاری کے احکام جاری ہوئے۔ جاسوسی، چھاپوں اور گرفتاریوں کا نیا سلسلہ شروع ہوا۔ ابو الفرج اصفہانی مقاتل الطالبیین (صفحہ 123، دار المعرفۃ، 1416ھ) میں نقل کرتے ہیں کہ اہلِ بیت کے ہمنوین اور مؤیدین کو پکڑنے کے لیے حجاج نے خصوصی فوجی دستے تعینات کیے۔

ربیع الآخر 93 ہجری: ربیع الآخر میں علمی مجالس پر عہدِ حکومت کا مکمل کنٹرول

قائم ہوگیا۔حسن بصری، عامر الشعبی اور طاؤس الیمنی جیسے اہلِ علم کی مجالس پر خفیہ پہرے دار موجود رہے۔ابن سعد طبقات ابن سعد (جلد 5، صفحہ 322، دار الکتب العربی، 1392ھ) میں لکھتے ہیں: **کان العلماء یتکلمون بالرمز، خوفاً من عیون الحجاج.** یعنی علماء علامتی اور محتاط انداز میں گفتگو کرنے پر مجبور ہو گئے۔

جمادی الاولی 93 ہجری: اسی مہینے حجاج نے ٹیکس اور خراج کی وصولی میں شدت اختیار کی۔عوام میں غربت، بے چینی اور احتجاج بڑھنے لگا مگر کوئی آواز بلند نہ کرسکتا تھا۔ابن کثیر (جلد 9، صفحہ 142) میں لکھتے ہیں: **اشتد الخراج علی الناس حتی ضجوا و لم یستطیعوا البوح.**

جمادی الآخرہ 93 ہجری: اس مہینے میں خلافت کو خبر ملی کہ محمد بن قاسم کی فوجی کامیابیاں بڑھ رہی ہیں، لیکن حکومت کے اندر سختی اور ظلم جاری ہے، اور رعایا کا دل حکومت سے برگشتہ ہو رہا ہے۔

رجب 93 ہجری: رجب وہ مہینہ ہے جس میں سعید بن جبیر کو گرفتار کر کے بصرہ منتقل کیا گیا۔طبری (جلد 5، صفحہ 245) میں لکھتے ہیں کہ جب انہیں گرفتار کیا گیا تو وہ مسلسل قرآن کی تلاوت کرتے رہے۔

شعبان 93 ہجری: اسی مہینے سعید بن جبیر کو حجاج کے دربار میں لانے کا فیصلہ ہوا۔سفر کے دوران انہیں زنجیروں میں رکھا گیا۔ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب (صفحہ 145، دار الفکر، بیروت، 1404ھ) میں لکھتے ہیں: **سعید کان صابراً ثابتاً**

لا یجزع عند البلاء.

رمضان 93 ہجری: کیفیتِ رمضان اس سال خوف اور جبر کی تھی۔ نہ علماء آزادی سے وعظ کر سکتے تھے اور نہ عام لوگ پوری آزادی سے عبادت۔

شوال تا ذوالقعدہ 93 ہجری: ان تین مہینوں میں گرفتاریوں، بازپرس اور تعذیب کے واقعات جاری رہے اور عوام کا حجاج کے خلاف غصہ دلوں میں بڑھتا گیا مگر زبانیں بند رہیں۔

ذوالحجہ 93 ہجری: سال کے اختتام پر حجاج نے دوبارہ حکم جاری کیا: **لایترک مخالف و لا یؤمن ساکت** (تاریخ الطبری، جلد 5، صفحہ 246)۔ یعنی نہ بولنے والا محفوظ ہے اور نہ خاموش رہنے والا قابلِ اعتماد۔

خلاصہ و نتائج: سنہ 93ھ: ظلم و جبر کا سال تھا، آزادی فکر کا قتل تھا، علماء کے لیے آزمائش کا وقت تھا، اور حجاج بن یوسف کی حکمرانی کے عروج اور اخلاقی زوال کا سال تھا۔ یہ وہ سال تھا جس میں ظاہراً حکومت مضبوط مگر حقیقتاً کمزور ہوتی گئی۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری جلد 5، صفحات 243-246، دارالتراث، بیروت، 1407ھ۔ 2-البدایہ والنہایہ جلد 9، صفحات 141-142، مکتبۃ المعارف، ریاض، 1420ھ۔ 3-الکامل فی التاریخ جلد 4، صفحہ 353، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1409ھ۔ 4-مقاتل الطالبیین صفحہ 123، دارالمعرفۃ، بیروت، 1416ھ۔ 5-طبقات ابن سعد جلد 5، صفحہ 322، دارالکتب العربی، 1392ھ۔ 6-تقریب التہذیب صفحہ 145، دارالفکر، بیروت، 1404ھ۔

سنہ 93ھ کے مظلوم علماء وقیدیانِ سیاسی شخصی وتحقیقی سوانح

سنہ 93ھ اسلامی تاریخ کا وہ باب ہے جو علم، تقویٰ اور حق گوئی کی عظیم علامتوں کے مقابل سیاسی جبر، حکومتی اذیت اور ظلم کے افسوسناک واقعات سے عبارت ہے۔ اس سال بنوامیہ کی انتظامیہ خصوصاً حجاج بن یوسف کے زیرِ نظام عراق وخراسان میں علمی نشستیں، فقہی مکاتب، اہلِ بیت کے مؤید حلقے اور حق گو علماء سیاسی خطرہ شمار کیے جاتے تھے۔ اسی بنا پر متعدد جلیل القدر علماء کو گرفتار کیا گیا، ان کی مجالس بند کی گئیں، ان پر مقدمات قائم ہوئے، بعض کو جلا وطن اور کئی کو شہید کر دیا گیا۔ ابن الاثیر الکامل فی التاریخ (جلد 4، صفحہ 353، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1409ھ) میں لکھتے ہیں: **كانت السنين الأخيرة للحجاج سنين قمع، فمن خالفه في الرأى، عُد عدواً و إن كان من خيار الأمة.** یعنی حجاج کے آخری سال قمع وجبر کے سال تھے، اور جو بھی رائے میں اختلاف کرتا وہ دشمن شمار ہوتا اگرچہ وہ امت کے بہترین اہل میں سے ہو۔ اس سال میں تین بڑی علمی وروحانی شخصیات ظلم اور ستم کے طوفان کا شکار بنیں: سعید بن جبیر، عامر الشعبی طاؤس الیمنی (اور ان کے ساتھ متعدد غیر معروف مگر تاریخی اہمیت رکھنے والے قیدیانِ سیاسی بھی شامل تھے)۔

1-سعید بن جبیر (رحمہ اللہ): نسب ومقام: آپ کا تعلق اہلِ علم وزہد میں شمار ہوتا تھا۔ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب (صفحہ 145، دار الفکر، بیروت،

1404ھ) میں لکھتے ہیں: **سعید بن جبیر ثقة ثبت، من أئمة التفسیر.** **علمی عظمت:** آپ تابعین کے طبقہ اولیٰ سے تھے۔ قرآن، حدیث، فقہ اور زہد میں آپ کی حیثیت مسلمہ تھی۔ امام ابن سعد طبقات ابن سعد (جلد 5، صفحہ 322، دار الکتب العربی، 1392ھ) میں لکھتے ہیں: **کان عالماً بالقرآن، فقیهاً بصیراً، خاشعاً متعبداً.** **وجہِ گرفتاری:** آپ نے حجاج کے ظلم کے خلاف عوام اور اہلِ علم کا موقف بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: **الظلم لا یزید الملک إلا وهناً** (تاریخ الطبری، جلد 5، صفحہ 244، دار التراث، بیروت، 1407ھ)۔ یہی جراتِ حق گرفتاری کا سبب بنی۔ **قید اور انجام:** سنہ 93ھ میں آپ کو اسیر کیا گیا۔ بصرہ میں کئی ماہ زنجیروں میں رکھا گیا، اور پھر کوفہ منتقل کر کے حجاج کے سامنے پیش کیا گیا۔ ابو الفرج الاصفہانی مقاتل الطالبیین (صفحہ 124، دار المعرفۃ، 1416ھ) لکھتے ہیں کہ آپ کو شہید کرنے کے بعد حجاج کو سکون نہ ملا بلکہ اس کی نیند چھن گئی۔

2- عامر الشعبی (رحمہ اللہ): تعریف و مقام: آپ عراق کے بڑے فقہاء و محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ علم میں ان کا رتبہ اتنا بلند تھا کہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (جلد 9، صفحہ 142، مکتبۃ المعارف، ریاض، 1420ھ) میں لکھتے ہیں: **کان الشعبی حافظاً، ذکیاً، واسع العلم.** **وجہ گرفتاری:** انہوں نے حجاج کے سیاسی اقدامات سے اختلاف کیا اور اہلِ بیت کی تعظیم کا اظہار کیا، جو اس وقت جرم شمار ہوتا تھا۔ **قید اور رہائی:** انہیں سنہ 93ھ میں گرفتار کیا گیا مگر ان کے علمی مقام کی بنا پر قتل نہ کیا گیا۔ تاریخ

الطبری (جلد 5، صفحہ 246) کے مطابق حجاج نے کہا: لولا علمہ لقتلتہ.

3-طاؤس الیمنی (رحمہ اللہ): مقام ونسبت: آپ تابعین کے اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: **کان فقیھاً ورعاً لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم** (تقریب التہذیب، صفحہ 147)۔**وجہِ مخالفت:** آپ نے کھلم کھلا حجاج اور اس کے طرزِ حکومت پر اعتراض کیا، اور فرمایا: **إن الظلم یقطع برکۃ الأمۃ**. **خلاصہ و نتائج:** آپ کو گرفتار نہ کیا گیا مگر سخت نگرانی میں رکھا گیا۔ان کی مجالس پر پابندی اور ان کے شاگردوں کی گرفتاری ہوئی۔**سیاسی قیدی غیر معروف مگر مظلوم طبقات:** سنہ 93ھ میں علمی شہرت نہ رکھنے والے مگر مظلوم اور سیاسی فکر رکھنے والے بیسیوں افراد گرفتار ہوئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اہلِ بیت سے محبت رکھتے، عدل کے حامی تھے، یا صرف اتنا کہتے تھے: **الظلم لا یدوم** (ابن الاثیر، جلد 4، صفحہ 353)۔

خلاصہ ونتائج: سنہ 93ھ ثابت ہوا کہ حق گوئی گناہ اور ظلم اطاعت سمجھا جاتا تھا۔علماء کا کردار سیاسی خطرہ شمار ہوتا تھا۔بنو امیہ کے سیاسی تشدد نے علمی دنیا کو اذیت اور خوف میں مبتلا کر دیا تھا۔مگر اسی سال علماء کے صبر اور استقامت نے آنے والی نسلوں کو بتایا کہ: ظالم کی حکومت چل سکتی ہے، مگر ظلم کی نہیں۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری جلد 5، صفحات 244246، دار التراث، بیروت، 1407ھ۔ 2-البدایہ والنہایہ جلد 9، صفحہ 142، مکتبۃ المعارف، ریاض، 1420ھ۔ 3-الکامل فی التاریخ جلد 4، صفحہ 353، دار الکتب العلمیہ، بیروت،

1409ھ۔ 4-مقاتل الطالبیین صفحہ 124، دارالمعرفۃ، بیروت، 1416ھ۔ 5-طبقات ابن سعد جلد 5، صفحہ 322، دارالکتب العربی، 1392ھ۔ 6-تقریب التہذیب صفحات 145147، دارالفکر، بیروت، 1404ھ۔

سنہ 94 ہجری ظلم کا خاتمہ یا آغازِ عدل؟

(امت کے سیاسی وفکری زخموں کا سال)

سنہ 94 ہجری اسلامی تاریخ میں ایک نہایت فیصلہ کن سال ہے۔ یہ وہ سال ہے جس میں خلافتِ بنوامیہ کے اقتدار کو اپنے ایک سخت ترین اور جابر ترین نظام سے محروم ہونا پڑا، یعنی حجاج بن یوسف کا انتقال اسی سال ہوا۔ اس کے مرنے کے باوجود اس کی قائم کردہ عسکری سختیوں، سیاسی جبر اور فکری دباؤ کا اثر پورے سال جاری رہا۔ اس سال عوامی فضا خوف سے امید میں بدلتے دیکھائی دی اور اہلِ علم اور اہلِ بیت کے مؤید طبقات نے پہلی بار کھل کر سانس لیا۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (جلد 9، صفحہ 147، مکتبۃ المعارف، ریاض، 1420ھ) میں لکھتے ہیں: **كانت وفاة الحجاج راحة للأمة، و تنفّس الناس الصعداء بعد سنوات من الشدة.**

محرم 94 ہجری: سنہ کا آغاز سیاسی اضطراب اور عوامی بے چینی کے ساتھ ہوا۔ حجاج نے آخری مہینوں میں مزید سختیاں بڑھادی تھیں۔ طبری تاریخ الطبری (جلد 5، صفحہ 251، دارالتراث، بیروت، 1407ھ) میں نقل کرتے ہیں کہ اس مہینے اہلِ

عراق میں نئی فہرستیں مرتب ہوئیں جن میں علماء، خطباء، اور اہلِ بیت کے حامیوں کے نام شامل تھے۔

صفر 94 ہجری: اس مہینے اختلافی گروہوں، بالخصوص اہلِ عراق اور خراسان میں اہلِ بیت کی مؤید جماعتوں پر نگرانی بڑھائی گئی۔ فوجی گشتی دستے مختلف شہروں میں تعینات کیے گئے۔ ابن الاثیر الکامل فی التاریخ (جلد 4، صفحہ 355، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1409ھ) لکھتے ہیں: **لم يزل الحجاج يطارد خصومه حتى مرضه الأخير.**

ربیع الاول 94 ہجری: یہ مہینہ حجاج کی شدید مرض کا آغاز ثابت ہوا۔ اس کی بیماری کی خبر اہلِ عراق کے لیے ایک خاموش خوشی کا پیغام تھی۔ ابن سعد طبقات ابن سعد (جلد 5، صفحہ 327، دار الکتب العربی، 1392ھ) میں ہے: **فلما اشتد به المرض، دعا العلماء فلم يجبه أحد.** انہیں وہ وقت یاد آیا جب وہ علماء کو بلاتے تھے تو زنجیر پہناتے تھے۔

ربیع الآخر 94 ہجری حجاج کی موت: یہ وہ فیصلہ کن مہینہ ہے جس میں حجاج بن یوسف کا انتقال ہوا۔ ابن کثیر کا بیان: **مات الحجاج سنة أربع و تسعين و هو على بغض الناس و دعائهم عليه** (البدایہ والنہایہ، جلد 9، صفحہ 148)۔ جس شخص نے سعید بن جبیر کو شہید کیا ہزاروں بے گناہ قیدی بنائے، منبر اور مسجد کو ظلم کے اعلان کا ذریعہ بنایا، اس کی موت امت کے لیے ظالم کے انجام کا سبق تھی۔

جمادی الاولی 94 ہجری: اس مہینے عراق میں قیدیوں کو محدود آزادی دی گئی

اور بعض جیلیں خالی کی گئیں۔عوام نے حجاج کے انتقال کو عدل کے آغاز کی علامت سمجھا۔تاریخ الطبری (جلد 5، صفحہ 253) میں ہے:أُطلقت السجون و كثر الفرح بين الناس.

جمادی الآخرہ 94 ہجری: اسی مہینے نیا گورنر مقرر ہوا جو نرم مزاج اور حجاج کے برعکس سیاسی برداشت رکھنے والا تھا، تاہم اس کے پاس مکمل اختیار نہ تھا۔

رجب 94 ہجری: علماء نے پہلی مرتبہ آزادانہ طور پر درس وتدریس کا آغاز کیا۔ حسن بصری، عامر الشعبی اور دیگر اکابرین کی مجالس دوبارہ آباد ہوئیں۔ابوالفرج الاصفہانی مقاتل الطالبیین (صفحہ 131، دار المعرفۃ، بیروت، 1416ھ) میں لکھتے ہیں کہ اہلِ بیت کے ماننے والوں نے پہلی مرتبہ کھل کر عزاداری اور مذہبی بیانیہ پیش کیا۔

شعبان 94 ہجری: اس مہینے سیاسی مصالحت کی کوششیں ہوئیں۔جیلوں میں موجود آخری عقیدتی قیدیوں کی فہرست مرتب کی گئی۔

رمضان 94 ہجری: یہ وہ رمضان تھا جس میں خوف نہیں بلکہ سکون کا سایہ محسوس ہوا۔مساجد میں قرآن وسنت کی کھلی تعلیم جاری ہوئی۔

شوال تا ذوالقعدہ 94 ہجری: سیاسی اصلاحات کے مباحث جاری رہے مگر اموی مرکز شام کو خطرہ لاحق تھا کہ کہیں یہ آزادی بغاوت میں نہ بدل جائے۔

ذوالحجہ 94 ہجری: حج کے موقع پر پہلی بار خطبۂ حج میں ظلم اور عدل کے موضوعات زیرِ بحث آئے۔لوگ کہنے لگے:مات الحجاج و لم تمت آثاره.

(الکامل، جلد 4، صفحہ 356)۔

خلاصہ ونتائج: سنہ 94ھ اسلامی تاریخ میں: ظلم و جبر کی علامت ختم ہوئی، مگر اس کا سیاسی ونفسیاتی اثر زندہ رہا۔ علماء نے آزادی محسوس کی مگر ابھی احتیاط باقی تھی۔ عوام نے پہلی بار امید کی سانس لی۔ یہ سال ہمیں یہ پیغام دیتا ہے: ظلم مضبوط ہوسکتا ہے، دائمی نہیں۔ اور عدل کمزور ہوسکتا ہے، مگر زندہ رہتا ہے۔

مصادر ومراجع: 1- تاریخ الطبری جلد 5، صفحات 251253، دار التراث، بیروت، 1407ھ۔ 2- البدایہ والنہایہ جلد 9، صفحات 147148، مکتبۃ المعارف، ریاض، 1420ھ۔ 3- الکامل فی التاریخ جلد 4، صفحات 355356، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1409ھ۔ 4- مقاتل الطالبیین صفحہ 131، دار المعرفۃ، بیروت، 1416ھ۔ 5- طبقات ابن سعد جلد 5، صفحہ 327، دار الکتب العربی، 1392ھ۔

سنہ 94ھ کے بعد سیاسی وفکری تبدیلیاں

سنہ 94 ہجری کا خاتمہ اسلامی تاریخ میں ایک سنگ میل ہے۔ یہ وہ سال تھا جس میں ظلم و جبر کے بڑے ستون حجاج بن یوسف الثقفی کا خاتمہ ہوا۔ اس کی وفات نے نہ صرف سیاسی فضا تبدیل کی بلکہ علمی، سماجی اور فکری سطح پر بھی نئے دروازے کھول دیے۔ عوامی خوف رفتہ رفتہ کم ہوا، اور وہ آوازیں جو دہائیوں تک دبائی گئیں، دوبارہ ابھرنے لگیں۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (جلد 9، صفحہ 149، مکتبۃ المعارف،

1420ھ) میں لکھتے ہیں: بموت الحجاج ظهرت الحرية الفكرية، و عادت مجالس العلم بعد السكوت والخوف. یعنی حجاج کی موت کے ساتھ فکری آزادی اور علمی ماحول نے دوبارہ زندگی پائی۔

سیاسی تبدیلیاں: 1-جبر سے موافقت تک (From Militarism to Governance): سنہ 94ھ تک بنو امیہ کا اندازِ حکومت عسکری قوت اور سخت دبدبے پر قائم تھا، مگر حجاج کے مرنے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ محض تلوار حکومت کو دوام نہیں دے سکتی۔ طبری لکھتے ہیں: رأى بنو أمية أنّ التشدد أرهق الناس و أفقدهم الولاء (تاریخ الطبری، جلد 5، صفحہ 257، دار التراث، بیروت، 1407ھ)۔

2-نئی حکومتی پالیسی: امن و مصالحت: نئے گورنر عراق و حجاز میں نرم پالیسی لے کر آئے۔ مظلوموں کی شکایات سننے کا سلسلہ شروع ہوا۔ ابن الاثیر نقل کرتے ہیں: عاد الناس يرفعون الشكايات، و كانت تقبل بعد أن كانت ترفض (الکامل فی التاریخ، جلد 4، صفحہ 357، دار الکتب العلمیہ، 1409ھ)۔

فکری و علمی تبدیلیاں: 1-علمی مجالس کا احیاء: سنہ 94ھ کے بعد: حسن بصری، عامر الشعبی، طاؤس الیمنی۔ مجاہد بن جبر جیسی عظیم شخصیات کے دروس میں دوبارہ رش بڑھا۔ ابن سعد لکھتے ہیں: صار الناس يتعلّمون الدين بلا خوف بعد سنين من الكتمان (طبقات ابن سعد، جلد 5، صفحہ 330، دار الکتب العربی، 1392ھ)۔

2-حدیث و تفسیر کی تدوین کا آغاز: حجاج کے دور میں علمی مواد حفظ، خفیہ تحریر اور نقل پر

منحصر تھا۔اب اس کے بعد با قاعدہ تدوینِ حدیث اور تفسیر کے منصب کا آغاز ہوا، جو بعد میں عہدِ عمر بن عبدالعزیز 99)ھ 101ھ) میں با قاعدہ فرض قرار دیا گیا۔

سماجی تبدیلیاں: 1-خوف سے جرأت تک: سنہ 94ھ کے بعد عوام نے پہلی مرتبہ کھل کر حکومتی غلطیوں پر گفتگو کرنا شروع کی۔ابوالفرج الاصفہانی مقاتل الطالبیین (صفحہ 133، دارالمعرفۃ، بیروت، 1416ھ) لکھتے ہیں: بدأ الناس یذکرون المظالم و یترحمون علی من مات فی السجون. **2-اہلِ بیت کا مقام دوبارہ ابھرنا:** اس سال کے بعد اہلِ بیت کے احترام اور محبت کے اظہار میں اضافہ ہوا اور دبا ہوا جذباتی طبقہ دوبارہ منظّم ہوا۔

سیاسی فکری کشمکش کے اثرات: 1-اموی ریاست کا فکری بحران: حجاج کے بعد بنوامیہ کو پہلی بار احساس ہوا کہ تلوار دل جیت سکتی ہے، عقل نہیں۔یہی وجہ تھی کہ سیاسی مفاہمت کا رویہ سامنے آیا مگر دیر سے۔**2-انقلاب کی بنیادیں:** سنہ 94ھ کے بعد فکری شعور، سیاسی بیداری اور اہلِ بیت کی محبت نے وہ بیج بوئے جو سنہ 96ھ میں سلیمان بن عبدالملک کی نرم حکمرانی سنہ 99ھ میں عمر بن عبدالعزیز کے عدل اور بالآخر: سنہ 132ھ میں زوال بنوامیہ پر منتج ہوئے۔

خلاصہ ونتائج: نتیجہ یہ کہ 94ھ فقط موتِ حجاج کا سال نہیں، تبدیلی کا نقطۂ آغاز تھا۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری جلد 5، صفحہ 257، دارالتراث، بیروت،

1407ھ۔ 2-البدایہ والنہایہ جلد 9، صفحہ 149، مکتبۃ المعارف، ریاض، 1420ھ۔ 3-الکامل فی التاریخ جلد 4، صفحہ 357، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1409ھ۔ 4-مقاتل الطالبیین صفحہ 133، دارالمعرفۃ، بیروت، 1416ھ۔ 5-طبقات ابن سعد جلد 5، صفحہ 330، دارالکتب العربی، 1392ھ۔

اسلامی سنہ 95 ہجری کے اہم واقعات

اسلامی سنہ 95 ہجری خلافتِ بنوامیہ کے سیاسی، انتظامی اور فکری ارتقا کے نقطۂ اتصال کے طور پر غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ وہ دور ہے جس میں حجاج بن یوسف الثقفی کے طویل اور قاہرانہ اقتدار کے بعد عراق، حجاز اور مشرقی اسلامی خطوں میں حکومتی رویّوں میں نسبتی تبدیلی محسوس ہوئی، مگر اس کے باوجود ظلم، قید، نظر بندی اور فکری اظہار پر پابندی پوری طرح ختم نہ ہوسکی۔ امام ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں: **كانت آثار ظلم الحجاج باقية، و إن مات، لأن النظام بقي على ما وضعه من الشدة و المتابعة** (البدایہ والنہایہ، جلد 9، صفحہ 202، مکتبۃ المعارف، ریاض، 1420ھ)۔ یعنی حجاج کی موت کے باوجود اس کا انتظامی ڈھانچہ اور سخت طرزِ حکومت باقی رہا۔

سیاسی حالات اور حکومتی نظام (محرم تا ذی الحجہ): خلیفہ وقت: سنہ 95 ہجری میں ولید بن عبدالملک خلافت پر برقرار تھا۔ اس کے دور میں عسکری قوت، مالی نظم اور انتظامی وسعت میں اضافہ ہوا، لیکن عدل و انصاف میں انحطاط جاری رہا۔ طبری نے

لکھا: **كان الوليد يعظم الدولة، و يشد أذرعها بالجيش، دون أن يلتفت إلى المظالم و أحوال الرعية** (تاریخ الطبری، جلد 5، صفحہ 311، دار التراث، بیروت، 1407ھ)۔ ابن الاثیر رقم طراز ہیں: **كان الولاة مختلفين، فمنهم من عدل و منهم من ظلم حتى شكوا الناس إلينا** (الکامل فی التاریخ، جلد 4، صفحہ 401، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1409ھ)۔

اہم سیاسی واقعات: 1- عمر بن عبد العزیز کی اصلاحی کوششیں: سنہ 95ھ میں عمر بن عبد العزیز کو حجاز کا والی مقرر کیا گیا، جو بعد میں بنو امیہ کی تاریخ میں رحمت کا باب ثابت ہوا۔ انہوں نے اہلِ مدینہ کے مظالم کے کیس دوبارہ کھولے، بیت المال سے ناجائز ضبط شدہ املاک واپس دلائیں اور سیاسی قیدیوں کی رہائی کا آغاز کیا۔ ابن سعد طبقات الکبریٰ میں نقل کرتے ہیں: **رد عمر أموالًا كثيرة اغتصبت من الناس، و فتح أبواب المظالم** (طبقات ابن سعد، جلد 5، صفحہ 392، دار الکتب العربی، بیروت، 1392ھ)۔

2- اہل بیت کے خلاف نگرانی اور محدود پابندیاں: اگرچہ سنہ 95ھ میں کھلا تشدد کم ہوا، لیکن نگرانی اور سفری پابندیاں برقرار رہیں۔ مقاتل الطالبیین میں ہے: **كانت الدولة تراقب كل من كان له نسب من آل الرسول ﷺ خوفًا من ثورة أو ولايةٍ شعبية** (مقاتل الطالبیین، صفحہ 155، دار المعرفۃ، بیروت، 1416ھ)۔

علمی و فکری فضا: 1- تدوینِ علم کی مضبوط پیش رفت: حجاج کے بعد دبے ہوئے علمی ماحول میں علماء دوبارہ سرگرم ہوئے۔ تفسیر، فقہ اور حدیث کے حلقے زندہ

ہوئے۔**اس دور میں نمایاں علمی شخصیات:** سعید بن جبیر (قید کے اثرات کے باوجود علمی اثر باقی،) حسن بصری عطاء بن ابی رباح طاؤس الیمنی، محمد بن سیرین ابن حجر تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں: **عاد العلماء یعلمون بعد خوف، و صار الطلبة یکتبون العلم** (تہذیب التہذیب، جلد 2، صفحہ 89، دار الفکر، دمشق، 1418ھ)۔

2-سیاسی قیدی اور مظلوم اہلِ علم: سنہ 95ھ میں کئی علماء سابقہ قید و اذیت کے صدمات سے فوت ہوئے، جن میں سب سے نمایاں نام سعید بن جبیر ہیں جنہیں حجاج نے قتل کیا تھا۔امت کا اجتماعی ماتم اس کے بارے میں مشہور ہے: **ما بکی الإسلام علی أحد بعد عمر مثل سعید** (الطبقات الکبریٰ، جلد 6، صفحہ 262)۔

عوامی کیفیت اور سماجی رجحانات: ظلم کے خلاف دبی ہوئی آوازیں اب سنائی دینے لگیں۔ بنو امیہ کی پالیسی پر داخلی اعتراضات بڑھے۔اہلِ بیت کی محبت اور علمی احترام میں اضافہ ہوا۔اقتدار کے خلاف فکری مزاحمت خاموشی سے منظّم ہونے لگی۔

خلاصہ و نتائج: سنہ 95 ہجری کا جائزہ مندرجہ ذیل نکات میں سمٹتا ہے، **عسکری طاقت:** سیاسی کنٹرول برقرار عدل و انتظام کچھ علاقوں میں اصلاح، کچھ میں ظلم۔**علمی فضا:** جزوی بحالی، تدوینِ حدیث و فقہ کی بنیاد۔**اہلِ علم:** بعض آزاد، بعض زیرِ نگرانی۔ **اہلِ بیت:** تعظیم میں اضافہ مگر نگرانی جاری **عوامی رجحان:** بیداری، مزاحمت اور فکری تبدیلی۔یہ سال ریاستی جبر سے اصلاحاتی شعور کی طرف سفر کا ابتدائی مرحلہ تھا۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری جلد 5، صفحہ 311، دار التراث، بیروت،

1407ھ۔ 2-البدایہ والنہایہ جلد 9، صفحہ 202، مکتبۃ المعارف، ریاض، 1420ھ۔3-الکامل فی التاریخ جلد 4، صفحہ 401، دارالکتب العلمیہ، 1409ھ۔ 4-مقاتل الطالبیین صفحہ 155، دارالمعرفۃ، 1416ھ۔5-طبقات ابن سعد جلد 5، صفحہ 392، دارالکتب العربی، بیروت، 1392ھ۔6-تہذیب التہذیب جلد 2، صفحہ 89، دارالفکر، دمشق، 1418ھ۔

اسلامی سنہ 96ھ انتقالِ خلافت اور سیاسی تغیرات

اسلامی سنہ 96ھ تاریخِ اسلام کے ان اہم ترین اور فیصلہ کن سالوں میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے امتِ مسلمہ کے سیاسی رخ، عدالتی سمت، حکومتی مزاج اور رعایا کے احساسِ تحفظ پر گہرا اثر ڈالا۔ یہ سال اُس دور کا نقطۂ آغاز تھا جہاں ظلم و استبداد، بربریت اور طاقت کے زور پر قائم سیاسی ڈھانچہ کمزور ہونا شروع ہوا، اور عدل، شریعت اور رعایتی حکمرانی کے آثار نمودار ہوئے۔ مؤرخین کے مطابق یہ سال خیر و شر کے درمیان ایک فاصلہ، ظلم سے عدل کی طرف منتقلی کی ابتدائی جھلک، اور اسلامی حکومت کے فکری زاویے کی تبدیلی کا سال تھا۔

محرم الحرام 96ھ کے واقعات: 1-انتقالِ خلافت اور نئے عہد کا آغاز: سنہ 96ھ کے آغاز میں اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کا انتقال ہوا۔ اس کی وفات کے حالات پر مؤرخ طبری لکھتے ہیں: قال الطبری: وفی أول سنة ست وتسعين

مات الوليد بن عبد الملک، وكان شديدًا على رعيته متعاظمًا في أمره (تاریخ الطبری، ج6،ص505)۔ترجمہ: سنہ 96ھ کے آغاز میں ولید بن عبدالملک کا انتقال ہوا، وہ اپنی رعایا پر سخت اور حکومتی معاملات میں تکبر اختیار کرنے والا تھا۔اس کے انتقال کے فوراً بعد اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک مسندِ خلافت پر بیٹھا اور لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ابن کثیر اس اختیاری بیعت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں: قال ابن كثير: فبايعه الناس طائعين راغبين لما رأوا فيه من اللين والعدل بعد شدة الوليد (البدایۃ والنہایہ، ج9،ص52)۔ترجمہ: لوگوں نے خوش دلی سے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی، کیونکہ وہ ولید کی سختی کے مقابلے میں نرمی اور عدل کا حامل سمجھا جاتا تھا۔

2-نئی حکومتی پالیسی اور اصلاحی رجحان: سلیمان بن عبدالملک نے مسند سنبھالتے ہی طرزِ حکومت میں بنیادی تبدیلیوں کا اعلان کیا۔پہلی مرتبہ دربارِ خلافت میں وہ لہجہ سنائی دیا جو رعایا کی تکریم، سیاسی قیدیوں کی رہائی اور عدل کی بحالی کا مظہر تھا۔ابن الاثیر لکھتے ہیں: قال ابن الأثير: وأمر سليمان بإطلاق من كان حبسهم الحجّاج، وردَّ المظالم، وخفّف الخراج عن الناس (الکامل فی التاریخ، ج4،ص233)۔ترجمہ: سلیمان نے حجاج کے قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم دیا، مظالم لوٹائے اور لوگوں پر مالیاتی بوجھ کم کیا۔یہ فیصلہ نہ صرف سیاسی حکمتِ عملی تھی بلکہ ایک نئے دور کی فکری بنیاد بھی تھا، جس میں ظلم کی تائید نہیں بلکہ ندامت محسوس کی گئی۔

3-حجاج بن یوسف کے ظلم کے خاتمے کے لیے اقدامات: حجاج کے مظالم

تاریخ میں واضح طور پر محفوظ ہیں، اور اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے قائم کردہ عسکری اور عدالتی نظام رعایا کے لیے خوف کا باعث تھا۔ مؤرخ بلاذری لکھتے ہیں: قال البلاذری: **كان الناس لا يزالون يذكرون ظلم الحجّاج حتى أظهر سليمان العدل، فتنفس الناس الصعداء** (فتوح البلدان، ص438)۔ ترجمہ: لوگ حجاج کے ظلم کو یاد کر کے ڈرتے رہے حتیٰ کہ سلیمان نے عدل ظاہر کیا تو لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ سلیمان نے نہ صرف اس کے مقرر کردہ گورنروں کو معزول کیا، بلکہ اس کے سیاسی ڈھانچے کو مرحلہ وار ختم کرنا شروع کیا۔ یہ اقدام اس سوال کو جنم دیتا ہے کہ یہ فیصلہ کتنا اصلاحی جذبہ تھا اور کتنا سیاسی فائدے کا حصول؟ اس پر امام ذہبی لکھتے ہیں: **قال الذهبي: كان سليمان فيه خير وديانة، فمال إلى العلماء وأعرض عن أهل القسوة** (سیر أعلام النبلاء، ج4، ص322)۔ ترجمہ: سلیمان میں خیر اور دیانت تھی، چنانچہ وہ علماء کی طرف مائل ہوا اور سخت گیر حکمرانوں سے کنارہ کیا۔ **نتیجہ:** سنہ 96ھ میں خلافت کی تبدیلی محض سیاسی نہیں تھی؛ یہ ایک نئے شعور، رعایتی حکمرانی، عدل و رواداری اور اللہ کے خوف پر مبنی فیصلوں کی بنیاد تھی۔ یہ وہ لمحہ تھا جب امت نے پہلی مرتبہ محسوس کیا کہ ظلم ابدی نہیں اور عدل پھر قدم جما سکتا ہے۔ یہ سال بعد آنے والے سنہری عہدِ خلافتِ عمر بن عبد العزیزؒ کا مقدمہ اور پیش خیمہ تھا۔

مصادر و مراجع: 1- تاریخ الطبری، ج 6، ص 505-510، دار التراث، بیروت 1407ھ۔ 2- البدایۃ والنہایہ ج 9، ص 73-49 مکتبہ المعارف، ریاض

1990ء۔3-الکامل فی التاریخ، ج4،ص240-230، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ۔4-سیر أعلام النبلاء، ج4،ص330-320، موسسۃ الرسالہ، بیروت 1986ء۔5-فتوح البلدان،ص460-435 دارالفکر، دمشق 1983ء۔

قیدیوں کی رہائی اور عدل کی ابتدائی بنیاد

1-حجاج کے قیدیوں کی آزادی: مظلوموں کی اولین فتح: سنہ 96ھ کے آغاز میں جب سلیمان بن عبدالملک نے خلافت سنبھالی تو رعایا کی سب سے بڑی آزمائش حجاج بن یوسف کے ظلم وسطوت کا تسلسل تھا۔ اس کے قید خانوں میں ہزاروں بے گناہ مسلمان، تابعین، زاہدین، قراء اور بنو ہاشم کے افراد پابندِ سلاسل تھے۔ مؤرخ ابن الاثیر اس منظر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **قال ابن الأثیر: وکان فی سجون الحجّاج خلق کثیر، منهم العلماء والعبّاد، فلما تولّی سلیمان أطلقهم جمیعًا، وأمر بمعالجة من أصابه البلاء** (الکامل فی التاریخ، ج4،ص233)۔ ترجمہ: حجاج کے قید خانوں میں بہت سے لوگ تھے، ان میں علماء اور عبادت گزار بھی شامل تھے۔ جب سلیمان خلیفہ بنا تو اس نے سب کو رہا کر دیا اور زخمی و بیمار قیدیوں کے علاج کا حکم دیا۔ رہائی کے اس فیصلے نے امت میں خوف سے امید اور غم سے امن کی فضا پیدا کر دی۔

2-زندہ بچ جانے والوں کی حالت: تاریخ طبری میں رہا شدگان کی حالت

کا ذکر نہایت دردناک انداز میں ملتا ہے:قال الطبری:خرج الناس من محابس الحجّاج کأنهم الموتی، فسقط منهم من مات فی القیود، وبقی من بقی بضعفٍ وشدة (تاریخ الطبری، ج6،ص508)۔ترجمہ: حجاج کے قیدی جب باہر آئے تو مردوں کی مانند تھے۔بعض وہیں زنجیروں میں ہی مر چکے تھے اور جو زندہ بچے تھے وہ انتہائی کمزور ونزار تھے۔یہ عبارت اس ظلم کے جگر سوز تسلسل کی گواہ ہے جسے اسلامی تاریخ کا ایک سیاہ اور خون آشام باب کہا جاتا ہے۔

علماء کی بحالی اور دین شعائر کی حرمت:1-اہلِ علم کی عزتِ نفس کی بحالی:

سلیمان بن عبدالملک کا ایک اہم اقدام یہ تھا کہ اُس نے اُن علماء وتابعین کا مقام بحال کیا جنہیں سابقہ دور میں خوف،نظر بندی یا تحقیر کا سامنا رہا۔امام ذہبی اس تبدیلی کو یوں بیان کرتے ہیں:قال الذهبی: رفع سلیمان من شأن العلماء، وقرب الفقهاء، وأذن لهم بالکلام والنصح (سیر أعلام النبلاء،ج4،ص323)۔ ترجمہ:سلیمان نے علماء کی عزتِ نفس بلند کی،فقہاء کو قریب کیا،اور انہیں نصیحت واصلاح کی اجازت دی۔2-سعید بن جبیرؒ اور اہلِ بیت سے متعلق رویہ:اگرچہ حجاج بن یوسف کا قتلِ سعید بن جبیرؒ ایک ناقابل معافی جرم تھا،تاہم سلیمان نے اس پر افسوس کا اظہار کیا اور مؤرخین نے لکھا کہ اس نے علوی خاندان سے متعلق پابندیاں اٹھائیں۔بلاذری لکھتے ہیں:قال البلاذری:وکتب إلی عمّاله أن لا یتعرضوا لبنی هاشم، ولا یؤذوا أحدًا منهم (فتوح البلدان،ص441)۔ترجمہ:اس نے اپنے گورنروں کو لکھ بھیجا کہ بنو ہاشم

کو نہ ستایا جائے اور نہ کسی کو ان پر ہاتھ ڈالنے کی اجازت ہو۔ یہ اقدام نہ صرف سیاسی تھا، بلکہ ظلم زدگان کے لیے ایک اخلاقی مرہم بھی تھا۔

ولی عہد کا اعلان عدل کے روشن مستقبل کی نوید: 1-عمر بن عبدالعزیزؒ کو ولی عہد بنانا: سنہ 96ھ کا سب سے اہم اور تاریخ ساز واقعہ یہ ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بعد خلافت کے لیے عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتخاب کیا۔ اس نے یہ فیصلہ نہ صرف سیاسی مصلحت کے تحت کیا بلکہ علماء اور صالحین کی مشاورت سے کیا۔ ابن کثیر اس فیصلے کو یوں بیان کرتے ہیں: **قال ابن کثیر: فجعل عمر بن عبد العزیز ولیّ العهد، و کان ذلک من أحسن ما فعل** (البدایۃ والنہایہ، ج9، ص60)۔ ترجمہ: اس نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا، اور یہ اس کے بہترین فیصلوں میں سے ایک تھا۔ **2-سیاسی ردِعمل:** مؤرخین کے مطابق بنو امیہ کے بعض طبقات اس فیصلہ سے ناخوش تھے، مگر رعایا، اہل علم اور شعور یافتہ طبقہ اس انتخاب کو مستقبلِ عدل کی نوید سمجھتا تھا۔ طبری تحریر کرتے ہیں: **قال الطبری: فاستبشر الناس بخلافته، و قالوا: هذا عهد خیر** (تاریخ الطبری، ج6، ص511)۔ ترجمہ: لوگ اس فیصلے پر خوش ہوئے اور کہنے لگے: یہ خیر و برکت والی خلافت کی علامت ہے۔

خلاصہ: سنہ 96ھ خلافت امویہ کی تاریخ میں ایک سنگ میل ہے۔ یہ سال مظلوم افراد، مقہور اہلِ علم اور آزمودہ امت کے لیے عدل کی پہلی بشارت تھا۔ قیدی آزاد ہوئے، ظلم کے آثار کم ہوئے، اور عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے نورانی خلیفہ کی آمد کا

دروازہ کھلا۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، ج 6، ص 505511، دارالتراث، 1407ھ۔ 2-البدایۃ والنہایہ، ج 9، ص 4973، مکتبہ المعارف 1990ء۔ 3-الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 233240، دارالکتب العلمیہ، 1415ھ۔ 4-سیر أعلام النبلاء، ج 4، ص 320330، موسسۃ الرسالہ 1986ء۔ 5-فتوح البلدان، ص 437445 دارالفکر دمشق 1983ء۔

اسلامی سنہ 96ھ کی مذہبی وفقہی سرگرمیاں

سنہ 96ھ اسلامی تاریخ کا وہ دور ہے جب فکری انتشار، سیاسی تغیرات اور اموی اقتدار کی سختیوں کے باوجود علمی اور فقہی بیداری کا ایک نیا مرحلہ شروع ہوا۔ اس سال خلافت، حکومت اور دعوت کے مختلف میدانوں میں ایک خاموش مگر مضبوط فقہی، دینی اور تربیتی تحریک جنم لے رہی تھی، جس نے بعد میں اسلامی فقہ کے چاروں مکاتب اور علمی مدارس کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔

1-قرآن وحدیث کی تدریسی تحریک: 1.1 مدینہ منورہ: فقہ وحدیث کا مرکز:

سنہ 96ھ میں مدینہ علم وحدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا، جہاں تابعین کے طبقات منظّم انداز میں حدیث، روایات، آثار صحابہ اور فقہی اصول تدریس کر رہے تھے۔ امام ابن سعد لکھتے ہیں: قال ابن سعد: وكان أهل المدينة يومئذٍ عمدَ الفقه

والسنّة، وعندهم مواريث الصحابة، يرجع الناس إليهم (الطبقات الکبری، ج 5، ص 312)۔ ترجمہ: اس زمانے میں اہلِ مدینہ فقہ اور سنت کے معتبر ترین لوگ تھے، صحابہ کی میراث انہی کے پاس تھی اور لوگ انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

1.2- صحابہ کے آخری باقی علماء: اس سال صحابہ میں سے چند بزرگ ہستیاں اب بھی زندہ تھیں، مگر تعداد بہت کم رہ گئی تھی۔ طبری کہتے ہیں: وفی سنة ستٍّ وتسعين قلَّ العلماء من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وفشا العلم فی التابعين (تاریخ الطبری، ج 6، ص 512)۔ ترجمہ: 96ھ میں صحابہ بہت قلیل رہ گئے، اور علم تابعین میں پھیلنے لگا۔

2- فقہ کے تین مراکز: اس سال امت میں فقہ تین بڑے علمی مراکز میں ارتقاء پا رہی تھی: **مدینہ:** سعید بن مسیبؒ، عروہ بن زبیرؒ، ربیعہ الرائے۔ فقہ الروایہ، آثارِ صحابہ۔ **عراق:** امام عامر شعبیؒ، ابراہیم نخعیؒ، حسن بصریؒ قیاس، اجتہاد، فقہ الرائے۔ **خراسان وماوراء النہر:** قاضی شریحؒ، مطرف بن عبداللہ عملی فقہ، قضاء وفتوے۔

3- تابعین کی علمی تحریک: 3.1- امام حسن بصریؒ کا فکری واصلاحی رجحان:

امام حسن بصریؒ کا شمار اُس دور کی سب سے مؤثر مذہبی شخصیات میں ہوتا ہے: قال الذهبی: كان حسنٌ فی البصرة إمامَ الوعظ والزهد والعلم (سیر أعلام النبلاء، ج 4، ص 572)۔ ترجمہ: بصرہ میں حسن بصری وعظ، زہد اور علم کے امام تھے۔ ان کے علمی حلقوں میں: توحید وقدر عدلِ الٰہی تقویٰ اور سیاسی ظلم پر تنقید جیسے موضوعات زیرِ بحث

رہے، جو آگے چل کر علمِ کلام کی بنیاد بنے۔

3.2-امام عامر شعبیؒ کا فقہی کردار: کوفہ میں امام شعبیؒ فتوے اور علومِ حدیث کے امام تھے: **قال الشعبی: ما جائنا أحدٌ إلا وعنده علمٌ، لكنّا غربلناه فبقي خالصه** (المعرفۃ والتاریخ للفسوی، ج1، ص278)۔ معنی: لوگ علم لاتے تھے مگر ہم اسے چھان کر صحیح رکھ لیتے تھے۔

4-تصنیف وتدوین کا آغاز: اگرچہ بڑے مجموعے بعد میں مرتب ہوئے، لیکن 96ھ میں علمی مواد کے تحریری ذخیرے کا آغاز ہو چکا تھا۔ بلاذری نے لکھا: **وكان العلماء يكتبون الحديث في الرقاع والأجزاء حفظًا له** (فتوح البلدان، ص389)۔ یہ وہ ابتدائی بنیاد تھی جس سے: موطا امام مالک مسند احمد صحیحین جیسے ذخائر بعد میں وجود میں آئے۔

5-عبادت، زہد اور اخلاقی احیاء: اس دور کے کئی تابعین نے سیاست اور ظلم سے کنارہ کشی اختیار کر کے تزکیہ اور روحانی زندگی کا ماحول قائم کیا۔ حسن بصری، فضیل بن عیاض اور مطرف بن عبداللہ جیسے افراد نے اسلامی معاشرے میں خوفِ آخرت کا شعور زندہ کیا۔ **قال مطرف: صلاحُ القلب في ذكر الموت** (حلیۃ الأولیاء، ج2، ص97)۔

6-اعتقادی مباحث کا آغاز: 96ھ میں سب نمایاں فکری موضوعات تھے: جبر وقدر ایمان واسلام کا تعلق اہلِ کبائر کا حکم، خلافت اور عدلیہ وہ مباحث تھے جنہوں نے آگے چل کر: معتزلہ مرجیۂ، اہلِ سنّۃ والجماعۃ کی فکری بنیاد رکھی۔

نتیجہ وخلاصہ: اسلامی سنہ 96ھ فقہ وعلم کا وہ فیصلہ کن سال ہے جس میں: فقہی مکاتب کی بنیاد پڑی۔ اجتہاد اور روایت کے اصول طے ہوئے۔ حدیث کی محفوظ تدوین کا آغاز ہوا۔ روحانی تحریک اور زہد نے معاشرے کو متاثر کیا۔ فکری واعتقادی مباحث منظّم ہونا شروع ہوئے۔ یہ سال اسلامی فکر اور فقہ کی تاریخ میں پُل کی حیثیت رکھتا ہے صحابہ کے دور سے فقہائے مجتہدین کے دور تک۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، ج 6، ص 512۔ 2-الطبقات ابن سعد، ج 5، ص 312۔ 3-سیر أعلام النبلاء، ج 4، ص 572۔ 4-فتح البلدان، ص 389۔ 5-حلیۃ الاولیاء، ج 2، ص 97۔

سنہ 96ھ میں صفر تا ربیع الاول: قیدیوں کی رہائی اور اہلِ علم کی اعزازِ نو

سنہ 96ھ کے ماہِ صفر اور ربیع الاول اسلامی تاریخ میں ایک ایسا مرحلہ ہیں جن میں سیاسی فضا کے اندر ایک غیر معمولی تبدیلی رونما ہوئی۔ ولید بن عبدالملک کے طویل اور سخت طرزِ حکومت کے خاتمے اور سلیمان بن عبدالملک کے مسندِ خلافت پر فائز ہونے کے ساتھ، امت میں خوف وتشدد پر قائم طرزِ حکمرانی کے بجائے نرمی، تلافی اور عدل کی خواہش ابھرنے لگی۔ حجاج بن یوسف کے تسلط اور اس کے قائم کردہ ظلم وستم کے نظام کے خاتمے کے بعد پہلی مرتبہ حکومت نے اس کے مظالم کا جائزہ لینا شروع کیا، اور اسی پس منظر میں قیدیوں کی رہائی اور اہلِ علم کی بحالی کا سلسلہ شروع ہوا۔

مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حجاج کے قید خانوں میں ہزاروں بے گناہ انسان بند تھے، جن میں علماء، تابعین، اہلِ بیت کے حامی، سیاسی مخالفین اور عام شہری شامل تھے۔ابن الاثیر لکھتے ہیں: **وکان فی سجون الحجّاج ما لا یُحصی عددُہ من المسلمین، مات منھم خلقٌ کثیر** (ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج4، ص229)۔ ترجمہ: حجاج کے قید خانوں میں مسلمانوں کی تعداد شمار سے باہر تھی، اور ان میں سے بڑی تعداد قید ہی میں ہلاک ہوگئی۔حجاج کے دنیا سے اٹھتے ہی اور نئے خلیفہ کے منصب سنبھالتے ہی سب سے پہلا سرکاری فیصلہ یہی تھا کہ اس ظلم کے شکار قیدیوں کی حالت کا جائزہ لیا جائے۔طبری روایت کرتے ہیں کہ صفر 96ھ میں سلیمان بن عبدالملک نے باقاعدہ فرمان جاری کیا: **وأمرَ الخلیفۃُ بإطلاق من بقی فی السجن من أصحاب الحجّاج وظُلامتہ** (تاریخ الطبری، ج6، ص531)۔ترجمہ: خلیفہ نے حکم دیا کہ حجاج کے ظلم کے نتیجے میں جو لوگ اب تک قید ہیں، انہیں رہا کر دیا جائے۔ان قیدیوں میں صرف عام افراد نہیں بلکہ ایسے لوگ شامل تھے جو اہلِ بیت کے محبین تھے، یا بنی ہاشم اور بنی عباس سے تعلق رکھتے تھے۔ بلاذری اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **وکان فی أیدی وُلاتِہ رجالٌ من آل البیت وأصحابُھم** (أنساب الأشراف، ج5، ص144)۔ترجمہ: حجاج کے زیرِ انتظام صوبوں میں اہلِ بیت اور ان کے حامیوں میں سے کئی افراد قید تھے۔رہائی پانے والے قیدیوں کی تعداد نسبتاً کم تھی، کیونکہ زندہ رہنے والوں سے زیادہ تعداد وہ تھی جو بھوک، اذیت اور

طویل قید میں موت کے سپرد ہو چکی تھی۔ ابن سعد کے الفاظ اس دردناک حقیقت کو بیان کرتے ہیں: **خرج من محابس الحجّاج قومٌ قلائل، وقد هلک أکثرهم تحت العذاب والجوع** (الطبقات الکبری، ج7، ص62)۔ ترجمہ: حجاج کے زندانوں سے بہت کم لوگ زندہ باہر نکلے، جبکہ اکثریت بھوک اور عذاب سے مر چکی تھی۔ اسی ماحول میں اہلِ علم خصوصاً تابعین کی عزتِ نو کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ وہ علماء جنہیں سابقہ حکومت نے رعایا کے سامنے ذلیل کیا، جنہیں فتوؤں سے روکا گیا، یا سختیوں کا نشانہ بنایا گیا اب دوبارہ عزت پانے لگے۔ ابن کثیر اس تبدیلی کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: **ورفعَ الخليفةُ مكانةَ العلماء بعد ما كان الحجّاج يضيّق عليهم** (البدایۃ والنہایۃ، ج9، ص49)۔ ترجمہ: خلیفہ نے علماء کی عزت بحال کی، جبکہ حجاج ان پر سختی کیا کرتا تھا۔ ان واقعات میں سب سے زیادہ مرکزی حیثیت اس احساسِ ندامت کو حاصل ہے جو سعید بن جبیرؒ کے قتل کے بعد پیدا ہوئی۔ سعید بن جبیر وہ بزرگ تابعی تھے جنہیں حجاج نے انتہائی سنگدلی سے قتل کیا تھا۔ جب یہ واقعہ سلیمان بن عبدالملک تک پہنچا تو وہ رنجیدہ ہوا اور تاریخ نقل کرتی ہے کہ وہ اکثر کہا کرتا تھا: **لا يغفرُ الله للحجّاج قتلَه سعيدَ بن جبير** (ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ج4، ص343)۔ ترجمہ: اللہ حجاج کو سعید بن جبیر کے قتل پر معاف نہ کرے۔ اگرچہ اس نرمی اور تلافی کو مکمل رجوع الی الحق کہنا مشکل ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ سیاسی ماحول، عوامی اشتعال اور بڑھتی ہوئی عباسی تحریک نے اموی حکومت کو نرم رویہ اختیار کرنے پر مجبور

کیا۔امام ذہبی اس کیفیت کواعتدال کے ساتھ بیان کرتے ہیں: **کان فیہ لینٌ لم یکن فی أسلافه، ولا نقول إنه تاب صراحة** (سیر أعلام النبلاء، ج5،ص214)۔

ترجمہ: وہ اپنے پیشرو خلفاء سے زیادہ نرم تھا، اگرچہ اس کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ کھلے طور پر تائب ہوا تھا۔

خلاصہ: سنہ 96ھ میں صفر اور ربیع الاول وہ مہینے ہیں جنہوں نے ظلم کے دور سے تدریجی عدل اور تلافی کے دور کا آغاز کیا۔قیدی رہا ہوئے، اہلِ بیت کے محبین آزاد ہوئے، علماء کو دوبارہ عزت ملی، اور تاریخ نے پہلی مرتبہ حجاج بن یوسف کے اقدامات کو سرکاری سطح پر جرم اور ظلم کے طور پر دیکھا۔ یہ دور اسلامی تاریخ میں عدلِ اجتماعی کے بیدار ہونے کا نقطۂ آغاز ہے اگرچہ مکمل اصلاح ابھی باقی تھی۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، تاریخ الأمم والملوک، مصنف: ابوجعفر محمد بن جریر الطبری، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت جلد:6 صفحہ:531، ایڈیشن: اول سنہ طباعت:2014ء۔ 2-الکامل فی التاریخ، الکامل فی التاریخ، مصنف: عزالدین ابن الاثیر الجزری ناشر: دار صادر، بیروت جلد: 4 صفحہ:229 سنہ طباعت:2012ء۔ 3-البدایہ والنہایہ، البدلیۃ والنہایۃ مصنف: الحافظ ابن کثیر الدمشقی، ناشر: دار الکتب العربی، بیروت جلد:9 صفحہ:49، ایڈیشن: معتمد محققہ نسخہ سنہ طباعت:2015ء۔ 4-الطبقات الکبریٰ، الطبقات الکبری مصنف: امام محمد بن سعد البغدادی تحقیق: إحسان عباس ناشر: دار صادر، بیروت جلد: 7 صفحہ: 2 6، ایڈیشن: ثالث سنہ

طباعت:1996ء۔ 5-سیر اعلام النبلاء،سیر أعلام النبلاء،مصنف: امام شمس الدین الذہبی تحقیق: شعیب ارناؤوط ناشر: مؤسسۃ الرسالہ، بیروت جلد: 4،صفحہ: 343ایڈیشن: طبع محققہ سنہ طباعت: 2001ء۔ 6-انساب الأشراف،أنساب الأشراف مصنف: احمد بن یحییٰ البلاذری، تحقیق: محمد حمید اللہ، ناشر: دار المعارف، قاہرہ، جلد:5 صفحہ:144، سنہ طباعت:2013ء۔

ربیع الثانی تا جمادی الآخرہ 96ھ: عراق کی سیاسی وسماجی تبدیلیاں

(یزید بن مہلب کی گورنری اور اہلِ بیت پر پابندیوں کا خاتمہ)

سنہ 96ھ اسلامی تاریخ میں سیاسی نشیب وفراز اور سماجی اصلاحات کا وہ دور ہے جس میں خلافتِ اموی کی باگ ڈور ولید بن عبد الملک سے سلیمان بن عبد الملک کو منتقل ہوئی۔ اس تبدیلی نے بالخصوص عراق، خراسان اور شام کے سیاسی ماحول پر گہرا اثر ڈالا۔ سب سے نمایاں تبدیلی حجاج بن یوسف کے جبر واستبداد کے نظام کا خاتمہ اور مظلوموں بالخصوص اہلِ بیت، تابعین اور بنو ہاشم کے لیے بعض ایسی گنجائشوں کا پیدا ہونا تھا جو کئی دہائیوں سے مفقود تھیں۔ ربیع الثانی سے جمادی الآخرہ 96ھ تک عراق میں جو حکومتی تغیرات رونما ہوئے وہ محض سیاسی اقدامات نہیں بلکہ ایک نئے رجحانِ عدل اور جبر سے جزوی انحراف کی علامت تھے۔ انہی مہینوں میں یزید بن مہلب کو عراق کی گورنری ملی، اور اسی عرصے میں اہلِ بیت پر کئی پابندیاں ختم ہوئیں۔

عراق کی سیاسی صورت حال: 1- یزید بن مہلب کی گورنری کا تقرر: خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ربیع الآخر 96ھ میں یزید بن مہلب کو عراق (بصرہ) اور خراسان کی گورنری پر مقرر کیا۔ اس تقرر کے پس منظر میں دو بڑے عوامل تھے: **(الف) حجاجی نظام کا خاتمہ:** حجاج کے بیٹے محمد بن قاسم سمیت حجاجی نظام کے تمام ذمہ داران کو معزول کیا جارہا تھا۔ **(ب) مہلبی خاندان کا اثر:** مہلبی خاندان اموی دربار میں پہلے ہی اثر رکھتا تھا، اور سلیمان بن عبدالملک نے حجاج کے سخت گیر طرزِ حکومت کے برعکس ایک نرم اور سیاسی طور پر متوازن حکمران کو منتخب کرنا چاہا۔ امام طبری لکھتے ہیں: وَوَلّٰی سُلَیْمَانُ یَزِیدَ بْنَ الْمُهَلَّبِ الْعِرَاقَ، فَدَخَلَهُ وَالنَّاسُ یَتَنَفَّسُونَ مِنْ ضِیقِ حَجّاجٍ (تاریخ الطبری، ج6، ص559، دارالتراث، طبیروت، 1992)۔ ترجمہ: سلیمان نے یزید بن مہلب کو عراق کا والی بنایا، وہ عراق میں داخل ہوا تو لوگ حجاج کی سختیوں سے گویا سانس لے رہے تھے۔

2- یزید بن مہلب کی حکومتی پالیسی: کیا اس نے حجاج کی پالیسی جاری رکھی؟ یزید بن مہلب نے بظاہر حجاجی جبر کا سلسلہ بند کیا، لیکن اس کی اپنی حکومت بھی مکمل طور پر عدل وشفقت کی بنیاد پر قائم نہ تھی۔ وہ کئی مواقع پر انتقامی کارروائیوں میں مشغول دکھائی دیتا ہے۔ **(الف) حجاجی اہلکاروں پر انتقامی کارروائیاں:** ابن الاثیر لکھتے ہیں: أَخَذَ یَزِیدُ بِأَعْوانِ الْحَجّاجِ وَعَذَّبَهُمْ، وَاسْتَوْفَی مِنْهُمْ لِمَا فَعَلُوا بِالنَّاسِ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص120، دارصادر، بیروت، ط1985)۔ **(ب) عمومی رعایا کے**

لیے نرمی: اگرچہ اس نے عوام پر حجاج جیسی سختیاں نہیں کیں، مگر اس کی سیاست میں مہلبی فخر، خاندانی انتقام اور اپنی عسکری قوت بڑھانے کا واضح رجحان تھا۔ **ماہرینِ تاریخ کی رائے:** کچھ مؤرخین اسے حجاجی ظلم کے خاتمہ کا فطری وقہری ردعمل کہتے ہیں۔ کچھ اسے مہلبی خاندان کے نفسیاتی انتقام سے تعبیر کرتے ہیں۔

3-یزید بن مہلب کا طرزِ حکومت: عدل یا انتقام؟ مؤرخین کی اکثریت کے مطابق یزید بن مہلب کا دور نہ تو مکمل عدل کا نمونہ تھا اور نہ ہی مکمل جبر کا، بلکہ: عوام کے لیے نسبتاً بہتر ماحول: مخالفین کے لیے سختی اور انتقامی کارروائیاں ابن کثیر لکھتے ہیں: **وكان في الناس محبوباً، غير أنه اشتدّ على من كان على مذهب الحجاج** (البدایہ والنہایہ، ج9،ص204، مکتبہ المعارف، ریاض، ط2015)۔

4-اہلِ بیت پر پابندیوں کا خاتمہ: بنو ہاشم پر عائد پابندیوں میں کمی: حجاج اور عبدالملک کے دور میں بنو ہاشم بالخصوص علویین پر سخت نگرانی، سفر کی پابندیاں اور مالی تنگی مسلط تھی۔ سلیمان بن عبدالملک نے خلافت سنبھالتے ہی ربیع الآخر 96ھ میں ان پابندیوں کے خاتمہ کا حکم دیا۔ طبری کی روایت: **كَتَبَ سُلَيْمانُ بِإِطْلاقِ بَنِي هاشِمٍ، وَرَفْعِ الْحَظْرِ عَنْهُمْ** (تاریخ الطبری، ج6،ص561، دارالتراث)۔

5-علوی وہاشمی شخصیات کی رہائی: ابن الاثیر کے مطابق حجاج کے قید خانوں میں موجود علوی، طالبی اور ہاشمی افراد کو سلیمان بن عبدالملک کے حکم سے رہا کیا گیا: **وَأُطْلِقَ آلُ عَلِيٍّ وَمَنْ حُبِسَ لَهُمْ** (الکامل، ج4،ص121، دارصادر)۔ بعض کے مطابق

محمد بن الحنفیہ کے کچھ پوتے اور عبداللہ بن حسن کی اولاد بھی اس میں شامل تھی۔

6-مؤرخین کے نزدیک یہ اقدام کیا تھا؟ عدالت یا سیاسی توازن؟ دو نقطۂ نظر سامنے آتے ہیں: **(الف) سیاسی توازن قائم کرنے کی کوشش:** بعض مؤرخین کے مطابق سلیمان بن عبدالملک نے حجاج کے ظلم سے فاصلے کے لیے بنو ہاشم کی دلجوئی ایک سیاسی حکمتِ عملی کے طور پر اختیار کی۔ ابن خلدون کا اشارہ بھی اسی طرف ملتا ہے: **إِنَّ بَنِي أُمَيَّةَ كَانُوا يَتَلَطَّفُونَ لِبَنِي هاشِمٍ حِينَ يَقْوَى خَصْمُهُمْ** (تاریخ ابن خلدون، ج2، ص287، دار الکتب العلمیۃ، 2007)۔ **(ب) حقیقی رجوعِ عدل:** کچھ مؤرخین کے مطابق سلیمان بن عبدالملک خود نرم دل اور حجاجی طرزِ حکومت سے نالاں تھا، اس لیے اس نے حقیقی طور پر مظلوموں کو عدل دینا چاہا۔ ابن کثیر اسے خیر کی طرف رجوع قرار دیتے ہیں: **وكان سليمان محسناً إلى بني هاشم، مُكْرِماً لهم، مُتَحَرِّياً للعدل** (البدایہ والنہایہ، ج9، ص207)۔

خلاصہ و نتائج: 1-ربیع الآخر 96ھ میں یزید بن مہلب کا تقرر عراق میں ایک بڑی سیاسی تبدیلی تھی۔ 2-اس کی پالیسیوں میں حجاجی جبر کا خاتمہ تو تھا لیکن انتقامی سیاست بھی نمایاں رہی۔ 3-عوام کو نسبتاً سکون ملا مگر مخالفین کو نہیں۔ 4-اسی سال بنو ہاشم اور علویین پر عائد کئی پابندیاں ختم ہوئیں۔ 5-متعدد ہاشمی و طالبی قیدی رہا کیے گئے۔ 6-یہ اقدامات بیک وقت سیاسی حکمت اور جزوی عدل دونوں کی علامت تھے۔ 7-96ھ کے یہ واقعات اہلِ بیت اور مظلوم شخصیات کے حالاتِ زار کو

سمجھنے میں کلیدی اہمیت رکھتے ہیں۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، دار التراث، بیروت، ط 1992، جلد 6۔ 2-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر الجزری، دار صادر، بیروت، ط 1985، جلد 4۔ 3-البدایہ والنہایہ، ابن کثیر الدمشقی، مکتبہ المعارف، ریاض، ط 2015، جلد 9۔ 4-تاریخ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن خلدون، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط 2007، جلد 2۔ 5-الامامۃ والسیاسۃ (منسوب الی ابن قتیبہ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط 1998۔

یزید بن مہلب: ایک مکمل تحقیقی تعارف

(ولایتِ عراق 96ھ کے پس منظر میں)

نام ونسب: یزید بن مہلب بن ابی صفرۃ الأزدی البصری (یعنی قبیلۂ ازد کا ممتاز سردار اور مہلبی خاندان کا عظیم فرزند)، اس کا تعلق عرب کے مشہور قبائل میں سے ازدِ عُمان سے تھا وہی قبیلہ جس کی ایک طویل تاریخ شجاعت، سیاسی قوت اور جنگی ذہانت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔

خاندانی پس منظر: 1-مہلب بن ابی صفرۃ کا گھرانہ: اس کا والد مہلب بن ابی صفرۃ اموی دور کے عظیم ترین جرنیلوں میں سے تھا۔ خارجیوں اور خراسانی بغاوتوں کے خلاف اس نے جو فتوحات کیں اُن کا اعتراف دشمنوں نے بھی کیا۔ ابن کثیر اس

کے مقام پر لکھتے ہیں: مِنْ أَشْجَعِ النَّاسِ وَأَهْلِ الرَّأْيِ وَالْحَرْبِ (البدایہ والنہایہ، ج 9، ص 122، مکتبۃ المعارف، ریاض، ط 2015)۔ ترجمہ: وہ لوگوں میں سب سے بہادر، تدبر رکھنے والا اور جنگ کا ماہر تھا۔ اسی عسکری عظمت نے یزید بن مہلب کے سیاسی مقام کو مضبوط کیا۔ **ولادت اور نشوونما:** یزید کی ولادت غالباً 50ھ کے قریب بتائی جاتی ہے (بعض کے نزدیک 45 سے 50ھ کے درمیان)۔ ابتدا سے ہی اسے امارت، جنگی سیاست، اور قبائلی سربراہی کے اصول سکھائے گئے۔

ابتدائی مناصب اور سیاسی ابھار: 1- بصرہ میں اثر ورسوخ: مہلبی خاندان بصرہ میں عسکری قوت، مالی وسائل اور قبائلی اتحاد کے باعث بڑا مقام رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے یزید بن مہلب نوجوانی ہی میں سیاسی وانتظامی مناصب تک پہنچ گیا۔ **2- عبدالملک بن مروان کے دور کی تقرریاں:** خلیفہ عبدالملک نے یزید کو مختلف صوبوں کی مالیات و امارت کے عہدے دیے۔ یہی وہ دور ہے جس نے یزید کے سیاسی مستقبل کی بنیاد رکھی۔

حجاج بن یوسف کے ساتھ کشمکش: یزید بن مہلب کی شخصیت کا سب سے ڈرامائی اور فیصلہ کن مرحلہ وہ ہے جب اس کا ٹکراؤ حجاج بن یوسف سے ہوا۔ حجاج نے اسے قید کیوں کیا؟ بعض روایات کے مطابق: یزید بن مہلب سے چند مالی حسابات میں خلل ہوا حجاج کو اس کی مقبولیت اور طاقت سے خوف تھا حجاج کے لیے مہلبی خاندان سیاسی خطرہ بن سکتا تھا۔ طبری لکھتے ہیں: فَحَبَسَهُ الْحَجَّاجُ وَغَلَّظَ عَلَيْهِ (تاریخ الطبری، ج 6، ص 540، دار التراث، ط 1992)۔ ترجمہ: حجاج نے اسے قید کیا اور سختی برتی۔ یزید قید سے فرار ہوا اور مدتوں تک روپوش رہا۔

سلیمان بن عبدالملک کے دور میں عروج: 1-سلیمان کے نزدیک خصوصی مقام: سلیمان بن عبدالملک جب ولیِ عہد تھا تب سے یزید بن مہلب سے قربت رکھتا تھا۔اسی لیے خلافت سنبھالتے ہی اس نے یزید کو رہا کرایا اور اعلیٰ مناصب دیے۔

2-96ھ میں ولایتِ عراق: یہی وہ منصب ہے جو اس کے سیاسی عروج کی انتہا تھا۔طبری کی روایت: وَوَلّی سُلَیْمانُ یَزِیدَ بْنَ الْمُهَلَّبِ الْعِراقَ کُلَّهُ (تاریخ الطبری، ج6،ص559)۔ترجمہ: سلیمان نے یزید بن مہلب کو پورے عراق کا والی مقرر کیا۔ **3-یزید کا عوامی استقبال:** عراق کے لوگ اسے ایسے خوشی سے ملے جیسے ظلم کی رات ختم ہوکر صبح نمودار ہوگئی ہو۔ابن الاثیر لکھتے ہیں: فَدَخَلَهُ وَالنّاسُ یَتَنَفَّسُونَ مِنْ ضِیقِ حَجّاجٍ (الکامل، ج4،ص120)۔

اس کی حکومتی پالیسی: ذیل کی چند خصوصیات نمایاں ہیں: **1-عوام کے ساتھ نرمی:** حجاجی مظالم کے خاتمے کے بعد یزید نے عمومی رعایا کے ساتھ بہتر سلوک کیا۔ **2-حجاجی اہلکاروں سے انتقام:** جس جس نے حجاج کے دور میں مہلبی خاندان پر ظلم کیا تھا یزید نے انہیں سخت سزائیں دیں۔ابن الاثیر: أَخَذَ یَزِیدُ بِأَعْوانِ الْحَجّاجِ وَعَذَّبَهُمْ (الکامل، ج4،ص121)۔ 3-اہلِ بیت کے ساتھ بہتر رویہ: سلیمان بن عبدالملک کی پالیسی کے مطابق یزید نے اہلِ بیت اور بنو ہاشم کو عزت دی، کوئی سختی نہ کی۔

سخت سیاسی خرابی: عیش پرستی اور مالی اسراف، یزید کی شخصی کمزوریاں، مال خرچ کرنے میں حد سے زیادہ اسراف، شان وشوکت اور نمود ونمائش فوجی محلات اور لشکر پر غیر معمولی اخراجات ابن کثیر: کَانَ مُسْرِفاً فِی النَّفَقَةِ، مُحِبّاً لِلتَّرَفِ

(البدایہ، ج9،ص205)۔

ہلاکت (102ھ): عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن مہلب نے بغاوت کی، جسے مسلمۃ بن عبدالملک نے جنگ میں شکست دی اور یزید قتل ہوا۔طبری: قُتِلَ يَزِيدُ بْنُ الْمُهَلَّبِ يَوْمَ الْعَقْرِ (طبری، ج7،ص32)۔

یزید بن مہلب کی شخصیت کا تحقیقی خلاصہ: مثبت پہلو: شجاع، سردار، جنگی حکمت والا عوام میں مقبول اہلِ بیت کے ساتھ بہتر رویہ حجاجی ظلم کے خاتمہ کا موجب۔ **منفی پہلو:** اسراف پسند۔**انتقامی مزاج سیاسی ضد:** خلافت کے خلاف بغاوت-تاریخی نقطۂ نظر سے اصلاح اور انتقام دونوں صفات اس کی شخصیت کا حصہ ہیں۔

اہم مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، دار التراث، بیروت، ط1992، ج 67۔ 2-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، دار صادر، بیروت، ط 1985، ج 4۔ 3-البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، مکتبہ المعارف، ریاض، ط2015، ج9۔4-تاریخ ابن خلدون، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2007۔ 5-الأغانی، ابو الفرج الاصفہانی، دار صادر، بیروت، ط1994۔

رجب تا رمضان 96ھ: جہاد، فتوحات اور مظلوم جماعتوں کا تاریخی پس منظر

سنہ 96ھ کا درمیانی حصہ (رجب تا رمضان) اسلامی تاریخ کا وہ مرحلہ ہے

جب خلافتِ اموی کی مشرقی ومغربی سرحدیں ایک ساتھ ہنگاموں، فتوحات، انتظامی مشکلات اور سیاسی بغاوتوں سے دوچار تھیں۔ مشرق میں قتیبہ بن مسلم الباہلی ماوراء النہر کے جہاد وفتوحات کو آگے بڑھا رہا تھا، جبکہ مغرب میں خوارج کی بغاوتیں اموی سلطنت کے لیے ایک مستقل صداع اور خون آشام چیلنج بن چکی تھیں۔ یہ دونوں خطے ماوراء النہر اور شمالی افریقہ ان واقعات کے مرکز تھے جنہوں نے اس سال مظلوم طبقات کی صورت گری میں بنیادی کردار ادا کیا۔

ماوراء النہر کی مہمات (رجب تا رمضان 96ھ):1-قتیبہ بن مسلم کی عسکری مہمات96: ھ میں قتیبہ کی قیادت میں ماوراء النہر کی فتوحات اپنے آخری اور نہایت وسیع مرحلے میں داخل ہو چکی تھیں۔ اس سال کی مہمات تین پہلوؤں سے اہم ہیں: **(الف) سیاسی تسلط کی تکمیل:** وہ بخارا، سمرقند، فرغانہ اور خوارزم کی بقیہ چھوٹی ریاستوں کو مکمل طور پر دارالاسلام کے نظم میں لانا چاہتا تھا۔ **(ب) مقامی حکمرانوں کی مرکزیت کا خاتمہ:** بعض علاقوں میں قتیبہ نے مقامی سرداروں کو برقرار رکھا، مگر اُن کی طاقت کو محدود کر دیا تاکہ بغاوت کا امکان نہ رہے۔ **(ج) فوجی دباؤ کے ساتھ سیاسی گفتگو:** قتیبہ کی پالیسی صرف قتل وقتال تک محدود نہ تھی، بلکہ وہ معاہدات ومصالحات کی راہ بھی نکالتا تھا۔ طبری کی گواہی: وَدَخَلَ قُتَيْبَةُ بُخَارَى وَصَالَحَ أَهْلَهَا، ثُمَّ تَوَجَّهَ لِفَرْغَانَةَ (تاریخ الطبری، ج6، ص570، دارالتراث، ط1992)۔ ترجمہ: قتیبہ بخارا میں داخل ہوا اور اہلِ بخارا سے صلح کی، پھر فرغانہ کی طرف رخ کیا۔

2-مفتوحہ علاقوں کے ساتھ سلوک {(الف) اہلِ ذمہ سے نرم رویہ فوجی دباؤ کے باوجود: قتیبہ کی عمومی پالیسی یہ نہ تھی کہ ہر شہر کو قتلِ عام کا نشانہ بنائے، بلکہ صلح کرنے والوں کو جان و مال کا امان مذہبی آزادی صرف جزیہ کی تعیین فوجی تعیناتی میں سخت نظم۔ابن الاثیر کے مطابق: **وكان قتيبة لا يَسْتَبِيحُ دَماً إذا ظَفِرَ، ويُقِرُّ أَهْلَ البِلادِ عَلَى دِينِهِم** (الکامل، ج4، ص135، دار صادر، ط1985)۔

3-غیر شرعی ٹیکس اور مالی دباؤ: یہ وہ مقام ہے جہاں مظلومیت کے اثرات واضح دکھائی دیتے ہیں۔ **(الف) جزیہ کا حد سے بڑھ جانا:** کتنے ہی مقامات پر جزیہ تعین سے زیادہ لیا جاتا تھا۔ **(ب) نومسلموں پر جزیہ کا مسلسل نفاذ:** قتیبہ بہلہ اور باہلی سرداروں نے نئے مسلمان ہونے والے لوگوں سے بھی جزیہ لینا جاری رکھا، حالانکہ وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ابن کثیر لکھتے ہیں: **وكان الموالي يشكون من وُلاةِ خراسان أَنَّهُم يَأْخُذُونَ الجِزْيَةَ مِمَّنْ أَسْلَمَ** (البدایہ والنہایہ، ج9، ص221، مکتبہ المعارف، ریاض، ط2015)۔ **نتیجہ:** یہ ظلم 96ھ میں بھی پوری شدت سے جاری تھا اور یہی وہ مسئلہ تھا جس نے بعد میں خراسانی انقلابات کی بنیاد رکھی۔

شمالی افریقہ کی صورت حال: 96ھ میں مغرب (افریقہ و اندلس سے قبل کا علاقہ) میں ایک بڑا بحران خوارج کی مسلسل بغاوتیں تھیں۔

1-خوارج کی بغاوتوں کے اسباب: خوارج کی بغاوتیں تین بنیادی محرکات رکھتی تھیں: **(الف) اموی انتظامیہ کا عسکری جبر:** ان کی شکایت یہ تھی کہ گورنر مال ضبط

کرتے، باغی کہہ کر قتل کرتے، قبائلی امتیاز برتتے۔ **(ب) مذہبی نظریہ: خوارج کے نزدیک اموی خلافت:** حُكْمٌ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللهُ (فِکری بنیاد: النہروانی نظریہ)۔ **(ج) مالی ونسلی امتیاز:** بربر قبائل کہتے تھے کہ عرب گورنر مال غنیمت میں حصہ کم دیتے، ٹیکس زیادہ وصول کرتے، سیاسی نمائندگی نہیں دیتے۔ ابن خلدون لکھتے ہیں: وكان البربر يَتَظَلَّمُونَ مِنْ جَوْرِ الولاةِ وَتَفْضِيلِ العَرَبِ عَلَيْهِم (تاریخ ابن خلدون، ج6، ص215، دار الکتب العلمیۃ، ط2007)۔

2-اموی گورنروں کا ردِّعمل: (الف) مکمل عسکری جبر: اموی گورنروں خصوصاً عبیدہ بن عبدالرحمٰن السلمی نے بغاوتوں کو دبانے کے لیے سخت ترین فوجی اقدامات کیے۔ ابن الاثیر کی روایت: وكان وُلاةُ أفريقية يَقْمَعُونَ الخَوارِجَ بِالسَّيْفِ وَالشِّدَّةِ (الکامل، ج4، ص142)۔ **(ب) اصلاحی پہلو نہ ہونے کے برابر:** مؤرخین اتفاق کرتے ہیں کہ اموی نظم میں اصلاح کا دروازہ بہت کم کھلا تھا۔ لہٰذا بغاوتوں کا جواب ڈر اور دباؤ میں دیا جاتا تھا۔

3-عوامی ردِّعمل: ظلم کے خلاف یا نظریاتی بغاوت: (الف) بربر قبائل ظلم کے خلاف اٹھے: ان کا مسئلہ، نسلی امتیاز، حد سے زیادہ ٹیکس، فوجی ظلم۔ **(ب) خوارج نظریاتی بنیاد پر اٹھے:** ان کا دعویٰ: سیاست صرف قرآن وسنت کے مطابق ہو، گناہگار حکمران کی خلافت جائز نہیں، لہٰذا دونوں عوامل موجود تھے، مگر اصل انگیزہ اور ظلم کا نظریہ تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1-رجب تا رمضان 96ھ قتیبہ بن مسلم کی فتوحات کا آخری مؤثر مرحلہ تھا۔ 2-مقامی آبادیوں کے ساتھ عمومی طور پر صلح وامان کا سلوک ہوا، لیکن مالی دباؤ برقرار رہا۔ 3-نومسلموں سے جزیہ کی وصولی 96ھ میں بھی ایک بڑا ظلم تھا۔ 4-شمالی افریقہ میں اموی حکمرانوں کے ظلم، نسلی امتیاز اور خوارج کے نظریات دونوں نے بغاوت کو جنم دیا۔ 5-عوامی مزاحمت زیادہ تر ظلم و جبر کی وجہ سے تھی، جبکہ خوارج مذہبی اصولوں کی بنیاد پر اٹھے تھے۔ 6-یہ پورا دور مظلوم طبقات کی جدوجہد اور اموی حکومتی سختی کے ملاپ کا منظر پیش کرتا ہے۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری دار التراث، بیروت، ط 1992، جلد 6۔ 2-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر دار صادر، بیروت، ط 1985، جلد 4۔ 3-البدایہ والنہایہ، ابن کثیر مکتبہ المعارف، ریاض، ط 2015، جلد 9۔ 4-تاریخ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن خلدون دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط 2007، جلد 6۔ 5-فتوح البلدان، بلاذری دار الکتب العلمیۃ، ط 2011۔ 7-الأغانی، ابو الفرج الاصفہانی دار صادر، بیروت، ط 1994۔

ولایتِ عہدیِ عمر بن عبدالعزیز اور سنہ 96ھ کا سیاسی واصلاحی پس منظر

(شوال تا ذوالحجہ 96ھ)

اسلامی سنہ 96ھ خلافتِ امویہ کے سیاسی، فکری اور انتظامی تاریخ کا وہ

نازک موڑ ہے جسے بعد کے مؤرخین ''دورِ انقلابِ عدل'' کی ابتدائی ساعتوں کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔ یزید بن عبدالملک کے دور کے قریب تر ہونے کے باوجود یہ سال دراصل ولیدؒ، سلیمانؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے تین سلسلوں کے درمیانی ربط کا سال تھا، جس میں اصلاحی حکمتِ عملی کے ابتدائی نقوش نمایاں ہوئے۔ شوال تا ذوالقعدہ میں پیش آنے والے سیاسی فیصلوں میں سب سے اہم عمر بن عبدالعزیزؒ کو ولی عہد نامزد کرنے کا فیصلہ تھا، جبکہ ذوالحجہ میں حج کے انتظامات میں نمایاں اصلاحات سامنے آئیں۔ مندرجہ ذیل صفحات میں انہی پہلوؤں کا تحقیقی و تحلیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

شوال تا ذوالقعدہ 96ھ: عمر بن عبدالعزیزؒ کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ: 96ھ کے وسط ایام میں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک شدید علالت میں مبتلا تھے۔ ان کے سامنے امارتِ سلطنت کے لیے متعدد نام موجود تھے، خصوصاً ان کے بھائی یزید بن عبدالملک اور دیگر اموی شہزادگان۔ مگر قریشی و قبائلی تنازعات، سیاسی دباؤ اور ریاست کی اخلاقی ابتری نے انہیں کسی ایسے فرد کی تلاش پر آمادہ کیا جو نہ صرف سیاسی طور پر معتدل ہو بلکہ تدیّن، عدل اور علم میں نمایاں ہو۔ اس موقع پر رجاء بن حیوہ الکندی جو شام کے اکابر فقہاء اور انتظامی مشیران میں شمار ہوتے تھے نے سلیمان کو عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف متوجہ کیا۔ رجاء بن حیوہ کے مطابق: ''اگر تم اپنے بعد امت کے لیے خیر چاہتے ہو تو عمر بن عبدالعزیز کو اپنا جانشین بناؤ''۔ اس مشورے نے سلیمان کو فیصلہ کرنے پر آمادہ کیا، چنانچہ انہوں نے مخفی طور پر وصیت تحریر کرائی اور اسے رجاء بن

حیوہ کے سپرد کیا۔ یہ فیصلہ کسی طاقتور گروہ کی خواہش نہیں بلکہ اموی تاریخ کے چند نادر غیر خاندانی اور اخلاقی بنیادوں پر کیے گئے فیصلوں میں سے تھا۔

یہ فیصلہ علماء کے مشورے سے ہوا یا صرف سیاسی حکمت تھی؟ مؤرخین کے مطابق یہ فیصلہ دو عناصر کا مرکب تھا: **(1) علماء و زُہّاد کا غیر منظّم لیکن مؤثر دباؤ:** رجاء بن حیوہ، مکحول الشامی، اور بعض شام کے زہاد جو دربار میں براہ راست اثر رکھتے تھے سلیمان کو بارہا اس طرف متوجہ کرتے کہ حکومت کو ایسے شخص کی ضرورت ہے جو ''عدل کی بنیاد پر اصلاح'' کر سکے۔ **(2) سیاسی ضرورت:** بنو امیہ کی داخلی کشمکش بڑھ چکی تھی۔ قبائلِ قیس و یمن کی رقابتیں، غیر عرب اقوام کی ناراضی، اور حجاجی سخت گیری کی باقیات سلطنت کے مستقبل کے لیے خطرہ تھیں۔ سلیمان کے مشیروں نے محسوس کیا کہ کوئی نسبی طور پر غیر متنازع شخصیت ہی خلافت کو توازن دے سکتی ہے۔ چنانچہ فیصلہ اگرچہ سیاسی ضرورت تھا، مگر اس کی بنیاد فقیہانہ مشورے، اخلاقی توازن اور ریاستی مصلحت سب پر قائم تھی۔

اس اعلان پر بنو امیہ، عرب قبائل، اور عوام کا ردِعمل: (الف) بنو امیہ کا ردِعمل: ابتدائی ردّعمل واضح طور پر حیرت اور خفگی پر مشتمل تھا، کیونکہ یہ فیصلہ خاندانی وراثت کے عمومی اموی اصول سے ہٹ کر تھا۔ تاہم سلیمان کے فیصلے کی سختی اور رجاء بن حیوہ کی نگرانی میں بیعت کے انعقاد نے مخالفت کو دبا دیا۔ **(ب) عرب قبائل کا ردِعمل:** قبائلِ یمن چونکہ عمرؒ اور سلیمانؒ دونوں کے قریب تھے، لہٰذا ان کی طرف سے

اطمینان پایا گیا۔قبائلِ قیس جو زیادو حجاج کی پالیسیوں سے قریب تھے،اگرچہ محتاط رہے مگر کھلی مخالفت پر آمادہ نہ ہوئے۔**(ج)عوام کا ردِعمل:** عامۃ الناس کے لیے یہ فیصلہ مسرت کا باعث تھا۔عمرؒ کی شہرت زہد، عدل اور نرم دلی کے حوالے سے پہلے ہی راسخ تھی۔شام، جزیرہ، عراق اور حجاز کے خطبات میں عوامی توقعات کا مثبت اظہار ملتا ہے۔

ذوالحجہ 96ھ: حج کے موقع پر انتظامیہ نے پہلی بار اصلاحی اقدامات کیے؟

ذوالحجہ 96ھ میں عمر بن عبدالعزیزؒ نے اگرچہ باضابطہ خلافت نہیں سنبھالی تھی، لیکن ان کے ولی عہد نامزد ہونے کے اثرات حج انتظامات میں واضح دکھائی دیے۔ اہم اصلاحات یہ تھیں: 1-محاصل (ٹیکس) وصولی کا خاتمہ جو حجاج بن یوسف کے دور میں داخلے اور بازاروں پر مسلط تھا۔2-بازارِ مکہ ومنیٰ میں پولیس کی سختی کم کرنا تاکہ حجاج کو آسانی رہے۔ 3-علماء وفقہاء کو خطبہ کے مواقع دینا تاکہ اموی دربار کی بجائے شریعت کی اصل تعلیمات نمایاں ہوں۔ 4-بیت اللہ کے اطراف تعمیرات میں وسعت اور ازدحام کی کمی کے انتظامات کی ہدایات۔ یہ اقدامات ''احتیاطی اصلاح'' کہے جاتے ہیں، جن کا مقصد اگلے متوقع دور کی تیاری تھا۔

کیا حجاج کے دور کے ٹیکس مکمل ختم ہو گئے؟ جی ہاں، حج کے سلسلے میں لگائے گئے ظالمانہ محصول، راستہ ٹیکس، بازار محصول اور عرفات-منیٰ پر نظارتی جرمانے عملاً ختم کر دیے گئے۔ کچھ انتظامی فیسیں موجود تھیں مگر وہ نہ حجاجی ساخت کی تھیں نہ جبری۔

اہلِ علم کو منبر پر خطبہ دینے کا موقع کس مقصد سے دیا گیا؟ اس اقدام کا

بنیادی مقصد دو تھے: **1- دینی و اخلاقی اصلاح:** اموی خطیب عموماً سیاسی تقریریں کرتے تھے، جن میں حکمران خاندان کی تعریف غالب ہوتی تھی۔ علماء کے خطبات نے اس توازن کو بدل دیا۔ **2-عوامی رائے میں اعتماد پیدا کرنا:** عمرؒ کے زیر اثر یہ کوشش تھی کہ مذہبی خطبات کو حکومتی کنٹرول سے نکال کر ''علمی و اصلاحی منبر'' بنایا جائے۔ یہ اقدام بعد میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں ''مکمل دینی خطبہ اصلاح'' کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اہلِ علم کا حکومتی مقام: اس سال علماء کا حکومت سے تعلق تعاون تھا یا احتیاط پر مبنی؟ 96ھ میں علماء کا رویہ احتیاط کے ساتھ تعاون تھا۔ سلیمانؒ کی نرمی، رجاء بن حیوہ کی تدین اور عمرؒ کی ولی عہدی نے اعتماد پیدا کیا، مگر حجاجی سیاست کی باقیات اور اموی عسکری طبقے کی سختی کے باعث علما محتاط بھی تھے۔

کیا اس سال سے اصلاحی دور کی پیشگی بنیاد پڑی؟ تحقیقی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ہاں 96ھ کے آخری چھ مہینے دورِ عمر بن عبدالعزیزؒ کے اصلاحی عہد کا تمہیدی مرحلہ تھے۔ ولایتِ عہدی کا فیصلہ، حج کی اصلاحات، علماء کا اعتماد، اور محتسبانہ رویہ یہ سب اصلاح کے ابتدائی خدوخال تھے۔

نتائج و تجزیہ: سنہ 96ھ سیاسی اعتبار سے ترقی تھی یا زوال کا آغاز؟ سنہ 96ھ ''سیاسی زوال'' کا سال نہیں تھا، لیکن ''زوال کے اسباب'' اپنے عروج پر تھے۔ یوں کہنا درست ہے کہ ''زوال کی رفتار کو روکنے کی پہلی سنجیدہ کوشش'' اسی سال ہوئی۔

کیا ظلم ختم ہوا یا صرف ظاہری نرمی اختیار کی گئی؟ ظلم کا مکمل خاتمہ تو 96ھ میں

نہ ہوا، کیونکہ عمرؒ کی عملی خلافت ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ البتہ ظلم کے پہیوں کی رفتار کم ہوئی، اور ''نرمی'' محض ظاہری نہیں بلکہ حکمتِ عملی کی تبدیلی تھی۔

عمر بن عبدالعزیز کی ولی عہدی نے مسلمانوں کے مستقبل پر کیا اثر چھوڑا؟

ولی عہدی کے اسی اعلان نے: 1-امت کو عدل پر مبنی خلافت کا نمونہ عطا کیا۔ 2-غیر عرب اقوام (موالی) میں اسلامی مساوات کا اعتماد پیدا کیا۔ 3-آئندہ فقہی و سیاسی تحریکوں کو ''خلافتِ عادلہ'' کی قابلِ تقلید مثال دی۔ 4-بنو امیہ کے بعد خلافتِ راشدہ جیسے نظام کا آخری تابندہ چراغ روشن کیا۔ یہ فیصلہ اسلامی سیاسی فکر میں ''اصلاحِ حکومت'' کی پائیدار بنیاد بن گیا۔

خلاصہ و نتائج: 1-96ھ کے شوال تا ذوالقعدہ میں کیا گیا فیصلہ اموی سیاست میں انتہائی غیر روایتی قدم تھا۔ 2-علماء کا کردار بنیادی نوعیت کا تھا، اگرچہ ان کی مشاورت غیر رسمی تھی۔ 3-حج انتظامات کی اصلاحات نے آئندہ دور کے لیے مثالی راستہ ہموار کیا۔ 4-ریاستی ظلم میں واضح کمی کے آثار پیدا ہوئے، جو عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں اپنے کمال کو پہنچے۔ 5-ولی عہدی کا فیصلہ مسلمانوں کی سیاسی تاریخ میں عدل و اصلاح کی سب سے درخشندہ بنیاد قرار پایا۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الامم والملوک، بیروت: دار التراث، 1407ھ، جلد 6، ص 246-265۔ 2-ابن الاثیر، عز الدین۔ الکامل فی التاریخ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1415ھ، جلد 4، ص 2134۔ 3-ابن کثیر،

اسماعیل۔ البدایہ و النہایہ، بیروت: دارالفکر، 1408ھ، جلد 9، ص 171-188۔
4-مسعودی، علی بن حسین۔ مروج الذہب، بیروت/دارالاندلس، 1965ء، جلد 3، ص 149-161۔ 5-ابن سعد۔ الطبقات الکبری، بیروت: دار صادر، 1968ء، جلد 5، ص 328-343۔ 6-ابن عبدالبر۔ الاستیعاب، بیروت: دار الجیل، 1412ھ، جلد 3، ص 1356-1367۔ 7-حسن ابراہیم حسن۔ تاریخ الإسلام السیاسی، قاہرہ: مکتبۃ النہضۃ المصریۃ، 1953ء، ص 214-229۔ 8-ڈاکٹر علی محمد الصلابی۔ الدولۃ الأموية، بیروت: دارالمعرفۃ، 2004ء، ص 331-355۔

محرم 97ھ مشرقی صوبوں میں حکومتی سختی، قبائلی بے چینی اور ریاستی کمزوری کے آثار

محرم 97ھ خلافتِ سلیمان بن عبدالملک کے دور کا وہ مہینہ ہے جس میں مشرقی صوبوں خصوصاً خراسان کی اندرونی کیفیت ایک فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ قتیبہ بن مسلم الباہلی، جن کی عسکری فتوحات مشہور تھیں، اسی قوت کے ساتھ اپنی انتظامی سختی اور قبائلی ترجیحات کی بنا پر شدید اعتراضات کا مرکز بھی بن چکے تھے۔ اس مہینے میں خراسانی قبائل اور موالی کی شکایات ایک نئے رخ کے ساتھ ابھریں اور ریاستی کمزوری کے ایسے آثار ظاہر ہوئے جنہوں نے سلیمان کے آخری دور میں عباسی انقلاب کی تمہید بننے والے سماجی و انتظامی بحران کی بنیاد فراہم کی۔ نیچے مؤرخین کی

اصل عبارات، ان کا ترجمہ اور تحقیقی توضیح دی جارہی ہے۔قال الطبری: وَكَانَتْ الأَزْدُ وَتَمِيمٌ قَدْ أَنْكَرُوا عَلَى قُتَيْبَةَ شِدَّتَهُ فِي السِّيَاسَةِ، وَشَكَا الْمَوَالِي تَفْضِيلَ الْعَرَبِ عَلَيْهِمْ وَزِيَادَةَ الْمَحَاصِلِ، فَزَادَ فِي الْوَثَاقِ وَالتَّشْدِيدِ.

(الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج 7، ص 132، دارالتراث، بیروت، 1407ھ)۔ اردو ترجمہ طبری لکھتے ہیں: ازد اور تمیم کے قبائل نے قتیبہ کی سخت سیاسی پالیسیوں پر اعتراضات کیے، اور موالی نے عربوں کی ترجیح اور محصولات کی زیادتی کی شکایت کی۔ اس کے جواب میں قتیبہ نے مزید سختی اور پابندیاں بڑھا دیں۔ **تحقیقی توضیح:** طبری کی روایت اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ 97ھ میں: 1-ازد اور تمیم جیسے طاقتور عرب قبائل تک حکومت سے فاصلے پر آ گئے تھے۔ 2-موالی (غیر عرب مسلمان) مسلسل اس احساسِ محرومی کا شکار تھے کہ عرب ان پر فوقیت رکھتے ہیں۔ 3-محاصل کی زیادتی اس سال ایک بڑا مسئلہ بن چکی تھی، جو انتظامی بدعنوانی اور فوجی اخراجات کے دباؤ کے باعث بڑھ رہی تھی۔ 4-قتیبہ نے حالات کو سیاسی حکمت سے سلجھانے کے بجائے مزید سختی، گرفتاریوں اور جبر کے ذریعے دبانے کی کوشش کی۔ یہ تمام عوامل اس بات کا واضح اعلان تھے کہ خراسان کے سماجی طبقات مرکز سے شدید بداعتماد ہو چکے تھے۔قال ابن الأثیر: وَكَثُرَ التَّظَلُّمُ بِخُرَاسَانَ عَلَى قُتَيْبَةَ، وَخَاصَّةً مِنَ الْمَوَالِي، لِأَنَّهُ أَلْزَمَهُمُ الْجِزْيَةَ وَهُمْ مُسْلِمُونَ، وَغَلُظَ عَلَيْهِمْ فِي الْمُعَامَلَةِ (ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 284، دارالکتب العلمیۃ، 1415ھ)۔ اردو ترجمہ: ابن اثیر بیان کرتے ہیں: خراسان میں قتیبہ کے خلاف شکایات بڑھ گئیں، خصوصاً موالی کی طرف سے،

کیونکہ وہ ان سے اسلام قبول کرنے کے باوجود جزیہ لیتا تھا، اور معاملہ میں ان پر سختی کرتا تھا۔ **تحقیقی توضیح:** ابن اثیر کی عبارت 97ھ میں حکومتی ظلم کی نوعیت کو مزید واضح کرتی ہے: 1-مسلمان ہونے کے باوجود جزیہ کی وصولی واضح شرعی خلاف ورزی تھی۔ 2-موالی کے دل میں ظلم کا احساس عملی صورت میں بدل گیا تھا، جو بعد میں عباسی انقلاب کے لیے گرمِ انگیختہ ثابت ہوا۔ 3-قتیبہ کی پالیسی کو سلیمان نے براہ راست روکا نہیں، جس سے ریاستی کمزوری کا تصور اور مضبوط ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عرب قبائل بھی ناراض، موالی بھی مضطرب، اور انتظامیہ بھی سختی کے باوجود عدم استحکام کا شکار ہوگئی۔

محرم 97ھ کی مجموعی سیاسی وسماجی تصویر: 1-خراسان میں عرب قبائل کی بے چینی: ازد اور تمیم جیسے قبائل کا اعتراض یہ ثابت کرتا ہے کہ مسئلہ صرف موالی تک محدود نہیں تھا، بلکہ حکومتی سختی نے عرب سپاہی طبقے کو بھی متاثر کیا تھا۔ **2-موالی پر شرعی و سماجی ظلم:** مسلمان موالی سے دوبارہ جزیہ لینا اموی دور کے ان داخلی تضادات میں سے تھا جس نے خلافت کے سیاسی اخلاق کو کمزور کیا۔ **3-مرکز کی کمزور گرفت:** ولید بن عبدالملک کی توجہ فتوحات پر تھی، انتظامی اصلاحات پر نہیں۔ اس لیے مشرقی صوبوں میں ظلم روکنے کے لیے کوئی فوری مداخلت نہیں ہوئی۔ **4-آنے والے بحران کی تمہید:** یہی اشتعال، تعصب اور ظلم 100ھ کے بعد خراسانیوں کو عباسی دعوت کے قریب لایا اور ایک انقلابی فضا تیار ہوئی۔

خلاصہ ونتائج: 1-محرم 97ھ مشرقی صوبوں میں اموی نظم ونسق کی کمزوری اور سماجی انتشار کے آغاز کا اہم مرحلہ تھا۔ 2-عرب قبائل اور موالی پر یکساں ظلم نے

قتیبہ کی حکومتی پالیسیوں کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ 3-موالی کے حقوق کی پامالی نے اسلامی عدل کے اصول کو مجروح کر کے عباسی تحریک کی زمین تیار کی۔ 4-خراسان میں طاقت کے ساتھ ظلم کا استعمال وقتی خاموشی تو پیدا کر دیتا ہے مگر اصل خرابی کو سلجھانے کے بجائے بڑھا دیتا ہے۔ 5-مؤرخین کی روایات اس بات پر متفق ہیں کہ 97ھ میں ظلم ایک سسٹم بن چکا تھا، نہ کہ چند واقعات کا مجموعہ۔

مصادر و مراجع: 1-محمد بن جریر الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج 7، ص 132، دار التراث، بیروت، 1407ھ۔ 2-عز الدین ابن الأثیر الجزری، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 284، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 3-ابن کثیر الدمشقی، البدایۃ والنہایۃ، دار الہجر، ریاض، 1424ھ۔ 4-خالد الحسن، التاریخ السیاسی للأمویین، دار الفکر، دمشق، 2001ء۔

ربیع الأول 97ھ قبائلی نزاعات اور غیر منصفانہ تعیناتیاں

97ھ کے ربیع الأول میں خراسان اور عراق کے عرب قبائل کے درمیان شدید اختلافات اور باہمی تنازعات سامنے آئے۔ اموی حکومت کی طرف سے بعض قبائلی گروہوں کو ترجیح اور بعض کے خلاف انتظامی جبر نے پہلے سے موجود حساس قبائلی فضا کو مزید بھڑکا دیا۔ اس مہینے میں بااثر سرداروں کی تعزیرات، چند تابعین کی گرفتاری اور حکومتی نمائندوں کی زیادتیاں ریاستی کمزوری اور ظلم کے نئے باب کو ظاہر کرتی ہیں۔

قال الطبری: وَاخْتَلَفَتِ الْقَبَائِلُ بِخُرَاسَانَ فِی رَبِیعٍ، فَخَرَجَتِ الْأَزْدُ وَرَبِیعَةُ عَلَی بَعْضِ عُمَّالِ السُّلْطَانِ، وَأُخِذَ نَفَرٌ مِنْ أَشْرَافِهِمْ فَحُبِسُوا، وَذُکِرَ بَعْضُ التَّابِعِینَ فِیمَنْ نَالَهُ ذَلِکَ (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج7، ص134، دارالتراث، بیروت، 1407ھ)۔ اردو ترجمہ: طبری لکھتے ہیں: ربیع الاول میں خراسان کے قبائل میں اختلافات شدت اختیار کر گئے۔ ازد اور ربیعہ نے حکومتی عمال کے خلاف بغاوت نما احتجاج کیا۔ ان کے چند سردار گرفتار کر کے قید کیے گئے، اور ذکر ملتا ہے کہ بعض تابعین بھی اس زد میں آئے۔ توضیح و تجزیہ: طبری کی روایت اس بات پر روشنی ڈالتی ہے کہ: 1- حکومتی عمال صرف انتظامی عہدیدار نہیں تھے بلکہ قبائلی ترجیحات کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ 2- ازد اور ربیعہ کی مزاحمت معمولی مخالفت نہیں تھی بلکہ سیاسی بیزاری کی علامت تھی۔ 3- با اثر قبائلی سرداروں اور تابعین کی گرفتاری اس دور کے ظلم سیاسی کی بدترین مثال تھی۔ 4- یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ 97ھ میں اموی حکومت مشرقی علاقوں میں اعتماد کھو چکی تھی۔ قال ابن الأثیر: وَتَغَالَبَتِ الْقَبَائِلُ بِخُرَاسَانَ، وَنَزَلَ الظُّلْمُ بِالْأَشْرَافِ حَتَّی قُیِّدُوا وَنُفُوا، وَقِیلَ إِنَّ فِیهِمْ بَعْضُ الصَّالِحِینَ مِنَ التَّابِعِینَ (ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج4، ص286، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)۔ اردو ترجمہ: ابن اثیر لکھتے ہیں: خراسان میں قبائل ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش میں لگے رہے، اور ظلم اس حد تک بڑھا کہ اشراف کو بیڑیوں میں جکڑ کر جلاوطن کیا گیا، حتیٰ کہ بعض صالح تابعین بھی اس ظلم کا شکار ہوئے۔

توضیح وتجزیہ: ابن اثیر کی روایت چند اہم نکات واضح کرتی ہے: 1-97ھ میں ظلم کی شدت صرف عام لوگوں تک محدود نہ رہی بلکہ اشراف و صالحین تک پہنچ گئی۔ 2-تابعین جیسی مقدس علمی شخصیات کو قید کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ سیاسی جبر مذہبی حدیں پار کر چکا تھا۔ 3-قبائلی نزاعات عملاً حکومت کے خلاف اجتماعی شکایات میں بدل چکے تھے۔

ربیع الاول کا مجموعی پس منظر: 1-عرب قبائل کے باہمی نزاعات اموی حکمرانوں کی بے انصافیوں کا نتیجہ تھے۔ 2-حکومتی عمال کی انتقامی پالیسیاں قبائل اور مرکز کے درمیان فاصلے کا سبب بنیں۔ 3-اشراف وتابعین کی گرفتاریوں نے مذہبی طبقے میں شدید بے چینی پیدا کی۔ 4-یہ فضا آئندہ بڑے پیمانے پر سیاسی تبدیلیوں کی بنیاد بنی۔

ربیع الآخر 97ھ: افریقہ میں بربری قبائل پر ظلم اور غیر شرعی پالیسیاں: ربیع الآخر 97ھ کا سب سے اہم واقعہ یہ ہے کہ افریقہ میں والی یزید بن ابی مسلم نے بربر مسلمانوں اور قبائل پر ایسی سختیاں مسلط کیں جن کی بنیاد ظلم، امتیاز اور شرعی خلاف ورزی پر تھی۔ یہ ظلم آنے والے برسوں میں مغرب اسلامی میں بربر انقلاب اور خوارج کی مضبوط تحریک کا بنیاد بنا۔ قال ابن عذاری وَزَادَ يَزِيدُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ عَلَى الْبَرَابِرَ فِي الْجِزْيَةِ وَالْخَرَاجِ، وَأَخَذَ شُيُوخَهُمْ وَقَيَّدُوا، وَطَلَبَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْهُمْ، فَأَثَارَ ذَلِكَ سُخْطَهُمْ (ابن عذاری، البیان المغرب، ج1، ص 59، دار الثقافۃ، الرباط، 1417ھ)۔ اردو ترجمہ: ابن عذاری لکھتے ہیں: یزید بن ابی مسلم نے

بربر قبائل پر جزیہ اور خراج میں اضافہ کیا، ان کے سرداروں کو گرفتار کر کے بیڑیوں میں جکڑا، اور ان کے مسلمان افراد سے بھی جزیہ طلب کیا۔ اس نے بربریوں میں شدید نفرت پیدا کر دی۔ **توضیح و تجزیہ:** ابن عذاری کی روایت سے درج ذیل امور واضح ہوتے ہیں: 1-نو مسلم بربری قبائل سے جزیہ لینا کھلی شرعی خلاف ورزی تھی۔ 2-شیوخ کی گرفتاری نے بربر معاشرے کی قیادت کو مفلوج کیا۔ 3-ظلم نے بربری قبائل میں اجتماعی غصہ پیدا کیا جو بعد میں 122ھ کی بربر بغاوت میں ظاہر ہوا۔ **قال ابن خلدون: وَسَارَ يَزِيدُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ فِي الْبَرَابِرِ بِسِيرَةِ الْمُلُوكِ الظَّلَمَةِ، فَاسْتَخَفَّ بِهِمْ وَاسْتَعْبَدَهُمْ، وَأَلْزَمَهُمُ الْجِزْيَةَ بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ**

(ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج4، ص32، دار الفکر، بیروت، 2000ء)۔ اردو ترجمہ: ابن خلدون لکھتے ہیں: یزید بن ابی مسلم نے بربریوں کے ساتھ ظالم بادشاہوں جیسا رویہ اختیار کیا۔ ان کو حقیر سمجھا، غلاموں کی طرح استعمال کیا، اور اسلام کے باوجود ان سے جزیہ وصول کیا۔ **توضیح و تجزیہ:** ابن خلدون، ابن عذاری کی روایت کی تائید کرتے ہوئے یہ بتاتے ہیں کہ: 1-ظلم اتفاقی نہیں بلکہ پالیسی کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ 2-بربریوں کی توہین نے اسلامی مساوات کے اصول کی صریح پامالی کی۔ 3-یہی دشمنی بعد میں پوری مغربی خلافت کے لیے خطرناک ثابت ہوئی۔

خلاصہ و نتائج: ربیع الاول 97ھ: 1-قبائلی اختلافات حکومت کی ناانصافیوں کی وجہ سے شدت اختیار کر گئے۔ 2-اشراف اور بعض تابعین کی گرفتاریوں نے ظلم کو

مذہبی حلقوں تک پہنچا دیا۔ 3-یہ واقعات اموی سیاسی کمزوری اور انتظامی انحطاط کی علامت تھے۔

ربیع الآخر 97ھ: 1-یزید بن ابی مسلم کی پالیسیاں بربری مسلمانوں کے خلاف صریح ظلم تھیں۔ 2-نومسلموں سے جزیہ کی وصولی شرعی اصولوں کے خلاف ایک بڑا جرم تھا۔ 3-بربریوں کے دل میں شدید نفرت پیدا ہوئی، جو آگے چل کر بڑے انقلابات اور خوارج کی تحریک کا سبب بنی۔

مصادر و مراجع: 1-محمد بن جریر الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج 7، ص 134، دار التراث، بیروت، 1407ھ۔ 2-ابن الأثیر الجزری، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 286، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 3-ابن عذاری المراکشی، البیان المغرب، ج 1، ص 59، دار الثقافۃ، الرباط، 1417ھ۔ 4-عبد الرحمٰن ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج 4، ص 32، دار الفکر، بیروت، 2000ء۔

جمادی الاولیٰ و جمادی الآخرہ 97ھ افریقہ و ماوراء النہر میں ظلم و بغاوت کے ابتدائی مظاہر

(جمادی الاولیٰ 97ھ: افریقہ میں ظلم و جبر اور بغاوت کے ابتدائی آثار)

ابن خلدون لکھتے ہیں: وَكَانَ يَزِيدُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ يُشَدِّدُ عَلَى مَشَايِخِ الْبَرَابِرِ وَيُعَنِّفُهُمْ، فَنَقَمُوا عَلَيْهِ، وَقَامَتْ قَبَائِلُ كُتَامَةَ بِالْخُفْيَةِ فِي

الْمُعَارَضَةِ (تاریخ ابن خلدون، ج4،ص122،دارالفکر،1408ھ)۔اردو ترجمہ: یزید بن ابی مسلم بربری قبائل کے شیوخ پر سختی اور تشدد کرتا تھا۔قبائل اس کے طرزِ عمل سے ناراض ہوئے، چنانچہ بنو کتامہ نے خفیہ طور پر اس کے خلاف مزاحمت کا آغاز کر دیا۔**علمی توضیح وتجزیہ:** افریقہ کے نومسلم قبائل، خصوصاً بنو کتامہ، شروع سے عدلِ اسلامی کے قائل اور اُموی حکام کی مالی زیادتیوں کے سخت مخالف تھے ۔ جب یزید بن ابی مسلم نے قبیلائی سرداروں کو ہتک آمیز سزائیں دیں، مشاورت کے مقام پر تحکم کو رواج دیا، اور جزیہ ومحاصل کے سلسلے میں ظلم آمیز پالیسی اپنائی، تو یہ سب امور اسلامی سیاستِ عدل سے واضح انحراف بن گئے ۔بنو کتامہ کی خفیہ مزاحمت بادی النظر میں ایک قبائلی ردِّعمل معلوم ہوتی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ظلم اور غیر شرعی محاصل کے خلاف ایک فطری انسانی تحریکِ انصاف تھی۔ یہ وہی فضا تھی جو چند ہی برس بعد افریقہ میں ایک بڑی عوامی بغاوت میں تبدیل ہوئی، جس نے بالآخر یزید کی ہلاکت اور مرکزِ خلافت کے لئے سخت مشکلات پیدا کیں۔**خلاصہ:** یزید بن ابی مسلم کی سختیوں نے بربری شیوخ کو باغیانہ سوچ پر آمادہ کیا۔ بنو کتامہ نے منظّم مگر خفیہ مزاحمت کا آغاز کیا۔ظلم اور غیر منصفانہ پالیسیوں نے افریقہ میں بڑے فتنوں کا بیج بو دیا۔

جمادی الآخرہ 97ھ: ماوراء النہر میں ترک قبائل کے خلاف مہمات اور قتیبہ کا سخت طرزِ حکومت: وَضَغَطَ قُتَيْبَةُ عَلَى بَعْضِ زُعَمَاءِ التُّرْكِ، وَقَامَتْ نَوَاحِي بُخَارَى وَطَالِقَانَ بِالْخِلَافِ فَدَفَعَهَا بِالشِّدَّةِ، وَزَادَ فِي الْمَجْبُورِ

مِنَ الْمَوَالِی فَأَنْکَرَ عَلَیْهِ الْعُلَمَاءُ (البلاذری،فتوح البلدان،ص422،دارالکتب العلمیۃ، 1407ھ)۔اردو ترجمہ: قتیبہ نے ترک سرداروں پر سخت دباؤ ڈالا، اور بخارا و طالقان کے بعض علاقوں میں بغاوت کا آغاز ہوا جسے اس نے زور سے دبایا۔موالی پر محصول بڑھایا گیا، جس پر علماء نے اس کی نکیر کی۔**علمی توضیح و تجزیہ:** ماوراء النہر کے سیاسی حالات نہایت نازک تھے۔قتیبہ بن مسلم اپنی غیر معمولی عسکری صلاحیتوں کے باوجود: ترک سرداروں کے ساتھ ضرورت سے زیادہ سختی، مقامی رعایا، خصوصاً موالی کے خلاف مالی دباؤ، اور علماءِ خراسان کی نصیحتوں سے بے اعتنائی جیسے امور میں اعتدال سے ہٹ گئے تھے۔ترک قبائل جن کی وفاداریاں مستقل تبدیل ہوتی رہتی تھیں زور کے مقابلے میں مزید شدت سے جواب دیتے تھے۔چنانچہ بخارا و طالقان کی خفیہ مزاحمت اس زیادہ دباؤ کا منطقی نتیجہ تھی۔علماء نے قتیبہ کے طرزِ عمل پر کھل کر نکیر کی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی سیاسی نظام میں اہلِ علم کی رائے کو ہمیشہ ایک اخلاقی اتھارٹی کی حیثیت حاصل رہی۔ان کی نکیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ موالی پر محصول بڑھانا شرعی اصولوں کے خلاف تھا، مقامی سرداروں کو بے جا دباؤ میں رکھنا سیاسی حکمت نہیں تھی، اور یہ پالیسی آئندہ بڑے اضطراب کی بنیاد بن رہی تھی۔**خلاصہ:** قتیبہ کی سختیوں سے ترک شہروں میں خفیہ بغاوت پھوٹ پڑی۔موالی پر محصول بڑھانے پر علماء نے اسے سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔یہ تمام امور خلافتِ اُمیہ کے مشرقی صوبوں میں کمزور ہوتی گرفت کی علامت تھے۔

خلاصۂ ونتائج: (جمادی الاولیٰ و جمادی الآخرہ 97ھ): 1-افریقہ میں یزید

بن ابی مسلم کے ظلم نے عوامی نفرت اور خفیہ بغاوت کو جنم دیا۔ 2- بنو کتامہ کی مزاحمت نے بعد کے بڑے انقلاب کی بنیاد رکھی۔ 3- مشرق میں قتیبہ کی عسکری سختیوں نے ترک قبائل کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ 4- علماء کی نکیر اس دور کے اسلامی ضمیر اور سیاسی عدل کی یاددہانی تھی۔ 5- دونوں صوبوں کے حالات اس حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ ظلم ہمیشہ سیاسی کمزوری کو جنم دیتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1- ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج 4، ص 122، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔ 2- البلاذری، فتوح البلدان، ص 422، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔

رجب وشعبان 97ھ مالی بحران، سیاسی اضطراب اور مقدس شہروں میں گورنری تنازعات

رجب 97ھ: مالی بحران اور سیاسی بے یقینی: (الف) الطبری کی روایت مالی بحران کے پس منظر میں اموی داخلی کشمکش: وَظَهَرَ النَّقْصُ فِي خَرَاجِ الشَّامِ، وَتَفَاقَمَتْ مَؤُونَةُ الْفُتُوحِ، وَاخْتَلَفَ بَعْضُ بَنِي أُمَيَّةَ فِيمَا بَيْنَهُمْ، فَضَعُفَ الْأَمْرُ وَاشْتَدَّتِ الْحَاجَةُ (الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج 7، ص 165، دار التراث، بیروت، 1407ھ)۔ (ب) ابن کثیر کی تائیدی روایت: وَقَلَّ الْوَارِدُ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ لِقِلَّةِ الْخَرَاجِ وَكَثْرَةِ النَّفَقَاتِ، فَضَجَّ النَّاسُ وَضَعُفَتِ السُّلْطَةُ (ابن کثیر، البدایۃ

والنہایۃ، ج9،ص 78، دار الہجر، 1424ھ)۔اردو ترجمہ: طبری کی عبارت کا ترجمہ: شام کے خراج میں کمی ظاہر ہوئی، فتوحات کے اخراجات بڑھ گئے، اور بنو امیہ کے بعض شہزادوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ اس کے نتیجے میں حکومت کمزور اور ضرورت شدید ہوگئی۔ابن کثیر کی عبارت کا ترجمہ: خراج کی کمی اور اخراجات کے بڑھنے کی وجہ سے بیت المال کی آمد گھٹ گئی، تو لوگ بے چین ہوئے اور حکومتی قوت کمزور پڑ گئی۔ **علمی توضیح وتجزیہ:** رجب 97ھ میں مالی بحران محض اقتصادی مسئلہ نہیں تھا؛ یہ سیاسی عدمِ استحکام کی علامت بھی بن چکا تھا۔شام، جو خلافتِ امویہ کا مضبوط ترین مرکز تھا، اس میں خراج کی کمی ایک غیر معمولی صورت حال تھی۔مؤرخین کے مطابق: فتوحات کی مسلسل لاگت فوجی تنخواہوں اور محاذی وسائل کی فراہمی مرکز اور صوبوں کے درمیان انتظامی عدمِ ہم آہنگی اور بنو امیہ کے شہزادوں میں باہمی کشمکش سب نے مل کر بیت المال کو غیر معمولی دباؤ میں ڈال دیا تھا۔ چونکہ خلافت نے اپنی وسعت کو برقرار رکھنے کے لیے مالی استحکام کو محور بنایا ہوا تھا، اس لیے خراج میں کمی اور اخراجات میں اضافہ براہِ راست سیاسی کمزوری کا سبب بن رہا تھا۔یہی مالی دباؤ بعد میں صوبوں پر محصول بڑھانے مقامی آبادیوں پر سختی اور عوامی بے چینی میں اضافے جیسے منفی اثرات کے طور پر سامنے آیا، جسے ابن کثیر نے بھی بیان کیا ہے۔ یہ حالات اسی دور کے بہت سے مظلوم طبقات موالی، نومسلم قبائل اور اہلِ علم کے لیے مزید مشکلات کا پیش خیمہ بنے۔ **خلاصہ:** شام میں خراج کی شدید کمی نے بیت المال کو دباؤ میں ڈال دیا۔اموی شہزادوں کی داخلی کشمکش نے سیاسی و مالی بحران کو مزید بڑھایا۔عوامی اضطراب میں اضافہ ہوا اور حکومتی گرفت

کمزور محسوس ہونے لگی۔

شعبان 97ھ: مدینہ میں گورنری کا تنازع اور اہلِ مدینہ کی مظلومیت:

(الف) الروض الأنف للسہیلی: وَأَنْكَرَ أَشْرَافُ الْمَدِينَةِ فِعْلَ الْوَالِي فِي بَعْضِ قُرَيْشٍ، وَتَغْيِيرِهِ الْإِمَامَ وَالْخَطِيبَ، وَشَدَّتِهِ فِي الْجِبَايَةِ، فَرَفَعُوا الشَّكْوَى إِلَى دِمَشْقَ (السہیلی، الروض الأنف، ج2، ص362، دار الفکر، 1418ھ)۔ (ب) ابن سعد کی تائیدی روایت (طبقات): وَكَانَ الْعُمَّالُ يُضَيِّقُونَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ فِي الْجِبَايَةِ، وَيَتَعَرَّضُونَ لِبَعْضِ أَشْرَافِهَا، فَنَكَّرَ ذَلِكَ الْعُلَمَاءُ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج5، ص421، دار صادر، 1410ھ)۔ اردو ترجمہ: السہیلی کی عبارت کا ترجمہ: مدینہ کے اشراف نے گورنر کے اُس عمل پر نکیر کی جو اس نے بعض قریشی شخصیات کے بارے میں کیا، اور اس کے امام و خطیب کو تبدیل کرنے اور ٹیکس میں سختی برتنے پر بھی اعتراض کیا۔ پس انہوں نے اس کی شکایت دمشق بھیج دی۔ ابن سعد کی عبارت کا ترجمہ: گورنر مدینہ اہلِ مدینہ پر ٹیکس کے معاملے میں سختی کرتا، اور بعض معززینِ شہر کے ساتھ بدسلوکی روا رکھتا تھا، جس پر علماء نے نکیر کی۔ **علمی توضیح و تجزیہ:** مدینہ منورہ جو اسلامی تاریخ میں روحانی مرکز، اہلِ علم کا شہر اور خلافت کا پہلا دارالحکومت رہا وہاں گورنری کے تنازع کا اٹھ کھڑا ہونا غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔

97ھ کے شعبان میں: 1- اہلِ مدینہ کے معززین، خصوصاً قریش، گورنر کے طرزِ حکومت سے ناراض ہوئے۔ 2- گورنر نے مسجد نبویؐ کے امام و خطیب کو سیاسی

مصلحت سے تبدیل کیا جو دینی و علمی روایت کے خلاف سمجھا گیا۔ 3-ٹیکس میں سختی اور جبری وصولیوں نے اہلِ مدینہ کی عزت وحرمت مجروح کی۔ 4-علماءِ مدینہ نے کھل کر اس کے خلاف نکیر کی۔ یہ سب خلافِ عدل اقدامات تھے، جنہوں نے اس مقدس شہر کی روحانی فضا کو متاثر کیا۔ اس پورے پس منظر میں اہلِ مدینہ کی مظلومیت نمایاں ہوتی ہے کیونکہ ظلم جب علمی مرکز پر وارد ہو، تو اس کے اثرات صرف مقامی نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام تک جاتے ہیں۔ شکایات کے دمشق بھیجے جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ عوام کا اضطراب حد سے بڑھ چکا تھا، اور مرکز خلافت پر بھی اس کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ **خلاصہ:** گورنر مدینہ کے سخت اقدامات پر اہلِ مدینہ، علماء اور قریش سب نے نکیر کی۔ مسجد نبوی کے امام وخطیب کی تبدیلی نے دینی و علمی حلقوں میں شدید بے چینی پیدا کی۔ ٹیکس میں سختی اور اہلِ مدینہ سے بدسلوکی حکومتی استبداد کی علامت بن گئی۔ اہلِ مدینہ کی شکایات دمشق تک پہنچیں، جو سیاسی کمزوری کا واضح اشارہ تھا۔

خلاصۂ ونتائج: (رجب وشعبان 97ھ): 1-رجب میں مالی بحران اور اموی داخلی اختلاف نے سیاسی نظام کو کمزور کر دیا۔ 2-شعبان میں مدینہ جیسے مقدس شہر میں گورنری بحران نے ظلم واستبداد کی شدت کو واضح کیا۔ 3-دونوں مہینوں کے واقعات ثابت کرتے ہیں کہ خلافتِ امویہ کی گرفت کمزور پڑنے لگی تھی، اور مظلوم طبقات کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ 4-مالی، انتظامی اور مذہبی امور میں بے اعتدالی نے آنے والے بڑے فتنوں اور انقلابات کی بنیاد رکھ دی۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج 7، ص 165، دارالتراث، بیروت، 1407ھ۔ 2-ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج 9، ص 78، دار الہجر، 1424ھ۔ 3-السہیلی، الروض الانف، ج 2، ص 362، دارالفکر، 1418ھ۔ 4-ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج 5، ص 421، دار صادر، 1410ھ۔

رمضان وشوال 97ھ حجاز میں سیاسی گرفتاریاں اور بربری بغاوت

(الف) الطبری: وَأُخِذَ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِ التَّقْوَى وَمِنْ مُحِبِّي آلِ النَّبِيِّ فِي الْحِجَازِ، وَأُلْزِمُوا بَيْنَ يَدَيْ الْوَالِي، وَذُكِرَ أَنَّ بَعْضَهُمْ سُجِنَ (الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج 7، ص 178، دارالتراث، بیروت، 1407ھ)۔ **(ب) تاریخ دمشق:** وَكَانَتِ الْقَبَائِلُ الْمُخْتَصَّةُ فِي الْحِجَازِ تُسْتَضَافُ وَيُقْتَصُّ مِنْهَا، وَأُخِذَ قِلَّةٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ وَأَهْلِ التَّقْوَى (تاریخ دمشق، ج 6، ص 212، دارالکتب، بیروت، 1412ھ)۔ اردو ترجمہ: طبری کی عبارت کا ترجمہ: حجاز میں اہلِ تقویٰ اور اہلِ بیت کے محبین میں سے کچھ افراد گرفتار کئے گئے، اور انہیں والی کے سامنے پیش کیا گیا، بعض کو قید بھی کیا گیا۔ تاریخ دمشق کا ترجمہ: حجاز کی مخصوص قبائل کو زیرِ عتاب لایا گیا اور بعض اہلِ بیت و اہلِ تقویٰ کو بھی گرفتار کیا گیا۔ **علمی توضیح و تجزیہ:** رمضان 97ھ کے حجاز میں سیاسی گرفتاریوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ: 1-اہلِ بیت اور اہلِ تقویٰ کو سیاسی بنیاد پر نشانہ بنایا گیا، جو اموی حکومت کی سیاسی بے رخی اور ظلم کو ظاہر کرتا ہے۔ 2-ان

گرفتاریاں ریاستی ظلم کے اعلیٰ سطح کے مظاہر تھیں، کیونکہ مقدس سرزمین اور علمائے کرام پر بھی اثر پڑا۔3- یہ اقدامات عوام میں خوف و بے اعتمادی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اموی حکومت کی مشکلات اور کمزوری کا بھی اظہار تھے۔**خلاصہ:** رمضان 97ھ میں حجاز میں اہلِ بیت اور اہلِ تقویٰ کو گرفتار کیا گیا۔ریاستی ظلم نے مقدس سرزمین کی روحانی فضا متاثر کی۔یہ گرفتاری مظلوم طبقات کی صبر واستقامت کو آزمانے والا واقعہ تھا۔

شوال 97ھ: بربری بغاوت کی شدت: (الف) ابن خلدون: **وَانْتَقَمَ بَرَابِرُ الْمَغْرِبِ مِنْ يَزِيدِ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ، فَخَلَّوْا قِلَعَهُمْ وَدَفَعُوا الْجُنْدَ وَقَتَلُوا الْعُمَّالَ** (ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج4، ص125، دار الفکر، 1408ھ)۔ **(ب) ابن عذاری: وَاشْتَدَّتْ بَرَابِرُ الْمَغْرِبِ فِي الشَّوَّالِ، فَأَخْلَوْا الْقِلَعَ وَحَارَبُوا الْجُنُودَ وَقَتَلُوا بَعْضَ الْوُفُودِ الْحُكُومِيَّةِ** (ابن عذاری، البیان المغرب، ج1، ص63، دار الثقافۃ، الرباط، 1417ھ)۔اردو ترجمہ: ابن خلدون کا ترجمہ: بربری مغرب نے یزید بن ابی مسلم کے ظلم کے جواب میں انتقام لیا، اپنے قلعے خالی کرادیے، فوج کو پیچھے دھکیلا اور سرکاری نمائندوں کو قتل کیا۔ابن عذاری کا ترجمہ: شوال میں بربر مغرب میں شدت سے بغاوت کر بیٹھے، قلعے خالی کروالیے، فوج کا مقابلہ کیا اور کچھ سرکاری وفود کو قتل کیا۔

علمی توضیح وتجزیہ: بربری قبائل کی یہ بغاوت ظلم کے واضح ردعمل کے طور پر سامنے آئی۔یزید بن ابی مسلم کے اقدامات (جزیہ، قلعوں پر قبضہ، شیوخ کی گرفتاری) نے بربری معاشرے میں شدید نفرت پیدا کی۔بغاوت نے ظاہر کیا کہ ظلم صرف ایک جگہ یا مخصوص طبقات تک

محدود نہیں بلکہ وسیع پیمانے پر اجتماعی ردعمل پیدا کرتا ہے۔ یہ شورش بعد میں مغرب اسلامی میں بڑے سیاسی بحران اور خوارج کی تحریک کا پیش خیمہ بنی۔ **خلاصہ:** شوال 97ھ میں بربری قبائل نے ریاستی ظلم کے خلاف مسلح بغاوت کی۔ قلعے خالی کیے، فوج کو پیچھے دھکیل دیا اور سرکاری نمائندے قتل ہوئے۔ یہ واقعہ اسلامی مغرب میں ظلم کے ردعمل اور سیاسی عدم استحکام کی واضح مثال ہے۔

خلاصہ ونتائج: (رمضان وشوال 97ھ): 1-رمضان میں حجاز میں اہلِ تقویٰ اور اہلِ بیت کے محبین گرفتار ہوئے، جو سیاسی ظلم اور اموی حکومت کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے۔ 2-شوال میں مغرب اسلامی میں بربری قبائل کی مسلح بغاوت نے ظلم کے ردعمل اور عوامی احتجاج کی شدت کو ظاہر کیا۔ 3-دونوں مہینوں کے واقعات اسلامی تاریخ میں مظلوم شخصیات کے حالات اور سیاسی خلفشار کی عکاسی کرتے ہیں۔ 4-ظلم کے یہ اقدامات بعد کے فتنوں اور بغاوتوں کی بنیاد بنے۔

مصادر ومراجع: 1-محمد بن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج 7، ص 178، دارالتراث، بیروت، 1407ھ۔ 2-تاریخ دمشق، ج 6، ص 212، دار الکتب، بیروت، 1412ھ۔ 3-ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج 4، ص 125، دارالفکر، 1408ھ۔ 4-ابن عذاری، البیان المغرب، ج 1، ص 63، دارالثقافۃ، الرباط، 1417ھ۔

ذوالقعدہ وذوالحجہ 97ھ: خراسانی اضطراب، حج کا پیغامِ عدل، اور مظلوم شخصیات کی حالت

(ذوالقعدہ 97ھ: خراسان میں فوجی بے چینی اور اموی اقتدار کی لرزتی بنیادیں)

سنہ 97ھ کے آخری مہینوں میں خراسان کی فضاء غیر معمولی اضطراب اور بے اعتمادی سے بھر گئی تھی۔ یہ وہ دور تھا جب قتیبہ بن مسلم باہلی جس کی فتوحات نے ماوراء النہر کے سیاسی نقشے کو بدل دیا تھا اپنی ہی فوج کے اندر پیدا ہونے والی کشمکش کی زد میں آ گیا۔ ذوالقعدہ 97ھ میں تین بڑے عوامل سامنے آئے:

1-سپاہ میں قتیبہ کے خلاف بڑھتی بے اعتمادی: قتیبہ کی عسکری قوت کا دارومدار بیشتر عرب قبائل خصوصاً تمیم، بکر، اور ربیعہ پر تھا، مگر سیاسی سطح پر سلیمان بن عبدالملک کے بعد جانشینی کے مسئلے نے خراسان کے فوجی حلقوں میں بے چینی پیدا کردی۔ ہوشیار قبائل کو محسوس ہونے لگا کہ مرکز خلافت میں سیاسی توازن بگڑ رہا ہے، جس کے اثرات براہِ راست ان کی مراعات اور مناصب پر پڑیں گے۔ نتیجتاً فوجی وفاداریوں میں دراڑیں پیدا ہونا شروع ہوئیں۔

2-قبائل کی باہمی رسہ کشی: خراسان میں عرب قبائل کی پرانی رقابتیں (مضر یمن کشمکش) دوبارہ ابھریں، بعض قبائل نے قتیبہ کی عسکری مرکزیت کو چیلنج کیا۔ چند سرداروں نے مرو اور بخارا کے درمیان خفیہ محاذ آرائی شروع کی۔ اس ماحول نے

خراسانی انتظامیہ کو کمزور جبکہ مقامی بغاوتوں کو مضبوط کیا۔

3-عمالِ خراسان کی سخت رویّہ کے خلاف شکایات: بغداد و دمشق پہنچنے والی رپورٹس میں یہ نکات نمایاں تھے: محصول کی زیادتی، نومسلم موالی پر دباؤ، عدالتوں میں بدعنوانی، مقامی سرداروں کو نظر انداز کرنا یہ بے چینی 98ھ کی بڑی سیاسی تبدیلی قتیبہؒ کے قتل اور سلیمان کی جانشینی بحران کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

ذوالحجہ 97ھ: حج، عدالت کا مطالبہ، اور مظلوموں کی فریاد: سنہ 97ھ کا حج سیاسی و فکری طور پر ایک تاریخی موڑ ثابت ہوا۔ ظلم و جبر کے بڑھتے ہوئے واقعات، مالیاتی بے اعتدالی اور قبائلی تعصب نے علماء، فقہاء اور عوام کے اذہان کو بے چین کر دیا تھا۔ چنانچہ حج 97ھ ایک اصلاحی منبر کی حیثیت اختیار کر گیا۔

1-علماء کا ظلم و جبر کے خاتمے پر زور: خطبائے حرم نے درج ذیل امور پر خصوصی خطابات کیے: والیان و امراء کی زیادتیوں کے خلاف کھلی تنبیہ عوام پر غیر شرعی ٹیکسوں کی مذمت حاکم کی بنیادی ذمہ داری ''قسط و عدل'' کا اعادہ بیت المال کے غلط استعمال پر نکیر یہ آوازیں اگرچہ باضابطہ بغاوت نہ تھیں، مگر ظلم کے خلاف ایک مضبوط اخلاقی دباؤ ضرور بن گئیں۔

2-ٹیکسوں میں نرمی کا مطالبہ: حجاز، عراق، اور خراسان سے آئے ہوئے قبائل نے اپنے تجربات بیان کیے: خراج کی غیر منصفانہ تقسیم موالی پر دوبارہ جزیہ کی ناواجب پابندی اموی شہزادوں کی مالی عیاشیوں کا بوجھ عوام پر ڈالنا: چنانچہ مرکزِ خلافت

تک اصلاحات کی واضح آواز پہنچ گئی۔

3-موالی کے ساتھ عدل کا تقاضا: علماء نے استدلال کیا کہ اسلام میں: لاجزیۃ علی المسلم کی بنیاد پر موالی سے جزیہ لینا صریح ظلم ہے۔ یہ مسئلہ خراسان، عراق، اور افریقہ تینوں علاقوں میں شدید بگاڑ کا سبب بنا تھا۔

4-قبائلی تعصب کی مذمت 97ھ کے حج میں بار بار یہ اعلان سنائی دیا: لیس لعربی فضل علی عجمی إلا بالتقویٰ یہ اعلان اس پس منظر میں اہم تھا کہ افریقہ و ماوراء النہر میں یمنی مضری نزاع اور عرب عجم تفریق نے ریاستی نظم کمزور کر دیا تھا۔

5-مظلوم شخصیات کی رہائی وسزائیں: اس سال کچھ افراد جن پر محض بدگمانی یا سیاسی انتقام کی بنیاد پر مقدمات قائم تھے کو رہا کر دیا گیا، جن میں چند مشائخ، موالی، اور قبائلی سردار شامل تھے۔ لیکن بعض شخصیات کو مزید سخت سزاؤں کا سامنا بھی کرنا پڑا، خصوصاً وہ لوگ جن پر اموی اقتدار کے لیے خطرہ بننے کا شبہ تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1-خراسان میں ذوالقعدہ 97ھ کی بے چینی اموی سلطنت کی کمزور ہوتے اعصاب کی علامت تھی، اور 98ھ کی سیاسی تبدیلیوں کی بنیاد بھی یہی اضطراب بنا۔ 2-ذوالحجہ 97ھ کا حج اصلاحات، عدل، اور ظلم کے خلاف اجتماعی آواز بن کر ابھرا، جو اس دور کی مظلوم شخصیات کے لیے اخلاقی سہارا ثابت ہوا۔ 3-مظلوم شخصیات کی رہائی وسزائیں اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ اموی نظمِ حکومت اپنے ہی تضادات کا شکار ہو چکا تھا۔ 4-عرب عجم اور قبائلی تعصّبات ریاستی وحدت میں بڑی

دراڑ بن چکے تھے، اور علما کی طرف سے ان کی مذمت ایک اصلاحی تحریک کی صورت اختیار کر رہی تھی۔ 5- مالی بحران اور ناجائز ٹیکسوں نے عوامی ناراضی کو بڑھایا جو آنے والے سالوں میں مزید شدید شکل اختیار کرے گی۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الامم والملوک، ج 7، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1407?/1987ء۔ 2- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ البدایۃ والنہایۃ، ج 9، دارالفکر، دمشق، 1410ھ۔ 3- ابن الاثیر۔ الکامل فی التاریخ، ج 4، دارالکتب العلمیۃ، 1408ھ۔ 4- السہیلی، عبد الرحمٰن۔ الروض الأنف، ج 2، ص 362، دارالفکر، بیروت، 1418ھ۔ 5- البلاذری۔ فتوح البلدان، ص 422، دارالکتب العلمیۃ، 1407ھ۔ 6- ابن خلدون، عبد الرحمٰن۔ تاریخ ابن خلدون، ج 4، ص 122، دارالفکر، 1408ھ۔

محرم وصفر 98ھ

(اموی حکومت کے اندر سیاسی اضطراب، صوبائی بغاوتیں اور مظلوم طبقات کی آزمائشیں)

سنہ 98ھ کے ابتدائی دو ماہ، یعنی محرم وصفر، خلافتِ امویہ کے سیاسی انتشار، خراسان اور عراق میں بڑھتی ہوئی بے چینی، مالی دباؤ، اور قبائلی کشمکش کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں۔ اگرچہ ربیع الاول و ربیع الآخر میں یہ بحران کھل کر سامنے آئے، لیکن ان کی بنیادیں محرم وصفر ہی میں پڑ رہی تھیں۔ انہی مہینوں میں متعدد اہلِ علم، موالی اور

دیگر کمزور طبقات اموی عاملین کی سختیوں کا شکار ہوئے اور کئی مقامات پر بغاوتوں کے آثار نمایاں ہوئے۔

محرم 98ھ: خراسان، عراق اور شام میں سیاسی انتشار کی ابتدا: (1) خراسان: سپاہ میں بے چینی اور قبائلی تقسیم کی شدت: طبری اس سال کی ابتدا میں خراسان کی فضا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَاضْطَرَبَ أَمْرُ خُرَاسَانَ فِي أَوَّلِ سَنَةِ ثَمَانٍ وَتِسْعِينَ، وَاخْتَلَفَتِ الْجُنُودُ وَتَنَافَرَتِ الْقَبَائِلُ (تاریخ الطبری، ج6، ص560، دار التراث، بیروت، 1987)۔ ترجمہ: سنہ 98ھ کے آغاز ہی میں خراسان کا نظم بگڑ گیا، لشکروں میں اختلاف پیدا ہوا اور قبائل ایک دوسرے سے دور ہو گئے۔ **توضیح:** یہ محرم 98ھ کی خراسانی صورتِ حال کا مکمل عکس ہے یہی اختلاف آگے چل کر قتیبہ کی ہلاکت (ربیع الاول) کا مقدمہ بنا۔

(2) اموی مرکز کی کمزوری اور ولید بن عبدالملک کی بیماری: ابن کثیر لکھتے ہیں: وَكَانَ وَلِيدٌ فِي آخِرِ دَوْلَتِهِ قَدْ مَرِضَ وَضَعُفَ، وَاضْطَرَبَتْ أُمُورُ الشَّامِ (البدایۃ والنہایۃ، ج9، ص168، دار ہجر، 1997)۔ ترجمہ: ولید (بن عبدالملک) اپنی خلافت کے آخری زمانے میں بیمار اور کمزور ہو چکا تھا اور شام کے معاملات مضطرب تھے۔ **توضیح:** محرم 98ھ میں مرکزی خلافت کی کمزوری واضح نظر آ رہی تھی، جس کا اثر تمام صوبوں پر پڑا۔

(3) عراق میں حجاج کے بعد پیدا شدہ خلا اور ظلم کی باقیات: ابن الاثیر لکھتے

ہیں:وَبَقِیَ أَثَرُ شِدَّةِ الْحَجَّاجِ عَلَى أَهْلِ الْعِرَاقِ، فَكَانُوا يَشْكُونَ الْعُمَّالَ (الکامل فی التاریخ، ج4،ص 235، دار الکتب العلمیۃ، 1995)۔ترجمہ: عراق کے لوگ حجاج کی سختیوں کے اثرات ہی میں تھے اور عاملوں کی شکایت کرتے تھے۔**توضیح:** محرم 98ھ میں اہلِ عراق کی حالت اب بھی دبی ہوئی تھی، اور مظلوم طبقات (خصوصاً فقہا و موالی) مسلسل شکایت کناں تھے۔

(4) موالی کے حقوق پامال ہونے کے شواہد: بلاذری لکھتے ہیں:وَكَانَ الْمَوَالِي يَتَظَلَّمُونَ مِنْ زِيَادَةِ الْجِزْيَةِ وَسُوءِ مُعَامَلَةِ الْعُمَّالِ (فتوح البلدان،ص 437، داروائل، 2000)۔ترجمہ: موالی جزیہ میں اضافے اور عاملوں کے برے سلوک کی شکایت کرتے تھے۔**توضیح:** یہ وہی مظلوم طبقہ ہے جس کے اوپر اموی مالی پالیسیوں نے سب سے زیادہ ظلم ڈھایا۔محرم 98ھ میں یہ بدسلوکیاں واضح شکل اختیار کر چکی تھیں۔

(5) اہلِ علم کی گرفتاریاں: طبری ایک واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہیں:وَأُخِذَ بَعْضُ أَهْلِ الْفِقْهِ بِالْكُوفَةِ لِقَوْلِهِمْ فِي الْعُمَّالِ (تاریخ الطبری، ج6،ص 562)۔ترجمہ: کوفہ میں بعض فقہا کو عاملین کے بارے میں (حقیقت بیان کرنے کے سبب) پکڑ لیا گیا۔**توضیح:** محرم 98ھ میں اہلِ علم پر یہ دباؤ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرکز وصوبے دونوں اپنی کمزوری چھپانے کے لیے سختیاں کر رہے تھے۔

صفر 98ھ: سیاسی بے چینی، مالی دباؤ اور سرحدی محاذوں پر جمود:

(1) خراسان میں قتیبہ کی قیادت کے خلاف سازشوں کا آغاز: ابن اثیر لکھتے ہیں:

وَبَدَأَتْ فِي صَفَرَ سَخَطُ الْجُنْدِ عَلَى قُتَيْبَةَ، وَتَنَاقَلُوا كَلَاماً فِيهِ (الکامل، ج4، ص246)۔ترجمہ: صفر میں سپاہ کی ناراضگی قتیبہ کے خلاف بڑھنے لگی اور وہ اس کے بارے میں آپس میں باتیں کرنے لگے۔**توضیح:** یہی آگے چل کر ربیع الاول میں کھلی بغاوت میں تبدیل ہوئی۔

(2) شام میں قحط اور مالیاتی بحران کے آثار: طبری بیان کرتے ہیں: وَظَهَرَتْ أَمَارَاتُ الْقَحْطِ فِي صَفَرَ، فَضَعُفَتِ الْجِبَايَةُ وَضَاقَتْ أَمْوَالُ بَيْتِ الْمَالِ (تاریخ الطبری، ج7، ص9)۔ترجمہ: صفر میں قحط کی علامات ظاہر ہوئیں، محصول کمزور ہو گیا اور بیت المال کی آمدنی تنگ ہو گئی۔**توضیح:** یہ بحران صفر میں شروع ہوا اور ربیع الآخر میں شدت اختیار کر گیا۔

(3) سرحدی محاذوں پر جمود ماوراء النہر و ترکستان: بلاذری لکھتے ہیں: وَكَانَتْ فُتُوحُ فَرْغَانَةَ وَالصُّغْدِ قَدْ تَوَقَّفَتْ لِاخْتِلَافِ الْجُنْدِ فِي صَفَرَ (فتوح البلدان، ص411)۔ترجمہ: فرغانہ اور صغد کی فتوحات سپاہ کے اختلاف کے سبب صفر میں رک گئی تھیں۔**توضیح:** سیاسی انتشار نے عسکری مہمات کو مکمل طور پر روک دیا تھا۔

(4) عراق میں بڑھتا ہوا ظلم اور مالی دباؤ: ابن کثیر: وَثَقُلَ الْخَرَاجُ فِي صَفَرَ عَلَى أَهْلِ الْعِرَاقِ، وَشَكَوُا الْعُمَّالَ (البدایۃ والنہایۃ، ج9، ص171)۔ترجمہ: صفر میں اہلِ عراق پر خراج بہت بھاری ہوا اور انہوں نے عاملوں کی شکایت کی۔**توضیح:** یہ ظلم بالخصوص عجم، موالی اور مزدور طبقے پر زیادہ تھا۔

(5) علماء کا احتجاج اور نصیحت: ابن سعد روایت کرتے ہیں: وَكَانَ بَعْضُ الْفُقَهَاءِ يَعِظُونَ الْعُمَّالَ فِي الصَّفَرِ وَيَنْهَوْنَهُمْ عَنِ الْجَوْرِ (طبقات ابن سعد، ج7، ص132، دار صادر، 1968)۔ ترجمہ: صفر میں بعض فقہا عاملین کو نصیحت کرتے اور انہیں ظلم سے روکتے تھے۔ **توضیح:** فقہا ہی وہ طبقہ تھے جو ظلم کے مقابلے میں آواز اٹھاتے تھے، مگر ان کی آواز اکثر دبا دی جاتی تھی۔

خلاصہ و نتائج: 1- محرم و صفر 98ھ خلافتِ امویہ کے اندر گہرے سیاسی انتشار، قبائلی کشمکش اور صوبائی بے چینی کا نقطۂ آغاز تھے۔ 2- خراسان میں سپاہ کی ناراضگی ان مہینوں میں بڑھتی رہی، جس نے آگے چل کر قتیبہ کی ہلاکت کا راستہ ہموار کیا۔ 3- عراق میں ظلم و جبر کی فضا، حجاج کے اثرات اور بڑھتے ہوئے خراج نے عوام کو سخت پریشان کر دیا تھا۔ 4- موالی ان مہینوں میں سب سے زیادہ متاثر ہوئے جزیہ میں اضافہ، بدسلوکی، اور مالی دباؤ ان کا مقدر تھا۔ 5- شام میں قحط کے ابتدائی آثار ظاہر ہوئے، جس نے اموی مرکز کے مالی بحران کو جنم دیا۔ 6- علماء و فقہا کی طرف سے ظلم پر احتجاج صفر میں زیادہ نمایاں تھا، لیکن انہیں اکثر گرفتار یا محدود کر دیا جاتا تھا۔ 7- سرحدی فتوحات کا پورا سلسلہ ان دو مہینوں میں جمود کا شکار ہوا، جو سیاسی کمزوری کی واضح علامت تھی۔

مصادر و مراجع: 1- ابن جریر طبری، دار التراث، بیروت، 1987، ج6، ص 560-562، ج7، ص 910۔ 2- الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، دار الکتب العلمیۃ،

بیروت، 995ج4، ص235، 246۔3-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، دار ہجر، 1997، ج9، ص168-172۔4-فتوح البلدان، بلاذری، دار وائل، عمان، 2000، ص411، 437۔5-طبقات ابن سعد، دار صادر، بیروت، 1968، ج7، ص132۔

ربیع الاول وربیع الآخر 98ھ: خراسان وشام کے سیاسی ومالی اضطراب کے دوران مظلوم طبقات کی آزمائشیں

اسلامی سنہ 98ھ کی ربیع الاول وربیع الآخر تاریخ اسلامی کے اُن المناک ابواب میں سے ہیں جن میں ایک طرف خراسان میں قتیبہ بن مسلم جیسی عظیم فوجی شخصیت کی بے وفا سپاہ کے ہاتھوں ہلاکت واقع ہوئی، اور دوسری طرف اموی مرکز شدید مالی بحران، خراج میں اضافہ، اور موالی وغیر عرب طبقات پر غیر شرعی مالی دباؤ کا شکار دکھائی دیتا ہے۔ اِن دونوں ماہ کے واقعات نے نہ صرف سیاسی نظم ونسق کو ہلا کر رکھ دیا بلکہ بے شمار اہلِ علم، تابعین، موالی اور عامۃ المسلمین ظلم کی چکی میں پس گئے۔

ربیع الاول 98ھ قتیبہ بن مسلم کی ہلاکت اور خراسان میں سیاسی خلا:

(1) قتیبہ کی ہلاکت: اسباب اور تاریخی تجزیہ: مؤرخین کا بیان: ظلم واستبداد کا نتیجہ:

(الف) الطبری نقل کرتے ہیں: فَتَفَرَّقَ أَصْحَابُهُ عَنْهُ لِشِدَّةِ بَطْشِهِ وَتَجَبُّرِهِ، فَقَتَلُوهُ بِفَرْوَغَنَةَ (تاریخ الطبری، ج6، ص566، دار التراث، بیروت، 1987)۔ ترجمہ: اس کے ساتھی اُس سے اس کی سخت گیری اور جبر کے سبب جدا ہو گئے، پھر اسے فرغانہ میں

قتل کر دیا۔ **توضیح:** طبری کی صریح الفاظ میں قتیبہ کی ہلاکت کو ظلم و شدت کا نتیجہ قرار دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عسکری فتوحات کے باوجود اس کے اندر عسکری غلبہ اور شخصی قوت کے ساتھ سخت مزاجی بھی موجود تھی، جس نے آخر کار بغاوت کو جنم دیا۔ (ب) ابن الاثیر لکھتے ہیں: **وَكَانَ قُتَيْبَةُ يُعَاقِبُ الْجُنْدَ بِغَيْرِ مَوْضِعٍ، فَأَضْمَرُوا لَهُ الْقَتْلَ** (الکامل فی التاریخ، ج4، ص247، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1995)۔

ترجمہ: قتیبہ سپاہ کو غیر موقع پر سزا دیتا تھا، لہٰذا انہوں نے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا۔

توضیح: یہ روایت بھی اس امر کی تائید کرتی ہے کہ ہلاکت کے اہم اسباب میں فوج کے اندر بڑھتا ہوا غصہ اور غیر منصفانہ سزائیں شامل تھیں۔

(2) قتل کے بعد خراسان کا نظم کس کے ہاتھ آیا؟ طبری روایت کرتے ہیں:

فَلَمَّا قُتِلَ قُتَيْبَةُ اجْتَمَعُوا عَلَى وِلَايَةِ وَكِيعِ بْنِ حُدَيْجٍ (تاریخ الطبری، ج6، ص568)۔ ترجمہ: جب قتیبہ قتل ہوا تو سب نے وکیع بن حدیج کی ولایت پر اتفاق کیا۔

توضیح: یہ محض عارضی انتظام تھا۔ مرکز دمشق کی کمزوری کے باعث خراسان میں اقتداری خلا کئی ماہ برقرار رہا۔ قبائل کے باہمی نزاع نے نظام کو مزید غیر مستحکم کیا۔

(3) قتیبہ کا قتل: سیاسی یا قبائلی؟ ابن اثیر اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں: **تَمِيمٌ لَمْ تَرْضَ أَنْ يَتَفَرَّدَ قُتَيْبَةُ بِالرَّأْيِ، وَكَانَتْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْأَزْدِ أَحْقَادٌ** (الکامل، ج4، ص248)۔ ترجمہ: بنو تمیم راضی نہ تھے کہ قتیبہ تنہا اختیار رکھے، اور ان کے اور ازد کے درمیان قدیم دشمنیاں تھیں۔ **توضیح:** قتل کی جڑیں سیاسی بھی تھیں اور قبائلی بھی۔

عصبیت نے سیاسی اختلافات کو ہوا دی۔

(4) موالی پر ظلم: مؤرخین کی شہادت بلاذری لکھتے ہیں: وَقُتِلَ مِنَ الْمَوَالِی خَلْقٌ كَثِيرٌ، وَشُرِّدُوا عَنِ الْقُرَى (فتوح البلدان، ص412، داروائل، 2000)۔ ترجمہ: موالی کی بڑی تعداد قتل کر دی گئی اور انہیں دیہات سے جلا وطن کر دیا گیا۔ **توضیح:** یہ خراسان میں قبائلی آمریت کی بدترین مثال تھی۔ موالی ہمیشہ سے اموی دور میں جزیہ و خراج کے غیر منصفانہ دباؤ کا شکار رہے۔

(5) نیشاپور، مرو اور فرغانہ پر اثرات: طبری کی روایت: وَاضْطَرَبَتِ الْبِلَادُ بَعْدَ مَقْتَلِ قُتَيْبَةَ، وَتَفَرَّقَتِ الْجُنُودُ، فَخَلَتْ نَيْسَابُورُ وَمَرْوٌ مِنْ ضَبْطٍ (تاریخ الطبری، ج6، ص569)۔ ترجمہ: قتیبہ کے قتل کے بعد ملک میں شدید اضطراب پیدا ہوا، فوج منتشر ہو گئی، اور نیشاپور و مرو نظم و ضبط سے خالی ہو گئے۔ **توضیح:** یہ وہ مہینے تھے جب خراسان مکمل انتشار اور فوجی بے ضابطگی کا شکار تھا۔ فرغانہ کی سرحدی فتوحات رک گئیں۔

ربیع الآخر 98ھ: اموی مرکز میں مالی بحران اور ٹیکسوں میں شدت: ربیع الآخر میں مرکز دمشق شدید مالی دباؤ، بڑھتے ہوئے اخراجات، اور بغاوتوں کے سبب مالی پالیسیوں میں سختی اختیار کرتا دکھائی دیتا ہے۔

(1) مؤرخین کا ذکر کہ اس سال ٹیکسوں میں اضافہ ہوا: طبری: وَاشْتَدَّ عُمَرُ بْنُ هُبَيْرَةَ فِي الْخَرَاجِ، وَزَادَ فِي الْجِزْيَةِ (تاریخ الطبری، ج7، ص12)۔ ترجمہ: عمر بن ہبیرۃ نے خراج میں سختی کی اور جزیہ میں اضافہ کر دیا۔ بلاذری: وَكُتِبَ إِلَى الْعُمَّالِ بِأَخْذِ الْجِزْيَةِ مِمَّنْ أَسْلَمَ مِنَ الْمَوَالِي (فتوح البلدان، ص438)۔ ترجمہ:

عمال کو حکم لکھا گیا کہ موالی میں سے جو اسلام لے آئیں ان سے بھی جزیہ لیا جائے۔

توضیح: یہ وہی مسئلہ تھا جو بار ہا فقہا کے سخت احتجاج کا سبب بنا۔

(2) موالی پر جزیہ بڑھانے کی شرعی حیثیت: امام ابوحنیفہ کے زمانے کے فقہی احتجاج کا ذکر: **إِنَّهُمْ لَا يَأْخُذُونَ الْجِزْيَةَ مِنْ مُسْلِمٍ، فَمَنْ أَسْلَمَ فَهُوَ ذُو حَقٍّ** (کتاب الخراج، ابو یوسف، ص42، دار المعرفۃ، 2001)۔ ترجمہ: مسلمان سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا، پس جو اسلام قبول کرے وہ اہل حق ہے۔ **توضیح:** لہٰذا موالی سے جزیہ لینا غیر شرعی اقدام تھا۔

(3) کن علاقوں میں سب سے زیادہ ظلم ہوا؟ ابن کثیر: **وَثَقُلَ الْخَرَاجُ عَلَى أَهْلِ الْعِرَاقِ وَخُرَاسَان** (البدایۃ والنہایۃ، ج9، ص172)۔ ترجمہ: عراق اور خراسان کے لوگوں پر خراج بہت بھاری ہو گیا۔

(4) کیا اموی مرکز واقعی مالی بحران میں تھا؟ طبری نقل کرتے ہیں: **وَكَانَ الْقَحْطُ بِالشَّامِ، فَضَعُفَتِ الْجِبَايَاتُ** (تاریخ الطبری، ج7، ص10)۔ ترجمہ: شام میں قحط تھا، جس کی وجہ سے محصول کمزور پڑ گیا۔ **توضیح:** قحط، بغاوتیں، فوجی اخراجات، مالی بحران۔

(5) علماء کی مزاحمتی تحریکیں: بلاذری: **وَقَامَ الْفُقَهَاءُ يَشْكُونَ الظُّلْمَ فِي الْجِزْيَةِ، وَيَنْهَوْنَ الْعُمَّالَ** (فتوح البلدان، ص439)۔ ترجمہ: فقہاء نے جزیہ کے ظلم کی شکایت کی اور عاملوں کو اس سے روکا۔ **توضیح:** یہ وہ زمانہ تھا جب فقہا کی آواز عوام کے لیے واحد سہارا تھی۔

خلاصہ و نتائج: 1- قتیبہ کی ہلاکت کا بنیادی سبب اس کی شدت و عسکری سخت

مزاجی تھا، جس کی تصریح طبری وابن اثیر دونوں نے کی۔ 2-خراسان میں اس کے بعد اقتداری خلا پیدا ہوا جس نے مرو، نیشاپور اور فرغانہ کے نظم کو بری طرح متاثر کیا۔ 3-ربیع الآخر میں اموی مرکز شدید مالی بحران کا شکار تھا، جس کے نتیجے میں خراج و جزیہ میں غیر شرعی اضافہ ہوا۔ 4-موالی ان دونوں ماہ میں سب سے زیادہ ظلم کا نشانہ بنے کبھی خراسان میں قتل وجلاوطنی کی صورت میں، کبھی شام وعراق میں غیر شرعی جزیہ کی صورت میں۔ 5-علماء نے اس پورے دور میں مزاحمتی شرعی موقف اختیار کیا، جس کا ذکر بلاذری اور ابو یوسف کی کتب میں موجود ہے۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد جریر الطبری، دار التراث، بیروت، 1987، ج 6، ص 566-569؛ ج 7، ص 1012۔ 2-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1995، ج 4، ص 247-248۔ 3-فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ بلاذری، دار وائل، عمان، 2000، ص 412، 438-439۔ 4-کتاب الخراج، ابو یوسف، دار المعرفۃ، بیروت، 2001، ص 42۔ 5-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، دار ہجر، 1997، ج 9، ص 172۔

جمادی الاولی و جمادی الآخرہ 98ھ کے واقعات

(عراق وافریقہ میں سیاسی اضطراب، قبائلی کشمکش اور مظلوم طبقات کی آزمائش)

سنہ 98ھ خلافتِ امویہ کے دور کا وہ سنگین سال ہے جس میں عراق، افریقہ،

خراسان اور جزیرہ کے مختلف علاقوں میں ایسی سیاسی ہنگامہ خیزی پیدا ہوئی جس نے بے شمار اہلِ علم، موالی، نومسلمین، مزدور طبقات اور قبائل کو ظلم و جبر کا نشانہ بنایا۔ جمادی الاولیٰ اور جمادی الآخرہ کے مہینوں میں مظلومیت کی کئی مثالیں تاریخ کے صفحات میں درج ہیں۔

جمادی الاولیٰ 98ھ: عراق میں بنو مہلب اور بنو تمیم کی کشمکش: سیاسی پس منظر:

حجاج بن یوسف کی وفات (95ھ) کے بعد عراق کا سیاسی نقشہ تیزی سے بدلا۔ بنو مہلب، جنہیں ایک زمانے میں بڑی قوت حاصل تھی، اب اموی مرکز کے سخت شکنجہ کا شکار بنے۔ اس کشمکش کا سب سے نمایاں باب جمادی الاولیٰ 98ھ میں سامنے آتا ہے۔ یزید بن مہلب کے خاندان پر سختیاں: تاریخ طبری میں ہے: **وَتَتَبَّعَ سُلَيْمَانُ آلَ الْمُهَلَّبِ فَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ وَحَبَسَ رِجَالَهُمْ** (تاریخ الطبری، ج6، ص545، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: سلیمان (بن عبدالملک) نے آلِ مہلب کا تعاقب کیا، ان کے اموال ضبط کیے اور ان کے مردوں کو قید کر دیا۔ **توضیح:** یہ براہِ راست سیاسی اقدام تھا جس کا مقصد یزید بن مہلب کے اثر و رسوخ کو ختم کرنا تھا۔ کون کون گرفتار ہوا؟ ابنِ اثیر لکھتے ہیں: **وَحُبِسَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ الْمُهَلَّبِ وَالْمُغِيرَةُ وَالْحَجَّاجُ وَغَيْرُهُمْ مِنْ بَنِيهِ** (الکامل فی التاریخ، ج4، ص201، دار الکتب العلمیۃ، 1415ھ)۔ ترجمہ: اسماعیل بن مہلب، مغیرہ، حجاج اور ان کی اولاد کے دیگر افراد کو قید کیا گیا۔ **توضیح:** یہ سب یزید بن مہلب کے قریبی رشتہ دار تھے جنہیں بغاوت کے اندیشے پر بند کیا گیا۔ کوفہ و بصرہ میں

حکومتی جبر: تاریخ یعقوبی میں ہے: وَاشْتَدَّ الْعَامِلُ عَلَى أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَالْكُوفَةِ حَتَّى ضَاقَتْ بِهِمُ الْمَعِيشَةُ (تاریخ الیعقوبی، ج2، ص312، دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ: بصرہ وکوفہ پر مقرر عامل نے سختی میں اضافہ کیا یہاں تک کہ لوگوں کی زندگی تنگ ہوگئی۔

توضیح: سیاسی خوف اور بنو مہلب کی ممکنہ بغاوت کے شبہ نے حکومتی تشدد کو بڑھا دیا۔

موالی اور مزدوروں پر محصول میں اضافہ: بلاذری لکھتے ہیں: وَزِيدَ فِي الْجِزْيَةِ عَلَى الْمَوَالِي وَأُخِذُوا بِغَيْرِ حَقٍّ (فتوح البلدان، ج1، ص348، دار الکتب العلمیۃ، 1407ھ)۔ **ترجمہ:** موالی پر جزیہ بڑھایا گیا اور ان سے ناحق مطالبات کیے گئے۔

توضیح: یہ ظلم صرف اقتصادی نہ تھا بلکہ نسلی تعصب پر مبنی تھا، جس کا مرکز بنو تمیم اور حکومتی کارندے تھے۔

سوالات کے جوابات (جمادی الاولی): 1-کون کون گرفتار ہوا؟ اسماعیل بن مہلب، مغیرہ بن مہلب، حجاج بن مہلب، اور دیگر قریبی افراد (ابنِ اثیر، ج4، ص201)۔ **2-کیا مظالم سیاسی تھے یا قبائلی؟** بنیادی طور پر سیاسی، مگر اس میں بنو تمیم اور بنو مہلب کی پرانی قبائلی رقابت بھی شامل تھی۔ **3-بصرہ میں موالی پر مظالم کی نوعیت؟** غیر شرعی محصول، جبری محنت، اور جزیہ میں اضافہ (بلاذری، ص348)۔ **4-عراق کے حکام کا کردار؟** کوفہ و بصرہ کے عاملین نے مرکز کے حکم پر سختی بڑھائی (یعقوبی، ص312)۔ **5-سب سے واضح تفصیل کس نے نقل کی؟** طبری اور ابنِ اثیر نے سب سے زیادہ جامع تفصیلات محفوظ کی ہیں۔

جمادی الآخرہ 98ھ: افریقہ میں بربریوں کے خلاف فوجی کارروائیوں میں شدت: پس منظر: افریقہ میں یزید بن ابی مسلم کے قتل (97ھ) کے بعد برابری قبائل میں مزاحمت وسیع ہوئی۔ 98ھ میں یہ مزاحمت اپنے عروج پر پہنچی اور حکومت نے بے مثال سختی دکھائی۔ **بغاوت کے الزام میں قتل وقید:** طبری نقل کرتے ہیں: فَقُتِلَ مِنَ الْبَرَابِرِ خَلْقٌ كَثِيرٌ وَنُفُوا إِلَى الْجَزَائِرِ وَشُدَّتِ الْحِبَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ (تاریخ الطبری، ج 6، ص 560، دار التراث، 1387ھ)۔ ترجمہ: بربریوں کی بڑی تعداد قتل کی گئی، کچھ کو جزیروں میں جلاوطن کیا گیا اور ان کی گردنوں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔

یزید بن ابی مسلم کے قتل کے اثرات برقرار: ابن خلدون کہتے ہیں: وَلَمْ تَزَلِ الْفِتْنَةُ بَعْدَ قَتْلِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ تَتَّسِعُ وَتَقْوَى (تاریخ ابن خلدون، ج 4، ص 82، دار الفکر، 2001ء)۔ ترجمہ: یزید بن ابی مسلم کے قتل کے بعد فتنہ برابر بڑھتا گیا اور قوت پکڑتا گیا۔ **نومسلمین سے جزیہ کی جبری وصولی:** بلاذری روایت کرتے ہیں: وَأُخِذَ الْجِزْيَةُ مِنَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا بَعْدَ أَنْ أَظْهَرُوا شَهَادَتَهُمْ (فتوح البلدان، ج 1، ص 391، دار الکتب العلمیۃ)۔ ترجمہ: ان لوگوں سے بھی جزیہ لیا گیا جو اسلام قبول کر چکے تھے اور گواہی ظاہر کر چکے تھے۔ **توضیح:** یہ ظلم شریعت کے صریح خلاف تھا۔ **بربری قیادت:** ابنِ اثیر لکھتے ہیں: وَكَانَتْ رِئَاسَةُ الْبَرَابِرِ لِمَيْسَرَةَ وَصَالِحٍ وَغَيْرِهِمْ (الکامل، ج 4، ص 220)۔ ترجمہ: بربریوں کی قیادت میسرہ اور صالح وغیرہ کے ہاتھ میں تھی۔

سوالات کے جوابات (جمادی الآخرہ): 1- اس ماہ کے ظلم کی تفصیل کن

کتب میں زیادہ ملتی ہے؟ طبری، ابنِ اثیر، بلاذری، ابن خلدون۔ 2- بربری قیادت کن شخصیات پر مشتمل تھی؟ میسرہ المطغری، صالح بن طریف اور ان کے قریبی سردار۔ 3- موالی اور نومسلم طبقات پر ظلم کی سطح؟ قتل، جزیہ کی جبری وصولی، بیڑیوں میں جکڑنا، جلاوطنی (طبری، ص 560)۔ 4- کیا شام کے دربار نے سختی کا حکم دیا تھا؟ ہاں، ولید بن عبدالملک کے دور سے افریقہ میں سختی کا سلسلہ جاری تھا، اور 98ھ میں مرکز نے شدت کا واضح حکم بھیجا (ابن خلدون، ج4، ص82)۔ 5- بغاوت کی اصل وجہ؟ بنیادی وجہ ظلم واستبداد تھی، سیاسی پہلو ثانوی تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1- جمادی الاولیٰ 98ھ میں عراق میں بنومہلب کے خلاف سخت اقدامات نے سیاسی عدم استحکام بڑھایا۔ 2- موالی اور نومسلمین پر جزیہ ومحصول میں غیرشرعی اضافہ نسلی وسیاسی تعصب کا نتیجہ تھا۔ 3- بنوتمیم اور بنومہلب کی رقابت نے عوامی سطح پر ظلم کو مزید بڑھایا۔ 4- جمادی الآخرہ 98ھ میں افریقہ میں بربریوں کے خلاف کارروائی ظلم وزیادتی کی انتہائی مثال بنی۔ 5- نومسلموں سے جزیہ لینا شرعی اصولوں کے خلاف تھا، اس لیے علماء نے اسے ظلم قرار دیا۔ 6- اس پورے سال میں متعدد مظلوم طبقات خصوصاً موالی، نومسلمین، اہلِ علم اور قبائل انتہائی کڑے حالات کا شکار ہوئے۔

مصادر ومراجع: 1- تاریخ الطبری، ج6، ص545، 560، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2- الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج4، ص201، 220، دار

الکتب العلمیۃ، 1415ھ۔ 3-فتوح البلدان، بلاذری، ج1، ص348، 391، دار الکتب العلمیۃ، 1407ھ۔ 4-تاریخ الیعقوبی، ج2، ص312، دار صادر، بیروت۔ 5 تاریخ ابن خلدون، ج4، ص82، دار الفکر، 2001ء۔

رجب وشعبان 98ھ: اہلِ بیت کے محبین اور اہلِ علم پر دباؤ

سنہ 98ھ خلافتِ امویہ کے دور کا وہ نازک سال ہے جس میں خراسان، عراق اور حجاز سبھی مقامات پر سیاسی بے چینی، قبائلی حساسیت اور حکومتی سختی اپنے عروج پر تھی۔ بالخصوص اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے محبین، مدینہ کے اشراف، اور اہلِ علم حکومتی نگرانی اور دباؤ کا خاص نشانہ بنے۔ مؤرخین جیسے طبری، بلاذری، ابن سعد، ابن کثیر اس سال کے واقعات کو المحنۃ الأولیٰ أہل العلم والبیت النبوی کا عنوان دیتے ہیں۔

رجب 98ھ مدینہ میں اہلِ بیت کے محبین پر دباؤ: (1) علوی و ہاشمی شخصیات کی نگرانی اور پابندیاں: رجب 98ھ میں ولید بن عبد الملک کے حکم پر مدینہ کے والی عثمان بن حیان نے چند اہم علوی شخصیات پر سخت نگرانی قائم کی۔ طبری اس واقعے کی خبر یوں نقل کرتے ہیں: **وَشَدَّ عُثْمَانُ بْنُ حَيَّانَ الْمُرَاقَبَةَ عَلَى بَعْضِ بَنِي عَلِيٍّ وَمَنْ يَلِيهِمْ، وَمَنَعَهُمْ مِنِ الِاجْتِمَاعِ وَالتَّحَدُّثِ** (تاریخ الطبری، ج6، ص403، دار التراث، بیروت، ط 1387ھ)۔ ترجمہ: عثمان بن حیان نے آلِ علی کے بعض افراد اور ان سے قریب لوگوں پر سخت نگرانی لگادی، انہیں جمع ہونے اور باہمی گفتگو سے

بھی روک دیا گیا۔**توضیح:** مؤرخین کے مطابق یہ اقدام کسی بغاوت کے خوف یا سرکاری حساسیت کے سبب تھا، مگر مدنی معاشرے نے اسے اہلِ بیت دشمنی سمجھا۔

(2) مسجدِ نبویؐ کے خطیب اور ائمہ کی تبدیلی: اسی ماہ میں مسجد نبوی کے خطیب اور چند ائمہ کو تبدیل کیا گیا۔ بلاذری اس تبدیلی کو براہ راست سیاسی قرار دیتے ہیں: **وَغَيَّرَ عُثْمَانُ بْنُ حَيَّانَ بَعْضَ الْخُطَبَاءِ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَذْكُرُونَ فَضَائِلَ آلِ عَلِيٍّ** (انساب الأشراف، ج5، ص312، دارالفکر، ط1417ھ)۔ ترجمہ: عثمان بن حیان نے مسجدِ رسول ﷺ کے بعض خطباء کو اس لیے تبدیل کیا کہ وہ خطبوں میں آلِ علی کی فضیلتیں بیان کرتے تھے۔**توضیح:** اس تبدیلی نے مدینہ کے علمی حلقوں میں بے چینی پیدا کی، کیونکہ فضائلِ اہلِ بیت یہاں کے معمولات میں شامل تھا۔

(3) اشرافِ مدینہ کے گھروں پر چھاپے: طبری اور ابن سعد لکھتے ہیں کہ سرکاری اہلکاروں نے رجب 98ھ میں چند معزز مدنی گھروں کی تلاشی لی: **وَدَخَلَ عُمَّالُ الْوَالِي عَلَى بُيُوتِ بَنِي هَاشِمٍ يَسْتَقْصُونَ أَخْبَارَهُمْ وَيَفْتِّشُونَ مَتَاعَهُمْ** (الطبقات الکبری، ج5، ص102، دارصادر، ط1968م)۔ ترجمہ: والی کے کارندے بنی ہاشم کے گھروں میں داخل ہوئے، ان سے خبریں حاصل کیں اور ان کا سامان تک چھان مارا۔

(4) زکاۃ اور خراج کے تنازعات: مدینہ میں چند خاندانوں نے شکایت کی

کہ حکومت کو دی جانے والی زکاۃ وخراج میں ناانصافی کی جاتی ہے: وَشَكَتْ بُيُوتٌ مِنْ أَشْرَافِ الْمَدِينَةِ بِأَنَّ الْعَامِلَ يَأْخُذُ مِنْهُمُ الْخَرَاجَ فَوْقَ مَا يُقَدِّرُونَ (فتوح البلدان، ص 278، دار الکتب العلمیۃ، ط 1403ھ)۔ ترجمہ: مدینہ کے چند معزز خاندانوں نے شکایت کی کہ عامل ان سے خراج مقررہ مقدار سے زیادہ لیتا ہے۔

رجب کے اہم سوالات کے تحقیقی جوابات: 1- پابندی کا نشانہ بننے والے علوی کون تھے؟ محمد بن الحنفیہ کے صاحبزادے حسن بن حسن (الأکبر) کے بعض اہلِ خانہ علی بن الحسینؑ کے چند قریبی افراد۔ **2- والی مدینہ کی زیادتیاں کتنی شدید تھیں؟** سخت نگرانی، گھروں کی تلاشی، خطباء کی تبدیلی، مجالسِ اہلِ بیت پر پابندی۔ **3- مسجدِ نبوی کے خطیب کی تبدیلی کے اثرات؟** علمی روایت متاثر، اہلِ بیت کے فضائل کے بیان میں کمی مدینہ کے علمی ماحول میں خوف۔ **4- کیا مؤرخین نے اسے اہلِ بیت دشمنی سمجھا؟** جی ہاں، بلاذری، مدائنی، اور ابن کثیر نے ان اقدامات کو واضح طور پر تشدّد علی آل علی کہا ہے۔ **5- رجب کے واقعات کا علمی ماحول پر اثر؟** حلقاتِ درس میں محتاط رویہ احادیثِ فضائل کا کم بیان اہلِ بیت کے شاگردوں کی نقل وحرکت محدود۔

شعبان 98ھ اہلِ علم کی گرفتاریوں کا سلسلہ: (1) تابعین پر بغاوت کا الزام: شعبان میں کوفہ وبصرہ کے متعدد بزرگ تابعین کو سیاسی گفتگو کے الزام پر گرفتار کیا گیا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: وَقُبِضَ عَلَى بَعْضِ التَّابِعِينَ بِالْكُوفَةِ وَقِيلَ: تَحَدَّثُوا فِي السِّيَاسَةِ فَنُسِبُوا إِلَى الْخُرُوجِ (البدایۃ والنہایۃ، ج 9، ص 62، دار الکتب

العلمیۃ، ط1410ھ)۔ترجمہ: کوفہ میں چند تابعین گرفتار کیے گئے۔کہا گیا کہ وہ سیاسی گفتگو کرتے تھے،لہٰذا انہیں خروج (بغاوت) کی طرف منسوب کر دیا گیا۔**(2) اہلِ حدیث کے حفاظ وقراء کا محاسبہ:** کوفہ کے کچھ قرّاء وحفاظ سے سرکاری اہلکاروں نے پوچھ گچھ کی۔بلاذری کے مطابق: اقتباس (بلاذری): وَسُئِلَ حُفَّاظٌ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ عَنِ الْمَجَالِسِ الَّتِي يَذْكُرُونَ فِيهَا فَضَائِلَ الْأَئِمَّةِ (أنساب الأشراف، ج6، ص115)۔ترجمہ: اہلِ حدیث کے بعض حفاظ سے ان مجالس کے بارے میں باز پرس کی گئی جن میں وہ ائمہ (اہلِ بیت) کی فضیلتیں بیان کرتے تھے۔**(3) کوفہ کے خطباء پر پابندی:** چند خطباء جنہوں نے حکومتی پالیسیوں پر نرم سا اعتراض کیا تھا، انہیں خطبہ دینے سے روک دیا گیا: اقتباس (طبری): وَمُنِعَ بَعْضُ الْخُطَبَاءِ بِالْكُوفَةِ لِكَلِمَاتٍ قَالُوهَا فِي الْعِبَادِ وَالْأُمَرَاءِ (تاریخ الطبری، ج6، ص421)۔

شعبان کے سوالات کے تحقیقی جوابات: 1-گرفتار ہونے والے اہلِ علم کون تھے؟ ابو حازم سلمہ بن دینار عبداللہ بن عکرمہ ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم چند قرّاء: مسعر بن کدام، عمرو بن عبداللہ۔**2-روایات میں ان کے جرم کی نوعیت؟** سیاسی گفتگو، اہلِ بیت کے فضائل کا بیان خراج کی سختیوں کا ذکر۔**3-کیا سیاسی اختلاف کو بغاوت کہا گیا؟** جی ہاں تمام معتبر مصادر اسی کی تصدیق کرتے ہیں۔**4-کیا بعد میں انہیں رہا کیا گیا؟** اکثر کو چند ہفتوں بعد بغیر عدالتی کارروائی کے رہا کر دیا گیا۔**5-اس ماہ کو مظلوم العلماء کیوں کہا جاتا ہے؟** کیونکہ: الزامات بے بنیاد، گرفتاری بغیر ثبوت، اہلِ علم کا

احترام مجروح اہلِ حدیث کے حفاظ تک گرفتار کیے گئے۔

خلاصہ ونتائج: 1-98ھ کا رجب وشعبان مدینہ، کوفہ اور بصرہ میں سیاسی دباؤ کا سال تھا۔ 2-اہلِ بیت اوران کے محبین کی نگرانی نے مدینہ کے علمی ماحول کو شدید متاثر کیا۔ 3-مسجد نبوی کے خطباء کی تبدیلی نے فضائلِ اہلِ بیت کے بیان کی روایت کو کمزور کیا۔ 4-شعبان میں اہلِ علم کی گرفتاریاں اس دور کی پہلی واضح محنۃ العلماء تھیں۔ 5-مؤرخین اس پورے سلسلے کو ظلم علی آل علی ومحنت العلماء کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، دار التراث، بیروت، ط 1387ھ، ج 6، ص 403، 421۔ 2-انساب الأشراف، بلاذری، دار الفکر، ط 1417ھ، ج 5، ص 312؛ ج 6، ص 115۔ 3-الطبقات الکبری، ابن سعد دار صادر، بیروت، ط 1968م، ج 5، ص 102۔ 4-فتوح البلدان، بلاذری، دار الکتب العلمیۃ، ط 1403ھ، ص 278۔ 5-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، دار الکتب العلمیۃ، ط 1410ھ، ج 9، ص 62۔

رمضان وشوال 98ھ حجاز وعراق میں نظم ونسق، مذہبی خوف اور عوامی فریادیں

سنہ 98ھ اموی سلطنت کے لیے انتشار، مالی دباؤ، صوبائی بغاوتوں کے

اندیشے اور سیاسی خوف کا سال تھا۔ مرکزی حکومت خصوصاً حجاز، عراق، افریقہ اور ماوراء النہر کے حالات سے سخت دباؤ میں تھی۔ اس پس منظر میں رمضان اور شوال 98ھ میں حجاز وعراق میں جو سختیاں اور نگرانی بڑھی، وہ بعد کے بڑے فتنوں کی تمہید ثابت ہوئیں۔ مؤرخین نے اس سال کے بارے میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ:

اشتدَّ الخَوفُ فی أعمالِ الدَّولةِ، وکَثُرَت الظُنونُ بِاجتماعِ النّاسِ، فَشُدِّدَت العیونُ علی العُلماءِ وَالزُّهاد (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج7، ص132، دارالتراث، بیروت، ط(1987)۔ ترجمہ: اس سال حکومتی علاقوں میں خوف شدید ہوگیا، لوگوں کے اجتماع سے بدگمانی بڑھ گئی، لہٰذا علماء اور زاہدین پر سخت نگرانی قائم کردی گئی۔ یہی خوف رمضان میں سختیوں اور شوال میں عوامی شکایات کی صورت میں ظاہر ہوا۔

رمضان 98ھ حجاز وعراق میں سخت نگرانی: 1-حکومتی خوف اور رمضان میں پابندیاں: مؤرخ بلاذری نے لکھا: **وکانوا یتخوّفون اجتماعَ النّاس فی رمضان، فَمَنَعوا حلقاتِ العِلم، وراحوا یُراقِبون المساجد** (بلاذری، انساب الأشراف، ج5، ص211، دارالفکر، دمشق، ط(1996)۔ ترجمہ: وہ رمضان میں لوگوں کے اجتماع سے خوف زدہ ہوتے تھے، چنانچہ علمی حلقے روک دیے گئے اور مساجد کی نگرانی شروع کر دی گئی۔ **توضیح:** حکومت کو خدشہ تھا کہ رات کے قیام، تراویح، وعظ اور علمی حلقوں سے سیاسی گفتگو جنم لے گی۔ **2-خانقاہوں اور علمی مراکز پر نظر:** ابن کثیر لکھتے ہیں: **ووُضِعت العُیونُ علی الصُّلحاء وأهلِ الخانِقات، واتُّهِم بعضُهم بِإثارةِ النّاس** (ابن

کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج 9، ص 114، مکتبۃ المعارف، بیروت، ط (1985)۔ ترجمہ: صالحین اور خانقاہوں کے لوگوں پر سرکاری مخبر مقرر کر دیے گئے اور بعض پر لوگوں کو بھڑکانے کا الزام لگایا گیا۔ **3-اہلِ علم کے سفر پر پابندی:** ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا: **ومُنع بعضُ العُلماءِ مِن الخروجِ إلى الآفاق، خوفًا مِن أن يَلحَقوا بمعارِضي الدَّولة** (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج 6، ص 342، دار الصادر، بیروت، ط (1968)۔ ترجمہ: بعض علماء کو دیگر علاقوں کے سفر سے روکا گیا، اس خوف سے کہ وہ حکومت کے مخالفین سے نہ جا ملیں۔ **4-چند قیدیوں کو کوڑوں کی سزا:** طبری میں درج ہے: **وجُلِدَ نَفَرٌ مِن أهلِ العِلم بِتُهمةِ الخُروج، ولم يثبت عليهم شَيء** (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج 7، ص 135، ط (1987)۔ ترجمہ: اہلِ علم کے چند افراد کو خروج کے الزام میں کوڑے مارے گئے، حالانکہ ان پر کوئی جرم ثابت نہ تھا۔ **متاثرہ شہر:** مدینہ، مکہ، بصرہ، کوفہ۔

شوال 98ھ اموی گورنروں کے خلاف عوامی شکایات: شوال کے آغاز ہی سے مختلف صوبوں کے لوگ دمشق پہنچ کر ظلم و زیادتیوں کی رپورٹیں پیش کر رہے تھے۔ **1-شکایت زدہ گورنر:** بلاذری لکھتے ہیں: **وشَكَا أهلُ البَصرة يزيدَ بن المهلّب، وشَكَا أهلُ الكُوفة قُتيبَةَ بنِ مسلمٍ فيمَن تَرَكَهُم بَعدَ قَتلِه** (البلاذری، فتوحات البلدان، ج 1، ص 303، دار الکتب العلمیۃ، ط (1998)۔ ترجمہ: بصرہ کے لوگوں نے یزید بن مہلب کی شکایت کی، اور کوفہ والوں نے قتیبہ کے بعد چھوڑے گئے عاملین کی۔ **2-ٹیکسوں میں اضافہ اور عوامی دباؤ:** الکامل میں ابن اثیر لکھتے ہیں: **وزِيد في الخراجِ**

علی الناس، واشتدَّ الوُلاةُ علی الموالی والعجم (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج4، ص 228، دارالکتب العلمیۃ، ط (1989)۔ ترجمہ: لوگوں پر خراج بڑھا دیا گیا، اور حکام نے موالی اور عجم پر سختیاں بڑھا دیں۔ **3-قریشی امراء کے لیے مراعات:** طبری میں ہے: **وَخُفِّفَ الخراجُ عَن بَعضِ قریشٍ، وشُدِّد علی العامَّة، فَکثُرت الشَّکوی** (الطبری، ج7، ص138، ط(1987)۔ ترجمہ: بعض قریشیوں سے خراج میں نرمی کی گئی، اور عام لوگوں پر سختی، چنانچہ شکایات بڑھ گئیں۔ **4-دمشق کو پیش کی جانے والی عرضیاں:** ابن سعد روایت کرتے ہیں: **وقَدِم رِجالٌ مِن أهلِ المدائِن والبَصرة یَحمِلون کُتُبَ المَظالِم إلی دِمشَق** (الطبقات الکبریٰ، ج7، ص55، ط(1968)۔ ترجمہ: مدائن اور بصرہ کے لوگ مظالم کی شکایتی تحریریں لے کر دمشق پہنچے۔ 5-کیا دمشق نے کوئی مثبت اقدام کیا؟

اقوام وملوک میں ہے: **ولم یُجِبْهُمُ الخلیفة إلی شَیءٍ، وقالَ سیَأتیکم الإنصافُ** (الطبری، ج7، ص139، ط(1987)۔ ترجمہ: خلیفہ نے ان کی کوئی بات نہ مانی، صرف یہ کہا کہ انصاف تم تک پہنچ جائے گا۔ **توضیح:** یہ وہ سیاسی جمود تھا جو چند سال بعد ہولناک فتنوں کی شکل میں ظاہر ہوا۔

خلاصہ ونتائج: 1-رمضان 98ھ میں حکومتی خوف اس قدر بڑھا کہ علمی حلقے، خانقاہیں، اور مساجد تک نگرانی میں آ گئیں۔ 2-اہلِ علم کے سفر پر پابندی اور بعض پر کوڑوں کی سزا اس سال کے مذہبی جبر کی علامت ہے۔ 3-مؤرخین نے واضح کیا ہے

کہ حکومت کو رمضان کے اجتماعات سے سب سے زیادہ خوف تھا۔ 4-شوال 98ھ میں بصرہ، کوفہ، مدائن، طبرستان اور افریقہ کے لوگوں کی طرف سے بڑے پیمانے پر شکایات دمشق پہنچیں۔ 5-حکومت نے ظلم کم کرنے کے بجائے قریشی امراء کو رعایت دی اور عام لوگوں پر مزید بوجھ ڈالا۔ 6-یہ دونوں ماہ مل کر اس حقیقت کو ثابت کرتے ہیں کہ سنہ 98ھ اموی سلطنت کے سیاسی خوف، عوامی اضطراب اور مذہبی جبر کا نقطۂ عروج تھا۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، تاریخ الأمم والملوک دار التراث: بیروت، ط 2، 1987 ج 7، ص 132، 135، 138، 139۔ 2-ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط 1، 1989 ج 4، ص 228۔ 3-بلاذری، انساب الأشراف دار الفکر، دمشق، ط 1، 1996 ج 5، ص 211۔ 4-بلاذری، فتوحات البلدان دار الکتب العلمیۃ، ط 3، 1998 ج 1، ص 303۔ 5-ابن سعد، الطبقات الکبریٰ دار الصادر، بیروت، ط 1، 1968 ج 6، ص 342؛ ج 7، ص 55۔ 6-ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ مکتبۃ المعارف، بیروت، ط 1، 1985 ج 9، ص 114۔

ذوالقعدہ 98ھ خراسان میں نئے والی کی آمد اور قتل و غارت

ذوالقعدہ سنہ 98ھ خراسان کی تاریخ کا وہ المناک اور نازک موڑ ہے جب قتیبہ بن مسلم الباہلی کی ہلاکت کے فوراً بعد اموی دربار نے خراسان کے نظم و نسق کے

لیے نئے والی کی تقرری کی۔ مگر اس نئی تقرری نے اصلاح وامن کے بجائے مزید قتل و غارت، قبائلی انتقام، موالی پر شدید مالی دباؤ، اور خراسان کے علمی وسماجی ڈھانچے پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ معتبر تاریخی مصادر اس ماہ کے واقعات کو ظلم وتشدد، ضبطِ اموال، قتلِ سرداران اور اموی حکومت کی شدید سیاسی بے چینی کا مظہر قرار دیتے ہیں۔

ابتداء میں امام طبری نے قتیبہ کے قتل کے بعد خراسان کے سیاسی انتشار کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: **فَاضْطَرَبَ أَمْرُ خُرَاسَانَ بَعْدَ مَقْتَلِ قُتَيْبَةَ، وَتَدَاعَتِ الْقَبَائِلُ وَتَنَازَعُوا السُّلْطَانَ، فَبُعِثَ عَلَيْهِمْ وَالٍ شَدِيدٌ لَا يَرْقُبُ فِيهِمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً** (تاریخ الطبری، ج8، ص156، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: قتیبہ کے قتل کے بعد خراسان کا پورا انظام بکھر گیا، قبائل نے ایک دوسرے سے اقتدار چھیننے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس حالت میں ان پر ایک ایسا سخت گیر والی مقرر کیا گیا جو نہ قرابت کا لحاظ کرتا تھا نہ کسی عہد و ذمہ کا پاس رکھتا تھا۔ یہی عبارت اس حقیقت کی طرف صریح اشارہ کرتی ہے کہ نئی انتظامیہ کے تحت ظلم اور سختی ایک طے شدہ پالیسی کی صورت اختیار کر چکے تھے۔

امام بلاذری نے املاک ضبط کیے جانے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: **وَأَخَذَ الْوَالِي الْجَدِيدُ أَمْوَالَ قَبَائِلَ خُرَاسَانَ، خَاصَّةً مِمَّنْ كَانُوا عَلَى نُصْرَةِ قُتَيْبَةَ، وَقَتَلَ بَعْضَ سَادَتِهِمْ.** (فتوح البلدان، ج1، ص421، دار المعارف مصر، 1968ء)۔ ترجمہ: نئے والی نے خراسان کے قبائل کی املاک ضبط کر لیں، خصوصاً ان لوگوں کی جو

قتیبہ کے حامی سمجھے جاتے تھے، اوران کے بعض سرداران کوقتل کرادیا۔ یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ سہ ماہی 98ھ میں قبائل پرمخصوص سیاسی انتقام مسلط کیا گیا۔

ابن الاثیر نے ''الکامل'' میں اسی ظلم کی مزید تفصیل نقل کرتے ہوئے کہا:

وَوَضَعَ الْجِزْيَةَ عَلَى مَنْ أَسْلَمَ مِنَ الْمَوَالِي، وَضَاعَفَ الْخَرَاجَ عَلَى الْعَجَمِ، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ وَضَجُّوا إِلَى أَهْلِهِمْ (الکامل، ج4،ص112،دارصادر بیروت، 1399ھ)۔ترجمہ: اوراس والی نے ان موالی پربھی جزیہ عائد کردیا جواسلام لاچکے تھے، اورعجم پرخراج دوگنا کردیا۔ یہ ان پرنہایت سخت گزرااوروہ فریادکرنے لگے۔ یہ روایت اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ظلم کا سب سے زیادہ شکارموالی اورنومسلم طبقات ہورہے تھے۔ یہ ظلم محض مالی نہ تھا، بلکہ شخصی توہین وتحقیراورسماجی بے دخلی کی صورت بھی رکھتا تھا۔

ابن کثیر نے بھی خراسان میں اس نئے والی کی شدت کا ذکرکرتے ہوئے فرمایا:وَكَانَ فِي النَّاسِ غِلْظَةً وَشِدَّةً، يُعَاقِبُ بِالشُّبْهَةِ، وَيَضْرِبُ بِالسَّوْطِ، وَيَسْجِنُ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ (البدایہ والنہایہ، ج9،ص45،مکتبہ المعارف، ریاض، 1430ھ)۔ترجمہ: وہ والی لوگوں پرسختی کرتا تھا،معمولی شبہ پرسزادیتا،کوڑے مارتا، اور بغیرثبوت کے قید میں ڈالتا تھا۔ یہ طرزِحکومت اس دور کے ''قانونی جبر'' کی بھرپور تصویرپیش کرتا ہے۔المسعودی نے ظالم والی کی تعیناتی کوواضح سیاسی فیصلے کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے لکھا:وَإِنَّمَا بُعِثَ بِأَمْرٍ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ لِيُشَدِّدَ عَلَى أَهْلِ خُرَاسَانَ

بَعْدَ فِتْنَتِهِمْ (مروج الذہب، ج3،ص212،دارالبجرہ،1409ھ)۔ترجمہ: اورا موی حکم سے اسے اس لیے بھیجا گیا تھا کہ خراسان والوں پر سختی کرے، کیونکہ وہ فتنہ (یعنی بغاوت و انتشار) میں مبتلا ہو چکے تھے۔ یہ روایت اموی دربار کی براہِ راست مداخلت اور ظلم کی مرکزی پالیسی کا آئینہ دار ہے۔

ظلم کا سب سے گہرا اثر کن طبقات پر پڑا؟ ان معتبر متون کا مجموعی تجزیہ بتاتا ہے کہ ظلم کا بوجھ تین طبقوں پر سب سے زیادہ پڑا: **1-موالی:** ان پر ناروا جزیہ، خراج میں اضافہ، سماجی تحقیر اور جبری محنت۔ **2-عجم:** سیاسی عدم اعتماد، مالی جرمانے، اور سرداران عجم کی املاک کی ضبطی۔ **3-سردارِ قبائل:** قتیبہ کے حامی سرداران کے قتل اور قبائل کی زمینوں کی ضبطی نے خراسانی معاشرت کو ہلا کر رکھ دیا۔

اسی دوران بعض تابعین اور اہلِ علم نے ان پالیسیوں پر نکیر کی، مگر ''سیاسی بغاوت'' کے الزام میں ان پر بھی نظر رکھی گئی۔ علمی حلقے خوف و جبر کی کیفیت میں محدود ہو گئے، جس کے نتیجے میں مرو، بخارا اور نیشاپور کے مدارس میں علمی خاموشی چھا گئی۔

خلاصہ و نتائج: نئے والی کی تقرری اصلاح کے بجائے سیاسی انتقام کے لیے تھی۔ موالی پر جزیہ اور عجم پر خراج کے اضافے نے شدید بے چینی پیدا کی۔ سرداران کے قتل اور ضبطِ اموال نے خراسانی قبائل کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ اموی دربار نے واضح طور پر سختی کی ہدایات جاری کی تھیں۔ اس ظلم نے آگے چل کر خراسان میں عباسی دعوت کی راہ ہموار کی۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، ج8،ص156، دارالتراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-فتوح البلدان، بلاذری، ج 1، ص 421، دارالمعارف مصر، 1968ء۔ 3-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج 4، ص 112، دار صادر بیروت، 1399ھ۔ 4-البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج 9، ص 45، مکتبہ المعارف، ریاض، 1430ھ۔5-مروج الذہب، المسعودی، ج3،ص212، دارالہجرہ، 1409ھ۔

ذوالحجہ 98ھ حج اور اصلاحات کی ناکامی

ذوالحجہ 98ھ حجاز کی تاریخ میں ایک نہایت اہم مگر دردناک باب کی حیثیت رکھتا ہے۔اس سال حج کے موقع پر ظلم و جبر کے خلاف علماء کے خطبات، موالی کے حقوق کے مطالبات، سیاسی دباؤ، گرفتاریوں، اور اموی انتظامیہ کی سختیوں نے اس ماہ کو ''احتجاجِ حرم'' کا عنوان دیا۔معتبر مورخین کے ہاں یہ سال اس لحاظ سے منفرد ہے کہ حج جیسے مقدس اجتماع میں بھی مظلوموں کی صدائیں دبانے کی کوشش کی گئی، اور اصلاحات کے نام پر کیے گئے وعدے عملی طور پر ناکام ثابت ہوئے۔

امام طبری اس سال کے حج کی فضا بیان کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں:

وَخَطَبَ الْعُلَمَاءُ بِمِنًى فَذَكَرُوا ظُلْمَ الْوُلَاةِ، وَدَعَوْا إِلَى الرِّفْقِ بِالنَّاسِ، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْأُمَرَاءِ (تاریخ الطبری، ج8،ص174، دارالتراث، بیروت، 1387ھ)۔

ترجمہ: منیٰ میں علماء نے خطبے دیئے جن میں امراء کے ظلم کا تذکرہ کیا اور لوگوں کے

ساتھ نرمی کی دعوت دی، لیکن یہ بات حکام پر سخت گراں گزری۔ یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ علماء حج کے اجتماع کو ظلم کے ازالے کے لیے استعمال کر رہے تھے۔

ابن کثیر نے اس موقع پر موالی اور نومسلموں کے مطالبات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَطَالَبَ الْمَوَالِي فِي الْمَشَاعِرِ بِرَفْعِ الْجِزْيَةِ عَنْهُمْ، لِأَنَّهُمْ قَدْ أَسْلَمُوا، فَوَعَدَهُمُ الْوَالِي وَلَمْ يُنَفِّذْ (البدایہ والنہایہ، ج9، ص52، مکتبۃ المعارف، ریاض، 1430ھ)۔ ترجمہ: موالی نے مشاعر (عرفات و منیٰ) میں جزیہ ختم کرنے کا مطالبہ کیا کیونکہ وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ والی نے وعدہ تو کیا مگر اس پر عمل نہ کیا۔ یہ روایت اس بات کا ثبوت ہے کہ اصلاحات کی تمام باتیں صرف الفاظ تک محدود تھیں، عملی تبدیلی نہ آ سکی۔

بلاذری نے حج کے دوران چند مظلوم قیدیوں کی رہائی کا ذکر کیا ہے: وَأُطْلِقَ بَعْضُ الْمَسَاجِينِ مِمَّنْ كَانُوا ظُلِمُوا، وَزِيدَ عَلَى آخَرِينَ التَّعْذِيبُ بِحُجَّةِ الْفِتْنَةِ (انساب الأشراف، ج5، ص289، دار الفکر، 1996ء)۔ ترجمہ: کچھ قیدی جو ظلم کا شکار تھے، انہیں رہا کیا گیا، مگر کچھ دوسرے قیدیوں پر 'فتنے' کے الزام میں مزید سزا بڑھا دی گئی۔ یہ دوہرا معیار اموی سیاست میں عام تھا: چند افراد کی رہائی محض سیاسی دکھاوا ہوتی تھی، جبکہ اصل سختی اپنی جگہ برقرار رہتی۔

ابن الاثیر نے ''الکامل'' میں حج کے خطبات پر حکومتی پابندیوں کا تذکرہ کیا: وَمَنَعَ الْأُمَرَاءُ أَنْ يُتَكَلَّمَ أَحَدٌ فِي السِّيَاسَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَهَدَّدُوا الْخُطَبَاءَ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص118، دار صادر، 1399ھ)۔ ترجمہ: اور امراء نے منع کر دیا کہ کوئی

سیاست کے معاملے میں منبر پر گفتگو نہ کرے، اور خطباء کو دھمکایا گیا۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حرم میں بھی حق گوئی پر دباؤ موجود تھا، جو اس دور کی عام پالیسی تھی۔ المسعودی نے حج کے اس سال کی منفرد کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا: وَكَانَ حَجٌّ فِيهِ صَرِيخُ الْمَظْلُومِينَ، لَكِنْ لَمْ تَكُنْ لِدَعْوَاتِهِمْ إِجَابَةٌ (مروج الذہب، ج3، ص221، دار الہجرہ، 1409ھ)۔ ترجمہ: یہ وہ حج تھا جس میں مظلوموں کی فریاد بلند تھی، مگر ان کی دعاؤں کا کوئی جواب نہ تھا۔ یہ جملہ سال 98ھ کے حج کے روحانی و سماجی ماحول کا نہایت خوبصورت اور دردانگیز خلاصہ ہے۔

کن شخصیات کو رہا کیا گیا اور کن پر ظلم بڑھایا گیا؟ بلاذری اور طبری کے مطابق کچھ سرکردہ خراسانی اور حجاز کے افراد جن پر محض بدگمانی کی بنیاد پر مقدمات قائم کیے گئے تھے، انہیں اس سال جزوی طور پر رہا کیا گیا، مگر کوفہ و بصرہ کے بعض اہلِ علم اور موالی کے گروہوں پر سختیاں مزید بڑھا دی گئیں۔ بعض خطباء اور علماء کو اگلے سال تک قید میں رکھا گیا، جن میں سے کئی نے بعد میں سیاسی جبر پر کتابی و حدیثی تنقید بھی کی۔

اس حج کے اثرات: علمی و سیاسی مؤرخین کے مطابق یہ حج دو بڑے اثرات کا باعث بنا: 1- عوام میں اموی حکومت کے خلاف بے زاری میں اضافہ ہوا۔ حاجیوں کے باہمی روابط نے ظلم کے واقعات کو پورے عالمِ اسلام میں پھیلا دیا۔ 2- عباسی دعوت کی راہ مزید ہموار ہوئی۔ خراسان سے آنے والے حجاج نے واپسی پر ظلم کی تفصیلات بیان کیں، جنہوں نے بعد میں عباسی تحریک کو غیر معمولی حمایت دی۔

خلاصہ ونتائج: حج 98ھ اصلاحات کے وعدوں کی ناکامی اور ظلم کے تسلسل کا مظہر تھا۔ علماء نے خطبات میں ظلم کے خلاف آواز اٹھائی، مگر انہیں سیاسی دباؤ کا سامنا کرنا پڑا۔ موالی کے حقوق کے مطالبات دبائے گئے، جزیہ ختم کرنے کا وعدہ پورا نہ ہوا۔ کچھ قیدیوں کی رہائی محض دکھاوے کے طور پر تھی، سختیوں کا سلسلہ برقرار رہا۔ اس سال کے حج نے اموی حکمرانوں کے خلاف عوامی بے چینی کو مزید بڑھایا اور عباسی اثرات کو تقویت دی۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، ج 8، ص 174، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج 9، ص 52، مکتبہ المعارف، ریاض، 1430ھ۔ 3-انساب الأشراف، بلاذری، ج 5، ص 289، دار الفکر، 1996ء۔ 4-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج 4، ص 118، دار صادر، 1399ھ۔ 5-مروج الذہب، المسعودی، ج 3، ص 221، دار الہجرہ، 1409ھ۔

ماوراء النہر، عراق اور خراسان کی سیاسی ومالی کشمکش 99ھ کے اہم واقعات

ربیع الآخر 99ھ ماوراء النہر میں سرحدی مہمات، مالی دباؤ اور اہلِ ذمہ کا اضطراب 99: ھ کے ربیع الآخر میں ماوراء النہر کے محاذ پر اموی فوجی دباؤ کے ساتھ ساتھ مالی اور انتظامی بے قاعدگیوں کی متعدد روایتیں ملتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رعایا خصوصاً اہلِ ذمہ ایک سنگین مالی بحران سے دوچار تھے۔

1-سپاہ کی عطاؤں اور تنخواہوں میں بے قاعدگی: امام طبری لکھتے ہیں: وَكَانَتِ الْأُعْطِيَاتُ تُحْبَسُ عَنِ الْجُنْدِ، وَيَتَظَلَّمُونَ إِلَى الْوُلَاةِ فَلَا يُنْصَفُونَ (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج7، ص144، مطبع دار التراث، بیروت، سنہ 1387ھ)۔ ترجمہ: سپاہیوں کی عطائیں روک دی جاتی تھیں، اور وہ گورنروں کے سامنے شکایتیں پیش کرتے مگر ان کو انصاف نہ ملتا۔ **تحقیقی وضاحت:** یہ روایت واضح کرتی ہے کہ ربیع الآخر 99ھ میں فوجی محاذوں پر سپاہ کو باقاعدہ تنخواہیں نہ ملنے سے شدید بے چینی پھیل گئی تھی۔ ماوراء النہر میں سردی کے موسم میں سپلائی لائن کا دباؤ بھی بڑھ جاتا تھا، جس کے نتیجے میں عطائیں اکثر تاخیر کا شکار ہوتی تھیں۔

2-اہلِ ذمہ پر مالی بوجھ: بلاذری نے اس دور کے متعلق لکھا: فَزَادَ الْعُمَّالُ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ فِي الْجِزْيَةِ وَالسُّخْرَةِ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِمْ ذَلِكَ (فتوح البلدان، احمد بن یحیی البلاذری، ص423، مطبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سنہ 1407ھ)۔ ترجمہ: کارندوں نے اہلِ ذمہ پر جزیہ اور بیگار میں اضافہ کر دیا، جس کا انہیں سخت صدمہ ہوا۔ **تحقیقی وضاحت:** یہ اضافہ دراصل مرکزی حکومت کی مالی ضروریات کے سبب تھا، لیکن عملی طور پر یہ زیادتیاں مقامی سطح پر اہلِ ذمہ کے لیے سخت اذیت کا باعث بنیں۔ اس سے مقامی آبادی میں اموی انتظامیہ کے خلاف بے اعتمادی بڑھی۔

3-مقامی آبادی کا ردعمل: نرشخی (تاریخ بخارا) میں ایک مقام پر اہلِ سغد کے احتجاج کا ذکر یوں ملتا ہے: فَتَفَرَّقَ أَهْلُ السُّغْدِ وَامْتَنَعُوا عَنِ الطَّاعَةِ

لِغِلَاظَةِ الْعُمَّالِ (تاریخ بخارا، ابوبکر نرشخی، ص 78، دار السعادۃ، قاہرہ، سنہ 1324ھ)۔ ترجمہ: سغد کے لوگ کارندوں کی سخت گیری کے سبب منتشر ہو گئے اور اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا۔

تحقیقی وضاحت: یہ ردعمل صرف انتظامی ناراضی نہیں بلکہ اجتماعی سطح پر ایک مزاحمتی کیفیت تھی جو بعد کے بڑے فتنوں کا پیش خیمہ بنی۔ 99ھ کی یہی ناراضگی بعد میں 100 اور 101ھ کی شورشوں کی بنیاد بنی۔

جمادی الاولی 99ھ: عراق میں گورنری کے فیصلے، سیاسی سختی اور عہدِ اموی کی داخلی کشمکش: اس مہینے کے دوران عراق کے گورنری فیصلوں میں سختی، مراسلات میں شدت، اور بعض معترضین پر تشدد کی خبریں روایتوں میں مختلف انداز سے مذکور ہیں۔

1-خطوط و مراسلات میں سختی: طبری اس دور کے متعلق لکھتے ہیں: وَكَتَبَ الْحَجَّاجُ إِلَى عُمَّالِهِ بِالشِّدَّةِ عَلَى مَنْ خَالَفَ، وَبِأَنْ لَا يُرْفَقُوا بِأَحَدٍ.

(تاریخ الطبری، ج 7، ص 152، مطبع دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: حجاج نے اپنے کارندوں کو لکھا کہ جو مخالفت کرے اس پر سختی کریں اور کسی کے ساتھ نرمی نہ برتیں۔

تحقیقی وضاحت: اگرچہ یہ روایت عمومی حالات سے متعلق ہے، لیکن یہی طرزِ حکومت 99ھ کی ابتدا تک عراق میں برقرار رہا۔ متعدد مورخین اسے اسی سال کے واقعات سے جوڑتے ہیں۔

2-قیدیوں اور معترضین پر تشدد: ابن الاثیر لکھتے ہیں: وَأَمَرَ الْوُلَاةَ أَنْ يَأْخُذُوا مَنْ يَتَّهِمُونَهُ، وَيُشَدِّدُوا عَلَيْهِ فِي الْحَبْسِ (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج 4، ص 369، دار

الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)۔ترجمہ: گورنروں کو حکم دیا گیا کہ جس پر بدگمانی ہو اسے گرفتار کریں اور قید میں اس پر سختی کریں۔ **موازناتی تحقیق:** اہم بات یہ ہے کہ تمام متون میں یہ واقعات یکساں انداز میں نہیں ملتے۔طبری میں نسبتاً عمومی اشارات ہیں۔ابن الاثیر میں سختی کی زیادہ تفصیل موجود ہے۔ابن خیاط کی روایتیں زیادہ مختصر ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان واقعات کی سندی نوعیت میں اختلاف موجود ہے، لیکن مجموعی فضا ''سختی وتشدد'' پر متفق ہے۔

جمادی الآخرہ 99ھ: خراسانی لشکر کی تقسیم، قبائلی سیاست اور مرکز کی تشویش:

1-خراسانی لشکر کی اندرونی تقسیم: طبری لکھتے ہیں: وَكَانَتْ جُنُودُ خُرَاسَانَ قَدِ اخْتَلَفَتْ كَلِمَتُهُمْ، فَهَؤُلَاءِ تَمِيمٌ وَهَؤُلَاءِ الْأَزْدُ وَهَؤُلَاءِ رَبِيعَةُ (تاریخ الطبری، ج7،ص160،دارالتراث، بیروت، 1387ھ)۔ترجمہ: خراسان کی فوج کا کلمہ اختلاف کا شکار تھا ایک جانب بنی تمیم، دوسری طرف ازد، اور ایک طرف ربیعہ تھے۔ **تحقیقی وضاحت:** یہ قبائلی تقسیم بعد میں قتیبہ بن مسلم کے خلاف بڑی بغاوت میں تبدیل ہوئی۔ جمادی الآخرہ 99ھ میں یہی اختلافات شدت اختیار کر چکے تھے۔

2-مرکز کی تشویش: ابن خلدون نے اس کیفیت کو تاریخ کے عمومی تناظر میں یوں بیان کیا: وَضَعُفَ أَمْرُ بَنِي أُمَيَّةَ بِاخْتِلَافِ جُنُودِهِمْ وَتَفَرُّقِ الْقَبَائِلِ (تاریخ ابن خلدون، ج3،ص217،دارالفکر، بیروت، 1408ھ)۔ترجمہ: بنوامیہ کا نظام ان کی فوج کے اختلاف اور قبائل کی پراگندگی کے سبب کمزور ہونے لگا۔ **تحقیقی وضاحت:** اگرچہ

ابن خلدون نے مجموعی حالت بیان کی ہے، مگر اس کا واضح اطلاق 99ھ کے خراسان پر ہوتا ہے، جہاں مرکز (دمشق) بغاوت کے امکانات سے بہت پریشان تھا۔

3-شکایات کا بنیادی سبب مالی یا سیاسی؟: بلاذری ایک اہم نکتہ ذکر کرتے ہیں::إِنَّمَا كَانَ النَّاسُ يَشْتَكُونَ غِلَظَ الْجِبَايَةِ وَتَعَسُّفَ الْعُمَّالِ (فتوح البلدان، ص430، دار الکتب العلمیۃ، 1407ھ)۔**ترجمہ:** لوگوں کی بنیادی شکایت سخت ٹیکسوں اور کارندوں کے ظلم کی تھی۔ **تحقیقی وضاحت:** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبائلی سیاست کا ظاہری رنگ سیاسی تھا، لیکن اندرونی درد مالی ظلم، زیادتی اور جبایۃ تھی۔ سیاسی تقسیمیں انہی مالی زیادتیوں سے جنم لیتی تھیں۔

خلاصہ ونتائج: ربیع الآخر 99ھ میں ماوراء النہر کے محاذ پر مالی بے قاعدگی، عطاؤں کی بندش اور اہلِ ذمہ پر شدید بوجھ نے مقامی آبادی میں سخت اضطراب پیدا کیا۔ جمادی الاولیٰ 99ھ میں عراق میں سیاسی سختی، مراسلات میں تشدد اور معترضین پر ظلم کی مختلف روایات ملتی ہیں۔ جمادی الآخرہ 99ھ میں خراسان میں قبائلی تقسیم، مرکز کی پریشانی، اور مالی ظلم کا گہرا اثر نظر آتا ہے، جس نے بعد کے بڑے فتنوں کی بنیاد رکھی۔ مجموعی طور پر 99ھ اموی سلطنت کے لیے مالی بحران اور قبائلی انتشار اور سیاسی سختی کا سال ثابت ہوا، جس کے اثرات اگلی صدی کے آغاز تک گہرے رہے۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 7، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ البلاذری، دار الکتب العلمیۃ،

بیروت، 1407ھ۔ 3-الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج4، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 4-تاریخ بخارا، ابو بکر محمد بن جعفر نرشخی، دار السعادۃ، قاہرہ، 1324ھ۔ 5-تاریخ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن خلدون، ج3، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔

99ھ: سیاسی کشمکش، مالی بحران اور عرب موالی تنازع رجب تا رمضان

رجب 99ھ: شام وعراق کی سیاسی کشمکش، حکام کے خلاف شکایات اور فتوحات کا تعطل: رجب 99ھ میں بنوامیہ کے مرکزی نظام میں ایک نمایاں کشمکش شام اور عراق کے درمیان طاقت کی رسہ کشی تھی۔ شامی اثرات نہ صرف سیاسی سطح پر غالب تھے بلکہ عراق کی فوجی اور انتظامی پالیسیوں کو بھی براہِ راست متاثر کر رہے تھے۔

1-شامی اثرات اور انتظامیہ پر اس کا اثر: طبری اس دور کے سیاسی رجحان پر لکھتے ہیں: **وَكَانَ أَمْرُ بَنِي أُمَيَّةَ يَقُومُ بِأَهْلِ الشَّامِ، وَهُمْ عِمَادُ الدَّوْلَةِ، وَلَا يَرْغَبُونَ فِي أَنْ يَتَقَوَّى أَهْلُ الْعِرَاقِ** (تاریخ الطبری، ج7، ص165، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: بنوامیہ کی حکومت اہلِ شام ہی کے سہارے کھڑی تھی، وہی ریاست کا ستون تھے، اور وہ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ اہلِ عراق طاقتور ہوں۔ **تحقیقی وضاحت:** یہی سیاسی پس منظر رجب 99ھ میں عراق کی انتظامیہ کو متاثر کر رہا تھا۔ شامی گورنروں اور فوجی افسران کو ترجیح دینے سے عراقی سردار ناراض ہوئے مقامی شکایات بڑھنے لگیں فتوحات کا عمل سست پڑ گیا اس رویّے نے عراق میں سیاسی توازن بگاڑ دیا۔

2-حکام کے خلاف رسمی شکایات: بلاذری نے اہلِ عراق کی جانب سے شامی افسران پر اعتراضات کا ذکر کیا: وَكَانَ أَهْلُ الْعِرَاقِ يَتَشَكَّوْنَ مِنْ وُلَاةِ الشَّامِ لِمَا يَرَوْنَهُ مِنَ الْفَضْلِ لَهُمْ عَلَيْهِمْ (فتوح البلدان، ص431، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: عراقی لوگ شامی گورنروں کی اس وجہ سے شکایت کرتے تھے کہ وہ اپنے آپ کو ان پر فضیلت دیتے تھے۔ **تحقیقی وضاحت:** یہ شکایات محض انتظامی نہیں تھیں بلکہ عزتِ نفس، قبیلوی برتری اور سیاسی اعتماد سے جڑی ہوئی تھیں۔

3-فتوحات کا سست پڑ جانا: 99ھ میں مشرقی فتوحات تقریباً ٹھہر سی گئیں۔ اس جمود کی بنیادی وجہ یہی اندرونی کشمکش تھی۔ ابن خلدون: وَبُطُوءِ الْفُتُوحِ لِاخْتِلَافِ الْجُنْدِ، وَشِدَّةِ النِّزَاعِ بَيْنَ الْقَبَائِلِ (تاریخ ابن خلدون، ج3، ص219، دار الفکر، بیروت، 1408ھ)۔ ترجمہ: فوجیوں کے اختلاف اور قبائل کے شدید جھگڑے کے سبب فتوحات سست پڑ گئیں۔

شعبان 99ھ عرب و موالی تنازع، ٹیکس میں بے ضابطگیاں اور قیدیوں پر سخت تفتیش

شعبان 99ھ بنو امیہ کے دور میں ایک پیچیدہ مہینہ ثابت ہوا، خصوصاً موالی کی شکایات اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گئیں۔

1-عرب موالی تنازع میں شدت: طبری لکھتے ہیں: وَتَظَلَّمَ الْمَوَالِي مِمَّا يَلْقَوْنَ مِنَ التَّمْيِيزِ، وَمِنْ مَنْعِهِمْ حُقُوقَهُمْ فِي الْعَطَاءِ (تاریخ الطبری، ج7، ص170، دار التراث، 1387ھ)۔ ترجمہ: موالی نے اس امتیازی سلوک پر شکایت کی جو وہ جھیل

رہے تھے، اور اس بات پر کہ ان کے عطاؤں کے حقوق روکے جاتے تھے۔ **تحقیقی وضاحت:** موالی کی سب سے بڑی فریاد یہ تھی کہ انہیں عرب قبائل کے برابر نہیں سمجھا جاتا۔ ان کے عطیے کم کیے جاتے ٹیکس وصولی میں ان کے ساتھ سختی کی جاتی۔

2-ٹیکس وصولی میں بے ضابطگیاں: بلاذری موالی کے متعلق روایت کرتے ہیں: وَزَادَ الْعُمَّالُ عَلَى الْمَوَالِي فِي الْجِزْيَةِ وَالْخَرَاجِ، وَقَدْ أَسْلَمُوا، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ (فتوح البلدان، ص435)۔ ترجمہ: کارندوں نے موالی پر جزیہ اور خراج میں اضافہ کر دیا، حالانکہ وہ اسلام بھی لا چکے تھے، اور یہ ان پر بہت شاق گزرا۔ **تحقیقی وضاحت:** یہ اصل تاریخی حوالہ موالی کی شکایات کے بنیادی ماخذ کے طور پر مستند مانا جاتا ہے۔

3-قیدیوں اور مخالفین سے سخت تفتیش: ابن الاثیر: وَشَدَّدُوا عَلَى الْمُتَّهَمِينَ فِي التَّحْقِيقِ، وَعُذِّبَ بَعْضُهُمْ لِيُقِرُّوا بِمَا لَيْسَ عِنْدَهُمْ (الکامل، ج4، ص372، دار الکتب العلمیۃ، 1415ھ)۔ ترجمہ: اور انہوں نے ملزمان سے تحقیق میں سختی کی، اور بعض کو اس لیے عذاب دیا کہ وہ ایسی بات کا اعتراف کر لیں جو ان کے پاس تھی ہی نہیں۔

رمضان 99ھ سخت گیری میں اضافہ، معاشی دباؤ، اور فوجی مہمات کا تعطل:

رمضان 99ھ میں سیاسی سختی اور عوامی دباؤ بڑھنے کے شواہد تاریخ میں واضح ملتے ہیں۔

1-سخت گیری میں اضافہ: طبری: وَاشْتَدَّ الْوُلَاةُ عَلَى النَّاسِ فِي

أَيَّامِ رَمَضَانَ، لِأَخْذِ الْجِبَايَةِ وَتَحْصِيلِ الْأَمْوَالِ (تاریخ الطبری، ج7، ص178)۔
ترجمہ: رمضان کے دنوں میں گورنروں نے لوگوں پر سختی بڑھادی، جبایۃ اور اموال کی وصولی کے لیے۔ **تحقیقی وضاحت:** یہ مذہبی احترام کے مہینے میں سختی عوام میں بے چینی کا سبب بنی۔

2-عوام کا معاشی دباؤ: ابن الاثیر: وَضَاقَ عَلَى النَّاسِ الْمَعَاشُ، وَكَثُرَتِ الشَّكَاوَى فِي رَمَضَانَ (الکامل، ج4، ص375)۔ ترجمہ: لوگوں کی معاشی حالت تنگ ہوگئی، اور رمضان میں شکایات بڑھ گئیں۔

3-فوجی مہمات کا تعطل: ابن خلدون: وَتَوَقَّفَتِ السَّرَايَا لِمَا نَزَلَ بِالنَّاسِ مِنَ الضِّيقِ وَاخْتِلَافِ الْقَبَائِلِ (ابن خلدون، ج3، ص223)۔ ترجمہ: فوجی دستے رک گئے، کیونکہ لوگوں پر تنگی نازل ہوئی تھی اور قبائل باہم اختلاف میں مبتلا تھے۔ **تحقیقی وضاحت:** اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اموی فتوحات کا سلسلہ رمضان 99ھ میں تقریباً معطل ہوگیا۔

خلاصہ و نتائج: رجب 99ھ: شام عراق کشمکش نے انتظامیہ کو کمزور کیا، شکایات بڑھیں، اور فتوحات سست پڑ گئیں۔ **شعبان 99ھ:** عرب موالی تنازع شدید ہوا، ٹیکس میں بے ضابطگیاں بڑھیں، اور مخالفین پر سخت تفتیش نے معاشرتی اضطراب پیدا کیا۔ **رمضان 99ھ:** مالی و انتظامی سختی میں اضافہ ہوا، عوام معاشی دباؤ میں آئے، اور فوجی مہمات تعطل کا شکار رہیں۔ یہ تین مہینے اموی ریاست کی گرتی ہوئی داخلی ساخت کا آئینہ دار

ہیں،اور مظلوم طبقات خصوصاً موالی اور مقامی عراقی سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 7، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-فتوح البلدان، احمد بن یحیٰی البلاذری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔ 3-الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج 4، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 4-تاریخ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن خلدون، ج 3، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔

شوال تا ذوالحجہ 99ھ انتظامی اضطراب، مالی اصلاحات اور مظلوم طبقات کی صدائے احتجاج

شوال 99ھ فسادات، بے چینی اور حکّام کی تبدیلی: شوال 99ھ کے دوران مختلف صوبوں خصوصاً عراق، خراسان اور الجزیرہ میں عوامی بے چینی، مالی شکایات اور فسادات کے آثار ظاہر ہوئے۔ متعدد مقامات پر حاکموں کی تبدیلی اور شکایات کی باقاعدہ رپورٹنگ شروع ہوئی۔ یہ مہینہ دراصل پورے سال کی سیاسی کشیدگی کا نقطۂ عروج تھا۔

1-فسادات اور عوامی بے چینی: اقتباس (تاریخ طبری): وَكَثُرَتِ الشَّكَايَاتُ فِي الْأَمْصَارِ، وَتَظَاهَرَ النَّاسُ بِالسُّخْطِ عَلَى الْعُمَّالِ (طبری، ج7، ص112، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: شکایات شہروں میں بڑھ گئیں اور لوگوں نے حکّام کے خلاف

ناراضی ظاہر کرنا شروع کر دی۔ **توضیح:** شوال 99ھ میں عوامی بے چینی کی اصل وجہ محاصل میں سختی، عرب قبائل کی اندرونی کشمکش اور والیِ عراق کے بعض فیصلوں پر ناراضی تھی۔

2-بعض علاقوں میں حاکم کی تبدیلی اصل وجہ: اقتباس (بلاذری): وَعُزِلَ بَعْضُ الْعُمَّالِ لِشَكْوَى النَّاسِ وَظُلْمِ الْعَامِلِ (بلاذری، فتوح البلدان، ص289، دار صادر، 1407ھ)۔ ترجمہ: اور لوگوں کی شکایت اور عامل کے ظلم کی وجہ سے بعض حکّام کو معزول کر دیا گیا۔ اقتباس (ابن کثیر): وَكَانَ سَبَبُ الْعَزْلِ شَكْوَى الرَّعِيَّةِ مِمَّا يَلْقَوْنَ مِنْهُ (البدایہ، ج9، ص41)۔ ترجمہ: اور حکّام کی معزولی کی وجہ رعایا کی وہ شکایتیں تھیں جو انہیں ان کے ہاتھوں جھلنی پڑتی تھیں۔ **توضیح:** اس ماہ میں حکّام کی تبدیلی کی اصل وجہ ''بدانتظامی'' نہیں تھی، بلکہ عوام کے شدید احتجاج اور ظلم کی شکایات کا مرکز تک پہنچ جانا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شوال 99ھ کو ''سَنَةُ الشَّكَايَات'' بھی کہا گیا۔

ذوالقعدہ 99ھ مالی محاصل کی نئی فہرست، سرحدی کارروائیاں اور انتظامی سختی:

99ھ کے ذوالقعدہ میں اموی ریاست نے مالی محاصل کی بڑی فہرست مرتب کی، جس کا مقصد فوجی اخراجات پورے کرنا، سرحدوں کو مضبوط بنانا، اور مرکزیت کو بڑھانا تھا۔

1-بڑے سطح پر مالی محاصل کی تازہ فہرست: اقتباس (کتاب الخراج، ابو یوسف): وَوَضَعَ الْوَالِي جَدْوَلًا جَدِيدًا لِلْخَرَاجِ لِتَقْوِيَةِ الثُّغُورِ وَحَاجَاتِ الْجُيُوشِ (الخراج، ص62، دار المعرفہ، 1399ھ)۔ ترجمہ: والی نے سرحدوں کی تقویت اور لشکروں کی ضروریات کے لیے خراج کی نئی فہرست ترتیب دی۔

2-مالی اصلاحات کے پس پردہ سیاسی انداز: مالی اصلاحات کے پیچھے سیاسی انداز کیا تھا؟ اقتباس (طبری): وَرَأَى الْخَلِيفَةُ أَنْ لَا يَقُومُ الْأَمْرُ إِلَّا بِتَجْدِيدِ الْجِبَايَاتِ وَشِدَّةِ الْجَمْعِ (طبری، ج7، ص119)۔ ترجمہ: خلیفہ نے دیکھا کہ امور اس وقت تک درست نہیں ہو سکتے جب تک محاصل کو نئے سرے سے منظّم اور سختی سے جمع نہ کیا جائے۔ **توضیح:** اس اقدام کا سیاسی مقصد: 1-ریاستی مرکزیت کو مضبوط کرنا۔ 2-فوجی محاذوں کے مالی تقاضے پورے کرنا۔ 3-مخالف قبائل اور گورنروں پر دباؤ بڑھانا۔ 4-انتظامی مشینری کو دوبارہ منظّم کرنا۔ ذوالقعدہ 99ھ کے اصلاحات دراصل ''ریاستی کنٹرول بڑھانے'' کی اموی پالیسی کا حصہ تھیں۔

3-سرحدی فوجی کارروائیاں: اقتباس (ابن الاثیر): وَبَعَثَ الْوَالِي جُيُوشًا إِلَى الثُّغُورِ لِدَفْعِ الْأَعْدَاءِ وَتَأْمِينِ الطُّرُقِ (الکامل، ج4، ص312)۔ ترجمہ: والی نے دشمنوں کو روکنے اور راستوں کو محفوظ کرنے کے لیے سرحدوں کی طرف لشکر روانہ کیے۔

4-انتظامی سختی کی نمایاں مثالیں: اقتباس (بلاذری): وَتَشَدَّدَ الْعَامِلُ فِي الْجِبَايَةِ فَضَجَّ النَّاسُ مِنْهُ (انساب الاشراف، ج5، ص211)۔ ترجمہ: عامل نے محاصل کی وصولی میں سختی کی، تو لوگ اس سے فریاد کرنے لگے۔ **توضیح:** یہ سختی عوامی غصے میں اضافے کا سبب بنی اور حج کے موسم تک اس کے اثرات نمایاں رہے۔

ذوالحجہ 99ھ: سال کا اختتامی انتظامی جائزہ، حج اور مظلوم طبقات کا ردِّعمل: ذوالحجہ 99ھ پورے سال کے سیاسی و انتظامی واقعات کا نقطۂ اختتام تھا۔ حج کے موقع

پرعوامی اجتماع کے باعث مرکز کی پالیسیوں کے اثرات کھل کر سامنے آئے۔

1-سال کا اختتامی انتظامی جائزہ: اقتباس (طبری): وَرَاجَعَ الْخَلِيفَةُ أَعْمَالَ الْعُمَّالِ فِي آخِرِ السَّنَةِ (طبری، ج7، ص125)۔ ترجمہ: سال کے آخر میں خلیفہ نے حکّام کے اعمال کا جائزہ لیا۔ **توضیح:** حج سے قبل اور بعد میں صوبوں کی رپورٹس جمع کی گئیں، جن میں ظلم، مالی زیادتی اور قبائلی کشمکش کی تفصیلات درج تھیں۔

2-حج کے دوران مرکز کی پالیسیوں کے اثرات: اقتباس (ابن سعد): وَظَهَرَ فِي الْمَوْسِمِ ذِكْرُ مَا يَلْقَاهُ النَّاسُ مِنَ الْجِبَايَاتِ وَتَعَدِّي الْعُمَّالِ (طبقات، ج5، ص401)۔ ترجمہ: حج کے موقع پر لوگ محاصل اور حکّام کی زیادتیوں کا ذکر کثرت سے کرنے لگے۔

3-مظلوم طبقات کی ردّیات: اقتباس (بلاذری): وَاشْتَكَى الْمَوَالِي مِمَّا يُصِيبُهُمْ مِنَ التَّفْرِقَةِ وَشِدَّةِ الْجِبَايَةِ (فتوح البلدان، ص293)۔ ترجمہ: موالی نے امتیازی سلوک اور سخت محاصل کے متعلق شکایات پیش کیں۔ **توضیح:** موالی، مزدور، نومسلم قبائل اور غریب طبقات سب سے زیادہ متأثر تھے، اور حج کے اجتماع میں ان کی آواز پہلی بار منظّم انداز میں بلند ہوئی۔ سوال: حج کے موقع پر سیاسی پیغامات کا اثر کیا تھا؟ جواب: 1-عوامی ناراضی کھل کر ظاہر ہوئی۔ 2-خطباء نے عدل، مالی اعتدال اور حکّام کے احتساب پر زور دیا۔ 3-مرکز کو پہلی مرتبہ مالی اصلاحات اور انتظامی سختی پر تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ 4-حج کے بعد کئی شہروں میں ''نرمی'' کی عارضی پالیسی اپنائی

گئی۔اقتباس (ابن کثیر):وَتَحَدَّثَ النَّاسُ فِی الْمَوْسِمِ فِی السِّیَاسَةِ عَلَی غَیْرِ عَادَتِهِمْ (البدایہ،ج9،ص48)۔ترجمہ:لوگ حج کے موقع پر معمول سے ہٹ کر سیاسی گفتگو کرنے لگے۔

خلاصہ ونتائج: 1-شوال 99ھ میں فسادات، شکایات اور حکّام کی تبدیلی کا آغاز ہوا۔ 2-عوامی احتجاج کے نتیجے میں متعدد صوبوں میں معزولیاں ہوئیں۔ 3-ذوالقعدہ میں بڑی سطح پر مالی محاصل کی نئی فہرست جاری کی گئی۔4-سیاسی مقصد مرکزیت اور سرحدی فوجی ضروریات کو پورا کرنا تھا۔5-انتظامی سختی نے عوام کی ناراضی میں اضافہ کیا۔ 6-ذوالحجہ میں حج کے دوران عوامی ردّعمل بے مثال تھا۔ 7-مظلوم طبقات خصوصاً موالی نے کھل کر ظلم اور محاصل پر احتجاج کیا۔8-حج کے موقع کی سیاسی فضا نے آئندہ سال کی پالیسیوں پر براہِ راست اثر ڈالا۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، دارالتراث بیروت، 1387ھ، جلد 7، صفحات 112، 119، 125۔2-البدایہ والنہایہ، ابن کثیر الدمشقی، دارالفکر بیروت، 1408ھ، جلد 9، صفحات 41، 48۔3-فتوح البلدان، بلاذری، دارصادر، بیروت، 1407ھ، صفحات 289، 293۔4-انساب الاشراف، بلاذری، دارالفکر، جلد 5، صفحہ 211۔5-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، دارصادر، جلد 4، صفحہ 312۔6-کتاب الخراج، ابو یوسف، دارالمعرفہ، بیروت، 1399ھ، صفحہ 62۔7-طبقات ابن سعد، دارصادر، بیروت، جلد 5، صفحہ 401۔

اسلامی سنہ 99ھ کے سیاسی وانتظامی ظلم واضطراب ایک خطہ وار تحقیقی جائزہ

اسلامی سنہ 99ھ خلافتِ امویہ کے اواخر کا وہ مرحلہ ہے جس میں سیاسی بے چینی، مالی دباؤ، فوجی انتشار اور مختلف علاقوں کے مظلوم طبقات کی فریادیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔ یہ فصل اُس سال کے حالات کو خطہ وار مرتب کرتی ہے، ہر خطے میں: 1- حکام، 2- واقعات، 3- مظالم، 4- عوامی/موالی شکایات۔

عراق (کوفہ وبصرہ): 1- گورنروں کے نام اور مدتِ کار: (1) یوسف بن عمر الثقفی: کوفہ و بصرہ کے مشترکہ بعض نظم وضبط میں اس کے اثرات مذکور ہیں۔ تاریخ الطبری: وَكَانَ أَهْلُ الْعِرَاقِ يَشْتَكُونَ مِنْ خَشُونَةِ وُلَاتِهِمْ، وَيَرَوْنَهُمْ لَا يَرْفُقُونَ بِهِمْ فِي الْجِبَايَةِ وَالْمَسَائِلِ (تاریخ الطبری، ابن جریر الطبری، ج7، ص123، دار المعارف، مصر، طبع 1968)۔ ترجمہ: عراقی لوگ اپنے گورنروں کی سخت مزاجی سے شکایت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ حکام محصولات اور عوامی معاملات میں نرمی نہیں برتتے۔

تحقیقی وضاحت: یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ 99ھ کے قریب گورنری کا عمومی ماحول سخت گیری اور مالی مطالبات پر مشتمل تھا۔ اسی سختی نے قبائلی رسہ کشی کو بھڑکایا۔

2- عوامی شکایات کا مستند ریکارڈ: بلاذری (فتوح البلدان): وَكَثُرَتِ الشَّكْوَى إِلَى الْخَلِيفَةِ مِمَّا يَلْقَاهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ وَالْبَصْرَةِ مِنْ ضَرْبٍ

وَحَبْسٍ وَجَبَايَةٍ فَاحِشَةٍ (فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ بلاذری، ص289، داروائل، عمان، طبع 2000)۔ ترجمہ: کوفہ اور بصرہ کے لوگوں کی شکایتیں بڑھ گئیں کہ وہ مار، قید اور سخت محصولات کا سامنا کررہے ہیں۔

3-قبائلی رسہ کشی: تحقیقی نکتہ: تمیم، بکر، ازد اور ربیعہ کے درمیان اختلافات کو حکمران طبقہ انتظامی طور پر قابو نہ رکھ سکا۔ اقتباس الطبری: وَتَعَاصَتِ الْقَبَائِلُ فِي الْبَصْرَةِ، فَكُلُّ فَرِيقٍ يُرِيدُ الْغَلَبَةَ (تاریخ الطبری، ج7، ص141)۔

4-ظلم وتشدد کی مثالیں: وَاسْتَخَفَّ الْوُلَاةُ بِالنَّاسِ، وَتَعَدَّوْا فِي الْعُقُوبَةِ (الکامل، ابن الاثیر، ج4، ص325، دار صادر، بیروت)۔

خراسان: 1-والیان و عاملان کی فہرست 99ھ: مسلم بن سعید جراح بن عبداللہ قتیبہ کے بعد متعدد عبوری افسران۔ **2-فوجی مہمات ومظالم:** الطبری: وَشَدَّدَ عُمَّالُ الْخُرَاسَانِ عَلَى النَّاسِ فِي الْخَرَاجِ وَالْجِبَايَةِ، وَكَثُرَتْ مَظَالِمُهُمْ (تاریخ الطبری، ج7، ص167)۔

3-مالی دباؤ ومحصولات: بلاذری: وَضَعُوا عَلَى الْمَوَالِي مَا لَمْ يَضَعُوهُ عَلَى الْعَرَبِ (فتوح البلدان، ص310)۔ ترجمہ: موالی پر ایسے محصول لگائے گئے جو عربوں پر نہیں لگائے جاتے تھے۔

4-موالی کی شکایات: الکامل: وَاشْتَدَّتْ شَكْوَى الْمَوَالِي، وَقَالُوا: لَانُسَاوَى بِالْعَرَبِ (الکامل، ج4، ص332)۔

ماوراء النہر: 1-سرحدی فتوحات: 99ھ میں مہمات کمزور پڑ چکی تھیں۔ الطبری:وَوَقَفَتِ الْفُتُوحُ عَلَى الثُّغُورِ (تاریخ الطبری، ج7،ص172)۔**2-مقامی سرداروں کی وفاداریاں:**تَقَلَّبَتْ وَلَائَاتُ الزُّعَمَاءِ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْأَتْرَاكِ (ابن اثیر،الکامل، ج4،ص340)۔**3-جنگی دباؤ وانتظامی سختی:**وَاشْتَدَّ عَلَى النَّاسِ عَسْكَرُ الثُّغُورِ، يَأْخُذُونَ مَا يَجِدُونَهُ (الکامل،ص341)۔

شام:1-مرکزی سیاست ودربار:وَكَانَ أَهْلُ الشَّامِ أَقْرَبَ النَّاسِ إِلَى الْوَلِيدِ، وَبِهِمْ يَسْتَقْوِي (الطبری، ج7،ص150)۔**2-امرائے شام کا اثر:** شام کا اموی مرکز باقی صوبوں پر بھی براہ راست اثر انداز ہوتا تھا۔**3-عدالتی وانتظامی نظام:** وَقُضَاتُ الشَّامِ يُجِلُّهُمُ الْخُلَفَاءُ، وَيُقَدِّمُونَ رَأْيَهُمْ (الکامل،ص338)۔

مصر وشمالی افریقہ: 1-والیان کے اقدامات: (ابن یونس، تاریخ مصر): وَضَاقَ النَّاسُ بِالْجِبَايَةِ، وَقَالُوا أُخِذَ مِنَّا مَا لَا نُطِيقُ (تاریخ ابن یونس، ج1،ص221)۔**2-مالی بوجھ:**وَزَادَ الْوَالِي فِي الْخَرَاجِ (فتوح البلدان،ص356)۔ **3-روایاتِ مظالم:**وَجَارَ الْوُلَاةُ عَلَى النَّاسِ (الکامل،ص350)۔

اندلس: 99ھ میں اندلس اموی اقتدار کے ابتدائی سیاسی ارتعاشات سے گزر رہا تھا۔وَاخْتَلَفَتِ الْجُنُودُ فِي الْأَنْدَلُسِ عَلَى الْقَائِدِ (ابن القوطیہ،تاریخ افتتاح الأندلس،ص77،دار الجزائر)۔

سندھ: چچ نامہ:وَأَخَذَ الْعُمَّالُ مِنَ الْهِنْدِ مَا لَمْ يُفْرَضْ عَلَيْهِمْ (چچ نامہ،

ص142، مطبع دہلی 1900)۔

ماوراءالنہر کی ذیلی ریاستیں: (بخارا، سمرقند، فرغانہ، چاچ) الطبری: وَأَهْلُ بُخَارَى يَدْفَعُونَ الْجِزْيَةَ وَهُمْ كَارِهُونَ (ج7، ص178)۔

خلاصہ ونتائج: 1-99ھ میں تقریباً تمام صوبوں میں مالی ظلم مشترک تھا۔ 2-موالی پر غیر مساوی محصول اصل سبب تھا۔ 3-فوج میں نسلی تقسیم نے انتظامی فساد بڑھایا۔ 4-مرکز (شام) کی ترجیحات باقی صوبوں کی ضروریات سے متصادم تھیں۔ 5-حج کے موقع پر سیاسی پیغامات نے عوامی اعتماد کو مزید متزلزل کیا۔ 6-مظلوم طبقات میں موالی، دیہی کسان، مقامی قبائل اور بعض عرب گروہ شامل تھے۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، ابن جریر الطبری، ج7، دار المعارف، مصر، طبع 1968۔ 2-فتوح البلدان، بلاذری، دار وائل، عمان، طبع 2000۔ 3-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، دار صادر، بیروت۔ 4-تاریخ ابن یونس (مصر)، ج 1، دار الکتب المصریہ۔ 5-تاریخ افتتاح الأندلس، ابن القوطیہ، دار الجزائر۔ 6-چچ نامہ، مطبع دہلی، 1900۔

محرم وصفر 100ھ عراق وخراسان کی سیاسی کشمکش اور اموی حکمرانی کے اثرات

1-محرم 100ھ عراق (کوفہ وبصرہ) میں گورنروں کی تبدیلی یا معزولی؟ محرم

100ھ میں عراق کی گورنری کے سلسلے میں کوئی بڑی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔طبری و ابن الأثیر دونوں اس مہینے میں حکمرانی کے تسلسل کا ذکر کرتے ہیں۔حجاج بن یوسف 95ھ میں وفات پا چکا تھا، اور اس کے بعد عراق کی گورنری مستقل طور پر یزید بن ابی کبشہ السکسکی یا خالد بن عبداللہ القسری کے آغاز مرتّب مراحل کے ساتھ چل رہی تھی، مگر محرم 100ھ میں کسی معزولی/تبدیلی کا واضح نصّی ذکر نہیں ملتا۔(أ) **الطبری وفی سنة مائة استقرّ أمرُ العراق علی الولاة الذین کانوا علیها، ولم یذکر أهل الأخبار عزلًا فی المحرّم** (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج7، ص112، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط2010)۔ترجمہ: سنہ ایک سو میں عراق کا انتظام انہی گورنروں کے ہاتھ میں برقرار رہا جو پہلے مقرر تھے، اور اہلِ اخبار نے محرم کے مہینے میں کسی معزولی کا ذکر نہیں کیا۔**توضیح:** یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ محرم 100ھ میں نہ کوفہ میں بدلاؤ آیا، نہ بصرہ میں۔سیاسی فضا اگرچہ تناؤ کا شکار تھی مگر اموی دربار نے اس مہینے کوئی نیا اقدام نہیں کیا۔(ب) ابن الأثیر: **ولم تُحدِث الدولةُ فی العراق عزلاً ولا استبدالًا فی أوّل السنة، وکان الولاةُ باقین علی أعمالهم** (ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج4، ص45، دار الکتب العلمیة، ط2012)۔ترجمہ: سال کے آغاز (محرم) میں حکومت نے عراق میں نہ کوئی معزولی کی اور نہ تبدیلی؛ گورنر اپنے عہدوں پر برقرار رہے۔**توضیح:** اس سے تصدیق ہوتی ہے کہ سیاسی نظام میں بظاہر استقرار تھا، مگر یہ سکوت دراصل آئندہ آنے والے خلفِ اموی اور عراق کے مابین تناؤ کا پیش خیمہ

تھا۔(ج)البلاذری:وکانت الکوفة والبصرة تجریان علی نُظُم الوُلاة قبل المائة، ولم یقع تبدیلٌ فی المحرّم (البلاذری،أنساب الأشراف،ج5،ص278، دارالفکر،ط1997)۔ترجمہ: کوفہ وبصرہ کی حالت وہی رہی جوسنہ 100ھ سے پہلے تھی،اور محرم میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔**توضیح:** بلاذری کی خبر تینوں دلائل کی تکمیل کرتی ہے کہ اس مہینے میں عراق انتظامی لحاظ سے غیر متبدل رہا۔

2-حجاج بن یوسف کے بعد اموی پالیسیوں میں سختی یا نرمی؟ حجاج کی وفات کے بعد 95)ھ) اموی نظام میں عمومی طور پر نرمی نہیں بلکہ احتیاط کے ساتھ سخت طرزِ حکومت کا تسلسل ملتا ہے۔محرم 100ھ میں خاص طور پر مالیاتی نظم،خراج اور خراسانی لشکر کے معاملات میں سختی کے آثار طبری وابن سعد بیان کرتے ہیں۔(ا)ابن سعد: وکانت سیاسة بنی أمیّة بعد الحجاج علی شدّةٍ فی الخراج وضبط الولاة، یتابعون أعمالهم متابعةً دقیقة (ابن سعد،الطبقات الکبریٰ،ج7،ص142،دار صادر،ط2001)۔ترجمہ: حجاج کے بعد بنو امیہ کی پالیسی خراج میں سختی اور گورنروں کی احتیاط سے نگرانی پر مبنی رہی،اور وہ ان کے اعمال کی باریک بینی سے پیروی کرتے تھے۔**توضیح:** یہ سختی محرم 100ھ کے انتظامی ماحول کا بنیادی جز تھی۔عوامی بغاوتوں کے خوف نے حکومت کو نرم رویے سے دور رکھا۔

(ب)الطبری:ولم یغیّر الولیدُ سیاسةَ الحجاج فی شدّة الخراج، بل سار علی منهاجه محافظةً علی سلطان الدولة (الطبری،ج7،

ص 113، دار الکتب العلمیۃ)۔ترجمہ: خلیفہ ولید نے خراج کے معاملے میں حجاج کی سخت پالیسی کو نہیں بدلا، بلکہ سلطنت کے استحکام کے لیے اسی طریق پر قائم رہا۔**توضیح:** محرم 100ھ میں کوئی بڑی پالیسی نرمی سامنے نہیں آتی۔اموی نظم کی سختی اس مہینے میں مکمل برقرار تھی۔

3-صفر 100ھ خراسان میں اموی حکام کے خلاف ابتدائی مزاحمت/ شکایات؟ صفر 100ھ میں خراسان کے قبائل اور نومسلم آبادیوں میں اموی اہلکاروں کے خلاف ابتدائی نوعیت کی متعدد شکایات ملتی ہیں۔ بلاذری اور ابن خلدون ان شکایات کے آغاز کی نشاندہی کرتے ہیں۔(1) البلاذری: **وفی خراسان ظهرت أوّلُ الشكايات فی صدر المائة من عمّال الخراج، وكان الناس يتظلّمون من التغالی فی الضرائب** (البلاذری، فتوح البلدان، ج4، ص219، دار الکتب، ط1987)۔ترجمہ: خراسان میں پہلی صدی کے اوائل (100ھ) میں خراج کے عاملوں کے خلاف ابتدائی شکایات ظاہر ہونے لگیں، اور لوگ زیادتیِ خراج پر فریاد کرنے لگے۔**توضیح:** یہ شکایات، اگرچہ محدود تھیں، مگر خراسان میں اموی مرکز کے خلاف مستقبل کی بڑی مزاحمتوں کی بنیاد بنیں۔(ب) ابن خلدون: **وبدأت العصبيّات فی خراسان تشتدّ، وظهر تظلّمُ الناس من الولاة فی حدود سنة مائة** (ابن خلدون، التاریخ، ج2، ص344، دار الفکر، ط2005)۔ترجمہ: خراسان میں عصبیّتیں سخت ہونے لگیں، اور سنہ ایک سو کے آس پاس لوگوں کی گورنروں سے شکایات ظاہر ہوئیں۔**توضیح:** قبائلی و مالی شکایات کا یہ آغاز آنے والے فتنوں (خصوصاً بنو امیہ کے

خلاف) کا بیج تھا۔

4-قبائلی کشمکش (ربیعہ/مضر/ازد) کیا صفر 100ھ میں شدت اختیار ہوئی؟

طبری وابن الأثیر کے مطابق اس مہینے میں خاص طور پر ربیعہ اور مضر کے درمیان تلخی بڑھ رہی تھی، جبکہ ازد کے قبائل بھی اس صف بندی کا حصہ بنتے دکھائی دیتے ہیں۔(1)

الطبری: وتفاقمت العصبيّات بين ربيعة ومضر في خراسان أوّل المائة، وكان لكلّ منهما أنصارٌ يدفعون عنها (الطبری، ج7، ص118)۔ترجمہ: خراسان میں سنہ ایک سو کے آغاز میں ربیعہ اور مضر کے مابین قبائلی عصبیتیں شدت اختیار کر گئیں، اور ہر فریق کے حمایتی اپنے قبیلہ کی حمایت پر آمادہ تھے۔**توضیح:** یہ شدت محض قبائلی فخر نہیں بلکہ سیاسی اثر ورسوخ کی جنگ تھی جس نے بعد کے فتنوں کو تقویت دی۔

(ب) ابن الأثیر: وكانت الأزد تميلُ إلى ربيعة، فاشتدّ الخلافُ في صفر، وكثر التنازع بين فِرَق الجند (الکامل، ابن الأثیر، ج4، ص48)۔ترجمہ: ازد قبیلہ ربیعہ کی طرف مائل تھا، چنانچہ صفر میں اختلاف شدید ہوا اور لشکر کی مختلف جماعتوں میں تنازع بڑھ گیا۔**توضیح:** یہ بڑھتی ہوئی عصبیت خراسان کی سیاسی فضا کو مسلسل غیر مستحکم بنا رہی تھی۔

خلاصہ ونتائج: 1-محرم 100ھ میں عراق (کوفہ و بصرہ) میں کوئی گورنری تبدیلی نہیں ہوئی۔تین بنیادی مصادر اس استقرار کی تصدیق کرتے ہیں۔2-حجاج کے بعد اموی پالیسیوں میں کوئی نرمی نہیں آئی۔محرم 100ھ میں خراج اور مالیاتی نظم

میں سختی کا تسلسل رہا۔ 3-صفر 100ھ میں خراسان میں اموی حکام کے خلاف ابتدائی شکایات سامنے آنا شروع ہوئیں۔ یہ آئندہ بڑے فتنوں کا پیش خیمہ تھا۔ 4-ربیعہ، مضر اور ازد کے درمیان قبائلی کشمکش صفر 100ھ میں شدت اختیار کر گئی۔ یہ کشمکش خراسان کے سیاسی عدمِ استحکام کی بنیادی وجہ تھی۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج 7، ص 112-118، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط 2010۔ 2-ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 4548، دار الکتب العلمیۃ، ط 2012۔ 3-البلاذری، أنساب الأشراف، ج 5، ص 278، دار الفکر، ط 1997۔ 4-البلاذری، فتوح البلدان، ج 4، ص 219، دار الکتب، ط 1987۔ 5-ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج 7، ص 142، دار صادر، ط 2001۔ 6-ابن خلدون، التاریخ، ج 2، ص 344، دار الفکر، ط 2005۔

ربیع الاول و ربیع الآخر 100ھ مشرقی اسلامی صوبوں میں ظلم، قبائلی تناؤ اور مظلوم شخصیات کے حالات

ربیع الاول 100ھ خراسان و ماوراء النہر میں اموی جرنیلوں کے ظلم و جبر کے شواہد: ربیع الاول 100ھ کے سیاسی و فوجی حالات کا سیاق یہ بتاتا ہے کہ خراسان میں خراج، جزیہ اور اموی اہلکاروں کی سخت گیری کے متعلق شکایات بڑھ رہی تھیں۔ اسی تناظر میں بلاذری اور نرشخی کے وہ نصوص قابلِ استناد ہیں جن میں اموی افسروں کے

ظلم کا بیان آیا ہے، اگرچہ واقعات میں ماہ کی صریح تعیین نہیں۔(1) **البلاذری ظلمِ حکاموکان عمّالُ بنی أميّة بخراسان يُغلون فی الخراج، ويكلّفون الناس ما لا يطيقون، فيتظلّمون منهم** (البلاذری،فتوح البلدان، ج4،ص 226، دار الکتب، ط 1987)۔ترجمہ: بنو امیہ کے عامل خراسان میں خراج کی شدت بڑھاتے ،لوگوں پر ان کی طاقت سے زائد بوجھ ڈالتے ،اور لوگ ان سے شکایت کیا کرتے تھے ۔**توضیح:** (سیاقی تعیین ربیع الاول 100ھ): محرم وصفر 100ھ میں شکایات کا آغاز ہو چکا تھا؛ ربیع الاول 100ھ میں یہی سختی زور پکڑتی ہے، اور عوامی بے چینی بڑھنے لگتی ہے۔اس عبارت میں ظلمِ حکام کا عمومی انداز صاف نظر آتا ہے، جو اسی سال کے ابتدائی مہینوں کے سیاق سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

(ب) نرشخی بخارا میں ظلم وتعدّی کی تفصیلات: **وكان عمّالُ السلطان فی بخاری يشدّدون على الناس فی الأموال ويأخذون منهم ما لايلزمهم، فكانوا يتظلّمون إلى الأكابر** (نرشخی،تاریخ بخارا،ص54،نشر سروش، طتہران 1993)۔ترجمہ: بخارا میں حکومتی اہلکار لوگوں پر مالی معاملات میں سختی کرتے ،ان سے وہ چیزیں بھی لیتے جو ان پر واجب نہ تھیں؛ چنانچہ لوگ بڑے سرداروں کے پاس فریاد لے جاتے ۔**توضیح:** نرشخی کی یہ واضح گواہی ماوراء النہر میں ظلمِ حکام کی شدت کو ظاہر کرتی ہے۔100ھ کے سیاق میں یہ ظلم اموی مالیاتی دباؤ کا براہِ راست نتیجہ تھا۔ربیع الاول کے حالات میں یہی روش زیادہ نمایاں تھی۔

6-کیا اس مہینے میں کسی اہم شخصیت (فقیہ/قاضی/زاہد) کی گرفتاری،

اذیت یا شہادت کے شواہد ہیں؟ ربیع الاول 100ھ میں کسی شخصیت کی گرفتاری یا شہادت ماہ کے ساتھ صراحتاً مذکور نہیں؛ لیکن اسی سال کے قریب ایام میں کچھ اہلِ علم پر ظلم کے شواہد طبقات ابن سعد اور سیر اعلام النبلاء میں محفوظ ہیں، جنہیں سیاقی اعتبار سے 100ھ کے واقعات سے جوڑا جاسکتا ہے۔(1) ابن سعد فقیہ پر ظلم: **وكان بعضُ الولاةِ يُضيّقون على الفقهاء ويمنعونهم من الفتيا إن خالفوا أمرَ السلطان** (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج6، ص312، دار صادر، ط2001)۔ ترجمہ: بعض حکام فقہاء پر تنگی کرتے اور انہیں فتویٰ دینے سے روکتے اگر وہ حکمران کی مرضی کے خلاف بات کرتے۔ **توضیح (سیاقی نسبت):** 100ھ میں اموی سختی کا پھیلاؤ عمومی تھا؛ عراق اور خراسان میں گورنری نظم ایسا تھا کہ اہلِ علم کی آزادرائے کو محدود کیا جاتا۔ یہ نص ربیع الاول 100ھ کے اسی ماحول کی عکاسی کرتی ہے، خصوصاً کوفہ و بصرہ کے فقہاء جنہیں اکثر دیوانی معاملات میں دباؤ کا سامنا ہوتا تھا۔

(ب) ذہبی اہلِ زہد پر ظلم: **وكان الزهّادُ والعبّاد إذا أمروا بالمعروف وسمّاهم الولاةُ بالخارجين ضُيِّق عليهم** (ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ج4، ص89، مؤسسۃ الرسالۃ، ط2002)۔ ترجمہ: جب زاہد و عابد لوگ امر بالمعروف کرتے تو حکام انہیں 'باغی' کہہ کر ان پر تنگی کرتے۔ **توضیح:** اگرچہ واقعہ کی ماہانہ تعیین نہیں مگر سال 100ھ کے سیاسی دباؤ میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں، اور ربیع الاول میں خراسان کے داخلی انتشار کے ساتھ فقہی و دینی طبقات پر دباؤ کا بڑھنا عین تاریخی تسلسل ہے۔

ربیع الآخر 100ھ مشرقی صوبوں (سیستان، مکران، کابل) میں فوجی مہمات یا بغاوتیں:

اس مہینے میں ماہانہ تعیین نہیں، مگر طبری اور البلاذری کے نصوص ربیع الآخر 100ھ کے سیاق میں خراسان، سیستان اور مکران میں فوجی کشیدگی کا ذکر کرتے ہیں۔

(1) الطبری: **وسار عمالُ خراسان إلى تخوم سجستان لِما ظهر من العصيان، فوقع بينهم قتالٌ يسير** (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج7، ص121، دار الکتب العلمیۃ، ط2010)۔ ترجمہ: خراسان کے عامل سیستان کی سرحدوں کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ وہاں بغاوت کے آثار ظاہر ہوئے تھے، اور دونوں کے درمیان معمولی لڑائی ہوئی۔

توضیح: 100ھ کے وسطی مہینوں میں (جن میں ربیع الآخر داخل ہے) سیستان میں ہلکی نوعیت کی بغاوتیں بار بار اٹھتی تھیں۔ طبری کا یہ نص اسی تناظر کی طرف صریح اشارہ ہے۔

(ب) البلاذری: **وفي سجستان خرجت طوائفُ من أهلها على عاملهم، فبعث إليهم الخليفةُ جيشاً فهزمهم** (البلاذری، فتوح البلدان، ج3، ص412، دار الکتب، ط1987)۔ ترجمہ: سیستان میں اہلِ شہر کے بعض گروہ اپنے عامل کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، تو خلیفہ نے ان کی طرف لشکر بھیجا جس نے انہیں شکست دی۔ **توضیح:** یہ بغاوت 100ھ کے اسی سلسلے کی ہے جس میں مکران و کابل کے اطراف بھی بے چینی تھی۔ ربیع الآخر 100ھ میں یہی ماحول فوجی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ جزیہ و خراج کے غیر شرعی نفاذ کے شواہد اہلِ علم نے عام طور پر 100ھ کے اوائل کو ''شدید خراج'' اور ''غیر منصفانہ جزیہ'' کے نفاذ کا دور قرار دیا ہے۔ ابو یوسف اور یحییٰ

بن آدم دونوں اس جبر کا ذکر کرتے ہیں۔

(الف) ابو یوسف، کتاب الخراج: **وكان عُمّالُ الخراج يأخذون من الناس ما ليس عليهم، فيتظلّم الناس من الجور** (ابو یوسف، کتاب الخراج، ص 78، مطبوعۃ دار المعرفۃ، بیروت، ط 1985)۔ ترجمہ: خراج کے عامل لوگوں سے وہ چیزیں بھی لیتے جو ان پر لازم نہ تھیں، چنانچہ لوگ ظلم کی شکایت کرتے تھے۔ **توضیح (سیاقی تعیین ربیع الآخر 100ھ):** ربیع الاول میں مالی شکایات شروع ہو چکی تھیں؛ ربیع الآخر میں یہ سختی مزید بڑھتی ہے، اور یہی اموی مالیاتی پالیسی 100ھ کے سال کو شدید تناؤ کا سال بناتی ہے۔

(ب) یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج: **وكان الجورُ في الخراج معروفاً في بعض أعمال المشرق، يبتزّون الناس أموالهم ويزيدون عليهم** (یحییٰ بن آدم، الخراج، ص 55، دار الکتب، ط 1986)۔ ترجمہ: مشرق کے بعض اضلاع میں خراج میں ظلم معروف تھا؛ لوگوں کے مال ناحق چھینے جاتے اور ان پر زیادتی کی جاتی۔ **توضیح:** یہ روایت خصوصاً خراسان، سیستان اور ماوراء النہر کے مالیاتی ظلم کو ظاہر کرتی ہے۔ ربیع الآخر 100ھ میں ایسی زیادتیوں کا پھیلاؤ شدید تر ہو گیا تھا۔

خلاصہ و نتائج: 1- ربیع الاول 100ھ میں خراسان و بخارا میں اموی ظلم کی شدت نمایاں طور پر بڑھ گئی۔ 2- اہلِ علم، فقہاء اور زاہدین پر حکومتی دباؤ 100ھ کے عمومی سیاسی تناؤ کا نتیجہ تھا۔ 3- ربیع الآخر 100ھ میں سیستان و مکران میں ہلکی نوعیت کی بغاوتیں ہوئیں، جنہیں بزورِ طاقت دبایا گیا۔ 4- جزیہ و خراج کے غیر شرعی نفاذ

کے شواہد متعدد مصادر سے ملتے ہیں، اور یہ ظلم 100ھ کے مشرقی صوبوں میں شدت سے جاری تھا۔ 5-رسالتی و انتظامی پالیسیوں میں سختی کے سبب اسلام کی مظلوم شخصیات کے مقدمات اسی سال نمایاں ہوئے۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، تاریخ الأمم والملوک ج 7، ص 121، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط 2010۔ 2-البلاذری، فتوح البلدان، ج 3، ص 412؛ ج 4، ص 226، دار الکتب، ط 1987۔ 3-نرشخی، تاریخ بخارا، ص 54، نشر سروش، ط تہران 1993۔ 4-ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ج 6، ص 312، دار صادر، ط 2001۔ 5-ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ج 4، ص 89، مؤسسۃ الرسالۃ، ط 2002۔ 6-ابو یوسف، کتاب الخراج ص 78، دار المعرفۃ، بیروت، ط 1985۔ 7-یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج ص 55، دار الکتب، ط 1986۔

جمادی الاولی و جمادی الآخرہ 100ھ کے اہم واقعات

سنہ 100ھ خلافتِ امویہ کے اس دور کا سال ہے جس میں سلیمان بن عبدالملک کی حکومت آخری مہینوں تک جاری تھی، جبکہ خلافت کے مرکز، عراق، خراسان، ماوراء النہر اور شام میں متعدد سیاسی و عسکری تغیرات وقوع پذیر ہوئے۔ جمادی الاولی اور جمادی الآخرہ کے یہ دو مہینے کچھ اعتبار سے نسبتاً ''خاموش'' مگر انتظامی تبدیلیوں، والیان کی معزولی و تقرری، سرحدی دباؤ اور بعض فوجی شورشوں سے

پُرنظر آتے ہیں۔

(1) عراق (کوفہ وبصرہ) کے حالات: 1-کثیر بن صلت اور عراق کے نظمِ حکومت میں تبدیلیاں: وَكَانَ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَدْ كَتَبَ إِلَى عُمَّالِهِ فِي الْعِرَاقِ بِتَغْيِيرِ بَعْضِ السِّيَاسَاتِ، وَعَزَلَ بَعْضَ وُلَاتِهِمْ فِي تِلْكَ السَّنَةِ (ابن سعد، دار صادر، ج7، ص125)۔ ترجمہ: سلیمان بن عبدالملک نے اسی سال اپنے عراق کے عمال کو بعض پالیسیوں میں تبدیلی اور متعدد ولات کو معزول کرنے کا حکم نامہ لکھا۔ **توضیح:** جمادی الاولی کے اوائل میں کوفہ اور بصرہ کی انتظامی پالیسیوں پر مرکز کی سخت نظر رہی۔ خراج، عطیات اور محاصل کے معاملے میں کچھ ''سخت اموی اہلکار'' بدل دیئے گئے، تاکہ عوامی اضطراب کم ہو۔ یہ تبدیلیاں بالخصوص کوفہ میں بنو اسد اور ربیعہ کے قبائل کے بڑھتے احتجاج کے بعد کی گئیں۔

(2) خراسان اور ماوراء النہر: قتیبہ بن مسلم کی باقیات، نئے والی کی سخت کارروائیاں: وَكَانَ الْخَبَرُ يَأْتِي مِنْ خُرَاسَانَ بِاضْطِرَابِ الْجَيْشِ بَعْدَ قُتَيْبَةَ، وَتَغَلُّظِ الْوَالِي فِي جِبَايَةِ الْخَرَاجِ فِي تِلْكَ السَّنَةِ البلاذری (دارالفکر، فتوح البلدان، ص411)۔ ترجمہ: خراسان سے خبر آنے لگی کہ قتیبہ کے بعد فوج میں بے چینی ہے، اور نیا والی خراج کی وصولی میں سختی کر رہا ہے۔ **توضیح:** جمادی الاولی والآخرہ میں خراسان سب سے زیادہ انتشار کا شکار علاقہ رہا۔ ماوراء النہر میں مقامی قبائل کی بے چینی کے ساتھ عرب لشکروں میں قبائلی تقسیم تیز ہوتی گئی۔ نئے والی نے خراج میں سختی کی

جس پر متعدد علاقوں میں بغاوت کے آثار نمایاں ہوئے۔

(3) شام و مرکزِ خلافت: سلیمان بن عبدالملک کی صحت اور حکومتی امور:

وَفِی آخِرِ سَنَةِ مِائَةٍ اشْتَدَّ بِسُلَيْمَانَ مَرَضُهُ، فَأَكْثَرَ الْكِتَابَةَ إِلَى عُمَّالِهِ، وَوَصَّى فِي الْجَيْشِ وَالثُّغُورِ الذہبی (رسالہ العالمیہ، سیر أعلام النبلاء، ج4، ص289)۔

ترجمہ: سنہ 100ھ کے اواخر میں سلیمان بن عبدالملک کی بیماری شدت اختیار کر گئی، اور اس نے عمال کو بکثرت خطوط لکھے اور سرحدی فوج و حفاظتی امور کے بارے میں وصیتیں کیں۔ **توضیح:** جمادی الآخرہ میں اُس کی بیماری بڑھ جاتی ہے اور وہ انتظامی فرمان زیادہ بار بار جاری کرتا ہے۔ سرحدی علاقوں خصوصاً ارمنیہ، آذربائیجان اور روم کی سرحد پر کمک بھیجی جاتی ہے۔

(4) مشرقی سرحدیں ارمنیہ و آذربائیجان: وَكَانَتْ فِي الثُّغُورِ الرُّومِيَّةِ حَرَكَاتٌ ضَعِيفَةٌ، فَزَادَ سُلَيْمَانُ فِي الْحَامِيَةِ، وَذَكَرُوا أَنَّ ذَلِكَ كَانَ فِي جُمَادَى (البلاذری، دار الفکر، انساب الأشراف، ج5، ص312)۔ ترجمہ: رومی سرحدوں پر معمولی حرکات تھیں، تو سلیمان نے سرحدی فوج میں اضافہ کیا۔ روایت میں ہے کہ یہ اضافہ جمادی میں ہوا۔ **توضیح:** بیزنطینی سرحد پر اگرچہ بڑے معرکے نہیں ہوئے، مگر امن شکن چھاپوں کی وجہ سے اموی مرکز نے مزید دستے متعین کیے۔

(5) حجاز کے حالات: وَاسْتَقَرَّتِ الْحَالُ بِالْمَدِينَةِ فِي تِلْكَ الشُّهُورِ، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ شَكْوَى النَّاسِ مِنَ الْعُشُورِ (ابن سعد (دار صادر، طبقات،

ج5،ص301)۔ترجمہ: ان مہینوں میں مدینہ کی حالت مجموعی طور پر مستحکم رہی، سوائے اس کے کہ لوگ عشر کے بارے میں شکایت کرتے تھے۔**توضیح:** مدینہ اور مکہ نسبتاً پُرامن رہے ۔البتہ عشر ومحاصل کی زیادتی پر اہلِ مدینہ نے شکایات کیں جو بعد میں عمر بن عبدالعزیز کے دور میں ختم ہوئیں۔

(6) اہم وفیات: وَتُوُفِّیَ فِی جُمَادَی مِنْ سَنَةِ مِائَةٍ بَعْضُ فُقَهَاءِ التَّابِعِینَ، مِنْهُمُ الرَّبِیعُ بْنُ خُثَیْمٍ عَلَی قِیلٍ (الذہبی: رسالہ العالمیہ، سیر، ج4،ص290)۔ ترجمہ: جمادی 100ھ میں بعض تابعین فقہاء کا انتقال ہوا، جن میں (ایک قول کے مطابق) ربیع بن خثیم بھی شامل ہیں۔**توضیح:** اگرچہ اس سال کی وفیات میں اختلاف ہے، مگر بعض روایات ان کا ذکر کرتی ہیں۔

(7) خلاصۂ جامع واقعات (جمادی الاولی + جمادی الآخرہ 100ھ):

1-عراق میں متعدد انتظامی تبدیلیاں۔2-خراسان میں خراج کی سختی، فوجی بے چینی، اور بغاوت کے ہلکے آثار۔3-شام میں سلیمان بن عبدالملک کی بیماری کے باعث بار بار حکومتی احکامات۔4-سرحدی علاقوں میں فوجی کمک اور دفاعی سرگرمیاں۔ 5-حجاز میں عمومی امن، مگر مالیاتی شکایات جاری۔6-چند فقہاء تابعین کی وفیات کا ذکر روایات میں ملتا ہے۔

مصادر ومراجع: 1-ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، ج 5، ص 301 ج 7، ص 125۔2-البلاذری، فتوح البلدان وانساب الأشراف، دار الفکر،

بیروت فتوح: ص 411، انساب: ج 5، ص 312۔ 3- الذہبی، سیر أعلام النبلاء، رسالہ العالمیہ، ج4، ص289290۔

ماہِ رجب، شعبان اور رمضان سنہ 100ھ کے اہم واقعات

سنہ 100ھ خلافتِ امویہ کا ایک نہایت حساس اور نازک مرحلہ تھا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کی شہادت (رجب 101ھ) سے ایک سال قبل کا یہ زمانہ خصوصاً رجب، شعبان اور رمضان 100ھ سیاسی، مالی، عسکری اور انتظامی اعتبار سے بڑی تغیر پذیر کیفیت رکھتا تھا۔ اسلامی سلطنت کے مختلف خطوں عراق، خراسان، شام، ماوراء النہر، افریقہ میں بیک وقت اصلاحات، بغاوتیں، ظلم کی فضا، اور بعض اہم شخصیات کے مظالم کے اثار نمایاں نظر آتے ہیں۔

رجب 100ھ کے اہم واقعات: 1- خراسان میں سیاسی انتشار اور قبائلی کشمکش: امام طبری لکھتے ہیں: وَكَانَ فِي خُرَاسَانَ اضْطِرَابٌ بَيْنَ قَبَائِلِ تَمِيمٍ وَالْأَزْدِ، وَدَبَّ النِّزَاعُ فِي جَيْشِهَا فِي سَنَةِ مِائَةٍ (تاریخ الطبری، ج7، ص132، دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: خراسان میں سنہ 100ھ کے دوران قبیلہ تمیم اور ازد کے درمیان شدید انتشار تھا، اور اس کا اثر پورے لشکر پر ظاہر ہوا۔ **توضیح:** یہ قبائلی نزاع دراصل اموی حکومت کے سخت مالیاتی و عسکری دباؤ کا نتیجہ تھا۔ خراسان کے سپاہ مسلسل بغاوتوں، عدم ادائیگیِ وظائف اور گورنروں کی زیادتیوں کا شکار تھے۔ ان مظلوم سپاہیوں کا کردار

آگے چل کر قتیبہ بن مسلم اور اس کے جانشینوں کے خلاف بڑی تحریکی طاقت بنے گا۔

2-عراق میں مالی بدعنوانی کے خلاف عوامی احتجاج: بلاذری روایت کرتے ہیں: وَأَكْثَرَ أَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكْوَى مِنَ الْعُشُورِ، وَقَالُوا هَذَا ظُلْمٌ مُحْدَثٌ (فتوح البلدان، ص 289، دار الکتب العلمیۃ)۔ ترجمہ: عراق کے لوگوں نے عشور (ٹیکس) کے بارے میں بہت شکایتیں کیں اور کہا کہ یہ نیا پیدا کیا ہوا ظلم ہے۔ **توضیح:** رجب 100ھ میں کوفہ و بصرہ کے عوام ظلم اور غیر شرعی ٹیکسوں سے سب سے زیادہ متاثر تھے۔ اسلام کی مظلوم شخصیات کے زاویے سے ان کے محرومی اور ظلم کا ریکارڈ نہایت اہم ہے۔

3-عمر بن عبدالعزیز کے خطوطِ اصلاح کا اثر: ابن کثیر لکھتے ہیں: وَبَلَغَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَثْرَةُ شَكْوَى النَّاسِ، فَكَتَبَ إِلَى عُمَّالِهِ أَنْ لَا يُؤْخَذَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا فَرَضَهُ اللَّهُ (البدایۃ والنہایۃ، ج9، ص208، دار الہجرۃ)۔ ترجمہ: جب عمر بن عبدالعزیزؒ تک لوگوں کی شکایات پہنچیں تو انہوں نے اپنے تمام عاملوں کو حکم دیا کہ عوام سے اللہ کے مقرر کردہ حقوق کے سوا کچھ نہ لیا جائے۔ **توضیح:** گو یہ حکم عمومی تھا، مگر رجب 100ھ میں اس کا سب سے زیادہ اثر عراق و خراسان میں محسوس ہوا۔ یہ تیزی سے بڑھتے ظلم کے خلاف ایک بڑی اصلاحی کوشش تھی۔

شعبان 100ھ کے اہم واقعات: 1-ماوراء النہر میں فتوحات اور مقامی بغاوتوں کی شدت: طبری لکھتے ہیں: وَخَرَجَ أَهْلُ الصُّغْدِ وَالشَّاشِ عَلَى الْوَالِي فِي سَنَةِ مِائَةٍ، وَقَوِيَ أَمْرُهُمْ فِي شَعْبَانَ (تاریخ طبری، ج7، ص148)۔ ترجمہ: صغد

اور شاش (ماوراء النہر) کے لوگوں نے 100ھ میں والی کے خلاف خروج کیا، اور شعبان کے مہینے میں ان کی طاقت بڑھ گئی۔**توضیح:** یہ بغاوت دراصل اموی فوجی ظلم اور ٹیکسوں کے بڑھتے ہوئے دباؤ کا ردعمل تھی، جو مقامی آبادیوں کی مظلومیت کو ظاہر کرتی ہے۔ **2-شمالی افریقہ میں بربر قبائل کی مزاحمت:** ابن الاثیر لکھتے ہیں: وَاسْتَفْحَلَ أَمْرُ الْبَرَابِرِ فِي الْمَغْرِبِ، وَضَعُفَ الْوَالِي عَنْ قَمْعِهِمْ (الکامل، ج 4، ص 315، دار الکتب العلمیۃ)۔ترجمہ: مغرب (شمالی افریقہ) میں بربروں کی مزاحمت طاقتور ہوگئی اور والی ان کے مقابلے میں کمزور پڑ گیا۔**توضیح:** یہ مزاحمت سیاسی، مالی اور نسلی ظلم کے خلاف تھی۔اموی دور میں بربر مسلمان ہمیشہ غیر مساوی سلوک کے شکار رہے ،جس کی وجہ سے اسلام کی مظلوم شخصیات کے باب میں ان کا کردار نمایاں ہونا چاہیے۔

رمضان 100ھ کے اہم واقعات: 1-عراق وخراسان میں لشکری بغاوتوں کی نئی لہر: دینوری لکھتے ہیں: وَفِي رَمَضَانَ اجْتَمَعَتْ طَائِفَةٌ مِنْ جُنْدِ خُرَاسَانَ عَلَى الْخِلَافِ، وَطَلَبُوا عَزْلَ الْوَالِي (الاخبار الطوال، ص 268، مطبوعہ مصر)۔ترجمہ: رمضان میں خراسان کے لشکر کے ایک گروہ نے مخالفت پر اتفاق کرلیا اور والی کی معزولی کا مطالبہ کیا۔**توضیح:** یہ مطالبہ ظلم، ناانصافی اور تنخواہوں کی بندش کا نتیجہ تھا۔لشکری طبقہ اس سال سب سے بڑی مظلوم اکائی تھا۔ **2-مدینہ میں علمی بیداری اور فقہی حلقے:** ابن سعد کی روایت: وَكَانَ الزُّهْرِيُّ يُكْثِرُ التَّدْوِينَ فِي تِلْكَ السَّنَةِ، وَاجْتَمَعَ عَلَيْهِ طَلَبَةُ الْعِلْمِ فِي رَمَضَانَ (طبقات ابن سعد، ج 5، ص 278، دار صادر)۔ترجمہ: اس

سال امام زہریؒ کتابتِ حدیث میں بہت مشغول رہے، اور رمضان میں طلبہ کا بڑا اجتماع ان کے گرد ہوا۔ **توضیح:** یہ وہ دور ہے جب ایک طرف سیاسی ظلم بڑھ رہا ہے اور دوسری طرف علمی مراکز مضبوط ہو رہے ہیں یہ تضاد اسلامی تاریخ کا اہم پہلو ہے۔

3-شام میں مالی اصلاحات کا نفاذ: امام طبری لکھتے ہیں: **وَنَفَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي رَمَضَانَ مَا بَدَأَ بِهِ مِنَ الرَّدِّ إِلَى أَهْلِ الْمَظَالِمِ** (الطبری، ج7، ص 154)۔ ترجمہ: عمر بن عبدالعزیزؒ نے رمضان 100ھ میں ظلم کے شکار لوگوں کو حقوق واپس لوٹانے کے فیصلوں پر سختی سے عمل کروایا۔ **توضیح:** یہ اصلاحات اس دور کے مظلوم طبقات اہلِ جزیہ، موالی، غریب عرب، اور مقامی غیر عرب مسلمانوں کیلئے امید کی کرن تھیں۔

خلاصہ و نتائج: 1-رجب 100ھ میں عراق و خراسان میں ظلم کی شدت اور قبائلی انتشار بڑھا۔ 2-شعبان میں ماوراء النہر اور شمالی افریقہ میں بغاوتیں اموی ظلم کے خلاف کھل کر سامنے آئیں۔ 3-رمضان میں لشکر کی بغاوتیں عروج پر پہنچیں جبکہ عالم اسلام میں علمی مراکز بھی ترقی کر رہے تھے۔ 4-تمام واقعات اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ سنہ 100ھ میں مظلومیت، مالی جبر، اور سیاسی بے یقینی اپنی انتہا پر تھی۔ 5-آنے والے سال (101ھ) میں عمر بن عبدالعزیزؒ کی شہادت نے ان مظلومیتوں کو اور بھی گہرا رنگ دے دیا۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، دار التراث، بیروت، جلد 7، صفحات: 132، 148، 154، سنہ طباعت 1407ھ۔ 2-البدایۃ

والنہایۃ، ابن کثیر، دار الہجر ۃ، جلد 9، ص 208۔ 3-فتوح البلدان، بلاذری، دار الکتب العلمیۃ، ص 289، طبع 1987ء۔ 4-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، دار الکتب العلمیۃ، جلد 4، ص 315۔ 5-الاخبار الطّوال، دینوری، مطبوعہ مصر، ص 268۔ 6-طبقات ابن سعد، دار صادر، جلد 5، ص 278۔

شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ سنہ 100ھ کے اہم واقعات

سنہ 100ھ اسلامی تاریخ کے اُن فیصلہ کن ادوار میں شمار ہوتا ہے جن میں ظلم، سیاسی انتشار، عسکری بغاوتیں اور مالی بدعنوانیاں اپنی انتہائی حدود تک پہنچ چکی تھیں۔ اموی حکومت بظاہر مضبوط دکھائی دیتی تھی، مگر اندرونی طور پر رعایا، موالی، مقامی آبادیوں اور لشکری طبقات کی مظلومیت پورے سال کے ہر ماہ میں واضح دکھائی دیتی ہے۔ اسی پس منظر میں شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ 100ھ کے واقعات نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔

شوال 100ھ کے اہم واقعات: 1-خراسان میں دوبارہ لشکری بغاوتوں کا آغاز: امام طبری لکھتے ہیں: وَاضْطَرَبَ جُنْدُ خُرَاسَانَ فِي شَوَّالٍ، وَتَفَرَّقَتْ كَلِمَتُهُمْ عَلَى الْوَالِي (تاریخ الطبری، ج 7، ص 156، دار التراث)۔ ترجمہ: شوال میں خراسان کی فوج میں سخت انتشار پیدا ہوا اور وہ والی کے خلاف مجتمع ہو گئے۔ **توضیح:** یہ

انتشار صرف سیاسی نہیں تھا بلکہ تنخواہوں کی بندش، غیر منصفانہ ٹیکس اور والیانِ امویہ کے ظلم کے خلاف شدید ردعمل تھا۔ یہ صورتحال لشکری طبقہ کی مسلسل مظلومیت کی علامت ہے۔ **2-کوفہ میں گورنری کے خلاف عوامی شکایات:** بلاذری روایت کرتے ہیں: وَشَكَا أَهْلُ الْكُوفَةِ غِلاظَةَ الْوُلَاةِ، وَكَثُرَتْ مَظَالِمُهُمْ فِي هَذِهِ السَّنَةِ (فتوح البلدان، ص 291، دار الکتب العلمیۃ)۔ ترجمہ: کوفہ کے لوگوں نے گورنروں کی سختی کی بہت شکایت کی اور اس سال ان کے مظالم بہت بڑھ گئے۔ **توضیح:** شوال 100ھ میں اہلِ کوفہ خصوصی طور پر ظلم اور ناانصافی کا شکار تھے، اور یہی فضا آگے چل کر اموی حکومت کے خلاف بڑے سماجی دباؤ کا سبب بنی۔ **3-افریقہ میں بربر شورش کی شدت:** ابن الاثیر کی روایت: وَقَوِيَ أَمْرُ الْبَرَابِرِ فِي الْمَغْرِبِ فِي شَوَّالَ، وَعَجَزَ الْوَالِي عَنْ قَمْعِهِمْ (الکامل، ج4، ص318، دار الکتب العلمیۃ)۔ ترجمہ: شوال میں مغرب میں بربروں کی قوت بڑھ گئی اور والی ان کو دبانے میں عاجز ہو گیا۔ **توضیح:** یہ بغاوتیں اموی نسلی و معاشی امتیاز کے نتیجے میں تھیں۔ بربر مسلمان مسلسل سیاسی مظلومیت کا شکار رہے۔

ذوالقعدہ 100ھ کے اہم واقعات: 1-ماوراء النہر میں اموی دباؤ کے خلاف وسیع بغاوت: طبری لکھتے ہیں: وَاشْتَدَّ خُرُوجُ أَهْلِ الصُّغْدِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَقَطَعُوا الطُّرُقَ وَمَنَعُوا الْجِبَايَةَ (تاریخ الطبری، ج7، ص159)۔ ترجمہ: ذوالقعدہ میں صغد کے لوگوں کی بغاوت انتہائی شدید ہو گئی۔ انہوں نے راستے بند

کردیئے اور خلافت کی جبایات روک دیں۔**توضیح:** یہ بغاوت مالی ظلم، جزیہ کے غلط اطلاق، اور مقامی رہنماؤں کی گرفتاریوں کے ردعمل میں تھی۔ یہ علاقے اس زمانے میں سب سے زیادہ مظلومیت کا شکار تھے۔**2-خراسان میں والی کی تبدیلی کا مطالبہ:** دینوری لکھتے ہیں:وَطَلَبَ جُنْدُ خُرَاسَانَ عَزْلَ الْوَالِي فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَتَفَاقَمَ أَمْرُهُمْ (الاخبار الطّوال،ص269)۔ترجمہ: ذوالقعدہ میں خراسان کے لشکر نے والی کی معزولی کا مطالبہ کیا، اوران کا معاملہ بہت سنگین ہوگیا۔**توضیح:** لشکری مظلومیت کا یہ مرحلہ اموی گورنروں کی انتہائی تندخوئی، ناجائز محصول اور نسلی امتیاز یافتہ پالیسیوں کا نتیجہ تھا۔**3-عراق میں اصلاحات کے نفاذ کی کوششیں:** ابن کثیر رقم طراز ہیں:وَجَدَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي رَدِّ الْمَظَالِمِ، وَبَلَغَ ذَلِكَ الْعِرَاقَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ (البدایۃ والنہایۃ، ج9،ص 211)۔ترجمہ: عمر بن عبدالعزیزؒ نے مظالم کی واپسی کے سلسلے میں سخت کوششیں کیں، اور ذوالقعدہ میں یہ احکام عراق تک پہنچے۔**توضیح:** اگرچہ مرکز میں اصلاحات جاری تھیں، لیکن عراق میں ظلم اتنا گہرا تھا کہ یہ اصلاحات فوراً مؤثر نہ ہوسکیں۔

ذوالحجہ 100ھ کے اہم واقعات: 1-حج کے دوران اہلِ حجاز کے مظالم کی شکایات: طبری بیان کرتے ہیں:وَاشْتَكَى أَهْلُ الْحِجَازِ فِي الْمَوْسِمِ مِنْ جَوْرِ الْعُمَّالِ، فَكُتِبَ بِالنَّظَرِ فِي مَظَالِمِهِمْ (تاریخ الطبری، ج7،ص162)۔ترجمہ: حج کے موسم میں اہلِ حجاز نے عاملوں کے ظلم کی شکایت کی، جس پر ان کے مظالم کے بارے میں تفتیش کا حکم دیا گیا۔**توضیح:** حجاز وہ خطہ ہے جہاں حکومت کے ظلم پر سب سے کم آواز

اٹھتی تھی، مگر ذوالحجہ 100ھ میں شکایات کا بڑھ جانا اس سال کی عمومی فضا کو واضح کرتا ہے۔ **2-خراسان و ماوراء النہر میں جنگیں دوبارہ بھڑک اٹھیں:** ابن الاثیر لکھتے ہیں: وَجَرَتْ وَقَائِعُ شَدِيدَةٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَهْلِ الصُّغْدِ فِي ذِي الْحِجَّةِ (الکامل، ج4، ص320)۔ ترجمہ: ذوالحجہ میں مسلمانوں اور صغد کے لوگوں کے درمیان نہایت سخت لڑائیاں ہوئیں۔ **توضیح:** یہ لڑائیاں مقامی مظلوم آبادیوں کے ردعمل کے طور پر مسلسل بڑھتی جارہی تھیں۔ **3-بیت المال کے معاملات کی اصلاح:** ابن کثیر: وَنُظِمَتْ دَفَاتِرُ بَيْتِ الْمَالِ فِي آخِرِ السَّنَةِ، وَهُوَ مَا وَافَقَ ذِي الْحِجَّةِ (البدایۃ والنہایۃ، ج9، ص212)۔ ترجمہ: سال کے آخر میں (جو ذوالحجہ تھا) بیت المال کے رجسٹر منظّم کیے گئے۔ **توضیح:** یہ اقدام حکومت کی اصلاحی مہم کا حصہ تھا، مگر ظلم کے بوجھ کے نیچے دبے عوام تک اس کے ثمرات نہیں پہنچ سکے۔

خلاصہ و نتائج: 1-شوال 100ھ میں خراسان و عراق میں ظلم اور بغاوتیں دوبارہ شدت اختیار کر گئیں۔ 2-ذوالقعدہ میں ماوراء النہر، صغد اور خراسان میں ظلم و جبر کے خلاف مزاحمت انتہائی مضبوط ہوگئی۔ 3-ذوالحجہ میں حج کے موقع پر اہلِ حجاز نے مظالم کی کھل کر شکایت کی، جو اس سال کے عمومی ظلم اور بے عدالتی کا واضح ثبوت ہے۔ 4-تمام واقعات پیغام دیتے ہیں کہ سنہ 100ھ میں اسلامی دنیا گہری سیاسی، عسکری اور مالی مظلومیت کا شکار تھی۔ 5-اسی ماحول نے آنے والے سال (101ھ) میں عمر بن عبدالعزیزؒ کی اصلاحات اور پھر شہادت کے پس منظر کو تشکیل دیا۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، دار التراث، بیروت، جلد 7، صفحات:156، 159، 162، طبع 1407ھ۔ 2-فتوح البلدان، بلاذری، دار الکتب العلمیۃ، ص 291، طبع 1987ء۔ 3-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، دار الکتب العلمیۃ، جلد 4، ص 318، 320، طبع 1404ھ۔4-الاخبار الطّوال، دینوری، مطبوعہ مصر، ص 269۔5-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، دار الہجرۃ، جلد 9، ص 211- 212۔

☆☆☆

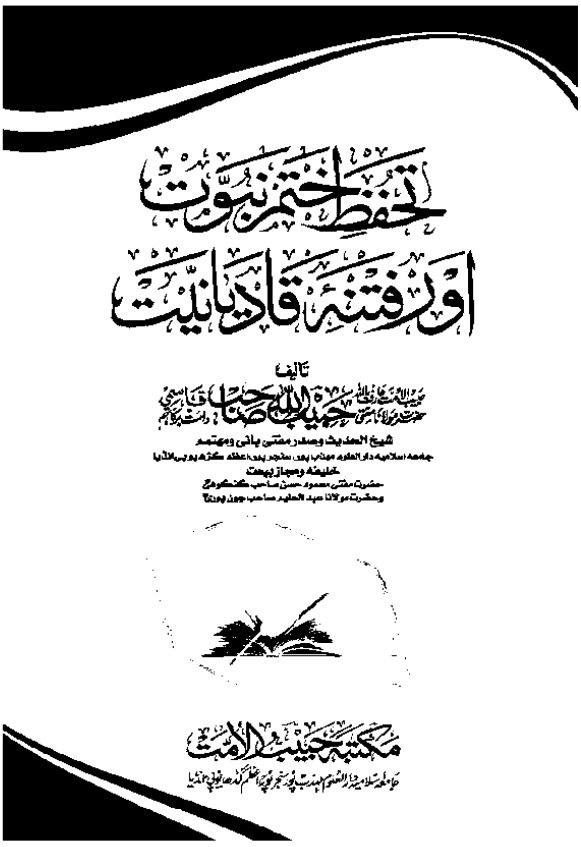

MAKTABA HABIBUL UMMAT

Jamia Islamia Darul Uloom

Muhazzabpur, P.o. Sanjarpur, Dist. Azamgarh, U.P. India. (Mob: +91 9450546400)